رسائلِ میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم



ترتیب و تدوین

مولانا محمد عبدالاحد قادری

قادری رضوی کتب خانہ۔ لاہور

خوشخبری

مسلک اہلسنت و جماعت کے عقائد و نظریات۔۔۔

بد مذہبوں کے باطلہ عقائد اور ان کے رد۔۔۔

اہلسنت پر کئے جانے والے اعتراضات کے جوابات پر مشتمل

کتب و رسائل، آڈیو ویڈیو بیانات اور والپیپر حاصل کرنے کے لئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

https://t.me/tehqiqat

محدثین مفسرین آئمہ کرام
کے نادر و نایاب رسائل کا مجموعہ

بارہ رسائلِ میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ترتیب و تدوین

مولانا محمد عبد الاحد قادری

قادری رضوی کتب خانہ۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام کتاب	ــــــــ	(۱۲) رسائل میلادِ مصطفیٰ
ترتیب وتدوین	ــــــــ	مولانا محمد عبدالاحد قادری
پروف ریڈنگ	ــــــــ	محمد فاروق صدیقی
کمپوزنگ	ــــــــ	محمد اشفاق منیر قادری
اشاعت اول	ــــــــ	ربیع الاول ۱۴۲۶ھ/اپریل 2005ء
بار چہارم	ــــــــ	۱۴۳۲ھ/جنوری 2011ء
زیرنگرانی	ــــــــ	چوہدری محمد خلیل قادری
تحریک	ــــــــ	چوہدری محمد ممتاز احمد قادری
ناشر	ــــــــ	چوہدری عبدالمجید قادری
تعداد	ــــــــ	1100
قیمت	ــــــــ	-/450 روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ حنفیہ گنج بخش روڈ لاہور

قادری رضوی کتب خانہ۔ گنج بخش روڈ لاہور

Hello: 042-7213575, 0333-4383766

فہرست رسائل (۱۲) میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف:

علامہ شہاب الدین احمد بن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و تدوین:

مولانا محمد عبدالاحد قادری

حسن ترتیب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اما بعد

اللہ وحدہ لاشریک کی ذات پاک کیلئے تمام تعریفیں ہیں جس نے کائنات کو سید ولد آدم ﷺ کی ولادت باسعادت سے شرف بخشا۔ جن کے ذریعہ اللہ کریم نے انبیاء کرام ومرسلین علیہم السلام، جمیع ملائکہ خاص کر کروبیین ومقربین کی سعادت کو مکمل فرمایا جن میں اس نے تمام ظاہری و باطنی کمالات جمع فرما دیئے جنہیں تمام کا امام بنایا، جنہیں تمام پر فضیلت عطا فرمائی اور جو دنیا و آخرت میں تمام کے مددگار ہیں۔ جن پر شریعت مطہرہ کا اختتام فرمایا جو واضح، روشن تر اور تغیر وتبدل وتحریف سے محفوظ ہے۔ اور اس وقت تک محفوظ ہے جب تک حضرت اسرافیل علیہ السلام صور نہیں پھونکتے (یعنی قیامت تک) پس آپ ﷺ کی شریعت تمام شریعتوں میں بہتر اور متوسط ہے۔ جیسا کہ آپ کی امت تمام امتوں سے بہتر اور افضل ہے اور آپ کی کتاب قرآن کریم تمام نازل شدہ کتابوں کی جامع ہے اور ان سے ان گنت تفصیلی اور اجمالی کمالات کی وجہ سے فوقیت رکھتی ہے ایسا کیونکہ نہ ہو جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کے عطا فرمانے پر احسان فرمایا اور آپ کی طرف اس کا پہنچنا وجہ فضل قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ خود اس کتاب قرآن کریم کی تعریف میں اور اس کی بعض شرح کی طرف یوں اشارہ فرماتا ہے:

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ (الانعام)

ترجمہ: "ہم نے کوئی چیز اس کتاب میں (ذکر کرنے سے) نہیں چھوڑی۔"

یہی وجہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے تقریباً ساٹھ ہزار معجزات بلکہ اس سے زیادہ پر یہ مشتمل ہے جیسا کہ اس بات کو وہ شخص جانتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس کتاب

کے علوم و مسالک پر مطلع فرمایا ہو۔ یہ کتاب اس کے ساتھ ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم کے مختلف طریقوں پر بھی مشتمل ہے۔ آپ کے کمال اور قدر و منزلت کی بلندی اور عظیم الشان معاملہ پر سینکڑوں آیات گواہ ہیں۔ اس کتاب میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو جن مدحیہ اور کمالات سے بھرپور الفاظ سے خطاب فرمایا۔ علاوہ ازیں بہت سی ایسی دیگر مباحث ذکر فرمائیں، جن کی حقیقت تک رسائی ناممکن ہے اور وہاں تک مخلوقات میں سے کسی کی رسائی محال ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا اعزاز و اکرام:

کوئی بھی کامل شخص آپ ﷺ کے حقوق و کمالات تک نہیں پہنچ سکتا:

❁ ایسے ہی اعلیٰ خطابات میں سے ایک خطاب یہ بھی ہے:

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًاۙ وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًاۙ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِیْرًاۙ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ دَعْ اَذٰىهُمْ وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا۔ (الاحزاب)

ترجمہ: ''اے نبی محترم ﷺ! ہم نے آپ کو حاضر ناظر، خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے حکم سے دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا اور مومنوں کو آپ اس بات کی اچھی خبر دے دیں کہ ان کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے اور تمہیں کافروں اور منافقوں کے پیچھے نہیں چلنا چاہیے اور ان کی تکلیف کو بھول جائیے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیجئے اور اللہ تعالیٰ کی کارسازی کافی ہے۔''

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ اعزاز و اکرام عطا فرمایا کہ آپ کو تمام پیغمبروں پر گواہ بنایا۔ اس بات کا گواہ کہ انہوں نے اپنی اپنی امت کو وہ تمام احکام پہنچا دیے تھے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں پہنچانے کیلئے دیے تھے اور یہ اس لیے کہ تمام پیغمبر

آپ ہی کے متبع اور خلیفہ ہیں۔ جیسا کہ اس کی طرف اللہ تعالیٰ یہ قول اشارہ کرتا ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَا اٰتَیْتُکُمْ مِنْ کِتَابٍ وَّ حِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰالِکُمْ اِصْرِیْ قَالُوْا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْھَدُوْ وَ اَنَا مَعَکُمْ مِنَ الشَّاھِدِیْنَ. (آل عمران)

ترجمہ: ''اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں سے یہ عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب وحکمت دے چکوں پھر تمہارے پاس ایک عظیم الشان رسول یعنی سرکار دو عالم ﷺ تشریف لائیں جو تمہارے پاس موجود کتاب کی تصدیق کرنے والے ہوں گے تو تم ضرور ان پر ایمان لاؤ گے اور ان کی مدد کرو گے؟ پوچھا: کیا تم نے اس کا اقرار کیا اور اس پر میرے ساتھ پختہ عہد کیا۔ سب نے عرض کیا: ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا: پھر گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ ایک گواہ ہوں۔''

اللہ تعالیٰ نے یہ ''مقام اعظم'' ہمارے آقا ومولیٰ ﷺ پر اس قول ''فاشھدوا و انا معکم من الشاھدین'' پر ختم فرما دیا تا کہ وہ ہمیں یہ بتائے کہ آپ ﷺ کا شرف مرتبہ سب سے بلند و بالا ہے اور دیگر انبیاء کرام آپ کے لاحق ہیں۔

بعد میں ظہور کی حکمت:

نبی کریم ﷺ کا ظہور حسی اس کائنات میں سب سے بعد میں رکھا گیا۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ آپ ان کے مستدرک ہو جائیں اور ان کے فوت شدہ کمالات کے مکمل کرنے والے بنیں، ان تمام کے مجموعی فضائل وزیادات کے جامع ہوں۔ جیسا کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا قول دلالت کرتا ہے:

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ (سورۃ الانعام)

ترجمہ: ''وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی پس آپ ان کی

ہدایت کی اقتدا کریں۔"

یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرات انبیاء کرام میں سے ہر ایک جو کمالات، معجزات، ہدایات اور خصوصیات عطا ہوئیں وہ سب ان سے زیادہ مقدار میں آپ کو عطا کی گئیں اور آخرین کی فضیلت کے برابر یا اس سے کہیں زیادہ فضیلت آپ کو عطا فرمائی تاکہ آپ کا جلال واضح ہو اور اس سے ان لوگوں کے دل جلیں جو آپ کے دشمن اور بدخواہ ہیں اور اگر یہ تمام اوصاف وخصوصیات ومعجزات نہ بھی ہوتے صرف وہی کمالات وخوارق عادت ہوتے جو آپ کے حمل کے دران ظاہر ہوئے، اس سے کچھ قبل رونما ہوئے اور ولادت باسعادت کے وقت دیکھنے میں آئے اور آپ کی رضاعت کے زمانہ میں لوگوں نے دیکھے اور آپ کی تربیت کی زندگی میں منظرعام پر آئے تو یہی کافی تھے۔ جیسا کہ میں نے ان کمالات ومعجزات کو اپنی تصنیف میں جمع کر دیا ہے جس کا نام میں نے "النعمة الكبرى على العالم......بمولد سيد ولد آدم" رکھا ہے۔ اس کتاب میں میں نے ان کمالات وخوارق عادت واقعات کو جمع کیا جن کی اسانید کو سنن واحادیث کے ان آئمہ نے نقل کیا ہے جو حفظ و اتقان سے موصوف ہیں۔ جلالت وبرہان سے قدیم وجدید حضرات میں متصف ہیں۔ ایسی روایات جو من گھڑت ہونے سے سالم ہیں ملحدین اور مفترین کے الحاد وافتراء سے محفوظ ہیں۔ یہ روایات یا یہ کتاب ان کتابوں کی طرح نہیں جو لوگوں میں مروج ہیں اور میلاد النبی ﷺ پر لکھی گئی ہیں اران میں بہت سی روایات من گھڑت ہیں۔ گھڑے ہوئے جھوٹ ہیں لیکن میری اس کتاب میں طوالت اور بسط ہونے کی وجہ سے اس کا ایک ہی مجلس میں پڑھا جانا مشکل تھا۔ اس لیے میں نے اس کو مختصر کیا اور روایات کی اسناد کو میں نے حذف کر دیا اور میں نے اس سند پر اکتفا کیا جس کا کوئی متابع یا مددگار موجود ہو۔ یہ اس ارادے سے کیا تاکہ حضور نبی کریم ﷺ کے مدح خوانوں کیلئے آسانی ہو جائے اور اس ارادہ سے تاکہ آپ ﷺ کی کرامات، کمالات

اور خوبیاں معلوم ہو جائیں۔ جس کی وجہ سے ہم بھی آپ ﷺ کے چاہنے والوں کی جماعت میں شامل ہو جائیں۔ میں نے اپنی کتاب کا افتتاح ایک ایسی آیت مبارکہ سے کیا ہے جو مقصود کے مناسب ہے اور حضور نبی کریم ﷺ کے مولود شریف پر دلالت کرتی ہے وہ آیت کریمہ یہ ہے:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ○ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ (التوبہ)

ترجمہ: ''یقیناً تمہارے پاس تم میں سے ہی ایسے عظیم الشان رسول تشریف لائے جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں گزرتا ہے۔ تمہارے بہت خیر خواہ ہیں۔ مومنوں کیلئے نہایت مہربان اور رحم دل ہیں۔''

حضور نبی کریم ﷺ اولین و آخرین کے سردار، ملائکہ مقربین کے آقا، تمام مخلوقات کے مولیٰ اور رب العالمین کے حبیب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق سے افضل، قیامت کے دن شفاعت عظمیٰ سے مخصوص ہیں۔ تمام کائنات کی طرف آپ کو رسالت عامہ منصوص ہے جس میں انس و جن سابقین ولاحقین فرشتے بھی شامل ہیں۔ لواء الحمد کے مالک، حوض کوثر کے تقسیم کرنے والے اور مقام محمود پر متمکن آپ ہی ہیں۔ وہ مقام محمود جس میں آپ تشریف فرما ہوں گے اور اولین و آخرین آپ کی حمد کہیں گے۔ اس دن آپ جاہ و منزلت کے انبیاء و مرسلین اور ملائکہ مقربین محتاج ہوں گے۔ معجزات باہرہ کے مالک، کرامات ظاہرہ باطنہ اور حجت قویمہ مستقیمہ اور ان گنت فضائل اور بے شمار خصائص وشمائل کے مالک بھی آپ ہی ﷺ ہیں۔

مع اکثر لن تحیط بوصفه
و ابن الثریا من ید المتناول

تو جس قدر چاہے مبالغہ کرلے اور آپ کے اوصاف کو بکثرت بیان کرلیکن پھر بھی تو آپ کے وصف کا احاطہ ہرگز نہ کر سکے گا۔ پکڑنے والے ہاتھ سے خواہ وہ متناہی

لمبا اور آگے کیوں نہ بڑھ جائے ''ثریا'' تک اس کی رسائی ہرگز نہیں ہو سکتی۔

اللہ نے آپ کو مصطفیٰ ﷺ بنایا:

نبی کریم ﷺ ہی کی وہ ذات مبارکہ ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے محبت اور خلت سے مصطفیٰ بنایا اور وہ قرب عطا فرمایا جو احاطہ، جہت اور منزلت سے پاک ہے اور معراج کے ساتھ آپ کو مخصوص فرمایا اور اس کے عجائبات پر آپ ہی کو مطلع فرمایا اور فضائل و کمالات سے آپ کو برگزیدہ فرمایا۔ بیت المقدس میں حضرات انبیاء کرام کے آتے اور جاتے وقت امامت سے نوازا تاکہ یہ بتایا جائے کہ آپ ہی ''سید الکل'' ہیں۔ آپ ہی تمام کے ابتدا و انتہا مددگار ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی خصوصیات:

اللہ تعالیٰ نے آپ کی اور آپ کی امت کی شہادت جو انبیاء کرام کی امتوں کیلئے آپ کی امت کی شہادت جو انبیاء کرام کے حق میں ہوگی سے ممتاز فرمایا اور انبیاء کرام کی امتوں کیلئے آپ کی امت یہ گواہی دے گی کہ تمام پیغمبروں نے اے اللہ تیرے احکام ان تک پہنچا دیئے تھے اور اس بات سے بھی آپ ﷺ کو مخصوص فرمایا گیا کہ لواء الحمد، وسیلہ بشارت، ڈر سنانا، ہدایت، امامت اور عالمین کیلئے رحمت آپ ہی ہیں اور یہ بھی کہ آپ کو آپ کا پروردگار اس قدر عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ آپ بارگاہ پروردگار میں عرض کریں گے: اے اللہ! میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک میرا ایک امتی بھی آگ میں ہوگا۔ پس اللہ تعالیٰ کے آپ کے امتیوں کو جہنم سے نکال کر متقی اور نیک لوگوں کے سرداروں کے ساتھ ملا دے گا۔ آپ کو اتمام نعمت سے مخصوص فرمایا تمام اقسام کی امداد آپ کے سپرد فرمائی۔ شرح صدر، رفع ذکر سے آپ کو ممتاز کیا چنانچہ جب اور جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے وہیں آپ کا بھی ذکر موجود ہے۔ مدد کی عزت اور ایک ماہ کے سفر کے برابر دور لوگوں پر آپ کا رعب فرشتوں کے ذریعہ آپ کی تائید، آپ اور آپ کی امت پر سکینہ

کا نزول، آپ کے سوال و دعوت کیلئے اور کوئی چیز نفع بخش نہ ہوگی، ان تمام خصوصیات سے اللہ تعالیٰ نے آپ کونوازا۔ اللہ تعالیٰ نے بالخصوص آپ کی حیات کی قسم اٹھائی۔ آپ کیلئے ڈوبا سورج لوٹا دیا۔ آپ کیلئے اعیان (مختلف اشیاء) کی حقیقت تبدیل کر دی۔ ہر قسم کے آلام اور بیماریوں سے تندرست کرنے والے بنایا۔ مغیبات پر مطلع فرمایا حتی کہ غیب کی وہ باتیں بتا دیں جو آپ کی امت میں قیامت تک رونما ہونے والی تھیں اور آپ کی ذات مقدسہ پر علی الدوام اللہ سبحانہ وتعالیٰ صلوٰۃ و سلام بھیجتا ہے اور اس کے ان گنت فرشتے اور آپ کی امت بھی آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجتی ہے۔ آپ کے امتی کا ہر مکان اور آپ کے دور کی ہر ساعت صلوٰۃ وسلام سے منور ہے اور جن لوگوں نے آپ کا وسیلہ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمالی بلکہ آپ کی اہل بیت، آپ کے خلفاء، آپ کی آل، آپ کے اصحاب اور ان کے تابعین ان میں سے کسی کا بھی وسیلہ پکڑا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے وسیلہ پکڑنے والے کی دعا قبول فرمالی اور یہ قبولیت کسی وقت کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر دور اور ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت عطا فرمائی۔ ان مذکورہ خصوصیات کے علاوہ اور بھی ان گنت خصائص ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخصوص فرمایا جنہیں شمار نہیں کیا جا سکتا جن کی انتہا نہیں۔ ان کا استعیاب اور احاطہ ناممکن ہے۔ یہ سب خصائص، سارے کمالات اور یہ تمام بزرگیاں اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا، مولیٰ، ہمارے ماویٰ و ملجاء، ہمارے ھادی، ہمارے مددگار! ہمیں مکمل کرنے والے اور ہمارے ناصح جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کو عطا کیے جن کا نسب شریف یہ ہے۔

نبی کریم ﷺ کا نسب شریف:

ابوالقاسم محمد (ﷺ) بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر قریش کی یہاں انتہا ہوتی ہے اور بہت سے حضرات نے کہا کہ قریش کی انتہا ''فہر'' پر ہوتی

ہے، آگے نسب شریف یہ ہے۔

نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان یہاں تک آپ ﷺ کے نسب شریف پر اجماع واتفاق ہے۔ اس سے آگے نسب شریف کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، جو ایک دوسرے سے ملتے نہیں، لہٰذا ان میں غور و خوض مناسب نہیں کیونکہ اس بارے میں ایک حدیث میں ہے جسے صاحب مسند فردوس نے ذکر کیا ہے اور ''صحیح'' یہ ہے کہ یہ (حدیث نہیں بلکہ) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے لیکن آپ کا قول ہوتے ہوئے بھی اس کا حکم ''مرفوع'' کا حکم ہے۔ یعنی حدیث مرفوع ہوگئی۔ اس لیے کہ اس قسم کی بات اپنی رائے سے نہیں کہی جاسکتی وہ یہ ہے:

انہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان اذا بلغ فی النسب الی عدنان امسک و قال کذب النسابون قال تعالیٰ ''و قرونا بین ذالک کثیرا''

حضور نبی کریم ﷺ جب اپنا نسب شریف بیان کرتے کرتے ''عدنان'' تک پہنچتے تو اس کے بعد آگے بتانے سے خاموش ہو جاتے اور فرماتے نسب بیان کرنے والے جھوٹ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس کے درمیان بہت قرن (صدیاں) ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اس (عدنان) سے اگلے حضرات کا علم عطا کرنا چاہتا تو ضرور عطا کر دیتا۔

حقیقت محمدیہ کو نور سے ظاہر فرمایا:

معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ازلیت سابقہ میں اپنے محبوب ﷺ کو ''سبق نبوت'' سے مشرف فرمایا۔ یہ اس طرح کہ جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ مخلوق کے ایجاد سے متعلق ہوا تو اس نے ''حقیقت محمدیہ'' کو ''محض نور'' سے ظاہر فرمایا اور یہ اس کے بعد موجود ہونے والی تمام کائنات سے پہلے ہوا، پھر اس ''حقیقت محمدیہ'' سے تمام عالم بنائے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو آپ کی ''سبق نبوت'' سے آگاہ کیا اور آپ کو آپ کی ''عظیم رسالت'' کی خوشخبری سنائی۔ یہ سب کچھ اس وقت ہوا جب حضرت آدم

علیہ السلام کا وجود نہ تھا پھر آپ ﷺ سے تمام ارواح کے چشمے پھوٹے، پس ملا اعلیٰ میں تمام عالمین کا ''اصل ممد'' ظاہر ہوا۔

وجودِ مسعود کی تخلیق:

کعب احبار سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ ایسی مٹی لائیں جو تمام زمین کا قلب (دل) ہو۔ پس حضرت جبرئیل علیہ السلام امین فردوس اور رفیع اعلیٰ کے فرشتوں کے ساتھ زمین کی طرف اترے اور جہاں اب آپ ﷺ کی قبر انور ہے۔ اس جگہ سے مٹی کی ایک مٹھی اٹھائی۔ اصل میں اس مٹی کا محل اور جگہ وہ تھی جہاں کعبہ شریف موجود ہے لیکن جب طوفان نوح آیا تو وہاں سے مٹی مدینہ منورہ آ گئی۔ اس مٹھی بھر مٹی کو ''تسنیم'' کے پانی سے گوندھا گیا۔ پھر اسے جنت کی نہروں میں ڈبو دیا گیا، حتیٰ کہ ایک سفید موتی کی طرح ہوگئی پھر اس کو لے کر عرش و کرسی کے گرد فرشتوں نے طواف کیا۔ آسمانوں اور زمینوں کے چکر لگائے۔ دریاؤں اور سمندروں کے گرد چکر لگائے۔ پس فرشتوں نے اور تمام مخلوقات نے ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو پہچان لیا۔ یہ بات حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اور پہچان سے بہت پہلے ہوئی جب حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تو آپ نے عرش کے پردوں میں ''نور محمدی'' دیکھا اور آپ کا اسم گرامی ان پردوں پر لکھا دیکھا جو اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ لکھا ہوا تھا تو آپ نے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ سے پوچھا، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یہ نبی تمہاری اولاد میں سے ہیں۔ ان کا آسمانوں میں نام ''احمد'' اور زمین میں ''محمد'' ہے اگر وہ نہ ہوتے تو میں نہ تمہیں پیدا کرتا اور نہ ہی میں آسمان، زمین پیدا کرتا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے آپ کو وسیلہ بنا کر سوال کیا کہ اے اللہ! مجھے معاف فرما دے، تو ان کو معاف کر دیا گیا اور حضرت آدم علیہ السلام ''مٹی'' تھے تو ان سے ہمارے پیغمبر ﷺ کو الگ کیا گیا اور نبوت عطا کی گئی پھر تمام انبیاء سے قبل آپ سے عہد لیا گیا پھر آپ ﷺ کو حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی میں

واپس رکھ دیا گیا پھر حضرت آدم علیہ السلام جو ابھی مٹی تھی اس میں روح پھونکی گئی۔ پھر ان سے ان کی اولاد نکالی گئی تا کہ ان سے ''میثاق'' لیا جائے پس ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ ہی مخلوق میں سے ''مقصود'' ہیں۔ ان کے عقد کا واسطہ بھی آپ ہی ہیں اور رسولوں کے رسول بھی آپ ہی ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں سے عہد لیا کہ وہ آپ ﷺ کی اتباع کریں گے لہٰذا آپ کی رسالت قیامت تک تمام مخلوق کیلئے عام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن تمام پیغمبر آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

نور محمدی پیشانی آدم میں:

جب حضرت آدم علیہ السلام کا ظہور ہوا تو ہمارے آقا ﷺ کا نور مبارک ان کی پیشانی میں چمکا پھر حضرت آدم علیہ السلام کی دائیں پسلی سے حضرت حواء پیدا کی گئیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا تو فرشتوں نے اسے روک دیا اور کہا کہ اس وقت تک ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں جب تک آپ حضور نبی کریم ﷺ پر درود شریف نہ پڑھیں۔

ایک روایت میں تین مرتبہ اور دوسری روایت میں بیس مرتبہ مذکور ہے پھر جب حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا گیا اگر حضرت آدم علیہ السلام کے زمین پر اتارنے سے اللہ تعالیٰ کا صرف یہ ارادہ ہو، تا کہ زمین پر وہ اپنے محبوب ﷺ کو موجود دیکھنا چاہتا ہے جن کے ظہور کا وقت اس آخری اور بہترین امت میں ہوا تو اتنا ہی کافی تھا۔

نور مصطفیٰ ﷺ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عبدالمطلب تک:

بہرحال حضرت آدم علیہ السلام کے حضرت حوا کے بطن سے چالیس بچے پیدا ہوئے۔ ہر مرتبہ دو بچے ہوتے جن میں ایک مذکر اور دوسرا مونث ہوتا۔ صرف حضرت شیث علیہ السلام اکیلے پیدا ہوئے، ان کی اکیلے پیدائش یہ بتانے کیلئے تھی کہ یہی اپنے والد محترم حضرت آدم علیہ السلام کی نبوت و علم کے وارث ہیں۔ اسی لیے ''نور محمدی'' ان کی طرف منتقل ہوا پھر حضرت شیث علیہ السلام نے اپنی اولاد کو وہی وصیت کی جو حضرت آدم علیہ السلام نے انہیں کی تھی۔ وہ یہ کہ اس نور کو صرف انہی عورتوں میں رکھنا جو پاکیزہ ہوں پھر یہی وصیت لگاتار آگے چلتی رہی حتی

کہ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کا دور آ گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے نسب شریف کو جاہلیت کی قباحتوں سے پاک رکھا اور جاہلیت کے اثرات سے محفوظ رکھا۔

نور کی برکت سے ابرہہ ہلاک:

یہ ''نور محمدی'' حضور نبی کریم ﷺ کے دادا جناب عبدالمطلب کی پیشانی پر خوب چمکا۔ اس کی برکت سے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کی جب ''اصحاب فیل'' نے مکہ شریف پر حملہ کرنے اور اسے برباد کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ اب حضور نبی کریم ﷺ کے حمل کا وقت قریب آن پہنچا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے ہاتھی والوں پر ابابیل پرندے بھیجے جو سمندر کی طرف سے آئے تھے، ان پرندوں نے مکہ شریف پہنچنے سے قبل ہی ان کو ہلاک کر دیا۔ صرف ایک ہی ان میں سے باقی بچا تا کہ وہ انہیں حضور نبی کریم ﷺ کے ظہور کی کرامت اور ارہاص کے بارے میں بتائے۔

نور محمدی حضرت عبداللہ کی پیشانی میں:

پھر یہی ''نور'' حضور نبی کریم ﷺ کے والد گرامی حضرت عبداللہ کی پیشانی میں رکھا۔ آپ کے والد گرامی وہ ''ذبیح'' ہیں جن کے ذبح کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے ''فدیہ'' قبول فرمایا۔ ہوا یوں کہ ان کے والد حضرت عبدالمطلب نے اپنی نذر پوری کرنے کیلئے ان کو ذبح کرنے کا پروگرام بنایا۔ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں زمزم کے کنوئیں کا راستہ بتایا کیونکہ وہ بے نشان ہوگیا تھا پس اللہ تعالیٰ نے ''نور محمدی'' کی برکت سے انہیں ذبح سے بچا لیا۔ وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی طرف بذریعہ الہام یہ پیغام پہنچایا کہ ان کی قربانی کے بدلہ وہ ایک سو اونٹ ذبح کریں جب ان کا فدیہ ادا کر دیا گیا تو ایک عورت نے ان کا وہ نور دیکھا۔ اس نے اپنے آپ کو ان کی زوجیت کیلئے پیش کیا اور وہ سو اونٹ بھی دینے کا وعدہ کیا جو آپ نے فدیہ میں ذبح کیے گئے تھے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس پیشکش کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ وہ اس بارے میں اپنے والد سے مشورہ کریں گے۔

حضرت عبداللہ کی حضرت آمنہ سے شادی:

اس کے بعد آپ کے والد محترم آپ کو ساتھ لے کر وہب بن عبد مناف بن زہرہ کے پاس تشریف لے گئے جو اس وقت بنو زہرۃ قبیلہ کے سردار اور سب سے زیادہ شریف شخصیت تھے۔ اس نے اسی وقت اپنی بیٹی آمنہ کی شادی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کر دی جو قریش میں افضل ترین عورت تھیں۔ شادی کے بعد ہم بستری ہوئی تو فوری طور پر سیدہ آمنہ ''سید الخلق'' ﷺ سے حاملہ ہو گئیں۔ اس وقت وہ ''نور عظیم'' حضرت عبداللہ سے جدا ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ نے پہلے پیشکش کرنے والی عورت کی طرف پیغام بھیجا لیکن اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ وہ نور جس کو میں اپنی گود میں منتقل کرنے کی امید لگائے بیٹھی تھی، اب وہ تم سے الگ ہو گیا ہے اس لیے میں اب تمہاری پیشکش قبول نہیں کرتی۔

رحم مادر میں جلوہ گری اور آسمانوں سے ندا:

✪ جس رات آپ ﷺ اپنی والدہ کے رحم میں جلوہ فرما ہوئے وہ جمعۃ المبارک کی رات تھی رجب المرجب کا مہینہ تھا۔ اس رات آسمانوں اور زمینوں میں یہ ندا کی گئی:

انه النور المكنون الذی منه محمد ﷺ يستقر الليلة فی بطن آمنة و يخرج للناس بشيرا و نذرا

جس مخفی نور سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بنائے گئے وہ نور آج رات آمنہ کے پیٹ میں جلوہ فرما ہو گیا اور لوگوں کیلئے بشیر و نذیر بن کر تشریف لائے گا۔

جنت کا دروازہ کھلنا اور قریش کے جانوروں کا کلام کرنا:

جنت کے دربان ''رضوان'' کو حکم دیا گیا کہ وہ ''جنت'' کا دروازہ کھول دے۔ اس رات ہر چار پائے نے قریش سے کلام کرتے ہوئے بتایا کہ آج کی رات وہ مبارک رات ہے جس میں جناب محمد مصطفیٰ ﷺ اپنی والدہ کے شکم میں جلوہ فرما ہو چکے ہیں۔ رب کعبہ کی قسم! آپ دنیا کے امام اور اہل دنیا کے چراغ ہیں۔

سمندری مخلوق نے آمد پر مبارکباد دی:

دنیا کے ہر ایک موجودہ بادشاہ کا تخت اس رات کی صبح کو الٹا پڑا ہوا دیکھا گیا اور ہر بادشاہ اس دن گونگا ہو گیا۔ جس کی وجہ سے کوئی بات نہ کر سکا۔ مشرق کے وحشی جانور مغرب کے وحشی جانوروں کی طرف خوشخبری دینے کیلئے دوڑے۔ اسی طرح دریاؤں اور سمندروں میں رہنے والی مخلوق نے بھی ایک دوسرے کو آپ ﷺ کی آمد کی مبارک دی۔

حضرت آمنہ کو بشارت اور نام ''محمد'' (ﷺ) رکھنے کا حکم:

✿ آپ کی والدہ ماجدہ نے نینداور بیداری کی درمیانی حالت میں کسی کہنے والے کو یہ کہتے سنا: **اشعرت انک حملت بسید ھذہ الامۃ و نبیھا ﷺ**

کیا تمہیں معلوم ہوا ہے کہ اس امت کے آقا و سردار اور پیغمبر ﷺ تمہارے شکم میں جلوہ فرما چکے ہیں؟

آپ کی والدہ نے بارہا دیکھا کہ ان (والدہ) سے ایک نور ظاہر ہوا جس کیلئے مشرق و مغرب چمک اٹھے

جب آپ ﷺ کو شکم آمنہ رضی اللہ عنہا میں تشریف رکھے چھ ماہ گزر گئے تو سیدہ آمنہ کے پاس خواب میں ایک آنے والا آیا۔ اس نے انہیں اپنے پاؤں سے معمولی سی ٹھوکر لگا کر بتایا کہ تم سید العالمین ﷺ کو اپنے پیٹ میں رکھتی ہو اور ان کا اسم گرامی تم نے ''محمد'' رکھنا ہے اور ان کے بارے میں کسی کو مطلع نہیں کرنا۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے آپ کا بہت بوجھ محسوس کیا لیکن روایات مشہورہ میں ہے کہ دوران حمل سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو آپ کا کوئی بوجھ محسوس نہ ہوا۔ دونوں قسم کی روایات کو یوں جمع کیا جا سکتا ہے کہ جن میں بوجھ محسوس ہونے کی بات ہے اس سے مراد حمل کے ابتدائی ایام میں ایسا ہوتا ہے اور جن میں نفی ہے ان سے مراد حمل کے آخری دنوں میں ہے تاکہ عام حمل اور حاملہ عورت کی دوران

حمل عادت کے خلاف اسے قرار دیا جائے جس سے معلوم ہوا ہے کہ آپ ﷺ کے تمام امور خارق عادت (خلاف عادت) تھے۔ اس طرح روایت میں آیا ہے حضور کی ولادت باسعادت حضرت آمنہ کے ہاں پیدا ہونے والا پہلا واقعہ تھا۔

بعض میں ہے کہ پہلا واقعہ نہیں۔ مطلب یہ کہ آپ کی پیدائش سے قبل حضرت آمنہ نے کسی بچے کو جنم نہیں دیا تھا۔ ان دونوں میں تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ جس میں پہلے بھی بچہ جننے کی بات ہے اس سے مراد ناتمام بچہ پیدا ہوگا اور جن میں نفی ہے ان سے مراد مکمل بچے کی ولادت ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وصال:

ایک روایت میں ہے جو مشہور ترین روایت ہے کہ آپ کے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا انتقال آپ کے حمل کے دوران ہی ہوگیا تھا۔ یہی اکابر حضرات کا موقف ہے۔

ولادت مبارک اور عجائبات ولادت:

ایک روایت میں ہے کہ آپ نو ماہ سے زیادہ والدہ کے شکم میں رہے لیکن اسکے خلاف (یعنی پورے نو ماہ رہنا) زیادہ صحیح ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے دورانِ حمل ایسی بہت سی باتیں دیکھیں، جو آپ کی اعلیٰ قدر ومنزلت پر دلالت کرتی تھیں۔ ایسی باتیں اور ایسی کرامات کا ذکر متواترہ ملتا ہے۔ عجیب وغریب نشانیاں دیکھیں۔ یہ سلسلہ مدت حمل مکمل ہونے تک جاری رہا اور اس نور پاک سے موجودات کے چمک حاصل کرنے تک رہا پھر وہی کیفیت آن پہنچی جو ولادت کے وقت عورتوں پر ہوا کرتی ہے۔ اس تکلیف کا کسی کو علم نہ تھا۔ اس وقت سیدہ آمنہ نے ایک ڈرانے والی آواز سنی پھر کیا دیکھتی ہیں کہ ایک سفید رنگ کے پرندے نے اپنے پروں کو آپ کے دل پر پھیرا پس آپ کا خوف جاتا رہا پھر دیکھا تو ایک سفید رنگ کا برتن نظر آیا جس میں دودھ تھا۔ آپکو پیاس محسوس ہو رہی تھی۔ آپ نے وہ نوش فرما لیا، پھر سیدہ آمنہ نے کھجور کی مانند لمبی پتلی دراز قد عورتیں دیکھیں۔ انہیں دیکھ کر بہت متعجب ہوئیں۔ انہوں نے آپ کو بتایا

کہ ہمارا نام آسیہ اور مریم ہے اور یہ ہمارے ساتھ ''حورالعین'' ہیں پھر درد بڑھ گیا اور آپ نے دوبارہ وہی ڈراؤنی آواز سنی۔ دیکھا تو ایک سفید رنگ کا ریشم زمین و آسمان کے درمیان بچھایا گیا ہے اور کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے: اسے لوگوں کی نظروں سے چھپا لو۔ سیدہ آمنہ نے ہوا میں کچھ مرد کھڑے دیکھے۔ ان کے ہاتھوں میں چاندی کے کٹورے ہیں۔ ان سے قطرے ٹپک رہے ہیں جو مشک وعنبر سے زیادہ خوشبودار ہیں۔ آپ نے پرندوں کا ایک غول دیکھا جو آپ کی طرف بڑھا۔ حتی کہ انہوں نے آپ کے حجرہ کو ڈھانپ لیا، ان کی چونچیں زمرد کی اور پر یاقوت کے تھے۔ اس وقت سیدہ آمنہ نے زمین کا چپہ چپہ دیکھا، انہیں تین جھنڈے دکھائی دیئے۔ ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں اور تیسرا کعبہ کی چھت پر نصب کیا گیا تھا۔ آپ کو دردزہ ہوا تکلیف سخت تھی۔ اس وقت آپ گویا ان عورتوں کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھیں۔ ان کی کافی تعداد تھی گویا وہ گھر کی عورتیں تھیں، اب سیدہ آمنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کو جنم دیا۔

حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت رات کے وقت ہوئی لیکن ایک روایت کے مطابق دن کو ہوئی۔ ان دونوں روایات میں مخالفت نہیں کیونکہ احتمال ہے کہ ولادت باسعادت صبح کے فوراً بعد ہوئی ہو۔ (لہٰذا رات بھی من وجہ تھی اور صبح بھی)

مشرق ومغرب روشن:

نبی کریم ﷺ ان کمالات سے موصوف پیدا ہوئے جو آپ کے عظیم کمال کے لائق تھے اور اعلیٰ سیادت کیلئے ضروری تھے۔ ان اوصاف میں سے چند یہ ہیں: آپ کی ولادت کے ساتھ نہ کوئی خون نکلا اور نہ ہی کسی اور قسم کی گندگی آپ کے ساتھ باہر آئی۔ بوقت ولادت ایک نور دیکھنے میں آیا جس نے کمرے اور مکان کو منور کر دیا تھا۔ ستارے جھک کر قریب ہو گئے حتی کہ وہاں موجود لوگوں نے سمجھا کہ شاید ان پر ستارے گر پڑیں گے۔ آپ کی دایہ نے کسی کہنے والے سے سنا: یرحمک اللہ، پھر ایک نور بلند ہوا جس سے مشرق ومغرب کے درمیان تمام جگہ روشن ہو گئی، اور آپ دنیا میں

تشریف لائے تو دونوں ہاتھوں اور دونوں گھٹنوں کے بل تشریف فرما ہوئے۔ آپ کی نظر پاک آسمان کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔

ایک روایت میں ہے کہ جب آپ باہر تشریف لائے تو آپ کے ہاتھ زمین پر تھے اور سرانور آسمان کی طرف بلند تھا جب آپ اپنی والدہ سے الگ ہوئے تو آپ کی والدہ سے ایک نور نکلا۔

شام کے محلات چمک اٹھنے کی وجہ:

ایک روایت کے مطابق ''شعلہ'' نکلا جس سے مشرق و مغرب کے درمیان روشنی ہوگئی۔ خاص کر شام اور اس کے محلات چمک اٹھے۔ یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ بنفسہٖ وہاں تشریف لے جائیں گے اور ''اسراء'' اسی طرف ہوگا۔ پھر وہاں سے آسمانوں کی طرف تشریف لے جائیں گے اور اس طرف بھی اشارہ تھا کہ شام آپ کا ''دارالملک'' ہوگا۔ جیسا کہ ایک اثر میں وارد ہے اور یہ کہ شام وہ علاقہ ہے جس کی طرف حضرات انبیاء کرام ہجرت فرمائیں گے۔ وہیں حضرت عیسٰی علیہ السلام اتریں گے۔ یہی حشر ونشر کی زمین ہوگی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

علیکم بالشام فانها خیرة الله من ارضه یجتبی الیها خیرته من عباده

ترجمہ: ''ملک شام کو ضرور جاؤ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی زمین سے بہترین حصہ ہیں۔ اس کیلئے اس کے بندوں میں سے بہترین بندے چنے جائیں گے۔''

نبی کریم ﷺ زمین کے مالک و بادشاہ ہیں:

ایک روایت میں آیا ہے کہ جب آپ ﷺ کی ولادت ہوئی تو آپ نے اپنے ہاتھ زمین پہ ٹکا دیئے پھر مٹی کی ایک مٹھی بھری اور آسمان کی طرف سرانور بلند کیا۔ مٹی کا مٹھی بھرنا اس طرف اشارہ تھا کہ آپ ہی زمین کے مالک و بادشاہ ہیں اور آپ اس کی مٹھی کو دشمنان خدا پر پھینکیں گے جس سے وہ شکست کھا جائیں گے پھر غزوہ بدر اور حنین میں ایسے ہی ہوا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے مٹی کی مٹھی بھری اسے دشمن کی طرف پھینکا تو

ان میں سے ہر ایک تک وہ پہنچی۔ (ان کی آنکھوں میں جا پڑی) جس سے وہ ذلیل ہو کر شکست کھا کر بھاگ گئے۔

ولادت کے بعد سجدہ کیا:

ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ اپنے گھٹنوں کے بل باہر تشریف لائے۔ اس وقت آپ آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے پھر آپ نے مٹی کی مٹھی بھری اور سجدہ کرنے جھک گئے۔

روایت میں آیا ہے کہ آپ کو بوقت ولادت عام پیدا ہونے والے بچوں کی طرح پتھر کی ہانڈی کے نیچے رکھا گیا جو اس دور کی عادت تھی تو آپ کی وجہ سے وہ پتھر کی ہانڈی ٹوٹ گئی۔ آپ نے فوراً آنکھ کھولی اور آسمان کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔

مشرق و مغرب تک سیر کراؤ:

آپ اپنا انگوٹھا چوستے تھے تو اس سے دودھ نکلتا تھا۔ سفید بادل آسمان سے نازل ہوا جو آپ کو آپ کی والدہ کی نظروں سے تھوڑے وقت کیلئے دور لے گیا پھر آپ کی والدہ نے کسی کہنے والے کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا:

طوفوا بمحمد مشارق الارض و مغاربها وادخلوه، فی البحار کلها لیعرفه جمیع من بها باسمه و نعته و یعرفوا برکته

حضور نبی کریم ﷺ کو زمین کے مشرق و مغرب میں لے کر پھرو اور انہیں دریاؤں سمندروں میں لے کر جاؤ تاکہ وہاں کی مخلوق آپ کے اسم، نعت اور صفت سے واقف ہو جائیں اور آپ کی برکت کا انہیں عرفان ہو جائے۔ اس کے بعد وہ سفید بادل آپ سے ہٹ گیا۔ اس وقت آپ اون کے سفید کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے۔ آپ کے جسم اطہر کے نیچے سبز رنگ کا ریشمی کپڑا تھا اور آپ نے اپنے دست اقدس میں سفید موتی کی بنی تین کنجیاں پکڑ رکھی تھیں۔ اس وقت کسی کہنے والے نے کہا:

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے مدد، ذکر اور نبوت کی کنجیوں پر قبضہ کر لیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے اس کے بعد پہلے سے بڑا

ایک اور بادل دیکھا جس میں سے انہیں گھوڑے کے ہنہنانے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں اور پروں کے پھڑ پھڑانے کی آوازیں بھی آ رہی تھیں۔ اس کے علاوہ کچھ مردوں کی گفتگو بھی سنائی دے رہی تھی حتیٰ کہ آپ بے ہوش ہوگئیں۔ ان کے بے ہوشی کے دوران حضور نبی کریم ﷺ کو غائب کر دیا گیا اور اس مرتبہ آپ پہلی مرتبہ کی بہ نسبت زیادہ دیر تک غائب رہے۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے کسی کہنے والے کی آواز سنی جو یہ کہہ رہا تھا:

طوفوا بمحمد جميع الارضين و على النبيين و الجن والانس و الملائكة

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو تمام زمینوں، پیغمبروں، جن وانس اور فرشتوں پر پھراؤ پھر بادل ہٹ گیا تو دیکھا کہ آپ ﷺ سبز رنگ کے ریشم پر ہیں جو مضبوطی سے آپ پر لپیٹا گیا ہے۔ اس سے میٹھا پانی نکل رہا ہے اور ایک کہنے والا یہ کہہ رہا ہے: حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے تمام دنیا پر قبضہ کر لیا۔ زمین کی کوئی مخلوق ایسی نہیں جو آپ کے قبضہ میں اپنی خوشی سے نہ آئی ہو۔

ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم القادر على مايريد

اس کے بعد آپ کو تین فرشتوں نے ڈھانپ لیا۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ مین چاندی کا پیالہ تھا۔ دوسرے نے زمرد کا تھال اٹھا رکھا تھا اور تیسرے کے پاس سفید ریشم تھا۔ اس نے اسے بچھایا جس سے ایسی انگوٹھی نکلی جسے دیکھنے والوں کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ پھر آپ کو اس پیالہ کے پانی سے سات مرتبہ غسل دیا گیا پھر آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان اس انگوٹھی سے مہر لگائی گئی اور ریشم میں لپیٹ کر فرشتہ نے اٹھا لیا اور اپنے پروں میں کچھ دیر کیلئے چھپایا پھر واپس رکھ دیا۔

اس روایت، ایک اور روایت میں کوئی تعارض نہیں جس میں یہ آیا ہے کہ آپ مہر لگے پیدا ہوئے تھے اور نہ ہی اس روایت سے تعارض ہے جس میں آیا ہے کہ آپ کو مہر اس وقت لگائی گئی تھی جب آپ کا سینہ چاک کیا گیا تھا آپ اس وقت حضرت حلیمہ کے ہاں تھے۔ اس لیے کہ کئی مرتبہ مہر لگانے مین کوئی رکاوٹ نہیں کیونکہ بار بار مہر لگانے سے آپ کی تعظیم،

توقیر اور کرامت کا اظہار ہوتا ہے اور یہ جس قدر بھی زیادہ ہو قابل اعتراض بات نہیں ہے۔

ایوان کسریٰ میں زلزلہ:

یہودی اور عیسائی علماء کی ایک جماعت نے آپ کی ولادت باسعادت سے قبل شب ولادت کی خبر دی اور ان تمام نے اس بات پر اتفاق کیا کہ بنی اسرائیل کے ملک کا خاتمہ ہو جائے گا ان میں سے بعض آپ پر ایمان بھی لائے۔ ولادت باسعادت کی رات کسریٰ کا ایوان لرز اٹھا جس سے زیادہ مضبوط اور کوئی عمارت نہ تھی۔ اس میں دراڑیں پڑ گئیں اور اس کے چودہ کنگرے (چھوٹے چھوٹے مینار) گر پڑے جو اس طرف اشارہ تھا کہ کسریٰ کے حکمرانوں میں سے چودہ آئیں گے پھر تاریخ گواہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران ان میں سے آخری حکمران نے حکومت کی اور پھر یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ اس رات ایران کی آگ بجھ گئی۔ جس کی اہل ایران عبادت کیا کرتے تھے اور اس سے قبل دو ہزار سال تک وہ نہ بجھی تھی بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ اس کی آگ زیادہ ہوتی رہی۔ دن رات متواتر جلتی تھی۔ اس رات کسی ایرانی کی بہت کوشش کرنے کے باوجود اس کا معمولی سا حصہ بھی نہ جل سکا۔ بحیرہ طبریہ خشک ہو گیا جس میں کشتیاں چلا کرتی تھیں۔ شب ولادت میں اس میں قطرہ بھی باقی نہ رہا۔ اس کی جگہ ایک شہر بعد میں تعمیر کیا گیا جسے ''ساوہ'' کہتے ہیں۔

شیطان کا رونا:

اس رات ان شیاطین کو دور پھینک دیا گیا جو آسمان پر جا کر باتیں چرایا کرتے تھے۔ ان پر شہاب برسائے گئے پھر دوبارہ ان کی وہاں تک رسائی نہ ہو سکی۔ جس کی وجہ سے ابلیس لعین آسمانی خبروں سے محروم ہو گیا اور اس پر بہت رویا۔ جیسا اس وقت رویا تھا جب اس پر لعنت کی گئی تھی اور جب اسے جنت سے نکالا گیا تھا ان اوقات کے علاوہ جب حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت مبارکہ ہوئی اور جب آپ پر سورۂ فاتحہ نازل ہوئی تب وہ خوب رویا تھا۔

مختون شدہ پیدا ہوئے:

اکثر علماء فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ ختنہ شدہ اور کٹی ہوئی ناف کی حالت میں پیدا ہوئے۔

اسم گرامی محمد (ﷺ) رکھنے کے اسباب:

حضور نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی ''محمد'' (ﷺ) رکھنے کے اسباب میں جو آپ کے دادا عبد المطلب نے رکھا ایک سبب یہ بھی ہے جس کی یوں روایت کی گئی ہے کہ حضرت عبد المطلب نے دیکھا کہ گویا سونے کی زنجیر ان کی پشت سے نکالی گئی ہے جس کی ایک طرف آسمان میں اور دوسری زمین پر تھی ایک طرف مشرق اور ایک مغرب میں تھی وہ پھر سکڑ گئی اور ایک درخت کی مانند ہو گئی جس کے ہر پتہ پر ''نور'' تھا اور پھر دیکھا کہ تمام مشرق و مغرب والے اس سے چمٹے ہوئے ہیں۔ اس خواب کی یہ تعبیر بتائی گئی کہ تمہاری پشت سے ایک بچہ پیدا ہوگا جس کی اتباع مشرق و مغرب سبھی کریں گے اور زمین و آسمان والے اس کی ''حمد و نعت'' کہیں گے۔ اس وجہ سے انہوں نے آپ ﷺ کا اسم گرامی ''محمد'' رکھا۔

تاریخ ولادت:

حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت کون سے مہینہ میں ہوئی؟ اس میں اختلاف ہے کہ تاریخ کیا تھی؟ اس بارے میں چند اقوال موجود ہیں لیکن اس بات پر تمام متفق ہیں کہ آپ کی ولادت باسعادت کا دن ''پیر'' ہے۔ اور مشہور قول یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت کا مہینہ ''ربیع الاوّل'' ہے اور تاریخ آٹھ تھی اور جائے پیدائش کے بارے میں درست اور صحیح یہ ہے کہ آپ مکہ شریف میں پیدا ہوئے۔ اس کے علاوہ کسی اور مقام کو آپ کی پیدائش گاہ قرار دینا جائز نہیں اور مکہ شریف میں آپ کی ولادت باسعادت جس جگہ ہوئی۔ اسے ''سوق اللیل'' کہا جاتا تھا۔ اب وہاں مسجد تعمیر ہو چکی ہے جسے رشید کی والدہ خیزران نے وقف کر دیا تھا۔ (لیکن اب صرف اپنے آپ اور اپنی ہاں میں ہاں ملانے والوں کو

مسلمان سمجھنے والے ''سعودی نجدیوں'' نے اس جگہ ''لائبریری'' بنائی ہوئی ہے۔)

ابولہب کے عذاب میں تخفیف:

حضور نبی کریم ﷺ کو سب سے پہلے دودھ پلانے والی عورت کا نام ''ثوبیہ'' ہے جو آپ کے چچا ابولہب کی لونڈی تھی۔ اس نے اسے اس وقت آزاد کر دیا تھا جس وقت اس نے آ کر یہ خوشخبری دی تھی کہ تمہارے بھائی عبداللہ کے گھر بچہ پیدا ہوا ہے۔ اس خوشی کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ابولہب کے عذاب میں تخفیف کر دی ہر سوموار کی رات اس کا عذاب ہلکا کر دیا جاتا ہے۔ یہ صلہ اسے اس بات کا دیا گیا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کی ولادت کی خبر سن کر خوشی کا اظہار کیا تھا۔ جیسا کہ آپ ﷺ کے ہی ایک اور چچا ابوطالب کا عذاب بہت ہلکا کر دیا گیا ہے کیونکہ اس نے آپ کی بچپن میں تربیت کی تھی۔ اس تربیت کا یہ صلہ دیا گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ ابولہب نے اپنی لونڈی ''ثوبیہ'' کو خوشخبری دینے پر آزاد نہیں کیا تھا بلکہ ان کی آزادی ہجرت کے بعد ہوئی تھی۔ اس صورت میں ابولہب کے عذاب میں تخفیف کی وجہ یہ ہوگی کہ اس کے حکم سے ''ثوبیہ'' نے حضور نبی کریم ﷺ کو دودھ پلایا جس کا صلہ اسے ''تخفیف عذاب'' کی صورت میں دیا گیا۔

حضرت حلیمہ کا پرورش کرنا:

ان کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہ نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا۔ بعد میں جب حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا تشریف لاتیں تو حضور نبی کریم ﷺ ان کیلئے اپنی چادر بچھا دیا کرتے تھے۔ یونہی ان کے خاوند ''سعدی'' اور ان کی بیٹی ''شیماء'' کی آمد کے وقت بھی آپ چادر بچھا دیا کرتے تھے کیونکہ ''شیما'' نے اپنی والدہ کے ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کی تربیت میں کافی ہاتھ بٹایا تھا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے دودھ پلانے کے قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ایک مرتبہ اپنی قوم کی عورتوں کے ساتھ مکہ کی طرف آئیں اور ہر ایک کی تمنا تھی کہ اسے مکہ سے کسی امیر کا بچہ دودھ پلانے کیلئے مل

جائے لیکن حضور نبی کریم ﷺ کو یتیم ہونے کی وجہ سے قبول کرنے پر کوئی عورت تیار نہ ہوئی۔ صرف حضرت حلیمہ نے آپ کو دودھ پلانے کی حامی بھری، وہ بھی پہلے چھوڑ کر کوئی اور بچہ تلاش کرنے لگی تھیں۔ لیکن اور کوئی نہ ملا تو آپ کے در اقدس پر آ گئیں۔ آپ کو دیکھا کہ آپ سفید رنگ کے اون کے کپڑے میں لپٹے ہوئے ہیں جس سے مشک کی سی خوشبو آ رہی ہے اور آپ کے نیچے سبز رنگ کا ریشم بچھا ہوا ہے۔ آپ اپنی پشت کے بل لیٹے ہوئے ہیں اور ڈھانپے ہوئے ہیں۔ آپ کو جگانے سے ذرا ہیبت محسوس کی پھر حلیمہ نے اپنا ہاتھ آپ ﷺ کے سینہ پر رکھا، آپ اس پر ہنس پڑے۔ آنکھیں کھولیں جن سے نور نکلا حتی کہ وہ نور آسمانوں کے اندر چلا گیا۔ سیدہ حلیمہ نے آپ کو چوما اور اپنا دایاں دودھ پینے کیلئے پیش کیا آپ نے اس سے پیا، پھر آپ کو بائیں جانب کا دودھ پلانے کیلئے بائیں طرف کیا تو آپ نے دودھ پینے سے انکار کر دیا گویا اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف الہام کیا کہ ''عدل'' کا تقاضا یہی ہے کہ آپ صرف دائیں جانب کا دودھ پئیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتا دیا کہ آپ کے ساتھ ایک اور بچہ بھی ہے جو دودھ پینے میں آپ کا ساتھی ہے اور وہ حضرت حلیمہ کا اپنا بیٹا تھا تو آپ نے بایاں دودھ اپنے بھائی کیلئے چھوڑ دیا، اس وقت حضرت حلیمہ اور ان کی اونٹنی کو بہت پیاس لگی ہوئی تھی اور بہت کمزور تھی اور کمزوری کی وجہ سے حضرت حلیمہ کے ہاں دودھ بھی تھوڑا تھا لیکن جونہی حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو گود میں لیا اور اپنا دودھ آپ کو پیش کیا تو اس قدر وافر مقدار میں دودھ آ گیا جسے آپ نے اور آپ کے بھائی نے خوب سیر ہو کر نوش فرمایا۔ ادھر ان کی اونٹنی کو دوہا گیا تو اس رات اس نے اتنا دودھ دیا جس سے تمام اہل خانہ خوب سیر ہو گئے جب صبح ہوئی تو حضرت حلیمہ نے آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کو بلایا اور رخصت مانگی۔ سیدہ آمنہ نے آپ کو الوداع کہا۔

حلیمہ کی اونٹنی نے کعبہ کو سجدہ کیا:

حضرت حلیمہ اپنی اونٹنی پر سوار ہو گئیں اور آپ حضرت حلیمہ کے سامنے تھے، حلیمہ کیا

دیکھتی ہیں کہ اونٹنی نے کعبہ کی جانب تین مرتبہ جھک کر سجدہ کیا اور آسمان کی طرف اپنا سر اٹھایا۔

اونٹنی میں نئی طاقت اور گفتگو کرنا:

جب حضرت حلیمہ اپنی قوم کے ساتھ مکہ سے باہر نکلیں تو ان کی اونٹنی سب سے آگے چلنے لگی، حالانکہ اس سے قبل اس کی حالت یہ تھی کہ بیٹھی تو اٹھ نہ سکتی تھی۔ عورتوں نے کہا: یہ اونٹنی وہ نہیں جو تمہارے پاس پہلے تھی، جب انہوں نے غور سے دیکھا اور پہچانا کہ یہ تو بالکل وہی پہلے والی اونٹنی ہے تو کہنے لگیں: اس کی واقعی شان ہے۔ خود حضرت حلیمہ سنتی تھیں کہ اونٹنی یہ کہہ رہی ہے یقیناً میری شان ہے، میری عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے موت کے بعد زندگی بخشی کاش تم جانتیں کہ میرے اوپر کون تشریف فرما ہیں۔ وہ ہیں جو تمام پیغمبروں سے بہتر اور اولین و آخرین کے سردار ہیں۔

حضرت حلیمہ کے گھر برکتوں کا نزول:

جب یہ عورتیں اپنی منزلوں پر پہنچیں تو ان دنوں زمین خشک ہو چکی تھی، (کیونکہ کافی عرصہ سے بارش نہ ہوئی تھی) لیکن اس کے باوجود حضرت حلیمہ کی بکریاں جب چر کر واپس آتیں تو ان کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے ہوتے اور دوسروں کی بکریوں کے تھنوں میں دودھ کا قطرہ تک نہ ہوتا حالانکہ سبھی ایک ہی جگہ چرتیں۔

جب حضور نبی کریم ﷺ کے سیدہ حلیمہ کے پاس دو سال گزرے، تو وہ آپ کو آپ کی والدہ کے پاس واپس لائیں اور کافی دن یہیں قیام کیا پھر جب واپس ہوئیں تو آپ ﷺ کو بھی ساتھ لے آئیں، اس مرتبہ آپ ﷺ نے ان کے ہاں دو ماہ قیام کیا۔

شق صدر:

ایک مرتبہ آپ اور آپ کے رضاعی بھائی دونوں بکریاں چرا رہے تھے۔ اچانک آپ کا رضاعی بھائی دوڑتا ہوا گھر آیا اور والدین سے کہنے لگا: میرے قریشی بھائی کو بچا لو، وہ دوڑتے ہوئے آئے، آپ سے ملاقات ہوئی۔ آپ کا رنگ پھیکا پڑا ہوا تھا، دونوں نے

آپ کو گلے لگایا اور پوچھا کیا ہوا؟ آپ نے بتایا کہ دو آدمی آئے تھے جنہوں نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے۔ انہوں نے مجھے زمین پر لٹا لیا پھر میرا پیٹ (سینہ) پھاڑا۔ یہ سن کر دونوں ڈرے، اور فوراً آپ کو آپ کی والدہ کے پاس واپس لے آئے سیدہ آمنہ نے ان سے پوچھا کہ کیا ہوا اتنی جلدی واپس کر رہے ہو حالانکہ تم دونوں اس کو اپنے پاس رکھنے پر بہت اصرار کرتے تھے۔ جب آپ کی والدہ نے اصل بات بتانے پر اصرار کیا تو حضرت حلیمہ اور ان کے خاوند نے بتایا کہ فلاں فلاں بات ہوئی ہے، یہ سن کر آپ کی والدہ بولیں کیا تم ان کے بارے میں شیطان سے ڈرتے ہو؟ خدا کی قسم! ایسا ہرگز نہیں، شیطان کو ان پر قطعاً دسترس نہیں، میرے اس بیٹے کی شان عظیم ہوگی۔

حضور نبی کریم ﷺ کا سینہ اقدس اس وقت بھی چاک کیا گیا جب آپ کی عمر دس سال تھی پھر بعثت مبارکہ کے وقت اور پھر معراج شریف کے وقت سینہ مبارک شق کیا گیا تاکہ آپ ﷺ کا ہر دور یعنی بچپن، بلوغ اور بعثت و اسرار کا دور ہر اعتبار سے مکمل اور آپ کے ساتھ مخصوص ہو جائے اور جو آپ کے شایان شان ہے اس کے مطابق ہو جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ ہر دور کے بعد ملنے والے کمالات کیلئے تیار ہو جائیں۔ وہ کمالات جن کی کوئی انتہا نہیں، لہٰذا یہ (چند مرتبہ سینہ شریف کا شق کیا جانا) اس بات کے منافی نہیں کہ آپ شروع سے ہی ظاہری اور باطنی حالات میں کامل و مکمل بنا کر دنیا میں بھیجے گئے۔

بادل کا سایہ کرنا:

حضور نبی کریم ﷺ جب حضرت حلیمہ کے ہاں تشریف فرما تھے تو اس دوران آپ جب بکریوں کی طرف تشریف لے جاتے تو بادل آپ پر سایہ کرتے تھے جب آپ ٹھہرتے تو بادل بھی رک جاتا اور جب چلتے تو بادل بھی ساتھ ساتھ چلتا تھا۔

چاند سے باتیں کرنا:

نبی کریم ﷺ جب بچپن میں پنگھوڑے میں ہوتے تو چاند سے باتیں کیا کرتے

تھے اور اپنی انگلی سے جب اس کی طرف اشارہ کرتے تو جدھر انگلی اٹھتی ادھر ہی چاند پلٹ جاتا جب حضور نبی کریم ﷺ کو اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: میں اس (چاند) سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھ سے باتیں کرتا تھا، وہ مجھے رونے سے روکتا تھا اور میں اس کی آواز سنتا تھا جب وہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا تھا۔

نبی کریم ﷺ کی پہلی گفتگو:

حضور نبی کریم ﷺ نے ولادت باسعادت کے ابتدائی دنوں میں گفتگو فرمائی۔ آپ کا پنگھوڑا فرشتوں کے ہلانے سے حرکت کرتا تھا۔ سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں کہ جب پہلی مرتبہ میں نے آپ کا دودھ چھڑایا تو آپ نے یہ الفاظ کہے:

اللہ اکبر کبیرا و الحمد للہ کثیرا و سبحان اللہ بکرۃ و اصیلا

حضرت آمنہ کا وصال:

جب آپ کی عمر شریف چار برس ہوئی۔ بعض نے زیادہ کہی ہے تو آپ کی والدہ کا انتقال ہوا جب وہ مدینہ منورہ سے واپس آرہی تھیں۔ مدینہ منورہ اس لیے تشریف لے گئی تھیں تا کہ آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب کے ماموں سے ملاقات ہو جائے جو بنونجار قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ راستہ میں جب ان کا انتقال ہوا تو وہیں ''فرع'' کے نزدیک ایک گاؤں ''ابواء'' میں انہیں دفن کر دیا گیا۔ آپ ﷺ کو وہاں سے ''ام یمن'' واپس لائیں۔ جو آپ کی دائی، دودھ پلانے والی ماں اور تربیت کرنے والی ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ''ام یمن'' آپ کے والد کی میراث تھیں، یا آپ کی والدہ کی میراث تھیں۔ یا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو ھبہ کی تھیں اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آپ کی والدہ ''جحون'' میں مدفون ہوئیں اس کی بہت سی روایات گواہی دیتی ہیں۔

حضرت عبدالمطلب کا وصال:

جب نبی کریم ﷺ کی عمر پاک آٹھ سال ہوئی، اس سے کم وبیش بھی کہی گئی ہے تو آپ کے دادا عبدالمطلب ایک سو بیس سال یا ایک سو چالیس سال کی عمر میں انتقال کر

گئے۔ انہیں ''حجون'' میں دفن کیا گیا۔ اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کی کفالت آپ کے چچا اور آپ کے والد عبداللہ کے جڑواں بھائی ابوطالب نے کی جس کی حضرت عبدالمطلب انہیں وصیت کر گئے تھے۔

پہلا سفر ملک شام اور بحیرا کا پہچاننا:

جب نبی کریم ﷺ کی عمر بارہ سال ہوئی تو آپ اپنے چچا ابوطالب کے ہمراہ شام کے سفر پر روانہ ہوئے حتیٰ کہ جب آپ ''بصریٰ'' پہنچے تو آپ کو بحیرا راہب نے پہچان لیا۔ اس نے لوگوں کو آپ کی صفات، آپ کی نبوت کی صفات، رسالت اور ختم نبوت کے بارے میں بتایا۔ نبوت کی مہر آپ کے کندھوں کے درمیان تھی۔ وہ آپ پر ایمان لے آیا۔ پھر اس نے آپ کے چچا ابوطالب کو قسم دلائی کہ وہ آپ کو واپس لے جائے کیونکہ آپ کے بارے میں اسے یہود سے خطرہ تھا جب سات یہودی آپ کو شہید کرنے کیلئے آگے بڑھے تو بحیرا ان کے سامنے رکاوٹ بن گیا۔ یہودیوں نے اسے بتایا کہ ہمارے ساتھی ہمارے یہودی ہر راستہ میں گھات لگائے بیٹھے ہیں کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ آپ ﷺ اس مہینہ میں تشریف لائیں گے۔

بحیرا نے جو کرامات دیکھیں، ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ ایک سفید رنگ کا بادل آپ پر سایہ فگن رہتا اور جب آپ ایک درخت کے نیچے تشریف لے گئے تو اس کی ٹہنیوں نے جھک کر آداب بجا لایا۔ پھر جب حضور نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک بیس برس کی ہوئی تو آپ دوسری مرتبہ شام کی طرف تجارت کی غرض سے تشریف لائے اس وقت آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ بحیرہ کو انہوں نے پوچھا کہ حضور نبی کریم ﷺ کون ہیں؟ کہنے لگا: اللہ کی قسم! آپ نبی ہیں، جب پچیس برس کی عمر ہوئی، آپ پھر شام کی طرف روانہ ہوئے۔ اس مرتبہ حضرت خدیجہ کیلئے سامان تجارت خریدنے تشریف لائے تھے اور آپ کے ساتھ اس مرتبہ حضرت خدیجہ کا غلام ''میسرہ'' تھا۔ اس نے دو فرشتوں کو دیکھا جو آپ کو سورج کی

دھوپ سے بچانے کیلئے سایہ کیے ہوئے تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی اس بات کا آپ کی واپسی پر نظارہ کیا۔ اس سفر سے واپس آ جانے کے تقریباً تین ماہ بعد آپ کی شادی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوگئی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال تھی۔ اس نے آپ سے شادی کی خود پیشکش کی تھی۔

جب نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک پینتیس برس کی ہوئی تو قریش نے کعبہ کی تعمیر جدید کی۔ نبی کریم ﷺ ہی کی وہ شخصیت تھی جس نے حجر اسود کو دوبارہ اس کی جگہ رکھا، پھر جب آپ چالیس برس کے ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر تمام مخلوق کی طرف رسول بنایا۔

صلی اللہ علیہ وسلم و بارک علیہ و علی آلہ و اصحابہ و تابعیھم افضل صلوۃ و سلام و افضل برکۃ عدد معلومات اللہ و مداد کلمات اللہ ابد الابدین و دھر ا الدھرین ...... والحمد للہ رب العالمین

﴿............☆☆☆............﴾

النعمۃ الکبریٰ کی شرح

نثر الدرر علی مولد ابن حجر

مصنف:

علامہ سید احمد بن عبد الغنی بن عمر عابدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و تدوین:

مولانا محمد عبد الاحد قادری

حسن ترتیب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علامہ سید احمد عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب جو کہ میلاد مصطفیٰ ﷺ پر لکھی ہے جس کا نام ''نعمۃ الکبریٰ'' ہے اور بعد میں علامہ ابن حجر نے مختصر کیا تھا کی شرح کی ہے۔ علامہ ابن حجر کی کتاب کی شروحات بہت سے علما نے لکھی ہے جن میں ایک علامہ شیخ محمد داودی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں لیکن ان شروحات میں زیادہ نفع والی وہ شرح ہے جو علامہ سید احمد عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے جس کا نام ''نثر الدرر علی مولد ابن حجر'' ہے۔ جس کا ہم ترجمہ پیش کر رہے ہیں جس کو علامہ یوسف بن اسمٰعیل النبہانی رحمۃ اللہ علیہ جواہر البحار فی فضائل النبی المختار کے اندر مکمل نقل کیا ہے۔ علامہ موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے اس شرح میں ایسے فوائد لکھے ہیں جس سے ایمان روشن ہو جاتا ہے اور دل کو سکون حاصل ہوتا ہے اور آپ نے اپنے مقدمہ میں وہ فوائد لکھے ہیں جو حضور نبی کریم ﷺ کے اوصاف و کمالات سے متعلق ہیں۔

یاد رہے کہ علامہ موصوف رحمۃ اللہ علیہ امام علامہ خاتمۃ المحققین سید محمد عابد، صاحب حاشیہ درمختار متوفی ۱۲۰۲ ہجری کے بھتیجے ہیں اور علامہ سید ابوالخیر آفندی عابدین جو کہ شام میں حنفی علماء کے سرکردہ تھے کے والد ہیں۔ علامہ سید احمد عابدین رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۱۳۲۰ ہجری میں ہوا۔

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

و قد احببت ان اذکر مقدمة فی بیان اول من احدث قراۃ المولد الشریف و بان ماتشتمل علیه و غیر ذالک فاقول و باللہ التوفیق و بیدہ ازمة التحقیق.

میں نے پسند کیا کہ اس بارے میں ایک مقدمہ لکھوں اور اس میں یہ بیان کروں کہ مولد شریف کا پڑھنا سب سے پہلے کس نے شروع کیا، اور یہ بھی بیان کروں کہ یہ کن باتوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ وغیرہ ذالک۔ اللہ تعالیٰ کی ہی توفیق اور اس کے قبضہ قدرت میں تحقیق کی باگ ہے۔

تاریخ میلاد: (مقدمہ)

تجھے یہ علم ہونا چاہیے کہ جس مہینہ میں حضور نبی کریم ﷺ اس کائنات میں تشریف لائے اس میں میلاد شریف کا عمل ''بدعت حسنہ'' ہی ایک قسم ہے اور جس شخص نے سب سے پہلے میلاد شروع کیا تھا اس کا نام ملک مظفر صاحب اربل ہے۔ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ملک مظفر ماہ ربیع الاول میں میلاد مصطفیٰ ﷺ کی محفل میلاد منعقد کیا کرتا تھا۔ محفل عظیم الشان ہوتی تھی۔ ملک مظفر بھرے جسم والا، بہادر، پہلوان، عاقل اور عادل تھا۔ طویل عرصہ تک حکومت کی۔ بالآخر ۶۳۰ ہجری میں فرنگیوں کے محاصرہ میں ''عکا'' نامی شہر میں انتقال ہوگیا۔ سیرت اور طبیعت کا عمدہ تھا۔ سبط ابن جوزی نے ''مرآۃ الزمان'' میں لکھا ہے کہ مجھ سے ایک ایسے شخص نے واقعات بیان کیے جو ملک مظفر کی منعقد کردہ محافل میلاد میں سے بعض میں بذات خود موجود تھا۔ بیان کیا کہ میں نے ایک محفل میلاد میں پانچ ہزار بکریوں کے بھنے ہوئے سر شمار کیے۔ دس ہزار مرغ پکائے گئے ایک لاکھ پیالے اور تیس ہزار حلوے کے تھال تھے۔ محفل میلاد میں ملک مظفر

کے ہاں مشہور علماء اور صوفیاء تشریف لاتے۔ موصوف انہیں خلعتیں عطا کرتا اور انعامات دیتا۔ محفل میلاد پر ہر سال تین لاکھ دینار خرچ کرتا، جیسا کہ علامہ شیخ محمد شامی کی سیرت میں مذکور ہے۔ علامہ موصوف امام سیوطی رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔ ایسا ہی مواہب لدنیہ کی شرح میں بھی ہے جسے علامہ زرقانی نے تحریر کیا ہے۔ علامہ ابراہیم حلبی حنفی کی تصنیف ''روح السیر'' میں ہے کہ ابن دحیہ نے ۶۰۴ ہجری میں ملک مظفر کیلئے مولود شریف کے موضوع پر ایک کتاب لکھی جس کا نام ''التنویر بمولد النبی البشیر'' رکھا۔ اس تصنیف پر ملک مظفر نے انہیں ایک ہزار دینار انعام دیا۔

علامہ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے ''نعمۃ الکبریٰ'' میں لکھا ہے کہ یہ شمس الدین ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ''مولد کبیر'' ہے۔ مصر اور شام کے لوگوں پر اس کتاب کی گراں قدر خدمات ہیں۔ اس کے مصنف نے برقوق میں سلطان مصر ۷۸۵ ہجری اور اس کے امراء کی طرف سے منعقد کی گئی ''قلعہ مصر'' میں محفل میلاد النبی میں شرکت کی۔ اور کھانا وافر مقدار میں خود اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ قرآن کریم کی تلاوت، فقراء، قراء اور نعت خوانوں کو احسانات سے نوازنا ان کو دیکھ کر انہیں حیرانی ہوئی اور اس پر مزید یہ کہ سلطان موصوف نے دس ہزار مثقال سونا اس محفل پر خرچ کیا۔

دوسری تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ سلطان ظاہر ابوسعید جقمق کے دور میں محفل میلاد پر اس سے زیادہ اخراجات اٹھتے تھے۔ اندلس اور ہندوستان کے حکمرانوں سے بھی ایسی روایات ملتی ہیں جو ان اخراجات کے قریب یا ان سے کچھ زیادہ خرچ کرنے پر دلالت کرتی ہیں۔

میلاد بدعت حسنہ ہے:

امام ابوشامہ جو امام نووی کے شیخ ہیں۔ انہوں نے ملک مظفر کا میلاد النبی کی محفل پر بکثرت خرچ کرنا اس کی بہت تعریف کی ہے۔ ایسے عظیم المرتب امام کی اس اچھے کام کی جو ولادت باسعادت کی رات ہوتا تھا۔ تعریف کرنا اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ مولد النبی ﷺ کا عمل ''بدعت حسنہ'' ہے۔ خاص کر امام ابوشامہ نے اعلیٰ درجہ

کی یہ تعریف اپنی کتاب جس کا نام انہوں نے ”البواعث علی انکار البدع والحوادث“ رکھا میں ذکر کی ہے۔ اس عمل کی فضیلت اس وقت ہوگی جب یہ مفاسد (ناجائز کاموں) سے خالی ہو۔

امام ابوشامہ رضی اللہ عنہ کی عبارت یہ ہے:

و من احسن ما ابتدع فی زماننا ما یفعل کل عام فی الیوم الموافق لیوم مولد النبی ﷺ من الصدقات و فعل الخیرات و اظهار الفرح و السرور فان ذالک مع مافیه من الاحسان الی الفقراء مشعر بمحبته علیه الصلوٰة والسلام و تعظیمه فی قلب فاعل ذالک و شکر الله علی ما من به من ایجاده ﷺ و فیه اغاظة للکفرة و المنافقین.

ترجمہ: ہمارے دور کے نئے اور خوبصورت (از رائے شریعت) کاموں میں سے ایک وہ کام ہے جو ہر سال اس دن کیا جاتا ہے جس دن نبی کریم ﷺ کائنات میں جلوہ فرما ہوئے۔ (یعنی بارہ ربیع الاوّل) وہ کام کیا ہے۔ صدقات دینا، نیکیاں کرنا اور فرحت و سرور کا اظہار کرنا، ان میں جہاں ایک طرف فقراء پر احسان کرنا ہے تو دوسری طرف یہ کام حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم کی علامت بھی ہیں اور ان کاموں کو کرنے والے کے دل میں حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم دکھائی دیتی ہے اور ان میں اللہ تعالیٰ کا اس نعمت پر شکر ادا کرنا بھی پایا جاتا ہے جو اس نے اپنے محبوب ﷺ کو پیدا فرما کر ہم پر کی ہے۔ علاوہ ازیں ان میں کفار و منافقین کو غصہ دلانا بھی ہے۔

پیر کی رات ابولہب کے عذاب میں تخفیف:

امام زرقانی فرماتے ہیں کہ یہی (یعنی محفل میلاد النبی ﷺ کا انعقاد بدعت حسنہ اور مذکور فوائد پر مشتمل ہے) ابوالطیب السبتی نزیل قوص کے ہاں ”مختار“ ہے جو مالکی مذہب کے جلیل القدر علام ہیں۔ حافظ ابوالخیر شمس الدین بن جزری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وہ ابولہب جس کی مذمت کیلئے قرآن کریم کی آیات اتریں، اسے جہنم کی

آگ میں اپنی انگلی کے پورے سے پینے کیلئے پانی دیا جاتا ہے اور ہر پیر کی رات اس کا عذاب ہلکا کر دیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنی لونڈی ثویبہ کو اس بات پر خوش ہو کر آزاد کر دیا تھا کہ اس نے آکر ابولہب کو حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت کی خبر دی تھی تو اس کے مقابلہ میں اس مسلمان کا کیا حال ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی توحید کا قائل ہے اور پھر حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت و باسعادت کے موقع پر خوش ہوتا ہے اور اپنی بساط و ہمت کے مطابق خرچ کرتا ہے بخدا! اس کی جزا اللہ کریم سے یہی ہے کہ وہ اسے اپنے فضل عمیم سے ''جنت النعیم'' میں داخل فرمائے۔

الحمدللہ! ہر دور میں مسلمانوں کا ایک گروہ ایسا ضرور رہا ہے جو نبی کریم ﷺ کی ولادت کا دن نہایت اہتمام وشان سے مناتا رہا ہے حتیٰ کہ اس بابرکت عمل میں انہوں نے وسعت دے کر صرف بارہ ربیع الاوّل پر ہی موقوف نہ کیا بلکہ سال بھر ایسی محافل کا انعقاد واہتمام کرتے ہیں اور یہ سب کچھ حضور نبی کریم ﷺ کی محبت کی وجہ سے ہے۔ اچھے اچھے کھانے پکائے اور کھلائے جاتے ہیں۔ اس کی راتوں میں صدقات وخیرات کیے جاتے ہیں۔ اس کے ذریعہ خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ نیک کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ خاص کر ''دولت عثمانیہ'' کے حکمران اور اس کے صاحب ہمت امرا (اللہ اس حکومت کو ہر آفت و پریشانی سے محفوظ رکھے) تو یہ بھی انتظام کرتے ہیں کہ ان محافل میں حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کا قصہ بیان کیا جائے۔ (یا لکھا ہوا پڑھا جائے) اس عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی عام برکتیں ان کے شامل حال ہوتی ہیں۔

ذکر ولادت پر کھڑے ہونا:

عمدۃ المحققین علامہ نورالدین علی حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون ﷺ'' میں اور حضرت علامہ برہان ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''روح السیر'' میں ہم جو چند باتیں پچھلے اوراق میں تحریر کر آئے ہیں ان جیسی تحریر اور حضور نبی کریم ﷺ کے دنیا میں تشریف لانے کا واقعہ ذکر کرتے وقت حاضرین و

سامعین کا کھڑا ہو جانا، اس کے استحسان پر گفتگو کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

''امام محقق جناب ابوزرعہ عراقی رضی اللہ عنہ سے میلاد النبی ﷺ کے عمل کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ کیا یہ مستحب ہے یا مکروہ ہے؟ اور کیا اس بارے میں کوئی ثبوت ہے؟ اور کیا یہ فعل ایسے حضرات سے منقول ہے جو لائق اقتدار و تقلید ہوں؟

حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ولیمہ کا انعقاد اور کھانا کھلانا ہر وقت مستحب ہے پھر جب ان باتوں کے ساتھ اس ماہ مبارک میں نور نبوت کے ظہور کی وجہ سے فرحت و سرور بھی شامل ہو جائے تو اس کے استحباب میں کیسے فرق آئے گا؟ ہم سلف صالحین سے اس کے سوا اور کچھ نہیں جانتے اور اس عمل کے ''بدعت'' ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ ''مکروہ'' ہے اس لیے کہ بہت سی بدعات ایسی ہیں جو مستحب بلکہ واجب ہیں۔

لہٰذا یہ (محفل میلاد النبی کا انعقاد) ''بدعت حسنہ'' ہے۔ امام سیوطی نے فرمایا: اور یہی ''مدخل'' میں ابن الحاج کے کلام کا مقتضی ہے۔ انہوں نے اس بارے میں جو مذمت کی ہے وہ ان کاموں کی ہے جو ان محافل میں ''غیر شرعی'' کیے جاتے ہیں۔ اس کے باوجود انہوں نے اس گفتگو سے پہلے صراحۃً لکھا ہے کہ اس مبارک مہینہ میں خاص کر نیک کام اور صدقات و خیرات کی کثرت کرنی چاہیے اور ان کے علاوہ ایسی باتیں جو ثواب کے حصول کا ذریعہ ہیں، بکثرت ہونی چاہئیں اور ایسا ''میلاد'' واقعی مستحسن ہے۔

''مواہب لدینہ'' میں ہے۔ ابن حاج نے مدخل میں اس بات پر طویل تنقید اور انکار کیا جو لوگوں نے ''میلاد النبی'' کی محافل میں بدعات اھواء اور حرام آلات سے گانا شروع کر دیا ہے۔ اھ

سید احمد عابدین نے مذکورہ باتیں ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے۔ ''میں کہتا ہوں کہ اسی قبیلہ (مکروہات و بدعات) سے وہ باتیں بھی ہیں جو عوام میں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ وہ یہ کہ مسلمانوں کے سٹیج پر میلاد النبی کا قصہ پڑھنا اور وہ بھی گانے بجانے اور لہو ولعب کے طور پر پڑھنا

اور پھر سرعام ایسا کرنا اور اس سے زیادہ قبیح یہ ہے کہ جس شخص نے ایسی میلاد النبی کے انعقاد کی نذر مانی ہو۔ (جولہو ولعب اور گانے بجانے کے محرکات پر مشتمل ہو) ایسے شخص کی نذر کو پورا کرنے کا فتویٰ دینا تا کہ وہ اس فتویٰ کی وجہ سے جہنم کا ایندھن بن جائے جیسا کہ اس بات کو میرے آقا اور میرے چچا سید محمد عابدین نے کتاب الصوم کے آخر میں حاشیہ پر لکھا ہے۔"

فائدہ: علامہ محمد یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سید محمد عابدین موصوف کے مذکورہ حاشیہ کو دیکھا جو باب الاعتکاف سے قبل ہے۔ جس میں انہوں نے تحریر فرمایا ہے:

امالو نذر زيتا لا يقاد قنديل فوق ضريح الشيخ او في المنارة كما يفعل النسآء من نذر الزيت لسيدى عبد القادر و يوقد في المنارة جهة المشرق فهو باطل و اقبح منه لذر بقراء ة في المنابر مع اشتماله على الغناء و اللعب و ابهاب ثواب ذالک الى حضرة المصطفى ﷺ.

ترجمہ: اگر کوئی تیل کی نذر مانتا ہے کہ وہ فلاں شیخ کی قبر پر چراغ میں ڈال کر اسے جلائے گا یا مینارہ پر چراغ روشن کرے گا جیسا کہ عورتیں سید عبدالقادر غوث پاک رضی اللہ عنہ کیلئے تیل کی نذر مانتی ہیں اور اسے مشرق کی طرف موجود مینار پر جلایا جاتا ہے۔ یہ باطل ہے اور اس سے زیادہ قباحت اس نذر سے ہے کہ کوئی شخص نذر مانے کہ میں کسی اونچی جگہ کھڑے ہوکر مولود پڑھوں گا جبکہ وہ محفل میلاد گانے بجانے اور لہو ولعب پر مشتمل ہو اور پھر اس کا ثواب حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں "ھبہ" کرنا (اور بھی برا ہے)

"روح السیر" میں برہان ابراہیم حلبی حنفی نے محفل میلاد النبی کے متعلق مشاہیرہ علماء کرام کے اقوال کے مطابق اس کا مستحسن ہونا تحریر کرنے کے بعد لکھا ہے۔

"اگر محفل میلاد کے سبب سے کوئی منکر کام حاصل ہو، جیسا کہ عورتوں کا اجتماع ان کا گانے بجانے سے آواز بلند کرنا وغیرہ یہ تمام ادیان میں حرام ہے۔ اس لیے کہ

عورتوں کا محض آواز بلند کرنا بھی ''پردہ'' ہے چہ جائیکہ جب اس کے ساتھ گانا بجانا بھی شامل ہو جائے۔ اھ۔ اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: خلاصہ یہ ہے کہ ''عمل میلاد'' بدعت ہے۔ لیکن اس میں خوبیاں بھی اور ان کی ضد بھی شامل ہو جاتی ہے لہٰذا جس شخص نے خوبیوں کے حصول کا قصد کیا اور ان کی ضد سے اجتناب چاہا تو اس کیلئے یہ ''بدعت حسنہ'' ہو جائے گی اور جس نے ایسا نہ چاہا اس کیلئے ''حسنہ'' نہ بنے گی۔

حدیث سے میلاد کا ثبوت:

امام حافظ بن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سوال کے جواب میں لکھا: ''میرے لیے اس (محفل میلاد) کی تخریج ایک اصل ثابت سے ظاہر ہوئی۔ وہ اصل وہ ہے جو بخاری و مسلم میں موجود ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم قدم المدینۃ فوجد الیھود یصرمون یوم عاشوراء فسا لھم فقا لو اھو یوم اغرق اللہ فیہ فرعون و نجی موسی و نحن نصر مہ شکرا

ترجمہ: ''حضور نبی کریم ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے یہودیوں کو دسویں محرم کا روزہ رکھتے دیکھا۔ ان سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ یہ وہ دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی تھی ہم اس دن کا روزہ شکرانے کے طور پر رکھتے تھے۔''

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی معین دن میں احسان فرمانے پر عملی طور پر شکر ادا کرنا چاہیے۔ پھر فرماتے ہیں حضور سرور کائنات نبی رحمت ﷺ کی تشریف آوری سے بڑی نعمت اور کیا ہو سکتی ہے۔ (لہٰذا اس نعمت عظمیٰ کا شکر یہ ادا کرنا جائز ہے) اور شکر مختلف عبادات سے کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ سجود، روزہ، صدقہ اور تلاوت قرآن کریم وغیرہ اس دلیل کو ان سے پہلے حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔

علامہ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے ''نعمۃ کبریٰ'' میں کچھ الفاظ اس سے زیادہ کہے ہیں۔ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ کو ارساں فرما کر اپنی نعمت مکمل فرما دی۔ جو دارین کی سعادت کے حصول کا ذریعہ ہے۔ پس اس دن کا روزہ رکھنا بہت اچھا ہے جس دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمتوں کی تجدید ہوتی ہو اور ایسا کرنا دراصل نعمت کا شکر سے مقابلہ کرنا ہے۔ (یعنی ہر نعمت کے مقابل کوئی نہ کوئی شکر ہونا چاہیے اور روزہ رکھنا بھی شکر کی ہی ایک قسم ہے) اس کی مثال عاشورہ کے دن کا روزہ رکھنا ہے۔ جس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو ڈوبنے سے نجات دی۔ اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم نے فرعون اور اس کے سپاہیوں سے نجات پائی۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور فرعونیوں کو بحر قلزم میں غرق کر دیا۔ پس اس دن کا حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے روزہ رکھا اور یہ روزہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کیلئے تھا۔ اس دن کا روزہ ہمارے آقا و مولیٰ نبی کریم ﷺ نے بھی انبیاء کرام کی متابعت کرتے ہوئے رکھا اور یہودیوں کو فرمایا: ''نحن احق بموسیٰ منکم'' ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تم سے زیادہ حقدار ہیں اور آپ نے اس دن کا حکم بھی دیا کہ روزہ رکھا کرو۔

میلاد کرنا رسول اللہ ﷺ سے محبت کا اظہار ہے:

برہان حلبی نے ''روح السیر'' میں امام حافظ ابن حجر سے ان کا یہ قول نقل کیا، جو لوگ نبی کریم ﷺ کی میلاد پاک کے عمل سے خیر کا ارادہ کرتے ہیں اور اظہار فرحت و سروران کا مقصود ہوتا ہے اور حضور نبی کریم ﷺ سے محبت کا اظہار کرتے ہیں، ان کیلئے یہ کافی ہے کہ وہ اس طریقہ سے اہل خیر و صلاح اور فقراء و مساکین کو جمع ہونے کا موقع فراہم کرتے ہیں پھر انہیں کھانا کھلاتے ہیں اور ان کو صدقات و خیرات سے نوازتے ہیں۔ یہ سب کچھ وہ نبی کریم ﷺ سے محبت کی وجہ سے کرتے ہیں۔ پس اگر اس سے زیادہ کا ارادہ کریں تو ایسے حضرات کو حکم دیتے ہیں۔ جو نبی کریم ﷺ کی مدح و ثنا کرتے ہیں اور اس کے متعلق اشعار کہتے ہیں جن کے ذریعہ وہ لوگوں کو حضور نبی کریم ﷺ کے

اخلاق کریمانہ اپنانے پر ابھارتے ہیں۔ یہ سب ایسی باتیں ہیں جو مسلمانوں کے قلوب کو نیک کام کرنے اور بدعات ومنکرات سے روکنے کی طرف حرکت دیتی ہیں۔ یعنی حضور نبی کریم ﷺ سے محبت کرنے کے اسباب میں سے مضبوط ترین سبب یہ ہے کہ آدمی نبی کریم ﷺ کی مدح خوبصورت سریلی آواز سے سنے، جب خوش الحانی سے مدح حبیب کہی جارہی ہواور پھراس کے سننے والے بھی ایسے ہوں جواس سے بھرپور فائدہ اٹھا سکتے ہوں تو پھراس سے سامع میں شکر ومحبت کے جذبات امڈ آتے ہیں۔

میلاد کا انعقاد امن کا ضامن ہے:

اس کے بعد سید احمد عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت و باسعادت کا واقعہ سننے کیلئے لوگوں کا جمع ہونا ''اعظم قربات'' میں سے ہے۔ اس لیے کہ اس میں نیک کام، درود وسلام، دعائیں وغیرہ بکثرت ہوتی ہیں اور یہ سب باتیں حضور نبی کریم ﷺ کی محبت کی وجہ سے ہوتی ہیں اور آپ کی محبت آپ کے وصل اور قرب کا ذریعہ ہے۔ بڑے بڑے علماء نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ محفل میلاد النبی ﷺ کا انعقاد اس سال امن کا ضامن ہوتا ہے اور مقاصد ومطالب کے جلد حصول کی خوشخبری ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس کی علامہ ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ نے صراحت فرمائی ہے پھر ان سے امام حلبی نے اپنی ''سیرت'' میں نقل فرمایا۔ اسی طرح مؤلف یعنی علامہ ابن حجر ہیتمی نے اور علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں ذکر فرمایا ہے۔ بعض اپنا واقعہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بہت بڑے خطرے میں گھر گیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے صرف اس بات پر نجات عطا فرمادی، میرے دل میں نبی کریم ﷺ کی میلاد کے انعقاد کا خیال گزرا تھا۔

لہٰذا ہر اس شخص کو چاہیے جو حضور نبی کریم ﷺ کی محبت میں صادق ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کے مہینہ میں خوشی کا اظہار کرے اور اس ماہ میں محفل میلاد النبی منعقد کرے جس میں ایسے آثار وایسی روایات صحیحہ پڑھی سنائی جائیں جو ولادت وباسعادت کے موضوع پر ہیں۔ ایسا کرنے والے کیلئے ممکن ہے کہ وہ بہت جلد

نبی کریم ﷺ کی شفاعت سے ان حضرات میں شامل کر دیا جائے۔ جو سابقین اور بہترین لوگ ہوئے۔ اس لیے کہ جس شخص کے جسم میں حضور نبی کریم ﷺ کی محبت رچ بس جاتی ہے وہ کبھی بوسیدہ نہیں ہوتا۔ کل قیامت کو جو لوگ بھی مرتبہ شفاعت پائیں گے، انہیں یہ مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ سے محبت کی وجہ سے ہی ملے گا۔ جب نیک لوگ جو شفاعت کریں گے انہیں یہ مقام حضور نبی کریم ﷺ سے محبت کی بنا پر ملا اور ان کی شفاعت سے اغیار بخشے جائیں گے تو کم از کم یہ بات ضرور ہوگی کہ محفل میلاد کا انعقاد اوروں کیلئے نہ سہی صرف اس محفل کو منعقد کرنے والے کیلئے سبب شفاعت بن جائے گا اگرچہ اس کی محبت کا مرتبہ و مقام ان حضرات کی محبت کے برابر نہیں جو دوسروں کیلئے شفاعت کریں گے اور ایسا شخص حضور نبی کریم ﷺ کے قول مبارک ''المرء مع من احب'' (آدمی کل قیامت میں اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اسے محبت ہوگی۔) کے مصداق تو ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ایسے ہر مسلمان پر اپنی خصوصی رحمت نازل فرمائے جو حضور نبی کریم ﷺ کے ولادت و باسعادت کے مہینہ میں راتوں کو محفل میلاد منعقد کرتا ہے۔ اسے ''عید'' کی طرح مناتا ہے۔ اس سے اگر یہی فائدہ ہو کہ اس طرح حضور نبی کریم ﷺ کی ذات مقدسہ پر صلوٰۃ وسلام کی کثرت ہوتی ہے تو یہی فائدہ کافی ہوتا۔ صلوٰۃ وسلام کی فضیلت کوئی چھپی بات نہیں: ''واللہ سبحانہ اعلم، و انما الاعمال بالنیات و السلام'' علامہ سید احمد عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ شرح کے مقدمہ میں جو لکھا وہ مختصر طور پر بیان ہو گیا۔

نبی کریم ﷺ رحمۃ العالمین ہیں:

✿ علامہ ابن حجر ہیتمی رضی اللہ عنہ کی کتاب مذکور کی شرح کرتے ہوئے سید احمد عابدین نے مصنف کے درج ذیل قول کی تشریح میں لکھا ہے:

الحمد للہ الذی شرف ھذا العالم بمولد سید ولد آدم ﷺ

ترجمہ: ''تمام تعریفیں اس اللہ پاک کیلئے جس نے اس کائنات کو اولاد آدم کے آقا و سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت کا شرف بخشا۔''

اہل ایمان کا آپ کی وجہ سے شرف ظاہر ہے اور اس میں کوئی اختلاف و نزاع نہیں ہے۔ رہا اہل کفر کیلئے آپ کا وجہ شرف ہونا تو وہ اس اعتبار سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں آپ کی بدولت وجود بخشا۔ یونہی جمادات کیلئے بھی آپ کا شرف اسی اعتبار سے ہے اور اگر صرف ایسے عذاب سے بچنا ہی ہوتا جس سے ان (کفار و جمادات) کا نام ونشان باقی نہ رہتا تو بھی آپ کا شرف کافی تھا اور یہ بھی وجہ شرف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو "رحمۃ للعالمین" بنا کر بھیجا ہے یعنی تمام مخلوق کیلئے آپ رحمت ہیں۔

فاضل مفسر حضرت اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر "روح البیان" میں فرمایا۔

"حضور نبی کریم ﷺ کو وجود یکر مبعوث کیا گیا اور دارین کی سعادت کا سبب ہے اور ان کی دونوں جہانوں میں مصلحتوں کا منشاء ہے اور جو بھی حضور نبی کریم ﷺ سے اعراض کرے گا اور تکبر کرے گا تو وہ بے شک اپنی طرف سے مصیبت و مشقت میں پڑ جائے گا پھر اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔"

اگر تم پوچھو کہ حضور نبی کریم ﷺ "رحمۃ للعالمین" کیونکر ہیں جبکہ آپ کو تلوار کے ساتھ لڑنے کا حکم دیا گیا اور غیر مسلموں کے احوال آپ کیلئے مباح قرار دیئے گئے؟ میں کہوں گا کہ یہ بات ان لوگوں کیلئے ہے جو آپ کی تعلیمات کو پشت ڈالتے ہیں۔ استکبار کرتے ہیں اور جن کو کسی قسم کا وعظ اور ارشاد نفع نہیں دیتا۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ کفار کیلئے بھی "رحمت" ہیں۔ وہ اس طرح کہ آپ کی وجہ سے ان کی عقوبت و سزا مؤخر کر دی گئی اور جڑ سے ختم ہونے سے آپ کی رحمت سے بچ گئے۔ علاوہ ازیں زمین میں دھنسنے اور شکلیں بگڑنے سے بھی آپ کی رحمت کے صدقہ بچ گئے۔

نبی کریم ﷺ ہر مولود کے وجود کا سبب ہیں:

اے صاحب عقل وفہم! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور کو پیدا کیا تھا۔ پھر عرش معلیٰ سے تحت الثریٰ تک

تمام مخلوق آپ کے بعض نور سے پیدا کی گئی۔ لہٰذا حضور نبی کریم ﷺ کا وجود شہود کی طرف تشریف لانا ہر موجود کیلئے رحمت ہے۔ اور آپ ہی ہر موجود کے وجود کا سبب ہیں اور تمام مخلوقات پر اللہ تعالیٰ کی ''رحمت'' ہے لہٰذا آپ ''رحمت کافیہ'' اور ''نعمت وافیہ'' ہیں اور آپ ﷺ سے ہی ارواح کے چشمے پھوٹے، پھر اس کے بعد عالم اجساد واشباح میں جو پیدا ہوا سو پیدا ہوا اگر آپ کی ذات مقدسہ کی تخلیق نہ ہوتی تو نہ افلاک بنائے جاتے اور نہ ہی املاک کا وجود ہوتا، جو شخصیت اس مرتبہ اور منصب کی ہو وہ یقیناً عالمین کیلئے ''رحمت'' ہوتی ہے اور بلاشک تمام کائنات ان کے سبب مشرف ہوتی ہے لیکن اس کائنات میں سے وہ جو آپ کی فرمانبرداری و ایمان سے بہرہ ور ہوئے وہ ''شرافت'' پر باقی رہے۔ اور جنہوں نے کفر وطغیان کیا۔ اس نے شرافت کو چھوڑ دیا، یا اس سے شرافت دور ہوگئی۔

نبی کریم ﷺ اولاد آدم کے سردار ہیں:

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "کل مولود یولد علی الفطرة" (الحدیث)۔

ترجمہ: ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے اور کیسے نہ ہو جبکہ حضور نبی کریم ﷺ تمام اولاد آدم کے سردار ہیں۔ جیسا کہ آپ نے خود ارشاد فرمایا: "انا سید ولد آدم ولا فخر" میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور کوئی فخر نہیں۔

نبی کریم ﷺ تمام مخلوقات سے افضل ہیں:

۞ علامہ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ کے قول "و کمل بہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سعود الانبیاء و المرسلین و جمیع الملا ئکۃ لا سیما الکرو بیین و المقربین" کی شرح کرتے ہوئے سید عابدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

مصنف (ابن حجر ہیتمی) رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے صراحۃً یہ مفہوم نکلتا ہے کہ ہمارے پیغمبر ﷺ علی الاطلاق ''سید الخلق'' ہیں اور آپ علی وجہ العموم سب سے افضل ہیں۔ خواہ علوی مخلوق ہو یا سفلی اور خواہ بشر ہوں جن و ملک، خواہ دنیا میں ہوں یا آخرت میں۔ آپ

ﷺ اچھی عادات واعلیٰ اخلاق اور صفات کمال میں سب مخلوق سے افضل ہیں جیسا کہ اس پر تمام اہل سنت نے اجماع فرمایا۔ پھر آپ کے بعد فضل والے حضرات انبیاء کرام ہیں۔ ان کے بعد فرشتے ہیں یہی تحقیق اہل سنت کی ہے جس پر یہ قول شاہد ہے:

خواص البشر و هم الانبياء افضل من خواص الملا ئكة و هم الرسل منهم و خواص الملا ئكة افضل من عوام البشر و هم الا تقياء و عوام البشر و هم الا تقياء افضل من عوام الملا ئكة (كما هو مقرر في محله)

ترجمہ: حضرات انبیاء کرام ان فرشتوں سے افضل ہیں جو پیغام رسانی کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں اور یہ فرشتے عام متقی انسانوں سے افضل ہیں اور عام متقی انسان دوسرے فرشتوں سے افضل ہیں۔

نبی کریم ﷺ کامل الاوصاف ہیں:

✿ علامہ ابن حجر کے قول:

"وجمع فيه صلى الله عليه وسلم سا ئر الكمالات الباطنة و الظاهرة و جعله امام الكل المفضل عليهم و الممد لهم في الدنيا و الاخرة"

ترجمہ: نبی کریم ﷺ میں تمام ظاہری و باطنی کمالات جمع کردیئے گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو امام الکل بنایا۔ دنیا وآخرت میں آپ ہی ان سب پر افضل بنائے گئے اور آپ ہی ان سب کے مدد کرنے والے بنائے گئے) کی تشریح میں سید احمد عابدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ ہی اللہ تعالیٰ کیلئے "کامل عبودیت" کی صفت سے متصف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تکمیل سے آپ ہی "کامل الاوصاف" ہیں اور آپ ہی ہر کمال سے متصف، تمام فضائل سے مزین اور علوم و اعمال کی بہترین خصلتوں کے مالک ہیں۔ اخلاق واحوال میں جو کمال وحسن ہوسکتا ہے وہ بدرجہ اتم آپ میں موجود ہے۔ آپ ﷺ کمال کے معدن اور فضل و افضال کے عنصر ہیں اور آپ ہی حقائق ازلیہ کے

موروود ومصدر ہیں۔ یعنی نبی کریم ﷺ کی ذات شریفہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حقائق کے ورود کا محل ہے اور پھر مخلوق کی طرف ان حقائق کے صدور کا محل بھی آپ ہی کی ذات مقدسہ ہے۔ مفردات کے جوامع کے جامع، ان کے منبر، خطیب اور ان کے سید السادات بھی آپ ہی ہیں اور حضور نبی کریم ﷺ ہی اللہ تعالیٰ کا بیت المعمور ہیں جو اس نے آپ پر نازل فرمایا اور آپ نے اسے محفوظ کرلیا۔ وہ جو کسی دوسرے کی طاقت میں نہ تھا اور نہ ہی آپ سے پہلے کسی پر وہ نازل کیا گیا، جب تم مذکورہ بات سمجھ لو گے تو تمہیں حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ''ممکنات میں سے آپ سے بڑھ کر زیادہ انوکھا اور کوئی نہیں'' اہل تدقیق کے نزدیک تحقیق کی بلند چوٹیوں پر دکھائی دے گا۔ کیونکہ اگر کوئی دوسرا ہوتا ہو وہ ''خیر خلق اللہ'' ﷺ سے افضل ہوتا اور اس کی طرف کوئی راستہ نہیں کیونکہ کوئی مخلوق ''مظہر تام، علی، اعلیٰ اور بلند کمالات کی جامع شخصیت ﷺ سے زیادہ عجیب وانوکھی تصور میں نہیں آسکتی۔

جو کچھ ملتا ہے آپ کے صدقہ سے ملتا ہے:

نبی کریم ﷺ بارگاہ الٰہی اور اس سے بلاواسطہ فیض یافتہ ہیں۔ آپ کے علاوہ کوئی دوسرا ایسا نہیں، پس اللہ تعالیٰ سے آپ کے واسطہ کے بغیر کوئی فیض نہیں نکلتا۔ بارگاہ الٰہی سے کسی کامل کو جو کچھ ملتا ہے وہ آپ ﷺ کی مدد کا کچھ حصہ ہوتا ہے اور آپ کے ہاتھوں سے ہی ملتا ہے سیدی محمد وقار رحمۃ اللہ علیہ نے کتنی عمدہ نعت کہی۔ جس میں وہ ذات مصطفیٰ ﷺ سے مخاطب ہیں۔ آپ کے یہ شعر علم لدنی کے آئینہ دار ہیں۔ عمدہ شعر ہیں، ملاحظہ ہوں:

فانت رسول اللہ اعظم کائن وانت لکل الخلق بالحق مرسل

علیک مدار الخلق اذانت قطبہ وانت منار الحق تعلو و تعدل

فوأدک بیت اللہ دار علومہ و باب علیہ منہ للحق یدخل

ینابیع علم اللہ منہ تفجرت ففی کل حی منہ اللہ منہل

منحت بفیض الفضل کل مفضل فکل لہ فضل بہ منک یفضل

نظمت نثار الانبیاء فتا جهم لدیک بانواع الکمال مکلل

فیا مدة الامداد نقطة خطه ویا ذروة الاطلاق اذ یتسلسل

محال یحول القلب عنک و انني و حقک لا اسلو ولا اتحول

علیک صلاة الله منه تواصلت صلاة اتصال عنک لاتتنصل

ترجمہ: یارسول اللہ ﷺ! آپ تمام کائنات میں سے عظیم ترشخصیت ہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام مخلوق کیلئے حق لے کر تشریف لائے۔ مخلوقات کا دارومدار آپ ہی ہیں۔ اس لیے کہ آپ دائرہ مخلوق کے قطب ہیں اور آپ ہی حق کا مینار ہیں جو بہت بلند اور میانہ ہے۔ آپ کا قلب انور اللہ تعالیٰ کا گھر اور اس کے علوم کا مرکز ہے اور اس کے دروازہ سے ہی حق کی طرف داخلہ ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم کے سوتے اسی سے پھوٹتے ہیں لہٰذا ہر زندہ چیز میں اسی سے اللہ کی محبت کی سیرابی ملتی ہے اللہ تعالیٰ فضل عظیم کے مالک کے کامل فیض سے آپ بہرہ ور ہیں، پھر دنیا میں جو بھی صاحب فضل ہے وہ آپ کا ہی منگتا ہے۔ آپ نے تمام انبیاء کرام کو ایک ہی لڑی میں پرودیا، اور ان کا تاج جو ہر قسم کی زینت وزیبائش سے آراستہ آپ کے پاس ہے۔

اے وہ ذات! جس کے خط کا نقطہ تمام سیاہیوں کا قطرہ ہے اور جب بہنے والا (پانی) بہتا ہے تو آپ اس کی علمی الاطلاق چوٹی ہیں (جس تک پانی کی رسائی نہیں ہو سکتی) آپ سے دل کا کسی اور طرف پلٹ جانا محال ہے اور آپ کے حق کی قسم! نہ تو میں غم محبت سے آرام میں ہوں اور نہ ہی آپ کا در چھوڑ کر کہیں اور جانے والا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے لگاتار آپ پر صلوٰۃ وسلام ایسے جو اتصال کا ذریعہ بنیں نہ کہ جدائی کا سبب ہوں۔

دعوت دینے والے اور روشن چراغ:

✿ سید احمد عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ ابن حجر کی تصنیف میں لکھی گئی آیت ذیل کی تشریح میں فرمایا:

یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا (سورۃ الاحزاب)

ترجمہ: ''اے غیب کی خبریں دینے والے! ہم نے آپ کو حاظر ناظر، خوشخبری دینے والا، ڈر سنانے والا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی طرف دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا۔''

یعنی حضور نبی کریم ﷺ ضیاء پاش (روشنی عطا فرمانے والے) ہیں۔ جہالت کے اندھیروں سے نکلنے کیلئے آپ ﷺ سے روشنی طلب کی جاتی ہے اور آپ کے نور سے ''نوربصیرت'' حاصل کیا جاتا ہے جس کے حصول کے بعد حق و باطل عقائد میں امتیاز، معاملات میں حلال وحرام کی پہچان اور ریاضات میں اچھے برے اخلاق سے واقفیت حاصل ہو جاتی ہے، لہٰذا آپ ہی ﷺ شریعت، طریقت اور حقیقت کے حقیقی مراتب اور عالی درجات کے داعی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے آپ پر افضل درود اور اکمل تحیات نازل ہیں۔

انبیاء کرام کی گواہی امت محمدیہ دے گی:

شفاء میں اور اس کی شرح جو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے کی، میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں آپ کی کمال رعایت کے تحقق اور عین عنایت کے تعلق کے بعد آپ کے مرتبہ ومنزلت کی ایسی اقسام ذکر فرمائیں، جو آپ کے ساتھ مخصوص ہونے کے ساتھ ساتھ ایسی ہیں جو دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کے مقابلہ میں آپ کیلئے ذکر فرمائیں اور آپ کیلئے مدح وثنا اور ذکر حسن کے تمام اوصاف اس آیت میں جمع فرما دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ میں آپ ﷺ کو اپنی امت کی طرف پیغام رسالت پہنچانے کا خود گواہ بنایا اور یہ آپ کے خصائص میں سے ایک ہے۔ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سوا کسی دوسرے پیغمبر کو اس پیغمبر کی امت تک پیغام الٰہی پہنچانے کا گواہ نہیں بنایا۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی امتیں جب اپنے پیغمبروں کی تبلیغ کا انکار کریں گی جب اللہ تعالیٰ ان سے دریافت کرے گا کہ کیا تم نے میرا پیغام ان تک پہنچایا تھا؟ تو اس کے جواب میں پیغمبران عظام عرض کرینگے: ہاں باری تعالیٰ ہم نے تیرا پیغام ان تک پہنچایا تھا پھر اللہ تعالیٰ ان سے دلیل وگواہ کا مطالبہ کرے گا۔ حالانکہ

وہ خوب جانتا ہے تو اس وقت ہم حضور نبی کریم ﷺ کے امتی ان کے حق میں گواہی دیں گے، ہماری گواہی سن کر وہ امتیں ہم سے پوچھیں گی تمہیں اس بات کا علم کیسے ہوا؟ تو ہم ان کے جواب میں کہیں گے: ہمیں اس کا علم اللہ تعالیٰ کے بتانے سے ہوا جو اس نے اپنی کتاب میں بتایا تھا، پھر اللہ تعالیٰ ہمارے بارے میں پیغمبر ﷺ سے پوچھے گا تو حضور نبی کریم ﷺ ہماری صفائی اور تزکیہ فرمادیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّ سَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (سورۃ البقرۃ)

ترجمہ: ”اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں عادل و بہترین امت بنایا کہ تم لوگوں پر اس بات کے گواہ بن جاؤ کہ ان کے پاس آنے والے پیغمبروں نے ان تک اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچادیے تھے اور نبی کریم ﷺ تم پر گواہ ہو جائیں۔“

روز میثاق انبیاء سے عہد:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَ اَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ

(سورۃ آل عمران)

ترجمہ: ”اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے پختہ عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب و حکمت عطا کر دوں پھر تمہارے پاس ایک ایسا رسول آئے جو اس کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے پاس (شریعت اور دین) ہے تو تم ضرور اس پر ایمان لاؤ گے اور اس کی لازماً مدد کرو گے اللہ تعالیٰ نے پوچھا کیا تم نے اس کا اقرار کیا اور اس پر میرے ساتھ پختہ عہد کیا؟ سب نے کہا ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا پس گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔“

اس آیت کریمہ کے ذکر کرنے کے بعد علامہ ابن حجر لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے یہ مقام ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ پر یہ ارشاد فرمایا: "فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ" ختم کر دیا تا کہ وہ (اللہ تعالیٰ) ہمیں آپ ﷺ کا عظیم شرف اور اعلیٰ مرتبہ بتائے، اور یہ کہ تمام انبیاء کرام تابع اور آپ سب کے متبوع ہیں اور مقصود بالذات صرف آپ ہی ہیں اور تمام پیغمبر آپ کے ساتھ ملنے والے ہیں۔

✿ مندرجہ بالا آیت کریمہ اور ابن حجرؒ کے مذکورہ قول کی تشریح میں سید احمد عابدینؒ لکھتے ہیں:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے بعد جتنے بھی حضرات انبیاء کرام مبعوث فرمائے ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے متعلق یہ عہد لیا کہ اگر تمہاری حیات ظاہری میں وہ تشریف لے آئیں تو تم ضرور ان پر ایمان لاؤ گے اور ان کی مدد کرو گے اور ہر پیغمبر یہی عہد اپنی امت سے لیتا رہا۔

''شفاء'' میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول مذکور قول کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اسی طرح کا قول جناب سدی اور قتادہ رضی اللہ عنہ سے ان آیات کی تفسیر میں منقول ہے۔ جن میں حضور نبی کریم ﷺ کی فضیلت و افضلیت مذکور ہے اور یہ کئی وجوہات سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ (سورۃ الاحزاب)

ترجمہ: ''اور یاد کرو جب ہم نے انبیاء کرام سے ان کا عہد لیا اور آپ سے اور نوح علیہ السلام سے الی آخرہ۔''

✿ ''شفاء'' کی عبارت کی تشریح کرتے ہوئے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: آیت کریمہ:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ (سورۃ الاحزاب)

میں پہلے اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں کو عام کر کے ذکر فرمایا جس میں ہر پیغمبر شامل ہے پھر اس کے بعد چند انبیاء کرام کا الگ ذکر فرمایا۔ یہ "تخصیص بعد التعمیم" ہے اور ایسا کر کے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ عام پیغمبروں کی بہ نسبت ان چند

پیغمبروں کا فضل زیادہ اور ان کا شرف اعلیٰ ہے کیونکہ رسولوں میں سے یہ حضرات ''اولوالعزم'' ہیں اور مشہور ''ارباب الشرائع'' ہیں۔ ان الگ ذکر کیے جانے والوں میں سب سے پہلے ذکر ہمارے آقا ﷺ کا ہوا۔ اس کی وجہ آپ کی تعظیم وتکریم ہے اور اس طرف اشارہ ہے کہ ''عالم ارواح'' میں آپ ﷺ کی نبوت سب سے مقدم ہے جس کی طرف حضور نبی کریم ﷺ کا یہ قول اشارہ کرتا ہے:''کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد'' میں اس وقت نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے مابین تھے۔

✿ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ کَمَآ اَوْحَیْنَا اِلٰی نُوْحٍ الآیۃ'' (سورۃ النساء)

ترجمہ: ''بے شک ہم نے آپ کی طرف اسی طرح وحی کی جس طرح ہم نے نوح علیہ السلام وغیرہ کی طرف کی تھی۔''

اس آیت کریمہ میں اس طرف اشارہ ملتا ہے کہ نبی کریم ﷺ ''فضل عظیم'' کے حامل ہیں۔ وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں سے آپ کا ذکر پہلے کیا ہے جبکہ یوں کہنا ممکن تھا۔''کما اوحینا الی نوح النبیین من بعدہ او حینا الیک علی نحوہ'' جس طرح ہم نے نوح علیہ السلام اور ان کے بعد آنے والے پیغمبروں کی طرف وحی کی اسی کی مانند ہم نے آپ کی طرف وحی کی۔

خلاصہ یہ کہ حضور نبی کریم ﷺ کو پہلے ذکر اس لیے کیا گیا کہ آپ فضل وشان میں سب سے مقدم ہیں، اس لیے نہیں کہ آپ کا زمانہ بعثت سب سے مقدم تھا۔ آیت کریمہ میں حرف ''واؤ'' اگرچہ ترتیب کا تقاضا نہیں کرتا، لیکن عرب ایسا کرتے ہیں کہ جو مقدم ہو، اسے لفظوں میں پہلے اور جو مؤخر ہو، اسے لفظوں میں مؤخر ذکر کرتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ انہوں نے جب حضور نبی کریم ﷺ کے وصال کی خبر سنی تو آپ رو پڑے اور روتے ہوئے انہوں نے یہ کہا:

با بی انت و امی یا رسول اللہ لقد بلغ من فضیلتک عند اللہ

تعالیٰ ان بعثک اخر الانبیاء و قد مک فی الذکر فقال تعالیٰ و اذا خذنا من النبیین میثاقھم و منک و من نوح الآیة. بأبی وانت و امی یا رسول اللہ لقد بلغ من فضیلتک عندہ ان اھل النار یودون ان یکونو اطاعوک و ھم بین اطباقھا یعذبون یقولون یا لیتنا اطعنا اللہ و اطعنا الرسول الایة

ترجمہ: یارسول اللہ ﷺ! آپ پر میرے ماں باپ قربان! آپ اللہ تعالیٰ کے ہاں فضیلت کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں۔ اس نے آپ کو تمام انبیاء کرام کے بعد مبعوث فرمایا اور ذکر کرتے وقت آپ کا ذکر سب سے پہلے کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”و اذاخذنا من النبیین الایة“

یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر فدا! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ اعلیٰ درجہ کی فضیلت والے ہیں کل قیامت میں جہنمی اس خواہش کا اظہار کریں گے کہ کاش انہوں نے آپ کی اطاعت کی ہوتی حالانکہ وہ اس وقت آگ میں جل رہے ہوں گے کہیں گے: ہمارے لیے افسوس! کاش ہم نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی۔

نبی کریم ﷺ اول الخلق ہیں:

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ”شفاء“ کی شرح میں لکھتے ہیں: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”کنت اول الانبیاء فی الخلق“ میں خلق میں تمام پیغمبروں میں سے اول ہوں۔ یعنی آپ ﷺ کی روح مبارک پیغمبروں کی ارواح سے پہلے پیدا کی گئی۔ یا جب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کو چیونٹیوں کی صورت میں لایا گیا تو آپ ان سے ”اول“ ہیں یا جب اللہ تعالیٰ نے لوح میں تقدیر لکھی، تو آپ کی تقدیر کی کتاب اول تھی۔ یا فرشتوں کیلئے ظہور میں آپ اول ہیں اور بعثت میں سب سے بعد۔ یہ اسلئے کہ آپ ”خاتم النبیین“ ہیں۔ اسی لیے یہاں اس آیت میں آپکا ذکر حضرت نوح علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام کے ذکر سے پہلے کیا گیا، جو تمام انبیاء کرام میں سے ”اولوالعزم“

ہیں۔ جب ان سے مقدم ہوئے تو غیر اولوالعزم حضرات سے بدرجہ اتم اول ہوئے۔

اور یہ بات جان لینی ضروری ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی حقیقت کا ان اوصاف شریفہ عالیہ سے متصف ہونا جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ سے آپ کو عطا ہوئے۔ یہ اتصاف اس وقت بھی آپ کو حاصل تھا یعنی جب آپ نبی تھے (اور یہ حضرت آدم علیہ السلام کے وجود میں آنے سے قبل تھا) اور اس وقت بھی جب میثاق لیا گیا۔ ﷺ

تمام پیغمبروں کے نبی:

✪ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

"وانما تاخر ظهوره الحسی ﷺ فی هذا العالم عن جيعهم ای الانبياء ليكون مستدركا عليهم و متمما ما فاتهم من الكمالات و جامعا لجميع فضائلهم و زيادات"

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ کا عالم محسوسات (اس دنیا) میں تمام انبیاء کرام سے بعد میں اس لیے ظہور ہوا (حالانکہ آپ کا نور اول خلق ہے اور آپ آدم علیہ السلام سے بھی پہلے نبی تھے) تاکہ تمام انبیاء کرام کو جو کمالات نہیں ملے تھے آپ ان کی تکمیل و استدراک فرمائیں اور تاکہ آپ ان کے دیئے گئے تمام کمالات فضائل اور ان کے علاوہ جو انہیں نہیں دیئے گئے ان سب کے جامع ہوں، اسکی تشریح میں سید احمد عابدین رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔

مواہب لدنیہ وغیرہ میں جو اس موضوع پر لکھا گیا ہے اس کا خلاصہ اور ماحصل یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ تمام پیغمبروں کے نبی اور ان تمام کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے۔ اس کے باوجود کہ حضرات انبیاء کرام اپنی اپنی نبوت پر بھی باقی تھے۔ اسی لیے آپ ﷺ کے جھنڈے تلے کل قیامت میں تمام پیغمبر تشریف فرما ہوں گے اور دنیا میں بھی معراج شریف کی رات ایسا ہی ہوا۔ آپ نے ان تمام کا امام بن کر نماز پڑھائی اور اگر حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت عیسیٰ علیہم السلام میں سے کسی پیغمبر کے دور میں آپ اپنے جسم اطہر کے ساتھ تشریف لاتے تو ان پیغمبروں اور ان کی

امتوں کیلئے آپ پر ایمان لانا اور آپ کی مدد کرنا واجب ہوتا، اسی بات کا اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے عہد لیا تھا۔ اس موضوع کے بارے میں مکمل گفتگو ''مواہب لدنیہ'' نوع ثانی کے چھٹے مقصد میں مرقوم ہے۔

نبی کریم ﷺ کی روحانیت ہر پیغمبر کی روحانیت کیساتھ ہے:

عارف باللہ سیدی محی الدین بن عربی رضی اللہ عنہ نے ''فتوحات'' کے دسویں باب میں ''مواہب لدنیہ'' کے مذکورہ کلام کی تفصیل کے بعد ارشاد فرمایا: اسی لیے تمام انسانوں کی طرف جس شخصیت کو رسول بنا کر بھیجا گیا، وہ صرف اور صرف آپ ہیں لہٰذا آپ ﷺ ہی سب کے بادشاہ اور سردار ہیں۔ آپ کے علاوہ ہر رسول کو ایک خاص قوم کی طرف بھیجا گیا۔ اس لیے کسی رسول کی رسالت آپ کے سوا ''رسالت عامہ'' نہیں ہے، پس حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت کے زمانہ تک بلکہ تا قیامت آپ ﷺ کی بادشاہی ہے۔ کل قیامت کے دن بھی آپ تمام پیغمبروں سے مقدم ہوں گے اور آپ کی سیادت حدیث صحیح بطور نص آئی ہے۔ پس حضور نبی کریم ﷺ کی روحانیت ہر پیغمبر کی روحانیت کے ساتھ موجود ہے اور ان کی طرف امداد آپ کی روح مبارک سے ہی آتی ہے۔ جس کے ذریعہ یہ حضرات شریعتوں کا اظہار اور اپنے اپنے دور میں علوم کا فیضان بحیثیت رسول دوسروں تک پہنچاتے ہیں اور جو لوگ شریعتوں کی تشریح کا اظہار کرتے ہیں جیسا کہ حضرت علی اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہم وغیرہ یہ اپنے اپنے دور میں اور حضور نبی کریم ﷺ کے دور میں اس کا اظہار کرتے ہیں۔ یا جیسا کہ حضرت الیاس اور حضرت خضر علیہم السلام ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم ہیں۔ آپ آخری زمانہ میں اپنے ظہور کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کی شریعت کے مطابق ہی فیصلہ جات فرمائیں گے، لیکن جب حضور نبی کریم ﷺ ''عالم محسوسات'' میں پہلے تشریف نہیں لائے تو اس بنا پر ہر شریعت اس رسول و پیغمبر کی طرف منسوب کی گئی جنہیں وہ دے کر بھیجا گیا حالانکہ درحقیقت وہ حضور نبی کریم ﷺ کی ہی شریعت تھی اگرچہ آپ

ﷺ اس وقت بعینہٖ تشریف فرما نہ تھے جس طرح آج آپ کی شریعت جاری و ساری ہے حالانکہ آپ بعینہٖ اس وقت عالم محسوسات میں تشریف فرما نہیں اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اس وقت بھی آپ ''عالم حس'' میں موجود نہیں ہوں گے۔

رہا یہ مسئلہ کہ حضور نبی کریم ﷺ کی شریعت مطہرہ تمام سابقہ شریعتوں کی ناسخ ہے۔(جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی شریعت کو خود ہی منسوخ کر دیا، کیونکہ پہلی شریعتیں بھی دراصل آپ کی شریعت تھی) تو اس بارے میں صورتحال یہ ہے کہ سابقہ شریعتوں کا منسخ ہونا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ شریعتیں آپ کی شریعت نہ تھیں اور آپ کی شریعت سے وہ نکل گئیں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کی شریعت ظاہرہ جو آپ لے کر تشریف لائے تھے، جو قرآن و سنت کے رنگ میں ہمارے پاس موجود ہے۔ میں ''نسخ'' کا گواہ بنایا ہے۔یعنی قرآن کریم کی بعض آیات دوسری بعض آیات سے منسوخ ہوئیں جسے تمام امت بالا تفاق تسلیم کرتی ہے اسی طرح سنت مبارکہ میں بھی ''نسخ'' کا وجود سب کو مسلم ہے۔اس کے باوجود ہم سب کا اتفاق و اجماع ہے کہ وہ احکام و آیات جو منسوخ ہو چکی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو عطا کی گئی شریعت کا ہی حصہ ہیں۔تو معلوم ہوا کہ متاخر شریعت نے متقدم شریعت کو منسوخ کیا ہے۔لہٰذا قرآن کریم اور سنت مبارکہ میں موجود نسخ ہمارے لیے اس بات کی تنبیہ ہے کہ آپ کی شریعت کا سابقہ تمام شریعتوں کا ناسخ ہونا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سابقہ شریعتیں آپ کی شریعت نہ تھیں۔اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آخری زمانہ میں نزول فرمانا اس حال میں کہ آپ اپنی شریعت کے علاوہ دوسری شریعت کے مطابق فیصلہ جات اور حکومت کریں گے بلکہ آپ حضور نبی کریم ﷺ کی شریعت یعنی ''شریعت محمدی'' کے ساتھ حکومت کریں گے۔ایسا اس لیے کہ اس طرح یہ بات پختہ ہو جائے کہ آج کے دن کسی پیغمبر کے حکم کی کوئی گنجائش نہیں اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی بات عیاں ہو جائے کہ وجود اسی شریعت کا ہے جسے حضور نبی کریم ﷺ نے اپنایا

اور اس میں وہ بات بھی داخل ہے جو اہل کتاب میں سے اہل ذمہ سے تعلق رکھتی ہے اور وہ اس وقت جب تک وہ ذلیل ہو کر جزیہ ادا کرتے رہیں گے اس لیے کہ حکم شرع کی کئی حالتیں ہوتی ہیں، ان تمام باتوں سے ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ ہی بادشاہ اور تمام اولاد آدم علیہ السلام کے سردار ہیں اور جو پہلے ہو چکے وہ بھی آپ کی ملک میں تھے اور آپ کی اتباع کرتے رہے اور جو ان میں مالک دکھائی دیتے ہیں وہ دراصل حضور نبی کریم ﷺ کے نائب تھے لہٰذا آپ ﷺ ان تمام کے فضائل کے جامع بھی ہیں اور اس سے زیادہ فضیلت بھی آپ کو میسر ہے۔

تمام خصوصیات کے جامع:

✿ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک آیت کریمہ لکھی:

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ (سورۃ الانعام)

ترجمہ: ”وہ (حضرات انبیاء کرام) ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی۔“

پس آپ ان کی اقتداء کریں، اس کے ساتھ ابن حجرؒ نے لکھا: یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انبیاء سابقین میں جس قدر کمالات، ہدایت، معجزات اور خصوصیات تھیں، وہ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات میں وافر مقدار میں موجود ہیں۔ اس آیت کریمہ اور مذکورہ قول کی تشریح کرتے ہوئے علامہ سید احمد عابدینؒ لکھتے ہیں۔

حضرات انبیاء سابقین کی ”ہدیٰ“ سے مراد (جس کی اقتدار کرنے پر حضور کو حکم دیا گیا) ان کے اپنے اپنے الگ تمام کمالات ہیں اور وہ احکام اصلیہ ہیں جن پر سب کا اتفاق ہے۔ مثلاً توحید، اصول الدین، اس سے مراد ان کو دی گئی الگ الگ شریعت کی فروعات نہیں کیونکہ منسوخ ہو جانے کے بعد وہ ”ہدیٰ“ نہیں رہیں۔

اگر کوئی یہ پوچھے کہ مذکورہ بات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ تمام انبیاء کرام سے افضل ہیں حالانکہ بخاری و مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”کسی کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ مجھے حضرت یونس

بن متی سے افضل کہے" اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک یہودی کے بارے میں روایت ہے۔ جس نے کہا تھا: اس خدا کی قسم! جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تمام انسانوں سے برگزیدہ بنایا۔ اس پر ایک انصاری نے اس کے منہ پر تھپڑ مارا، اور کہا تو یہ کہتا ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان موجود ہیں؟ پھر جب یہ بات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے فرمایا: "انبیاء کرام کے مابین ایک دوسرے کو فضیلت نہ دو" ایک اور روایت میں آتا ہے آپ نے ارشاد فرمایا: "مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو۔"

اس سوال کا جواب جیسا کہ عارف باللہ سیدی محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحات کے دسویں باب میں تحریر فرمایا کہ ہم اپنی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت نہیں دے رہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو افضل بنایا اور فضیلت عطا فرمائی۔ اس لیے کہ یہ بات ہماری دسترس میں نہیں ہے اگرچہ قرآن کریم میں ہی یہ وارد ہے:

"اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ" (سورۃ الانعام)

جب اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر فرمایا یہ صحیح ہے۔ دیکھتے نہیں اللہ تعالیٰ "فبھد ھم" فرمایا ہے پس ان کی "ہدیٰ" اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہی ہے۔ یعنی اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی اس شریعت کو لازم پکڑو، جس کو آپ کے نائبین نے ظاہر کیا، جو اقامت دین تھی، اس میں تم افتراق نہ کرو۔ اس کی بجائے اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: "فبھدم اقتدہ" یعنی ان پیغمبروں کی اقتداء کرنے کا حکم نہیں دیا، بلکہ ان کی "ہدیٰ" کی اقتداء کا حکم دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے قول: "ولا تفرقوا فیہ" میں ایک ہی شریعت ہونے پر تنبیہ ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے قول "اتبع ملۃ ابراھیم" حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی اتباع کرو۔ میں "ملت ابراہیم" بھی "دین" ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دین کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لیے کہ دین یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے کسی غیر کی طرف سے نہیں، تم ذرا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کو غور سے دیکھو: "لو کان موسیٰ حیا ما وسعہ الا ان

یتبعنی'' اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ ہوتا۔

اس ارشاد میں حضور نبی کریم ﷺ نے اتباع کی اپنی طرف اضافت کی۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ''اتباع الدین'' کا حکم دیا اور انبیاء کرام کی ''ہدی'' کے اتباع اقتداء کا حکم دیا ہے۔ یہ حکم نہیں دیا کہ پیغمبروں کی اتباع کرو۔ اس لیے کہ جب امام اعظم موجود ہو تو اس کے نائبین میں سے کسی نائب کا کوئی حکم باقی نہیں رہتا، صرف اور صرف اسی کا حکم باقی رہتا ہے پھر جب نائب کا حکم اس کی تحریرات سمیت غائب ہو گیا تو وہی (امام اعظم) غیب وشہادت میں حکم ہوگا۔ اھ۔

مذکورہ احادیث کی علماء کرام نے مختلف تاویلات کی ہیں اور مختلف جوابات دیئے ہیں اگر تم ان کو جاننا چاہتے ہو تو ''شفاء'' اور اس کی شروحات کا مطالعہ کر لو۔ ان میں سے ایک تاویل یہ ہے کہ تفصیل سے جو منع وارد ہوئی اس سے مراد ''حق نبوت و رسالت'' ہے۔ (یعنی نبوت ورسالت کے حق میں کسی پیغمبر کے درمیان فرق نہ کرو کہ فلاں زیادہ حق دار تھا فلاں کم) اس منع سے مراد خود پیغمبروں اور مرسلین کی شخصیات نہیں۔ (یعنی پیغمبر ایک دوسرے سے افضل ہو سکتے ہیں۔)

سنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے عقیدہ کی شرح کے بعد اس کے کہ انہوں نے جو کچھ شفاء میں لکھا، ان دلائل میں سے جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام کے مابین نفس نبوت اور حقیقت نبوت میں کوئی تفاضل اور تفریق نہیں۔ ایک دلیل یہ ہے کہ ایسا کہنا ممنوع ہے کہ فلاں نبی کا نبوت میں سے کم حصہ ہے اور فلاں کا زیادہ ہے۔ اسی قسم کی دیگر عبارات موجود ہیں۔ جن کا تقاضا یہ ہے کہ ''نبوت'' کو ہم ایسی صفت نہیں کہہ سکتے جو ''تشکیک'' کے قبیلہ سے ہو اور بلاشک اس قسم کی بات کا امتناع اور ایسا کہنے سے باز رہنا دین کی معلومات ضروریہ میں سے ہے۔ سلف صالحین اور خلف کا یہی موقف چلا آ رہا ہے تو اس بات سے یہ معلوم ہوا کہ ''حقیقت نبویہ'' کلی متواطی ہے جس کے تمام افراد مساوی ہوتے ہیں، لہٰذا ہمیں ایسے شخص کی طرف

دھیان نہیں دینا چاہیے جو اسکے مقتضی کا مخالف ہے کیونکہ اس کا فساد باطل واضح ہے۔

یہ بات عنقریب آنے والی بات کی تائید کرتی ہے کہ ''نبوت'' ایسی صفت ہے جو محنت وکسب سے حاصل نہیں ہوتی، اور علامہ سنوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تقریر کے دوران نبوت کا ذکر کیا، رسالت کا نہیں۔ اس سے اس طرف اشارہ ہوتا ہے کہ ان دونوں کے مابین فرق ہے۔ (یعنی نفس رسالت اور حقیقت رسالت میں تفاضل وتفریق کا ذکر نہ کرنے کا اشارہ کیا ہے کہ ان میں تفاضل ہونا ممکن ہے۔) فتاملہ

اس کے قریب قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، فرماتے ہیں: حضرات انبیاء کرام ''نبوت من حیث ھی ھی'' میں ایک ہی حد و مقام پر ہیں۔ اس لیے کہ یہ ایک ہی چیز ہے جس میں کوئی تفاضل اور فرق نہیں، اگر تفاضل اور فرق ہے تو وہ احوال، خصوصیات، کرامات، مرتبہ جات اور الطاف میں ہے۔ رہی ''نفس نبوت'' تو اس میں کوئی تفاضل نہیں۔ تفاضل ان باتوں میں ہے جو نبوت کے علاوہ ہیں۔ اور اس سے زائد ہیں۔ اسی لیے ان میں سے بعض ''رسول'' ہیں بعض ''اولوالعزم'' ہیں بعض کو بلند مکان پر اٹھایا، بعض کو بچپن میں ''حکم'' عطا فرمایا۔ بعض کو ''زبور'' دی بعض کو ''بینات'' عطا کیں۔ بعض جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور بعض کے درجات بلند فرمائے۔

بعض سے مراد (یعنی جن بعض کو بلند درجات عطا فرمائے) ہمارے آقا ﷺ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام ماسوا پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ یہ فضیلت کئی وجوہ سے ہے اور بلند و بالا مراتب کے اعتبار سے ہے۔ جیسا کہ آپ کی دعوت عرب وعجم، انس و جن اور ملائکہ سب کیلئے عام ہے۔ آپ کے معجزات قیامت تک باقی ہیں۔ ان میں سے عظیم ترین معجزہ قرآن کریم ہے۔ علاوہ ازیں اور بھی غیر محدود امور ہیں جن کی وجہ سے آپ کو فضیلت دی گئی۔

حضرات علماء کرام اور خود علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے آیت مذکور کو حضور نبی کریم ﷺ کے ''افضل الانبیاء'' ہونے پر دلیل وحجت بنایا ہے۔ اس طرح کہ کمال خصلتیں اور شرف کی

صفات حضرات انبیاء کرام میں بٹی ہوئی تھیں۔ مثلاً حضرات داؤد اور حضرت سلیمان علیہم السلام ایسے پیغمبر تھے جو نعمت پر شکر کرنے والے تھے۔ حضرت ایوب علیہ السلام آزمائشوں اور مصیبتوں پر شکر کرنے والوں میں سے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام ان دونوں کمالات کے جامع تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام معجزات قاہرہ والے پیغمبر تھے۔ حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت الیاس علیہم السلام "اصحاب زہد" تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام "صاحب الصدق" تھے۔ یعنی ہر ایک پیغمبر میں ایک نہ ایک معین صفت اور کمال غالب تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے تمام جمیل خصلتیں جو سب پیغمبروں میں تھیں وہ سب کی سب اپنے حبیب ومحبوب صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع فرما دیں۔ اس لیے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ انبیاء سابقین کی ہدیٰ کی اقتداء کریں تو اس کو حاصل کرنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کسر نہ چھوڑی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمارے ہاں تشریف لانا اللہ کا احسان ہے:

✿ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی اپنی کتاب میں درج فرمایا:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (سورۃ التوبہ)

ترجمہ: "یقیناً تمہارے پاس تم میں سے ہی رسول اللہ تشریف لائے جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں گزرتا ہے، تمہارے بہت خیر خواہ ہیں، مومنوں کیلئے مہربان اور رحم دل ہیں۔"

✿ اس کی تشریح میں علامہ سید احمد عابدین نے لکھا:

"لقد جاء کم" یعنی خدا کی قسم! یقیناً تمہارے پاس اے لوگو! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ "قسم" کا معنی "لام تاکید" اور اس کے ساتھ "قد" سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ یہ دونوں حروف کلام کی تحقیق پر دلالت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے قول "جاء" میں اشارہ ہے کہ ہمارے رسول اللہ اگرچہ کسی دور دراز جگہ پر تشریف فرما ہوتے تو لوگوں پر واجب تھا کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تاکہ

آپ سے علم دین سیکھیں اور یقین کی معرفت حاصل کریں۔ پس (ہمارے جانے کی بجائے) آپ ﷺ کا ہمارے پاس تشریف لانا دراصل اللہ تعالیٰ کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے۔ اور اس کا ہم پر فضل ہے اور حضور نبی کریم ﷺ کی بھی بہت بڑی مہربانی ہے لہٰذا ہم پر لازم ہے کہ آپ ﷺ کا بہترین استقبال کریں، آپ کے حکم کی اطاعت کریں اور اسے صدق دل سے قبول کریں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے لفظ رسول ذکر فرمایا۔ اس پر ''تنوین'' عظمت کیلئے ہے۔ یعنی عظیم الشان رسول اور ایسی برہان جوابدی ہے وہ تشریف فرما ہوئے اور قول باری تعالیٰ ''من انفسکم'' سے مراد تمہاری جنس میں سے ہے۔ یعنی آپ تمہاری طرح آدمی ہیں۔ فرشتوں وغیرہ کی جنس سے نہیں ہیں۔ یہ اس لیے تاکہ تم آپ سے نفرت نہ کرنے لگو اور دور نہ بھاگو اور آپ کی متابعت سے انکار نہ کرو۔ اور یہ کہنا شروع نہ کردو کہ ہمیں ان کی متابعت کی ہمت نہیں کیونکہ آپ ہماری جنس میں سے نہیں ہیں۔ اس کی تائید اللہ تعالیٰ کا یہ قول کرتا ہے: ''قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ'' (سورۃ الکہف) کہہ دیجئے میں بظاہر تمہاری طرح ہوں۔

- اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی اس کی تائید کرتا ہے:

''لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ''

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے یقیناً مومنوں پر احسان فرمایا، جب ان میں ان میں سے ہی عظیم الشان رسول کو مبعوث فرمایا (سورۃ آل عمران)

اس آیت میں ''مومنین'' کا لفظ عام ہے جو ہر قسم کے ایماندار کیلئے ہے، لہٰذا معنی یہ ہوگا کہ آپ ﷺ تمہاری جنس میں سے ہیں۔ اس لیے کہ فرشتہ اور جن ہم جنس نہ ہونے اور حواس خمسہ کا ادراک حاصل نہ ہونے کی وجہ سے ایسی مخلوق نہیں کہ جن سے انسان نفع حاصل کر سکے، لہٰذا ایک ایسے ہم جنس واسطہ کی ضرورت پڑی، جس کی دو جہتیں ہوں۔ ایک تجرد کی جہت تاکہ اللہ تعالیٰ و تقدس کی طرف سے حصول فیض ہو سکے

اور دوسری تعلق کی جہت کہ جس کی وجہ سے بندوں تک فیض پہنچانے کی قدرت ہو۔ یہی واسطہ حضور نبی کریم ﷺ ہیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے لطافت میں کامل ہونے کی بنا پر یہ ممکن ہے کہ جنات بھی آپ سے مستفیض ہوں کیونکہ جنات کے جسم ''لطیف'' ہوتے ہیں اسی لیے حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں بھی وہی دعوت دی جو انسانوں کو دی تھی۔

آیت مذکورہ کے لفظ ''انفسکم'' کی ضمیر میں احتمال ہے کہ اس کے مخاطب بالخصوص عرب ہوں۔ (آدمی کی جنس نہ ہو یعنی عام خطاب نہ ہو) اس احتمال کے پیش نظر معنی یہ ہوگا۔ خدا کی قسم! اے عرب! تمہارے پاس تمہاری طرح عربی بولنے والے رسول تشریف لائے۔ ان کی لغت تمہاری لغت کی مانند ہی ہے اور ایسا ہونا باہمی الفت و محبت کے بہت قریب اور بے گانگی سے بہت دور ہے اور حجت و دلیل کی فہم میں بہت زیادہ مؤثر اور تیز ہے۔ اس لیے کہ ''ارشاد'' تبھی حاصل ہوتا ہے جب زبان کی معرفت ہو، جن حضرات نے یہ معنی پسند کیا ہے انہوں نے اپنے اس احتمال کیلئے ''حریص علیکم'' کو بطور استدلال پیش کیا ہے اور یہ بھی دلیل بنائی ہے کہ ''انفسکم'' کی ضمیر سے متبادل یہی سمجھ میں آتا ہے کہ (اس سے مخاطب عرب ہیں) پھر اللہ تعالیٰ کے قول 'لقد جاء کم'' میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عظیم ہدیہ اور تحفہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہدیہ اور تحفہ سے منہ وہی موڑتے ہیں جو کافر اور منافق ہوں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا: ''عزیز علیه ما عنتم'' لفظ عزیز کا معنی غالب اور شدید ہے اور کلمہ ''ما'' مصدریہ ہے۔ ''عنت'' کا معنی کسی دشوار و مشکل کام میں پڑنا ہے اور سب سے ناگوار کام جہنم میں جانا ہے۔ یہ جملہ جس میں مبتداء مؤخر اور خبر مقدم ہے لفظ رسول کی صفت ہے۔ معنی یہ بنے گا۔ آپ ﷺ پر بہت ناگوار اور شاق گزرتا ہے۔ تمہارا مشقت میں پڑنا۔ یعنی ایمان کے چھوڑنے کی وجہ سے جو تکلیف اور دکھ درد تمہیں ہوگا حضور نبی کریم ﷺ پر وہ بہت شاق ہے۔ پس آپ ﷺ تمہارے بارے میں یہ صفت

رکھتے ہیں کہ کہیں تمہاری عاقبت بری نہ ہو اور کہیں تم عذاب میں گرفتار نہ ہو جاؤ اور آپ کا ایسا ہونا اسی مجانست (ہم جنس ہونا) کا نتیجہ ہے۔ جو "انفسکم" میں مذکور ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قول "حریص علیکم" یعنی حضور نبی کریم ﷺ تمہارے ایمان قبول کرنے، تمہارے احوال کی اصلاح اور تمہاری طرف بھلائی کا پہنچانا، اس کے بہت آرزومند ہیں، کسی چیز کی شدید طلب کہ جس میں انتہائی کوشش بھی ہو، اسے ''حرص'' کہتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ مخلوق کی ہدایت کی شدید حرص رکھتے تھے۔ اسی لیے آپ نے مخلوق خدا کو الگ الگ اور جماعت کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی۔ ان کے گھروں میں تشریف لے گئے ان کے میلوں میں ان کے اجتماعات میں تشریف لے گئے، آپ نے اس کیلئے لوگوں کو جمع کیا۔ آپ کی ''حرص'' یہ تھی کہ بندوں کی اصلاح ہو جائے اور یہ ''حرص'' اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری اور اس کی رضامندی کے حصول کیلئے تھی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "بالمومنین رؤف رحیم" آپ مومنوں کیلئے نہایت مہربان اور مجسمہ رحمت ہیں۔ تفسیر ''روح البیان'' میں بحوالہ ''تاویلات نجمیہ'' مذکورہ قول باری تعالیٰ کی تفسیر میں لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے "ان اللہ بالناس لروف رحیم" (سورۃ الحدید) فرمایا اور حضور نبی کریم ﷺ کیلئے "بالمومنین رؤف رحیم" فرمایا۔ اس انداز کلام میں ایک لطیف و شریف نکتہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ ''مخلوق'' ہیں تو آپ کی رحمت و رأفت بھی مخلوق ہی ہوگی لہٰذا وہ صرف مومنوں کیلئے مخصوص ہوئی کیونکہ مخلوق ہونا ایک قسم کی کمزوری ہے اور اللہ تعالیٰ جب خالق ہے (مخلوق نہیں) تو اس کی رأفت و رحمت قدیم ہوگی لہٰذا وہ خالقیت کی مضبوطی کی بناء پر عام لوگوں کیلئے ہوئی، جیسا کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "رحمتی وسعت کل شیء" میری رحمت ہر چیز سے وسیع ہے (سورۃ الاعراف) پس جس شخص کو رأفت و رحمت خالقیت نے اپنے دامن میں لے لیا، وہ رأفت و رحمت نبویہ کے قابل بھی ہوگا

کیونکہ یہ (نبوت رحمت و رأفت) رحمت و رأفت خالقیت کے نتائج میں سے ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ (سورۂ آل عمران ۱۵۹)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سبب آپ ان کیلئے نرم ہیں۔''

✿ اس کے بعد قول باری تعالیٰ ہے:

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ (سورۂ التوبہ)

ترجمہ: ''پس اگر وہ منہ موڑ لیں تو فرما دیجیے میرے لیے اللہ کافی ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس پر میں نے توکل کیا اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔''

بعض اہل تحقیق فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کو اس لیے پیدا کیا تاکہ نبی کریم ﷺ کے شرف کا اظہار ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول: ''عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا'' ترجمہ: قریب ہے کہ آپ کو آپ کا رب ''مقام محمود'' پر پہنچائے۔ (سورۂ الاسراء) یہ مقام عرش کے نیچے ہے۔

عارف ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ان کے بعد عارف محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ثابت و حق کہا کہ اگر عرش اور اس کے تمام متعلقات و مشتملات کو سو کروڑ مرتبہ دوگنا کر کے عارف باللہ کے دل کے ایک کونہ میں رکھا جائے تو عارف کو اس کا احساس تک نہیں ہوگا۔ (یعنی محسوس نہ ہوگا کہ میرے دل میں کوئی چیز ہے) اور عارف کا دل حادث اشیاء کو کیسے محسوس کرے گا جبکہ اس میں ''قدیم'' کی وسعت ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں وارد ہے:

ولکن وسعنی قلب عبدی المؤمن

ترجمہ: لیکن میرے مومن بندوں کا دل میری وسعت رکھتا ہے۔

''عارف'' ہی انسان حقیقی ہے جو ذات باری تعالیٰ سے منعکس ہے اور جو حق جل

وعلا کے وجود کے مشاہدہ کی دائمی لذت حاصل کرنے والا ہے اور اسے "علی الدوام اللہ جل جلالہ" کا مشاہدہ ہوتا ہے اور یہ عبد خالص ان یکتا بندوں میں سے ہوتا ہے جو دائرہ کمال کے نقطہ نظر سے بنائے گئے ہوتے ہیں جو جہالت وضلالت کے اندھیروں کو پھاڑنے والے ہوتے ہیں اور اسرار فلاک کے قطب کی حقیقت کے شمس ہوتے ہیں جو انوار کے آسمانوں میں چمکتا ہے جب ایک عارف کا یہ مقام ہے تو کیا رسول اللہ ﷺ ایسے نہیں ہو سکتے؟ حالانکہ آپ دائرہ فردانیہ کے مرکز، تجلیات رحمانیہ کے مظہر اور حقیقت انسانیہ کا عین ہیں اور آپ سے ہی انسانی و روحانی کائنات کا وجود ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا روح پاک پیدا فرمایا جیسا کہ

روحانی صورت:

"روح البیان" میں بعض علماء وعارفین کا قول نقل کیا گیا ہے اس روح کو پیدا کرنے کے بعد اس کی ایک روحانی صورت بنائی۔ وہ صورت آپ ﷺ کی اس صورت جیسی تھی جو اس دنیا میں آپ کی تھی۔ اس روحانی صورت کا سر برکت سے، دونوں آنکھیں حیاء سے، دونوں کان عبرت سے، زبان ذکر سے، دونوں ہونٹ تسبیح، چہرہ رضا سے، سینہ اخلاص سے، قلب رحمت سے، دل شفقت سے، دونوں ہاتھ سخاوت سے، بال جنت کے نباتات سے اور تھوک جنت کے شہد سے بنائے گئے تھے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ کے ایک کنوئیں جس کا نام "بحر رومہ" ہے جس کا پانی سخت کڑوا کسیلا تھا۔ اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا تو میٹھا لذیذ ہو گیا۔

اولین وآخرین کے سردار:

✪ علامہ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فرسول اللہ ﷺ الاولین والآخرین و لملا ئکۃ المقربین و الخلا ئق اجمعین و حبیب رب العالمین

ترجمہ: ''رسول اللہ ﷺ اولین و آخرین مقرب فرشتوں اور تمام مخلوقات کے سردار اور رب العالمین کے حبیب ہیں۔''

اس کی تشریح میں علامہ موصوف رقمطراز ہیں۔ وہ حضرات جن پر اللہ تعالیٰ کی بیش بہا نعمتیں نازل ہوئیں ان تمام میں سے حضور نبی کریم ﷺ بہترین شخصیت ہیں۔ آپ کے اوصاف دائرہ امکان سے باہر ہیں کیونکہ عبارت ان کو بیان کرنے سے قاصر ہے۔ آپ کی وہ ذات مقدسہ ہے جو ان حضرات سے کہیں اعلیٰ وارفع ہے جو ہر وقت ایسے مقامات میں اور آگے ترقی کر رہے ہیں جن کا ادراک نہیں ہو سکتا۔ ہاں ان مقامات کو وہی جانے جو ان پر آگے بڑھ رہا ہے اور یہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے خاصہ ہیں اور آپ ﷺ حضرات انبیاء کرام کی وہ مہر ہیں جو ہر قسم کے فضائل خیرات اور مناقب کے جامع ہیں جو الگ الگ تمام انبیاء کرام میں پائے جاتے ہیں۔ آپ جامع فضائل و کمالات کیوں نہ ہوں جبکہ تمام پیغمبر علیہم السلام آپ کی تفصیل کی صورتیں ہیں۔ آپ کے خلفاء ہیں اور آپ کی تعینات کے مظاہر ہیں، کوئی پیغمبر ایسا نہیں جو آپ کے نور میں غوطہ زن نہ ہو، آپ کے سمندر سے پانی حاصل کرنے والا نہ ہو، ہر ایک نبی اپنے اپنے مقام و مرتبہ کے مطابق اس سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ ہر قسم کی خیر و برکت خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر وہ آپ ہی سے حاصل ہوتی ہے اور آپ کی طلعت سے ہی ظاہر ہوتی ہے اور تمام موجودات آپ ﷺ سے ہی پیدا کی گئی ہیں۔ جیسا کہ بیج سے درخت پیدا ہوتا ہے پس آپ ﷺ ''اصل الوجود'' ہیں اور موجود ہونے کے اعتبار سے سب سے زیادہ قریب موجود ہیں اور تمام ارواح کی روح ہیں۔ آپ ﷺ ہی تمام روح اعظم، آدم اکبر، صاحب کلمہ جامعہ اور رسالت محیطہ کے تاجدار ہیں اور آپ ﷺ ہی تمام مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے نام پر جمع کرنے والے ہیں اور آپ ہی خیرات کے تمام دائروں کے جامع ہیں۔ رسالات، نبوت، حقائق عیانیہ، اسرار توحید ربانیہ کے جامع بھی آپ ہی ہیں۔ ﷺ

صاحب المعجزات:

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے حضور نبی کریم ﷺ کو ''صاحب المعجزات'' لکھا۔ سید احمد عابدین رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح میں لکھتے ہیں۔ حضرت علامہ امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ''قصیدہ تائیہ'' کے آخر میں حضور نبی کریم ﷺ خطاب کرتے ہوئے کہا ہے:

و اقسم لو ان البحار جمیعها مدادی و اقلامی لها کل غوطة

لما جئت بالمعشار من آیک التی تزید علی عد المجوم المنیرة

ترجمہ: ''میں قسم اٹھاتا ہوں کہ اگر تمام دریا وسمندر میری سیاہی ہوتے اور درخت میرا قلم ہوتے اور میں آپ ﷺ کی عمر بھر نشانیاں لکھتا تو ان کا دسواں حصہ بھی لکھ نہ پاتا کیونکہ آپ کی آیات وصفات ان چمکتے ستاروں سے بھی کہیں زیادہ ہیں۔''

- حضور نبی کریم ﷺ کی مدح میں ''سید المداح'' علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا عجیب شعر کہا ہے:

ان معجزاتک العجز عن و صفک اذلا یحده الاحصاء

یارسول اللہ ﷺ! آپ کے معجزات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ کے وصف کو بیان کرنے سے ہر ایک عاجز ہے۔ اس لیے کہ گننے والے ان کی گنتی کر ہی نہیں سکتے۔ اس شعر میں علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے حضور نبی کریم ﷺ کے اوصاف میں سے کسی ایک وصف کے احاطہ کرنے سے ہر ایک عاجز ہے۔ اس کو آپ کے معجزات میں سے ایک معجزہ کہا ہے۔ یعنی آپ کے وہ مخصوص اوصاف کہ اللہ تعالیٰ نے جن کے ساتھ آپ کا اختصاص فرمایا، خواہ وہ اخلاق کریمہ ہوں، یا فضائل جسیمہ یا اوصاف جو اقصیٰ درجہ تک پہنچے ہوئے ہوں، ان میں سے کسی ایک تک کسی کیلئے رسائی ناممکن ہے۔ لہٰذا ان کی کوئی حد نہیں کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ ہر لحہ قرب کے مراتب میں ترقی کی طرف گامزن ہیں۔ یہ ترقی زندگی میں بھی تھی اور بعداز وصال بھی جاری ہے۔ موقف میں

اور جنت میں بھی مالانہایۃ تک جاری رہے گی۔ جس کا اختتام اور رکنا ناممکن ہے۔

فبالغ و اکثر لن تحیط بوصفه

و این الثریا من ید المتناول

کے تحت علامہ سید احمد عابدین لکھتے ہیں۔

جیسا کہ عارف سراج عمر بن الفارض رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہیں کسی نے خواب میں دیکھا تو خواب دیکھنے والے نے پوچھا: کہ آپ حضور نبی کریم ﷺ کی ''نظم صریح'' کے ذریعہ تعریف کیوں نہیں کرتے تو جواب میں ارشاد فرمایا:

ارى كل مدح في النبي مقصرا و ان بالغ المثني عليه و اكثرا

اذا الله اثنى بالذى هوا هله عليه فما مقدار ما تمدح الورىٰ

ترجمہ: میں بخوبی جانتا ہوں کہ ہر مدح و تعریف آپ ﷺ کی شان کے مقابلہ میں بہت تھوڑی ہے۔ خواہ حمد و ثناء کرنے والا کسی قدر مبالغہ کرے یا کثرت سے حمد و ثناء کرے۔ جب اللہ تعالیٰ آپ کی وہ تعریف کرتا ہے جس کے آپ مستحق ہیں تو اس کے سامنے اس تعریف کی کیا حیثیت ہے جو مخلوق کرتی ہے۔

لہٰذا اگر اولین و آخرین حضور نبی کریم ﷺ کے مناقب و خصائص کے شمار کرنے میں بہت زیادہ مبالغہ کریں تو بھی تمام کے تمام اس کی انتہا تک پہنچنے سے عاجز رہیں گے جو تعریف آپ کے خالق و مالک رب ذوالجلال نے آپ کے ''مواہب احمدیہ، اخلاق محمدیہ اور صفات مصطفویہ'' کی کی ہے اور اگر اس کی مثال دی جائے کہ آپ ﷺ کے اوصاف کی گنتی کرنے والا کیا ہے تو یہ دی جاسکتی ہے کہ ایک انسان اپنا ہاتھ اوپر کو اٹھاتا ہے اور اسے لمبا کرتا ہے تاکہ ''ثریا'' کو ہاتھ سے پکڑ لے۔ لیکن کہاں ہاتھ اور کہاں ثریا ستارے؟ اسی لیے کسی عارف نے کیا خوب کہا ہے جیسا کہ شمائل کی شرح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

الخلق ما عرفو الله تعالىٰ و ما عرفوا محمدا ﷺ ''

مخلوق نے نہ تو اللہ تعالیٰ کو پہچانا اور نہ ہی حضور نبی کریم ﷺ کو پہچانا۔ اھ

نبی کریم ﷺ کا کوئی امتی جہنم میں جائے آپ راضی نہیں:

✿ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

وخصه بانه تعالى يطيه صلى الله عليه وآله وسلم حتى يرضى فيقول يا رب لا ارضى واحد من امتى فى النار

اس قول کی شرح کرتے ہوئے سید احمد عابدین رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔

"شفاء" میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس سے راضی نہیں ہوں گے کہ آپ کا کوئی امتی جہنم کی آگ میں جائے۔ "شفاء" کے شارح ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اور مواہب کی شرح میں علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ دیلمی میں مسند الفردوس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت لکھی۔ فرماتے ہیں جب آیت:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (سورۃ الضحیٰ)

نازل ہوئی تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اب میں اس وقت تک راضی نہ ہوں گا جب تک میرا ایک امتی بھی آگ میں ہوگا۔ ابونعیم نے حلیہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر موقوف روایت ذکر کی ہے کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ارشاد: "**وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى**" سے بڑھ کر زیادہ امید دلانے والی آیت کوئی نہیں۔ اور رسول اللہ ﷺ اس سے راضی نہیں ہوں گے کہ آپ کا ایک امتی بھی آگ میں داخل ہو۔ یہ روایت لفظاً موقوف ہے لیکن حکماً مرفوع ہے اسلئے کہ رائے کو ایسی بات میں دخل نہیں ہوتا۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ "دلجی" نے کہا: اگر یہ روایت (کسی امتی کے جہنم میں جانے سے آپ راضی نہ ہوں گے) صحیح ہے تو پھر اس سے ایک اور روایت کا معنی مشکل ہو جائے گا۔ وہ یہ کہ "حضور نبی کریم ﷺ بعض نافرمانوں کو جہنم میں داخل ہونے کی اجازت دے دیں گے۔" (یعنی ایک روایت جہنم میں کسی امتی کا داخلہ آپ کی عدم رضا پر دلالت کرتی ہے اور دوسری روایت میں آپ ہی اجازت دے رہے ہیں جو جہنم میں

داخلے پر رضامندی کی علامت ہے، اب اس مشکل کا کیا جواب ہوگا؟) پھر انہوں نے لکھا: کہ شفاء کی شرح میں علامہ شہاب خفاجی اور مواہب کی شرح میں علامہ زرقانی لکھتے ہیں تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہاں ایک اعتراض کیا جاتا ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ جو ارادہ کرے، اس پر راضی رہنا اور اس کے ارادہ کو تسلیم کرنا (تسلیم و رضا) سالکین کیلئے یا سالکین کا عظیم مقام ہے۔ لہٰذا حضور نبی کریم ﷺ کیلئے یہ مقام کیونکر نہ ہوگا۔ اسی لیے صاحب مواہب لدنیہ نے ایک بات لکھی ہے جس سے بعض جاہل فریب کھا گئے وہ یہ کہ حضور نبی کریم ﷺ اس وقت تک راضی نہیں ہوں گے جب تک آپ کا ایک امتی بھی جہنم میں ہوگا یا آپ اس پر راضی نہیں کہ آپ کا کوئی امتی جہنم میں شیطان کے دھوکہ دینے سے جائے۔ ابن قیم نے بھی یہی بات (اعتراض) اتباع کرتے ہوئے کہی۔ (اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر راضی ہونا اور تسلیم کرنا حضور نبی کریم ﷺ میں درجہ اتم موجود ہے، لہٰذا اگر اللہ تعالیٰ کسی شخص کو جہنم میں رکھتا ہے یا ڈالتا ہے تو حضور نبی کریم ﷺ کو اس پر رضامندی و تسلیم کا اظہار کرنا چاہیے نہ کہ آپ یہ کہیں کہ میں تو راضی نہیں ہوں کیونکہ یہ کہنا تو آپ کے مقام رضا و تسلیم کے خلاف ہے۔)

علامہ شریف صفوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح شفاء میں اور ان کی اتباع کرتے ہوئے شہاب خفاجی نے اپنی شرح میں اس اعتراض کا رد لکھا۔ اور لکھا کہ اس قسم کی بات کرنا بہت جرأت اور بے ادبی ہے اگر کچھ کہنا چاہیے تو مذکورہ حدیث کی بہتر سی توجیہہ کر دی جائے، کیونکہ اس کے مضمون کی روایات کئی طرق و اسانید سے وارد ہیں۔ اگرچہ ان میں ضعف ہے۔ (لیکن متعدد طریق سے روایت ہونا ضعف کو ختم کر دیتا ہے۔) اور سوال مذکور کا اگر یہ جواب دیا جائے تو بعید نہ ہوگا کہ گنہگاروں اور نافرمانوں کو جو عذاب ہوگا وہ ان کی نافرمانی کی وجہ سے ہوگا اور اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہ ہوگا جب اللہ تعالیٰ کو پسند نہ ہوگا تو لازماً اس سے حضور نبی کریم ﷺ بھی خوش نہ ہوں گے حتیٰ کہ لکھا کہ کسی کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ شبہات کے وہم سے روایات کو باطل کہتا اور کرتا پھرے۔

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ معنی یہ ہوگا کہ حضور نبی کریم ﷺ کسی امتی کے جہنم میں داخل ہونے پر راضی نہ ہوں گے، اس سے مراد اس طرح داخل ہونا ہے کہ داخلہ کے بعد اس کو سخت عذاب میں گرفتار کیا جائے بلکہ اسے عذاب خفیف سا ہوگا لہٰذا عذاب اسی طرح کا ہوگا جس طرح کوئی رعب و داب سے آداب سکھانے کیلئے سختی کرتا ہے بلکہ حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: "انما جهنم على امتي كحر الحمام" جہنم کی گرمی میری امت کیلئے اس طرح کی ہوگی جس طرح حمام کی گرمی ہوتی ہے۔ یہ روایت ثقہ راویوں کی مسند سے امام طبرانی نے ذکر کی۔ جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ دار قطنی نے ''افراد'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت لکھی۔

ان حظ امتي من النار طول بلائها تحت التراب

اتمام نعمت:

"و خصه باتمام النعمة عليه صلى الله عليه واله وسلم"

✿ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کے تحت سید احمد عابدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

''اتمام نعمت'' یعنی دین کی بلندی اور نبوت کے ساتھ حکومت کو ملا دینا اور ان دونوں نعمتوں کے علاوہ تمام دینوی و دنیوی نعمتیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائیں یہ حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "و یتم نعمته علیک" وہ اللہ آپ پر اپنی نعمت کا اتمام فرمائے گا۔ کہا گیا ہے کہ ''اتمام نعمت'' آپ ﷺ کا سید الاولین والآخرین ہونا ہے۔ ''فتح مکہ'' اور اس پر مرتب والی دشمنوں پر کامیابیوں کو بھی ''اتمام نعمت'' کہا گیا ہے اور بھی کہا گیا ہے کہ عالم کون وفساد سے آپ ﷺ کو عالم ثبوت و صلاح کی طرح منتقل کرنا ''اتمام نعمت'' ہے۔ اس لیے کہ جب آیت مذکورہ نازل ہوئی۔ تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رو دیئے۔ انہوں نے اس سے یہ سمجھا تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ وصال کا وقت اب قریب ہے۔

شیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے ''روح البیان'' میں حضرت ابن عطاء سے نقل کرتے

ہوئے لکھا ہے۔ ''اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کیلئے سورۃ فتح میں مختلف نعمتیں جمع فرما دیں ایک فتح مبین ہے یہ اجابت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ دوسری نعمت ''مغفرت'' ہے جو محبت کی نشانیوں میں سے ہے۔ تیسری نعمت ''اتمام نعمت'' ہے۔ یہ اختصاص کی نشانیوں میں سے ہے۔ چوتھی ''ہدایت'' ہے جو تحقق بالحق کی علامت ہے۔ پانچویں ''نصر'' ہے۔ یہ ولایت کی نشانی ہے۔ پس ''مغفرت'' آپ ﷺ کو ذنوب سے بری کرتی ہے اور ''اتمام نعمت'' درجہ تک پہنچاتی ہے اور ''ہدایت'' مشاہدہ کی دعوت ہے اور ''نصرت'' حق سے کل کو دیکھتا ہے۔

شرح صدر:

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا قول: ''و خصه بشرح الصدر'' کے تحت علامہ سید احمد عابدین رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔

''شرح صدر'' کا معنی سینہ کو کشادہ کرنا ہے حتی کہ آپ ﷺ کا سینہ مبارکہ ''عالم الغیب والشہادۃ'' کو اپنے دونوں ملکہ یعنی استفادہ و افادہ کے درمیان اپنے اندر لیے ہوئے ہیں۔ اس لیے ملکات روحانیہ کے اقتباس سے آپ کے علائق جسمانیہ کے ملاء بس اسے روکتے نہیں اور آپ کا جو تعلق مخلوق کی مصلحتوں کے ساتھ ہے وہ پروردگار کے شون میں استغراق سے آپ کو آڑے نہیں آتا۔ یعنی حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہونے کی وجہ سے مخلوق سے پردے میں نہیں اور مخلوق کے ساتھ ہونے سے اللہ تعالیٰ سے دور نہیں ہیں، بلکہ آپ جمع وتفریق اور حاضر و غائب کے درمیان ''جامع'' ہیں۔

الم نشرح کی تفسیر میں ''تاویلات نجمیہ'' میں لکھا ہے کہ آیت مذکورہ اسی طرف اشارہ کرتی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا سینہ مبارکہ ''نور نبوت'' سے کشادہ ہے اور جن وانس کی دعوت کی وجہ سے جو پریشانیاں ہوسکتی ہیں، ان کے برداشت کی قوت ہے۔ آپ کے سر کا سینہ رسالت کی ضیاء سے کشادہ ہے۔ کفارہ منافقین کی طرف سے تکالیف اور مصائب کو برداشت کرتا ہے اور آپ کے نور کا سینہ ولایت کی شعاعوں

سے کشادہ ہے اور علوم لدنیہ، حکمت الٰہیہ، معارف ربانیہ اور حقائق رحمانیہ کے تحقق سے وسیع ہے۔ رہا حضور نبی کریم ﷺ کا شرح صدر ''صوری'' یعنی سینہ پاک کا شق کیا جانا تو یہ کئی مرتبہ ہوا۔

اللہ نے نبی کریم ﷺ کی عمر کی قسم اٹھائی:

- علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: "وخصه باقسامه عالیٰ بحياته صلى الله عليه واله وسلم" اس کے تحت سید احمد عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا۔
- اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا:

"لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ" (سورۃ الحجر)

ترجمہ: ''آپ کی عمر کی قسم! بے شک وہ لوگ اپنے نشہ میں حیران وپریشان پھرتے ہیں۔''

''شفاء'' میں ہے کہ تمام مفسرین کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کی مدت حیات کی قسم اٹھائی ہے اور اس کا معنی یہ ہے: بقاء ک یا محمد۔ آپ کی بقا کی قسم! کہا گیا ہے کہ اس کا معنی آپ کی زندگی اور آپ کی حیات کی قسم ہے۔ بہر حال ان معانی میں سے ہر ایک معنی ''نہایت تعظیم'' اور انتہائی برو تشریف پر دلالت کرتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا، جو کچھ بنایا اور جسے عدم سے وجود بخشا ان سب میں کوئی بھی ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں حضور نبی کریم ﷺ سے زیادہ مکرم ومعزز ہو اور میں نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور کی حیات کی قسم اٹھائی ہو، حضرت ابوالجوزاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ''حیات'' کے علاوہ کسی اور کی حیات کی قسم نہیں اٹھائی کیونکہ تمام مخلوقات میں سے آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ مکرم ومعزز ہیں۔

روح البیان میں بحوالہ تاویلات نجمیہ مذکور ہے۔ یہ مرتبہ سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ

کے سوا کائنات میں کسی دوسرے نے پایا۔ ازل سے ابد تک کسی کو یہ اعزاز نہ ملا۔ وہ مرتبہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی فی نفسہ فانی اور بربہ باقی حیات کی قسم اٹھائی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "انک میت" یعنی آپ اپنے آپ سے میت ہیں اور ہماری نسبت سے "زندہ" ہیں اور آپ ﷺ ہی اس "مقام محمود" کے ساتھ مخصوص ہیں۔

صلوٰۃ وسلام:

❁ علامہ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

و خصه بدوام الصلاة عليه صلى الله عليه وسلم من الله سبحانه و تعالىٰ و من جميع الملا ئكة التي لا يحصي كثر تهم الا هوا تعالىٰ و من امته في سائر الا مكنة و الا زمنة

کے تحت علامہ سید احمد عابدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

❁ اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ "صلوٰۃ وسلام" کے بارے میں نازل فرمائی۔

"اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ" (سورۃ الاحزاب)

یہ جملہ اسمیہ ہے اور جملہ اسمیہ دوام و استمرار پر دلالت کرتا ہے۔ آیت مذکورہ اس قدر ظاہر و باہر ہے کہ ایسی کوئی آیت کسی اور کیلئے موجود نہیں اگرچہ اصل "صلوٰۃ" حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد کیلئے موجود ہے جیسا کہ "حدیث التشہد" سے اس کا علم ہوتا ہے۔ آیت مذکورہ میں مسلمانوں کیلئے "بلاغ" ہے۔ یعنی یہ کہا جا رہا ہے کہ مومنو! تمہیں حضور نبی کریم ﷺ پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی اقتداء کرتے ہوئے علی الدوام صلوٰۃ وسلام بھیجنا چاہیے۔ اس طریقہ میں جو حضور نبی کریم ﷺ کی تشریف وتکریم ہے وہ حضرت آدم علیہ السلام کی "تشریف" سے کہیں اعلیٰ واتم ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کیلئے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تشریف فرشتوں کے ساتھ خاص تھی۔ اس لیے کہ یہ قطعاً ناجائز نہیں کہ اس تشریف آدم (سجدہ کرنے) میں فرشتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھی

شریک ہو لیکن اس کے مقابلہ میں ''صلوٰۃ'' بھیجنے سے جو تشریف وتکریم حضور نبی کریم ﷺ کی ہے اس میں فرشتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھی شریک ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے بارے میں بتایا کہ وہ بھی نبی کریم ﷺ پر ''صلوٰۃ'' بھیجتا ہے اور فرشتے بھی اس (صلوٰۃ بھیجنے) میں شامل ہیں اور فرشتوں کا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا ''تادیباً'' تھا اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو جو ''صلوٰۃ'' کا حکم دیا۔ وہ آپ ﷺ کی تعظیم وتوقیر کیلئے تھا۔ (لہٰذا اس اعتبار سے بھی ''صلوٰۃ میں زیادہ تشریف'' ہے۔) اور یہ بھی کہ سجدہ صرف ایک بار ہو اور ختم ہو گیا اور صلوٰۃ وسلام قیامت تک علی الدوام جاری وساری ہے۔ علاوہ ازیں حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ اس وجہ سے ہوا کہ ان کی پیشانی میں حضور نبی کریم ﷺ کا نور مبارک تھا۔ جیسا کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا۔

علامہ داؤدی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شرح الاذکار'' میں حضرت ابن علانؒ کے حوالہ سے ایک فائدہ تحریر کیا ہے۔ وہ یہ کہ ''آیت صلوٰۃ'' میں حرف ''ان'' اور جملہ رسمیہ سے صلوٰۃ کو مؤکد کیا گیا اور یہ بتا کر اور تاکید کی گئی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی کریم ﷺ پر ''صلوٰۃ'' بھیجتے ہیں پھر لفظ سلام کی تاکید مصدر (تسلیما) سے کی گئی، کیونکہ یہاں تاکید کیلئے مصدر کے علاوہ اور کوئی اس کے قائم مقام نہ تھا۔ (جس سے تاکید جاتی)

محبوب ﷺ کا اکرام:

''روح البیان'' میں حضرت اصمعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ میں نے بصرہ میں منبر پر ''مہدی'' کو یہ کہتے سنا۔

ان اللہ اکرم نبیہ بامر بدأفیہ بفنسہ و ثنی بملا ئکۃ فقال ان اللہ و ملئکتہ الایۃ اثرہ صلی اللہ علیہ و آ لہ وسلم من بین الرسل و اختصکم بھا من بین الامم فقابلوا نعمت اللہ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کا یوں اکرام فرمایا کہ ''صلوٰۃ'' کی آیت میں سب سے پہلے اس نے خود اپنی ذات سے ابتداء کی اور اپنے ساتھ فرشتوں کو

دوسرے درجہ پر ذکر کیا۔ فرمایا: ''ان اللہ و ملئکتہ الایة''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام میں سے آپ ﷺ کو منتخب فرمایا اور اے امت! تمہیں تمام دوسری امتوں کے مقابلہ میں مختص کیا کہ تم صلوۃ وسلام بھیجو لہٰذا اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت کو قبول کرو۔

اللہ رب العزت نے آیت صلوۃ میں نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ کے معاملہ میں خود اپنے سے ابتداء فرمائی تا کہ اس طرح آپ کے شرف ومنزلت کا اظہار ہو جائے اور امت کو ترغیب دلائی جائے کہ اللہ تعالیٰ باوجود اس کے کہ وہ مستغنی ہے جب وہ اپنے محبوب ﷺ پر صلوٰۃ، بھیجتا ہے تو امت کو آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجنا اولیٰ ہے، کیونکہ انہیں حضور نبی کریم ﷺ کی شفاعت کی محتاجی ہے اور اس طریقہ عجیبہ سے فرشتوں اور مومنوں کی صلوۃ کی تقویت بھی ہوتی ہے۔ وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی صلوۃ بہرحال حق ہے اور اس کے علاوہ فرشتوں ومومنوں وغیرہ کی صلوۃ ایک رسم ہے۔ اور رسم میں اس وقت تقویت آجاتی ہے جب حق کے ساتھ اس کا تعلق اور سنگت ہو جاتی ہے اور اس انداز بلیغانہ میں اس طرف اشارہ بھی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے انوار جمال و جلال کے ''مجلی تام'' ہیں۔ ''نعوت کمال'' کے مظہر ہیں۔ آپ کے واسطہ سے جود و عطا کا فیض سب کو ملا۔ آپ کی وساطت سے تمام کو وجود ملا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بعد اپنے قدس کے فرشتوں کی صلوۃ کا ذکر فرمایا کیونکہ تخلیق میں فرشتے پہلے ہیں اور علیین کے رہنے والے ''صورت'' میں خوف زدہ ہیں۔ جیسا کہ بنی آدم ''قضایا'' کے اترنے سے خائف رہتے ہیں اور ''اہل علیین'' اللہ تعالیٰ سے استعاذہ کرنے والے ہیں کہ کہیں ابلیس اور ہاروت و ماروت کا سا واقعہ ان سے سرزد نہ ہو جائے۔ لہٰذا انہیں حضور نبی کریم ﷺ پر ''صلوۃ'' بھیجے کی محتاجی ہے تا کہ صلوۃ کے ذریعہ ان کو ''دل جمعی'' حاصل ہو جائے اور مختون بلاؤں سے صلوۃ وسلام کی برکات سے حفاظت میسر آئے اور اس لیے بھی تا کہ مومنوں کی صلوۃ کیلئے رواج حاصل ہو جائے جس کا سبب یہ کہ مومنوں کی

صلوۃ بھی فرشتوں کی صلوۃ کے موافق ہو جائے۔ جیسا کہ ''آمین'' کے بارے میں وارد ہے کہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگی، وہ مقبول ہوئی۔

فرشتوں کو کیوں صلوٰۃ میں شامل کیا گیا:

فرشتوں کو صلوۃ میں اس لیے ذکر کیا گیا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تو فرشتوں نے ان کی پیشانی میں ''نور محمد ﷺ'' دیکھا، تو اسی وقت انہوں نے آپ پر صلوۃ بھیجی، پھر جب حضور نبی کریم ﷺ کو اس کائنات میں جسم اقدس کے ساتھ لایا گیا تو فرشتوں سے کہا گیا یہ وہی شخصیت ہیں جن پر تم ''صلوۃ'' بھیجا کرتے تھے جب یہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں ''نور'' تھے، اب جبکہ وہ نور اس دنیا میں بالفعل موجود ہوا تو تم ان پر صلوۃ بھیجو۔

مومنوں کو حکم صلوٰۃ اور اس کی حکمتیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پھر فرشتوں کا ذکر کرنے کے بعد تیسرے درجے پر ''مومنین'' کا ذکر فرمایا۔ یعنی تمام انسانوں اور جنات میں سے صرف ''ایمان والوں'' کو حکم دیا کہ تم حضور نبی کریم ﷺ پر صلوۃ وسلام بھیجو، اس کی کئی حکمتیں ہیں:

(۱) ہر مومن حضور نبی کریم ﷺ پر صلوۃ وسلام کا محتاج ہے، تاکہ اس سے آپ ﷺ کی دعوت اور ابوت کے بعض حقوق ادا ہوں کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ امت کیلئے بمنزلہ ''باپ'' کے ہیں اور آپ نے امت کی تعلیم، تربیت اور ارشاد میں کوئی کسر نہیں رکھی اور بندوں پر شفقت کے لوازمات میں انتہا تک آپ پہنچے اور استاد و معلم کی تعریف اس کے ہر شاگرد پر لازم ہوتی ہے اور باپ کا شکر ہر بچہ پر واجب ہوتا ہے۔

(۲) ''صلوات'' میں اس بات پر شکر کرنا ہے کہ آپ ﷺ افضل الرسل اور خیر الانام ہیں۔

(۳) اس میں حضور نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ کیلئے شفاعت کرنے کی پابندی بھی دکھائی دیتی ہے۔ مطلب یہ کہ ''صلوۃ وسلام'' آپ کی شفاعت کی حیثیت رکھتے ہیں، جب امتیوں (مومنوں) نے آج دنیا میں اس (شفاعت) کی قیمت ادا کر

دی۔ تو امید کی جا سکتی ہے کہ کل قیامت کے دن اس قیمت سے لیا گیا مال (شفاعت) انہیں ضرور ملے گا اور مومنوں نے جس قدر (کم یا زیادہ) آپ پر صلوۃ وسلام بھیجا ہوگا اسی قدر ان کے اور حضور نبی کریم ﷺ کے درمیان جان پہچان ہوگی۔ قیامت کے دن ''صلوۃ وسلام'' بھیجنے والے مومن کی علامت یہ ہوگی کہ اس کی زبان سفید ہوگی۔ تارک صلوۃ کی زبان سیاہ ہوگی۔ ان دونوں علامتوں سے اس دن امت کی پہچان ہوگی۔ (کہ صلوۃ وسلام پڑھنے والے کون ہیں اور دوسرے کون؟)

(۴) صلوۃ وسلام میں ''قربات'' کی زیادتی ہے۔ یہ اس طرح کہ جب کوئی بندہ مومن آپ ﷺ پر درود وسلام پڑھتا ہے تو اس سے آپ ﷺ کے مراتب میں ترقی ہوتی ہے۔ جس سے امت کا مرتبہ بھی بڑھ جاتا ہے اس لیے کہ تابع کا مرتبہ متبوع کے مرتبہ کے تابع ہوتا ہے۔

(۵) اس میں ''اثبات محبت'' ہے جو جس سے محبت کرتا ہے اور رکھتا ہے اس کا بکثرت ذکر کرتا ہے۔ حضرت سہل بن عبداللہ تستری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ پر صلوۃ وسلام پڑھنا ''افضل العبادات'' ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے خود اور اپنے فرشتوں کو اس کا ''متولی'' بنایا ہے پھر مومنوں کو حکم دیا، باقی تمام عبادات ایسی نہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے باقی عبادات بجالانے کا ہمیں حکم دیا ہے لیکن خود وہ بجا نہیں لاتا۔

(۶) اس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کا ''فضل'' واضح فرمایا ہے۔

(۷) اللہ تعالیٰ کی ''صلوۃ'' کسی وقت منقطع نہیں ہوتی، اسی طرح اس کے فرشتے ہر وقت نبی کریم ﷺ پر ''صلوۃ'' بھیجتے ہیں۔ یونہی آپ کی امت ہمیشہ سے اور ہمیشہ کیلئے آپ پر صلوۃ وسلام پڑھتی رہی اور پڑھتی رہے گی۔ کوئی جگہ کوئی وقت صلوۃ وسلام سے خالی نہیں، یعنی جو مومن ''صلوۃ وسلام'' بھیجتے ہیں۔ وہ دراصل

اللہ تعالیٰ کے شرف آپ کی رفعت کو اور زیادہ فرما دے۔ بندوں کی طرف سے "اصل صلوۃ" نہیں، اس لیے کہ "اصل صلوۃ" تو آپ کو اپنے رب سے ہی حاصل ہو رہی ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوتی۔ ۱

حقیقت نورمحمدی:

✿ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

اعلم ان اللہ تعالیٰ شرف نبیه ﷺ لبسبق نبوته فی سابق ازلیته و ذالک انه تعالیٰ لما تعلقت ارادته بایجاد الخلق ابرز الحقیقة المحمدیه من محض النور قبل وجود ماھو کائن من المخلوقات بعد ثم سلخ منها العوالم کلها ثم اعلمه تعالیٰ بسبق نبوته و لبشره بعظیم رسالته کل ذالک و آدم لم یو جد ثم اپنجست منه صلی اللہ علیه وسلم عیون الارواح فظھر بالملاء الا علی اصلا ممد اللعوالم کلھا

ترجمہ: تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اپنی ازلیت سابقہ میں سبق نبوت سے مشرف فرمایا یہ اس طرح کہ جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ وہ مخلوق بنائی تو اس نے محض نور سے "حقیقت محمدیہ" ظاہر کی جبکہ اس کے بعد پیدا ہونے والی تمام مخلوق بنائے تو اس نے محض نور سے حقیقت محمدیہ سے تمام جہان بنائے، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو آپ کی "سبق نبوت" کے بارے میں بتایا اور آپ کو رسالت عظمیٰ کی بشارت دی۔ یہ سب کچھ اس وقت ہوا جب حضرت آدم علیہ السلام موجود نہ تھے، پھر آپ ﷺ سے ارواح کے چشمے پھوٹے تو ملا اعلیٰ میں تمام جہانوں کا اصل اور ممد ظاہر ہوا۔ اس عبارت کی تشریح کرتے ہوئے علامہ سید احمد عابدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"حقیقت محمدیہ" دراصل آپ ﷺ کی ذات مبارکہ ہے جو صفت اول کے ساتھ موصوف ہے۔

نبی کریم ﷺ نورالانوار اور ابوالارواح ہیں:

''لطائف کاشی'' میں ہے۔''حقیقت محمدیہ'' جس کو حقائق شاملہ کی حقیقت کا نام دیا جاتا ہے اور حقائق ساریہ بھی کہتے ہیں۔''حقیقت محمدیہ'' ان میں اس طرح سرائیت کیے ہوئے ہے جس طرح ''کل'' اپنے جزئیات میں سرایت کیے ہوئے ہوتا ہے۔''حقیقت محمدیہ'' ہی حقائق کی صورت ہے اس لیے کہ خلق وسطیہ، برزخیہ اور عدلیہ میں اس کا اس طرح ثبوت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے اس قول سے اشارہ فرمایا: ''اول ماخلق اللہ نوری'' یعنی اس کی اصل لغوی وضع پر اسے بنایا۔اس اعتبار کی وجہ سے حضور نبی کریم ﷺ کو ''نورالانور'' اور ''ابوالارواح'' کہا گیا ہے۔پھر حضور نبی کریم ﷺ تمام کاملین کے آخر میں تشریف لائے۔اس لیے کہ آپ کے بعد آپ کی مثل پیدا نہیں ہوگا۔

لہٰذا ''حقیقت محمدیہ'' محض نور سے وجود میں آنے والی ''اول موجود'' ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ کے نور صمدی سے وجود میں آنے والی۔یہ حقیقت ایسی تھی کہ جس نے ربوبیت کے تمام لباس پہنے ہوئے تھے۔تمام اوصاف رحمانیہ پر مشتمل تھی۔اللہ تعالیٰ اور کائنات کے درمیان واسطہ تھی، تمام جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی نائب ہے۔اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان ایک حجاب ہے۔اللہ تعالیٰ تک رسائی اس کے بغیر ناممکن ہے۔پس آپ ﷺ ''ملا اعلیٰ'' میں تمام جہانوں کیلئے ''اصل مد'' ظاہر ہوئے اور وہ روشن ترین منظر ہے۔اور ان کیلئے میٹھے پانی کا گھاٹ ہے، لہٰذا آپ ﷺ ''جنس عالی'' ہیں۔تمام اجناس اس کے تحت ہیں اور تمام موجودات اور انسانوں کا ''بڑا باپ'' ہیں۔ ﷺ

مروی ہے جب آپ ﷺ کی شب اسریٰ حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو حضرت آدم علیہ السلام نے آپ کو کہا: ''مرحبا بابن صورتی و ابی معنای'' خوش آمدید میرے صورتاً بیٹے اور معنی وحقیقت میرے باپ۔

تمام اشیاء سے پہلے نبی کریم ﷺ کے نور کا ظہور:

عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

فرماتے ہیں:

قلت بابی وامی انت یا رسول اللہ ﷺ اخبر نی عن اول شیء خلقه اللہ تعالیٰ قبل الاشیاء قال صلی اللہ علیه واله وسلم یا جابر ان اللہ تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نوره الحدیث

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، مجھے اس بارے میں ارشاد فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا؟ حضور نبی کریم ﷺ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: اے جابر! اللہ تعالیٰ نے بے شک تمام چیزوں سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ (یہ حدیث کافی لمبی ہے۔)

نور محمدی سے اللہ نے ساری کائنات کو وجود بخشا:

علامہ داؤدی رحمۃ اللہ علیہ نے مولود ابن حجر کی شرح کرتے ہوئے اپنے شیخ حضرت ابن عقیلہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے: ''جب اللہ تعالیٰ غیر معروف خزانہ تھا، اس نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں، تو اس نے اپنے چہرہ اقدس سے ایک نور موجود کیا، جس کا نام ''نبی عظیم'' اور ''نور محمدی'' اور ''سر او حدی'' رکھا۔ اس سے ساری کائنات کو وجود بخشا۔

دو نور:

سید احمد عابدین فرماتے ہیں: ہمارے شیخ ابو بکر کلالی کردی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں عارف نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ نور دو ہیں: ایک ''نور حق'' ہے جو غیب مطلق ہے اور یہی نور قدیم ہے۔ جو کیفیت اور مماثلت سے منزہ ہے۔ اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول سے اشارہ کیا ہے:

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سورۃ النور)

✿ دوسرا نور اس محدث کائنات کا نور ہے اور وہ ہمارے نبی کریم ﷺ کا ''نور'' ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ کا یہ قول اشارہ کرتا ہے:

مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ الایۃ (سورہ النور)

یعنی "نور محمد ﷺ" کی مثال "مشکوٰۃ" ہے۔ یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے اول اپنے نور سے جس کو پیدا کیا وہ آپ ﷺ کا نور ہے۔ پھر اس سے ہر شے بنائی جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے..... حتیٰ کہ موصوف نے لکھا کہ اس سے ثابت ہوا کہ تمام اشیاء حضور نبی کریم ﷺ ہی ہیں۔ لیکن یہ تمامیت باعتبار حقیقت کے ہے اور "صورت" کے اعتبار سے ہر شی آپ کا غیر ہے۔ اس لیے تمام چھوٹی بڑی مخلوق عدم سے موجود ہے کیونکہ اس پر اللہ تعالیٰ کی تجلی پڑتی ہے اور پھر اس کا وجود ہر لحہ تجلی سے نیا ہوتا ہے۔ یہ تجلی نبی کریم ﷺ کا نور ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو یہ "نور اعظم" ھبہ کیا۔ پھر آپ کو عالمین کیلئے رحمت بنا کر ارسال فرمایا، لہٰذا کوئی شی وجود میں نہ آئی مگر حضور نبی کریم ﷺ کے نور کے واسطہ سے آئی پھر اس "نور اعظم" سے جو کہ کائنات میں اللہ تعالیٰ کی پہلی تجلی تھی، تمام انبیاء کرام اور مرسلین علیہم السلام کے انوار الگ کیے گئے، تمام فرشتوں، اولیاء کرام اور مومنین کے انوار علیحدہ کیے گئے، پھر اس "نور اعظم" سے تمام ارواح پیدا کی گئیں اور ان سب سے اللہ تعالیٰ کی توحید کا عہد و میثاق لیا گیا اور تکالیف شرعیہ کا وعدہ لیا گیا۔ پس یہ ہے وہ "لطیف عالم" جس کا ایک حصہ فرشتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے "عالم کثیف" یعنی آسمان زمین جو کچھ ان دونوں میں ہے پیدا کیا۔

شیخ موصوف نے پھر لکھا کہ حضرت عارف اکبر رحمۃ اللہ علیہ محی الدین ابن عربی نے فتوحات کے بارھویں باب میں لکھا ہے اور مؤلف یعنی ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "نعمۃ کبریٰ" میں بھی لکھا ہے۔ "جب اسم باطن کے ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کے حق میں زمانہ اپنے اختتام کو پہنچا اور آپ ﷺ کے جسم اقدس کے وجود کی باری آئی اور ارتباط روح کا وقت آیا۔ تو زمانہ کا حکم "اسم ظاہر" کی طرف منتقل ہوا۔ پس حضور نبی کریم ﷺ جسم اور روح دونوں کے ساتھ کامل طور پر ظاہر ہوئے، پس آپ ﷺ اگرچہ باعتبار زمانہ کے متاخر ہیں لیکن سر کا خزانہ آپ ہی ہیں لہٰذا کوئی امر آپ کے بغیر انعقاد پذیر

نہیں ہوتا اور کوئی چیز آپ کے علاوہ منتقل نہیں ہوتی۔

اس (مذکورہ قول) کو جن حضرات کی نسبت کیا گیا۔ مواہب لدنیہ میں ان کے اسماء گرامی یہ بیان کیے گئے ہیں۔ عارف ربانی حضرت عبداللہ بن ابی جمرۃ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''بہجۃ النفوس'' میں لکھا ہے۔ علامہ ابن الجوزیؒ نے ''الوفاء'' میں امام ابوالربیع بن سبعؒ ''شفاالصدور'' میں اور علامہ شہاب خفاجیؒ نے ''شرح الشفاء'' میں تحریر کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے وجود مسعود کی تخلیق:

✿ لامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''وقال كعب الاحبار لما اراد الله تعالىٰ ان يخلق محمدا صلى الله عليه وآله وسلم امر جبريل ان يا تيه باطلينة التى قلب الارض فهبط فى ملا ئكة الفردوس و ملا ئكة الرفيع الاعلىٰ فقبضهاس محل قبره المكرم''

ترجمہ: ''حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو پیدا فرمانے کا ارادہ کیا، تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ زمین کے دل کی مٹی لائیں پس حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنے ساتھ جنت اور دوسرے مقام رفعت والے فرشتوں کو لے کر زمین کی طرف آئے اور جہاں آپ کی قبر انور ہے اس جگہ سے مٹھی اٹھائی۔''

اس قول کی تشریح کرتے ہوئے سید احمد عابدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کی قبر انور کی مٹی دراصل یہ کعبہ مشرفہ کی جگہ کی مٹی تھی جب حضرت نوح علیہ السلام کے دور میں طوفان آیا تھا تو اس نے یہاں کی مٹی کو بہا کر وہاں پہنچا دیا جہاں اب آپ ﷺ کی قبر انور ہے۔ مواہب لدنیہ، اس کی شرح اور روح البیان میں لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو مخاطب کر کے فرمایا:

أتيا طوعا او كرها قالتا اتينا طائعين

دونوں میری بات مانو چاہے خوشی سے ناخوشی سے، دونوں نے عرض کیا: ہم فرمانبردار بن کر قبول کرتے ہیں۔ زمین سے یہ جواب جس جگہ نے دیا وہ جگہ وہ تھی جہاں خانہ کعبہ ہے اور آسمان سے جواب خانہ کعبہ کے بالکل مقابل یعنی ''بیت المعمور'' نے دیا تھا۔ ان دونوں جگہوں کے جواب دینے میں بقیہ تمام مقامات نے ان کی موافقت کی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے تمام زمین کے مقابلہ میں ''محترم'' کر دیا حتی کہ اسلام کا کعبہ اور لوگوں کا قبلہ بنا دیا گیا۔ علامہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زمین میں سے صرف حرم کی زمین نے جواب دیا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی مٹی کی اصل زمین کی ناف یعنی ''مکہ مکرمہ'' ہے۔

نبی کریم ﷺ روح وجسم کے اعتبار سے تمام کائنات کی اصل ہیں:

علامہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ میں لکھتے ہیں کہ اس تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین میں سے اگر کسی جگہ نے جواب دیا تو وہ صرف حضور نبی کریم ﷺ کی ''اصل'' تھی۔ اور کعبہ مکرمۃ سے تمام زمین بچھائی گئی لہٰذا ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ روح وجسم کے اعتبار سے تمام کائنات کی اصل ہیں اور کائنات آپ کی تابع ہے۔

نبی کریم ﷺ کو اُمی کہنے کی وجہ:

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کو ''امی'' اس لیے کہا گیا کہ مکہ مکرمہ ''ام القریٰ'' ہے اور حضور نبی کریم ﷺ کی اصل مخلوق کی ام (اصل) ہے۔

سوال:

صحیح حدیث پاک میں وارد ہے: ''تربة کل شخص من مدفنه'' ہر شخص کی مٹی وہاں سے لی جاتی ہے جہاں اس کو دفن ہونا ہوتا ہے۔ اس حدیث صحیح کا تقاضا یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا ''مدفن'' مکہ مکرمہ میں ہوتا۔ کیونکہ آپ ﷺ کی مٹی وہاں سے اٹھائی گئی تھی؟

جواب:

اس کا جواب صاحب عوارف المعارف امام شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں دیا ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ پانی جب جوش میں آیا اور اس پر موجیں ابھریں تو موجود نے آپ ﷺ کا ''عنصر شریف'' اور ''زبد لطیف'' اور ''جوہر منیف'' ایک طرف پھینک دیا۔ پس آپ ﷺ کا ''عنصر پاک'' اس جگہ آ گیا۔ جو مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کی قبرانور کی جگہ ہے۔ پس معلوم ہوا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ مکی بھی ہیں اور مدنی بھی۔ ولادت باسعادت مکہ مکرمہ میں اور وصال شریف مدینہ منورہ میں ہوا۔

قبرانور (ﷺ) تمام کائنات بلکہ عرش و جنت سے بھی افضل ہے:

''روح البیان'' میں بحوالہ ''تاریخ مکہ'' لکھا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا عنصر مبارک اپنی جگہ چمکتا رہا حتی کہ طوفان نوح آیا پس موجوں نے طوفان کے دوران اسے اس جگہ ڈال دیا جہاں اب آپ کی قبرانور ہے۔ اس کی وجہ حکمت الہیہ اور غیرت ربانیہ ہے۔ جسے اہل اللہ ہی جانتے ہیں۔

اسی لیے تمام علماء امت کا اتفاق ہے کہ مشہد اعظم، مرقد اکرم اور قبر اطہر تمام کائنات سے افضل واعلیٰ ہے حتی کہ عرش و جنت سے ابھی افضل ہے۔

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے جس پر آپ نے قسم بھی اٹھائی۔ فرمایا:

لا اعرف اکبر فضل لا بی بکر و عمر رضی اللہ عنہما من انہما خلقا من طینۃ رسول اللہ ﷺ لقرب قبریہما من حضرۃ الروضۃ المقدسۃ المفضلۃ علی الاکوان باسرھا.

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم کا فضل اس سے بڑا میں نہیں جانتا کہ ان دونوں حضرات کی تخلیق اسی مٹی سے ہوئی جس سے رسول اللہ ﷺ کی ہوئی۔ اس لیے کہ ان دونوں کی قبریں رسول اللہ ﷺ کی روضہ مقدسہ کے متصل ہیں۔ وہ روضہ پاک جو تمام کائنات سے افضل ہے۔

نبی کریم ﷺ علم و ہدیٰ کے ساتھ مبعوث ہوئے:

علامہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت عزرائیل علیہ السلام نے زمین سے ایک مٹھی مٹی اٹھائی۔ اس سے پہلے ابلیس اپنے قدموں سے زمین کو روند چکا تھا جس سے زمین کا کچھ حصہ اس کے قدموں کے درمیان رہا اور بعض حصہ اس کے قدموں تلے آ گیا پھر اللہ تعالیٰ نے جس قدر ''نفس امارہ'' پیدا کیے۔ وہ اس زمین کے حصہ سے پیدا کیے گئے جس پر ابلیس کے قدم پڑے تھے جس سے ''نفوس امارہ'' شرارتوں اور برائیوں کا مرکز بن گئے اور جس حصہ زمین پر ابلیس کے قدم نہ لگے۔ اس سے حضرات انبیاء کرام اور اولیاء کی مٹی لی گئی، جہاں اللہ تعالیٰ کی اس وقت نظر تھی جب حضرت عزرائیل علیہ السلام اس جگہ کی مٹی اٹھا رہے تھے جہاں ابلیس کے قدم نہیں لگے تھے۔ اس لیے نفس امارہ کی جہالت کا ذرہ بھی اس میں نہ تھا۔ بلکہ جہالت مکمل طور پر اس سے الگ کر دی گئی تھی۔ اس جگہ وافر مقدار علم رکھ دیا گیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ''علم و ہدیٰ'' کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ کے قلب انور سے یہ (علم و ہدیٰ) دوسرے شریف النفس لوگوں تک منتقل ہوا اور آپ کے ''نفس قدسیہ مطمئنہ'' سے دیگر ''نفوس مطمئنہ'' نے حصہ پایا، جس سے ان نفوس کی حضور سرور کائنات ﷺ کے ''نفس پاک'' سے مناسبت ہوگئی۔ یعنی طہارت اصلیہ جو اصل مٹی میں تھی وہ ان حضرات میں بھی بقدر حصہ منتقل ہوئی لہٰذا ہر وہ شخص جس کو اس بات سے جس قدر زیادہ قرب و مناسبت ہوگی۔ وہ اسی قدر قبول، تسلیم اور کمال ذاتی میں زیادہ حصہ پائے گا پھر بعض حضرات ایسے بھی ہیں جنہیں آپ ﷺ کے ساتھ ''طہارت ذاتیہ'' میں بہت قریب کی مناسبت ہے اور آپ ﷺ کی میراث لدنی سے انہیں وافر حصہ بھی ملا ہے لیکن وہ بظاہر آپ ﷺ سے ازروئے مسکن وازروئے مدفن کوسوں دور رہتے ہیں لیکن ان حضرات کی یہ دوری آپ ﷺ کے ساتھ ''معنوی قرب'' کے منافی نہیں اور نہ ہی یہ دوری اس بات کی دلیل ہے کہ ایسے لوگوں کو آپ

سے کوئی ''معنوی قرب'' نہیں، اس لیے ان حضرات کا زمین کے دور دراز حصوں میں رہنا اور مدفن ہونا اسی طرح ہے جس طرح آپ ﷺ پیدا مکہ میں ہوئے اور آپ کا روضہ شریف مدینہ منورہ میں ہے۔ اس میں اعتبار مصلحت کا ہوتا ہے۔

بعض حضرات نے یہ ذکر کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا انفرادی طور پر مکہ مکرمہ سے دور ایک جگہ (مدفن ہونا حالانکہ پیدا مکہ میں ہوئے) اس میں آپ ﷺ کے فضل کے اظہار میں زیادتی ہے اور یہ بتانا مقصود ہے کہ آپ متبوع ہیں تابع نہیں۔ اس لیے کہ اگر آپ مکہ مکرمہ میں ہی مدفون ہوتے تو آپ کی زیارت کا قصد کرنے والا آپ کی زیارت کا قصد بالتبع کرتا، کیونکہ اصل قصد کعبہ کی زیارت ہونا، یا حج وعمرہ کی سعادت پیش نظر ہوتی، جب اصل توجہ اس بات کی طرف ہوتی تو آپ اس ارادے کے اعتبار سے ''تابع'' ہوتے اور ''تابع ہونا'' آپ ﷺ کی ذات عالیہ کے لائق نہ تھا۔ لہٰذا اس کا تقاضا ہوا کہ آپ ﷺ کی مخصوص جگہ میں انفرادی طور پر جلوہ فرما ہوں، جو کعبہ سے دور ہو حتی کہ آپ ﷺ کی زیارت کا قصد کرنے والا صرف آپ کی زیارت کا قصد کر کے جاتا، کسی اور مقصد کے تابع نہ ہوتا اور اس لیے تا کہ لوگ اس بات میں ممتاز ہو جائیں کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کی ''زیارت'' کیلئے خوب تیاری اور مکمل ارادہ کر کے صرف اور صرف زیارت کرنے جاتے ہیں۔ ان کا ''شدرحال'' صرف زیارت محبوب رب ذوالجلال کیلئے ہے۔ (حج وعمرہ کیلئے نہیں۔)

آپ تخلیق آدم سے بھی پہلے نبی تھے:

✿ علامہ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

"ولما كان آدم نبيا استخرج منه نبينا صلى الله عليه واله وسلم و نبي، و في حديث احمد اني عندالله مكتوب خاتم النبيين و ان ادم لمنجدل في طينه"

ترجمہ: جب حضرت آدم علیہ السلام نبی تھے تو ان سے ہمارے آقا ﷺ کا نکالا گیا اور

نبی بنا دیا گیا۔امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث لکھی۔نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: میں اللہ کے نزدیک "خاتم النبیین" لکھا ہوا تھا، جبکہ حضرت آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں تھے۔

اس مضمون کے تحت علامہ سید احمد عابدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

❁ علامہ شہاب خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نے شفاء کی شرح میں لکھا کہ درج بالا حدیث میں متعدد روایات ملتی ہیں جو صحیح ہیں:

(۱) انی عنداللہ مکتوب خاتم النبیین و ان آدم لمنجدل فی طینہ

اسے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے روایت کیا۔

(۲) متی استنبئت؟ قال ﷺ، و ادم بین الروح و السجد

عرض کیا گیا: آپ کو نبوت سے کب سرفراز کیا گیا؟ فرمایا: اس وقت جب حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

(۳) و ادم بین الماء و الطین   آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔

"منجدل" کا معنی زمین پر پڑے ہوئے تھے۔

ان احادیث میں آپ ﷺ کے نبی ہونے کا معنی یہ نہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے علم میں نبی تھے جیسا کہ کہا گیا ہے۔اس لیے کہ اس معنی میں صرف آپ کی خصوصیت نہیں (بلکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تو تمام نبیوں کی نبوت تھی) کہ اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح کو اس وصف سے متصف و موصوف نہ کیا گیا اور یہ اتصاف عالم ارواح میں تھا۔یہ اختصاص اس لیے تھا تا کہ "ملاءاعلیٰ" کو اس کی خبر دے دی جائے۔یعنی ملاءاعلیٰ میں آپ ﷺ کی روح پاک کی صفت نبوت سے موصوف ہونا مشہور و معلوم ہو جائے جب "نبوت" آپ کی روح پاک کی صفت قرار پائی۔تو اس سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ اپنے وصال کے بعد بھی نبی و رسول ہیں۔

سوال:

یہ کہ اب وصال کے بعد احکام و وحی آپ سے منقطع ہو چکی ہے۔اس کے

انقطاع کے بعد ”نبوت ورسالت“ کا وصف کیا معنی رکھتا ہے؟

جواب:

تو جواب یہ ہے کہ اس انقطاع سے اس وصف میں اس لیے فرق نہیں پڑتا، کیونکہ آپ ﷺ جس دین کو پھیلانے تشریف لائے تھے۔ وہ مکمل ہو چکا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور اس کا انکار ”جہالت“ ہے۔ ہمارے اس نکتہ کو یاد رکھنا، نہایت نفیس اور قیمتی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے اس قول کی یہی مراد ہے:

ان اللہ خلق نوری قبل ان یخلق ادم علیہ السلام باربعة الف عام

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ نے میرا نور آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چودہ ہزار سال پہلے پیدا کیا۔ اس کی روایت ابن القطان کی ہے۔“

نبی کریم ﷺ فرشتوں کے بھی نبی ہیں:

✿ ایک روایت میں آتا ہے:

یسبح ذالک النور و تسبح الملا نکة بتسبیح

”نور محمدی ﷺ“ تسبیح کرتا تھا اور اس کی تسبیح سن کر اسی طرح تسبیح فرشتے کرتے تھے۔ یہ روایت اس بات کی تائید کرتی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ ”فرشتوں“ کیلئے بھی رسول تھے۔ جیسا کہ آپ دوسروں کیلئے مرسل تھے، پس یہ بات اس کی صراحت کرتی ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت حضرت آدم علیہ السلام کی نبوت سے بہت پہلے ”وجود عینی“ میں ظاہر تھی۔ فرشتے آپ ﷺ سے قبل کسی نبی کو نہ جانتے تھے۔ (یعنی کے نبوت سے سرفراز فرمایا جائے گا)

ابوالانبیاء آخرالانبیاء:

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ”نبی مطلق“ صرف حضور نبی کریم ﷺ کی ذات مقدسہ ہے۔ دیگر انبیاء کرام آپ کے خلفاء ہیں اور تمام شریعتیں آپ کی شریعت ہی ہیں،

جو ہر نبی کی زبان سے اس دور کے لوگوں کی استعداد کے مطابق ظاہر ہوتی رہی لہٰذا آپ ﷺ ''ابوالانبیاء'' بھی ہیں اور ''آخرالانبیاء'' بھی ہیں اور آپ ﷺ کی شریعت پر نسخ کا قلم نہیں چل سکتا۔ (یعنی منسوخ نہیں ہوسکتی)

باعتبار روح وجسم اول ہیں:

یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ انبیاء کرام سے باعتبار ''روح'' کے اول ہیں۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اور جسم کے اعتبار سے بھی اول ہیں۔ اس لیے کہ آپ کے جسم کا مادہ تمام مخلوق کے مواد سے پہلے پیدا کیا گیا۔ اس کی دلیل حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ وہ حدیث ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے ارشاد ''میں اس وقت بھی نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔'' میں جو ''درمیان ہونے'' کا ذکر ہے۔ اس سے ظاہر مراد یہ ہے کہ دونوں طرفیں (روح اور جسم) موجود نہ تھیں۔ یعنی نہ روح آدم تھی اور نہ جسم آدم۔ جیسا کہ اس کی تصریح ایک اور روایت میں ہے۔ جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''لا ادم ولا ماء و لاطین'' نہ آدم تھے نہ پانی مٹی۔ اس لیے کہ جب تم کہتے ہو: ''مسکنه بين البصرة والكوفة'' میری رہائش بصرہ اور کوفہ کے درمیان ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ متکلم ان دونوں (بصرہ وکوفہ) شہروں میں نہیں رہتا۔ ''بين الماء و الطين'' کا معنی یہ نہیں کہ اس وقت حضرت آدم علیہ السلام محض مٹی نہ تھے اور نہ ہی محض پانی تھے۔ جس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اس وقت نبی بنے، جب حضرت آدم علیہ السلام صرف مٹی اور پانی نہ تھے بلکہ مٹی اور پانی سے آگے گزر کر آپ کا جسم بنا، پھر اس میں روح پڑی پھر کہیں جا کر حضور نبی کریم ﷺ کو نبوت ملی۔

معلوم ہونا چاہیے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے حقیقت کے وجود کا تقرر جو اس وقت تھا، یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے منافی نہیں۔

وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا

الْکِتَابُ وَلَاالْاِیْمَان

اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے اپنے روح کی وحی کی۔ آپ نہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ ہی یہ جانتے تھے کہ ایمان کیا ہے؟ (سورۃ الشوریٰ) (مطلب یہ کہ اگر آپ حضرت آدم علیہ السلام سے بہت پہلے نبی تھے تو پھر اللہ تعالیٰ کے مذکورہ قول کا مفہوم اس کے خلاف نظر آتا ہے۔ کیونکہ نبی کو تو اپنے ایمان اور اپنی کتاب کا علم ہوتا ہے) اس کے بارے میں علامہ ابراہیم کورانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "قصد السبیل" میں ذکر کیا اور ان کی تحقیق کو علامہ محمد داؤدی رحمۃ اللہ علیہ نے مولد ابن حجر کی شرح میں نقل کیا۔ وہ یہ آیت کہ "ما کنت تدری ما الکتاب" میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کتاب کو جاننے کی جو نفی کی گئی اس کا زمانہ کون سا تھا؟ اس بارے میں یہ احتمال ہے کہ یہ زمانہ وہ ہو جو عالم ارواح میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی آنے سے قبل تھا جو کئی سالوں پر مشتمل تھا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک کو جب نبوت سے متصف کیا گیا اور جب آپ کے بارے میں میثاق لیا گیا۔ اس سے چودہ ہزار سال پہلے کی بات ہو۔ اس احتمال کے پیش نظر آیت مذکورہ کا معنی یہ ہوگا۔ یونہی ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے اس وقت روح بھیجا جب آپ پر ہم نے نبوت کا احسان کیا اور حضرت آدم علیہ السلام اس وقت روح اور جسم کے درمیان تھے۔ اس وحی سے قبل آپ ان چودہ ہزار سال سے پہلے یہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے؟ یہ اس معنی پر بعض احادیث کا ظاہری مفہوم بھی دلالت کرتا ہے۔ مثلاً یہ حدیث کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت حضرت آدم علیہ السلام کے جسم کی تخلیق کے بعد آپ کو عطا ہوئی تھی۔

شیخ ابراہیم کورانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ علامہ عارف قشاشی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ موقف ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت "لوح وقلم" کی پیدائش سے پہلے تھی اور ان کے بعد پیدا ہونے والی اشیاء سے بھی لازماً پہلے تھی۔ آپ کے اس موقف سے مراد شاید یہ ہوگی کہ اس سے وہ متقدم زمانہ مراد ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم "مقام قرب" میں تشریف فرما تھے

اور اگر آیت مذکورہ (مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتَابَ الایہ) میں کتاب و ایمان کے علم کی جو آپ سے نفی کی گئی۔ اس سے مراد وہ زمانہ ہو جو اس دنیا میں آپ ﷺ پر وحی نازل ہونے سے قبل تھا۔ (یعنی آپ ﷺ اپنی بعثت مبارکہ اور دنیا میں چالیس سال کی زندگی ہونے کے بعد یہ سلسلہ وحی شروع ہونے سے قبل کے زمانہ میں ''کتاب ایمان'' کو نہ جانتے تھے) تو پھر یہ کہا جائے گا کہ آیت مذکورہ میں ''یاد آنے کی نفی'' ہے۔ یعنی جو میثاق ہوا تھا وہ کب اور کیسے ہوا یہ یاد نہ رہا تھا۔ اس بات کی نفی نہ ہوگی کہ آپ ﷺ کو ''وحی'' کی آمد سے قبل ''توحید کا علم ضروری'' نہ تھا۔ ''توحید کا علم ضروری'' اگر اس کی پیغمبر سے نفی کی جائے۔ تو اس سے ایسی بات لازم آئے گی جو پیغمبر کے منصب کے لائق نہیں ہوتی، رہی پہلی بات (یعنی ایمان کا علم نہ ہونا) تو اس بارے میں یہ کہا جائے گا کہ ''ایمان'' کسے کہتے ہیں؟ اس کا جواب یہی ہے کہ ''ایمان'' مخبر یہ کی ان باتوں میں تصدیق کرنے کا نام ہے۔ جن کی وہ خبر دیتا ہے اور یہ بات بالکل صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء کرام کو جب ان سے میثاق لیا گیا تو اس بات کی ضرور خبر دی تھی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور پیغمبروں کی تصدیق کی بھی خبر دی۔ تمام پیغمبروں نے اقرار دیا۔ یعنی ایمان لائے اور تصدیق کی لہٰذا ''ایمان'' متحقق ہو گیا۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتَابُ وَلَا الْاِیْمَانُ (سورۂ شوریٰ)

لہٰذا اگر میثاق کا واقعہ یاد ہوتا اور یہ بھی یاد ہوتا کہ کیسے ہوا اور کب ہوا اور یہ ''یاد'' عالم اشباح میں وحی سے قبل ہوتی تو آپ ''ایمان'' کو جاننے والے ہوتے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس بات کی نفی کر دی کہ آپ کو معلوم نہ تھا کہ ''ایمان'' کیا ہے۔ پس میثاق کا واقعہ اور اس کا کب اور کیسے ہونا حضور نبی کریم ﷺ کی یادداشت میں قبل وحی متحقق نہ تھا اور یہ تحقق لگاتار آپ کے اوّل ظہور سے لے کر رسول مبعوث ہونے تک ہمیشہ رہا۔ اس میں نہ تو ''جہل'' خلل انداز ہوا۔ اور نہ ''شک'' نے

راستہ پایا۔ نہ ''شبہ'' عارض ہو سکا، نہ مختصر مدت کیلئے اور نہ کثیر عرصہ کیلئے جیسا کہ گزر چکا ہے لہٰذا حضور نبی کریم ﷺ کے قبل وحی علم ضروری سے ''موحد'' ہونے اور کتاب و ایمان کے قبل وحی نہ جاننے کے درمیان کوئی منافات نہیں ہے۔ یہاں سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ آپ ﷺ کے بالفعل نبی ہونے اور حضرت آدم علیہ السلام کے روح اور جسم کے درمیان ہونے۔اور آپ ﷺ کے قبل وحی کتاب و ایمان کے نہ جاننے میں کوئی منافات نہیں اگر قبل وحی سے مراد عالم ارواح سے ہے تو بات بالکل ظاہر ہے اور اگر مراد اس سے وحی سے قبل ہے جو عالم اشباح (اس دنیا) میں آپ پر اتری۔ تو جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ آیت مذکورہ اگر دلالت کرتی ہے تو اس بات پر کہ آپ کو واقعہ میثاق کی ''یاد'' نہ تھی اور یہ یاد نہ رہا تھا کہ یہ واقعہ کب اور کیسے ہوا؟ برابر ہے کہ ''میثاق نبوت'' ہو یا ''میثاق توحید'' ہو۔ پس جیسا کہ وقوع التوحید کی یاد نہ ہونا، توحید کے علم ضروری کے منافی نہیں۔ اس طرح میثاق نبوت کے واقعہ کا یاد نہ رہنا، اس کے منافی نہیں کہ آپ کو ان باتوں کا علم ضروری ہو جو آپ کی طرف وحی ہوئیں، ایسی باتیں جن کے مطابق آپ لوگوں کی طرف رسول بنائے جانے سے پہلے عبادت کرتے رہے، اس موضوع کو شیخ ابراہیم کورانی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب وضاحت سے لکھا۔ اس مقام کی اس نہج پر تحقیق میں موصوف کو اولیت ہے۔

تمام کائنات کے رسول ﷺ:

❁ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"فنبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھو المقصود من الخلق و واسطۃ عقدھم"

ہمارے پیغمبر ﷺ ہی خلق سے مقصود ہیں اور مخلوق کی موتیوں کو پرونے والے دھاگہ سے واسطہ ہیں......

❁ اس کی تشریح میں سید احمد عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا۔

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ تمام مخلوق سے اعظم، نفیس ترین اور اعلیٰ ہیں۔ اس لیے کہ ''عقد'' موتیوں کا بنا ہار ہوتا ہے۔ یعنی جن کو مخلوق میں سیادت حاصل ہے۔ وہ بمنزلہ ''ہار'' ہیں جو موتیوں سے بنایا گیا ہو اور نبی کریم ﷺ اس ہار کا ''واسطہ'' یعنی بے مثل موتی ہیں جس کی اپنے حسن میں کوئی شبیہ نہیں۔ آپ ﷺ کو ہر چیز سے قبل ''نبوت'' کا ہار پہنایا گیا اور آپ نے ارواح کی تخلیق کے وقت تمام مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور انوار کی ابتداء کے وقت آپ نے کائنات کو اللہ کی دعوت دی جیسا کہ آپ نے سب سے آخر تشریف لا کر آخری زمانہ میں اپنے جسم اقدس کی تخلیق کے وقت سب مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا۔ اسی معنی میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ الآية ...... لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ تک (آل عمران)

تمام پیغمبر حضور نبی کریم ﷺ پر ایمان لائے لہٰذا آپ ''ابوالارواح'' اور تمام روحوں کی اصل ہیں، جس طرح حضرت آدم علیہ السلام ''ابوالاجساد'' ہیں اور تمام اجسام کے سبب ہیں:

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا

ترجمہ: ''برکت والی ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندے پر فرقان اتاری تاکہ وہ تمام جہانوں کیلئے ڈر سنانے والا ہو جائے۔''

(سورۃ الفرقان)

آیت کریمہ میں ''عالمین'' سے مراد تمام مخلوق ہے۔ آپ ﷺ نے تمام مخلوق کو ڈر سنایا اور تمام آپ پر اولیت و آخریت میں ایمان لائے اور آپ کا نور ایک پشت سے دوسری پشت کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر گفتگو کی ہے اور انہوں نے بھی حضور نبی کریم ﷺ کی ''رسالت عامہ'' کی ہی تقریر (پختگی) کی۔ ہم نے جو کچھ ذکر کیا اس کی تائید عارف سیدی محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے ہوتی ہے۔ جو ہم ذکر کر چکے ہیں۔ یعنی حضور نبی کریم ﷺ کی رسالت تمام مخلوق کی طرف کیونکہ نہ ہو جبکہ آپ ان

تمام رسولوں کے رسول ہیں۔ جنہوں نے مخلوق خدا کو خدا کی طرف بلایا اور جو ان احکام کی تبلیغ میں آپ کے نائب تھے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں بطور شریعت عطا کیے۔

حقیقی داعی اور تمام انبیاء کی اصل آپ ﷺ کی ذات ہے:

شیخ ابو عثمان فرغانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابتداء سے انتہاء تک اس ''حقیقت محمدیہ'' کے سوا اور کوئی حقیقی داعی نہیں۔ جو تمام انبیاء کی اصل ہے اور تمام پیغمبر اس ''حقیقت احمدیہ'' کے اجزاء کی مانند ہیں اور اس کی تفاصیل ہیں، لہٰذا ان انبیاء کرام کی دعوت ان کی جزئیت کے اعتبار سے اپنے کل کی خلافت کے طور پر ہوئی۔ یعنی جس طرح کل کے بعض اجزاء اگر کوئی کام کرتے ہیں تو وہ اس کل کا کام ہی ہوتا ہے جو نائب ہونے کی حیثیت سے کسی جزء نے کیا اور حضور نبی کریم ﷺ کی دعوت ''کل'' کی اپنے تمام اجزاء کو دعوت ہے۔ اسی طرف اللہ تعالیٰ کا یہ قول اشارہ کرتا ہے:

''وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا کَافَّةً لِّلنَّاس''

ترجمہ: ''ہم نے آپ کو تمام انسانوں کیلئے رسول بنا کر بھیجا۔''

اور تمام انبیاء و مرسلین کرام، ان کی تمام امتیں اور جمیع متقدمین و متاخرین ''کَافَّةً لِّلنَّاس'' میں شامل ہیں لہٰذا آپ ﷺ ''اصل داعی'' ہیں اور جمیع انبیاء و مرسلین خلق کو خالق کی طرف آپ کی نیابت کی وجہ سے بلاتے ہیں لہٰذا وہ دعوت الی اللہ میں آپ ﷺ کے خلیفہ ہوئے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ میثاق لیا تھا کہ وہ آپ کے اتباع کرنے والے ہیں۔ پس آپ کی رسالت تمام مخلوق، انبیاء کرام اور ان کی امتوں کیلئے ہوئی جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک ہوئی یا ہیں یا ہوں گی۔ اس وقت وہ سب حضور نبی کریم ﷺ کے اس قول میں داخل ہو جائیں گے۔ ''ارسلت الی الناس کافة'' میں تمام انسانوں کیلئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اسی لیے کل قیامت کے دن تمام انبیاء کرام آپ کے جھنڈے تلے ہوں گے۔

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ ''قصیدہ بردہ'' میں فرماتے ہیں۔

و کل آی اتی الرسل الکرام بها ـــ فا؟؟ اتصلت من نوره بهم

فانه شمس فضل هم کواکبها ـــ یظهرن انوار ها للناس فی الظلم

ترجمہ: ''وہ تمام آیات و معجزات جو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام لائے وہ آپ کے نور کے صدقہ میں ان کو ملیں، آپ ﷺ ''فضل'' کے سورج ہیں اور تمام پیغمبر اس کے ستارے ہیں جو اندھیرے میں لوگوں کو روشنی دکھاتے ہیں۔''

یعنی ہر وہ معجزہ جو کسی رسول و پیغمبر علیہم السلام کے ہاتھوں ظاہر ہوا۔ وہ آپ ﷺ کے نور کے واسطہ سے ظاہر ہوا، اس لیے ان حضرات نے آپ کے نور سے ہی اقتباس کیا تھا پس آپ فضل کے سورج ہیں اور تمام پیغمبر اس کے ستارے ہیں۔ اور جب سورج ظاہر ہوتا ہے تو ستارے ڈوب جاتے ہیں۔ غرضیکہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنا اپنا دین (شریعت) اس وقت تک مروج کیا، اس وقت تک اس کی تبلیغ کی، جب تک آپ ﷺ کا دین ظاہر نہ ہوا، پھر جب آپ کا دین اللہ تعالیٰ نے ظاہر کیا تو ان کے ادیان (شریعتیں) منسوخ کر دیں، لہٰذا آپ ''اصل'' ہوئے اور تمام پیغمبر آپ کے نائب بنے۔ اسی لیے ''شب اسراء'' آپ نے ان کی امامت فرمائی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی لیے جب تشریف لائیں گے تو صرف اور صرف آپ کی شریعت کے مطابق ہی فیصلہ جات اور حکومت کریں گے، اپنی شریعت کے مطابق نہیں۔

ذکر ولادت پر قیام مستحب ہے:

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''فحینئذ و لدته صلی اللہ علیه واله وسلم'' اس کے تحت سید احمد عابدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

تنبیہ:

مسلمانوں کی عادت چلی آ رہی ہے کہ جب وعظ و تقریر کرنے والے حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت پر گفتگو کرتے آپ کے ''پیدا ہونے'' کا واقعہ بیان کرتا ہے، تو حاضرین اس وقت آپ ﷺ کی تعظیم کیلئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ ''کھڑا ہونا''

بدعت ہے لیکن ''حسنہ'' ہے۔ اس لیے کہ اس قیام سے فرحت و اسرار اور تعظیم مصطفیٰ ﷺ کا اظہار ہے بلکہ یہ قیام اس مومن کیلئے ''مستحب'' ہے جس پر آپ کی محبت و اجلال غالب ہو۔

حضور نبی کریم ﷺ کے اسم پاک کے ذکر کرتے وقت ''قیام کرنا'' عالم امت اور دین تقویٰ میں پیشوائے امت امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت ہے، ان کی اتباع کرتے ہوئے اور ان کے دور کے مشائخ عظام نے بھی ''قیام'' کیا۔ شامی اور داؤدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اتفاق ہوا کہ ایک نعت خواں نے حسان زمانہ، محبّ صادق جناب ابوزکریا یحییٰ صرصریؒ کے مدح مصطفیٰ میں لکھے قصیدہ کے درج ذیل اشعار پڑھے:

قليل لمدح المصطفى الخط بالذهب　　على فضة من خط احسن من كتب

وان تنهض الاشراف عند سماعه　　قياما صفوفا او جثيا على الركب

اما الله تعظيما له كتب اسمه　　على عرشه يا رتبة سمت الرتب

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ کی مدح کیلئے سونے کا خط (لکھائی) ہو اور کاغذ چاندی کا اور کتابت سب سے بہتر ہو، تب بھی بہت تھوڑا ہے اور بزرگ و شریف لوگ آپ ﷺ کی مدح سنتے وقت صفیں باندھ کر کھڑے ہو جائیں یا گھٹنوں کے بل جھک جائیں تب بھی معمولی ہے۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تعظیم کیلئے آپ کا اسم گرامی اپنے عرش پر رقم فرمایا۔ سبحان اللہ! کیا عظیم مرتبہ ہے جس کے مقابلہ میں سارے مراتب کم ہیں۔

اس وقت شیخ تقی الدین سبکیؒ کے درس کا اختتامی وقت تھا۔ قاضی صاحبان اور نامی گرامی علماء مشائخ موجود تھے۔ جب نعت خواں نے "وان تنهض الاشراف" پڑھا تو شیخ موصوف اسی وقت کھڑے ہو گئے، ان پر ''حال'' طاری ہو گیا اور علامہ صرصریؒ کے قول (شعر) کے مضمون پر عمل کرنے کیلئے آپ اپنے قدموں پر کھڑے ہو گئے۔ یہ دیکھ کر تمام حاضرین نے روحانی لطف اٹھایا۔ یہ بات موصوف کے صاحبزادے شیخ الاسلام ابونصر

عبدالوہاب شعرانی نے ''طبقات کبریٰ'' ان کے حالات زندگی لکھتے ہوئے تحریر کی ہے۔

''انسان العیون'' میں مذکورہ بات ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:''و یکفی مثل ذالک فی الاقتداء'' ایسی عظیم شخصیت کا مذکورہ عملی اقتداء کیلئے اسی قدر کافی ہے۔

میں کہتا ہوں۔(یعنی سید احمد عابدینؒ) کہ اس قیام تعظیمی پر علماء اعلام اور مشائخ کرام ہمیشہ سے عمل کرتے چلے آرہے ہیں۔ایسا کرنا حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم کی خاطر ہوتا ہے۔آپ تمام پیغمبروں کے خاتم ہیں:علیه و علیهم افضل الصلوٰة واتم السلام.

بوقت ولادت شام کے محلات چمک اٹھے:(حضرت آمنہ)

۞ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''و انه لما فصل صلی الله علیه و آله وسلم من امه خرج منها نور اضاء ما بین المشرق و المغرب الاسیما الشام و قصور ها''

نبی کریم ﷺ جب اپنی والدہ کے شکم اطہر سے باہر تشریف لائے تو اس وقت آپ کی والدہ سے ایک نور نکلا جس نے مشرق ومغرب کو روشن کر دیا۔خاص کر شام اور اس کے محلات کو،اس کے تحت سید احمد عابدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے اپنے جسم سے نکلتا ہوا ایک نور دیکھا جب آپ ﷺ ان کے بطن اقدس میں جلوہ فرما ہوئے۔اس کی روشنی سے حضرت آمنہ نے سرزمین شام میں بصرہ کے محلات دیکھے اور ہم یہ بھی لکھ آئے ہیں کہ ''نور کا ظاہر'' یہ واقعہ دومرتبہ پیش آیا ہو۔اس کے تسلیم کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں اور اس سے آپ ﷺ کے ظہور کی بشارت اور آپ کے دین کے ظہور کی بشارت ہے۔

احمد، بزار، طبرانی اور حاکم نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''انی عبدالله و انا ادم لمنجدل فی طینته و سا خبر کم عن ذالک انی دعوة ابی ابراهیم و بشارة عیسیٰ و رؤیا امی التی

رات و کذالک امھات النبیین یرین"

ترجمہ: "میں اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف تھا جب حضرت آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں زمین پر پڑے ہوئے تھے اور میں تمہیں اس بارے میں اطلاع دیتا ہوں کہ میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ کا دیکھا خواب ہوں۔ یونہی تمام پیغمبروں کی مائیں خواب دیکھتی ہیں۔ یعنی اس قسم کا خواب دیکھتی ہوں جیسا میری والدہ نے دیکھا تھا۔"

یہ نبی کریم ﷺ کے ان خصائص میں سے ہے جن میں آپ امت کے مقابلہ میں مخصوص ہیں۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اس خاصہ میں آپ کے ساتھ شریک ہیں۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی ماؤں کا نور دیکھنا اس سے مراد مطلقاً نور دیکھنا ہے۔ یہ نہیں کہ ہر ایک سے ایسا نور نکلا۔ جس سے اس نے شام کے محلات دیکھ لیے۔ اس کے بعد مذکور محدثین کرام نے لکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی والدہ نے کیا دیکھا:

وان ام رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم رأت حین و ضعتہ نو اضاء ت لہ قصور الشام"

ترجمہ: "بے شک حضور نبی کریم ﷺ کی والدہ نے آپ ﷺ کے تولد کے وقت ایک نور دیکھا، جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔ (یعنی دکھائی دینے لگے)"

✿ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

صححہ ابن حبان والحاکم اس روایت کی تصحیح ابن حبان اور حاکم نے کی۔

حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اور آپ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں۔ فرماتی ہیں:

"لقد رأیت ای رؤیۃ عین بصریۃ بقظۃ لیلۃ و ضعتہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نورا اضاء ت لہ قصور الشام حتی رأیتھا"

ترجمہ: ”میں نے یقین دیکھا یعنی سر کی آنکھوں سے حالت بیداری میں اور اس رات دیکھا جس رات نبی کریم ﷺ کو میں نے تولد دیا۔ ایک عظیم الشان نور نکلا کہ جس سے شام کے محلات چمک اٹھے حتی کہ میں نے ان کو دیکھ لیا۔“

✿ حضرت ابن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

”انه صلی اللہ علیه و آله وسلم قال رأت امی حین و ضعتنی انه سطع منها نور اضاء ت منه قصور بصری“

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری ولادت کے وقت میری والدہ نے اپنے سے ایک نور نکلتا ہوا دیکھا جس سے بصریٰ کے محلات روشن ہو گئے۔

بوقت ولادت مشرق و مغرب روشن:

✿ ایک روایت یوں آئی ہے:

”انها قالت لما و ضعته خرج معه نور اضاء له ما بین المشرق و المغرب فاضاء ت له قصور الشام و اسو اقها حتی رأیت اعناق الابل ببصری“

ترجمہ: سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو جنم دیا تو آپ کے ساتھ ایک نور نکلا۔ اس سے مشرق و مغرب کے درمیان تمام اشیاء روشن ہو گئیں۔ اس سے شام کے محلات اور بازار بھی روشن ہو گئے حتی کہ میں نے بصریٰ میں اونٹوں کی گردنیں دیکھیں۔

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ملتے ہیں: ”حتی اضاء له ما بین السماء والارض“ حتی کہ ہر وہ چیز روشن ہو گئی جو آسمان و زمین کے درمیان ہے اور ”قصور الشام“ سے ظاہر ہے کہ اس سے مراد تمام اقالیم ہیں۔ صرف بصریٰ مراد نہیں اور بعض روایات میں جہاں صرف ”بصریٰ“ پر اکتفا کیا گیا۔ تو اس سے شاید یہ مراد ہو کہ ”نور“ کی مکمل روشنی ”بصریٰ“ پر پڑی۔ اس وجہ سے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”حتی کہ میں نے بصرہ میں اونٹوں کی گردنیں دیکھ لیں“ یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سیدہ آمنہ رضی

اللہ عنہا نے ایک مرتبہ بالخصوص نور کو بصرہ تک پہنچتے دیکھا۔ دوسری مرتبہ اس سے آگے گزرے دیکھا۔ "بصریٰ" ایک مشہور شہر ہے جو دمشق کی زیر نگرانی ہے اور شام کے راستہ میں آتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ "نور" کا دیکھنا ایک سے زائد مرتبہ ہوا جو نور سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ کو جنم دینے سے پہلے دیکھا۔ وہ خواب میں تھا اور جو بوقت ولادت دیکھا وہ جاگتے ہوئے سر کی آنکھوں سے تھا۔ واللہ سبحانہ اعلم

ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان:

"مواہب لدنیہ" میں بحوالہ لطائف حافظ عبدالرحمٰن ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس نور حسی کا جو آنکھوں سے دیکھا گیا بوقت ولادت سرکار دو عالم ﷺ نکلنا اس طرف اشارہ ہے کہ آپ ﷺ وہ نور لے کر تشریف لائے ہیں۔ یعنی وہ احکام و معارف ساتھ لائے ہیں جن کی بدولت اہل زمین ہدایت حاصل کریں گے اور زمین سے شرک کا اندھیرا چھٹ جائے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ" تحقیق تمہارے پاس "نور" آ گیا۔ یعنی جناب محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف لے آئے۔

نام محمد ﷺ کے فضائل و برکات:

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: "فلذا لک سماہ محمدا" اسی لیے آپ کا اسم گرامی "محمد" رکھا گیا۔ علامہ سید احمد عابدینؒ اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اس اسم گرامی (محمد مصطفیٰ ﷺ) کی فضیلت میں بہت سی احادیث اور اخبار مشہورہ آئی ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱) حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! میں اس شخص کو جہنم کی آگ میں عذاب نہیں دوں گا جس کا نام آپ کے اسم گرامی پر ہوگا۔ یعنی آپ ﷺ کے مشہور اسم گرامی "احمد و محمد" کے مطابق ہوگا۔

(۲) کوئی سا بھی دسترخوان بچھایا جائے، وہ اس وقت مکمل ہوگا جب اس پر کوئی "محمد واحمد" نام والا کھانے کیلئے بیٹھے گا۔

(۳) دو شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے کر دیئے جائیں گے، جن میں سے ایک کا نام ''محمد'' اور دوسرے کا ''احمد'' ہوگا پھر اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جنت میں جانے کا حکم عطا فرمائے گا۔ دونوں عرض کریں گے: مولیٰ کریم! ہمیں جنت کا مستحق کیونکر اور کس وجہ سے قرار دیا گیا، حالانکہ ہم نے ایسے اعمال نہیں کیے جن کی جزاء اور بدلہ جنت ہو؟ اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا: تم دونوں جنت میں داخل ہو جاؤ کیونکہ میں نے اپنی ذات پر قسم اٹھا رکھی ہے کہ کسی ایسے شخص کو جہنم میں داخل نہیں کروں گا جس کا نام احمد یا محمد ہوگا۔

لیکن بعض حضرات کا کہنا ہے کہ ''محمد'' نام رکھنے کی فضیلت میں کوئی صحیح حدیث نہیں آئی اور جس قدر اس بارے میں روایات ملتی ہیں وہ سب کی سب موضوع ہیں۔ بعض حفاظ حدیث نے فرمایا کہ اصح یعنی صحیح کے قریب یہ حدیث ہے۔ ''من ولد له مولود فسماه محمدا''

(۴) حبابی و تبرکا باسمی کان هوو مولوده فی الجنة جس کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا پھر اس نے اس کا نام ''محمدﷺ'' رکھا اور یہ نام اس نے میری محبت اور میرے نام سے حصول برکت کی خاطر رکھا تو وہ خود اور اس کا بچہ جنتی ہیں۔ کما فی سیرة الحلبی انسان العیون

رواه ابن عساکر عن ابن امامة رفعة قال السیوطی هذا امثل حدیث ورد فی هذا الباب واسناده حسن''

ترجمہ: ابن عساکر نے ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا ذکر کی ہے۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس موضوع پر پائی جانے والی احادیث میں یہ حدیث زیادہ معتبر ہے۔ اس کی اسناد حسن ہیں۔

(۵) شفاء میں ہے۔ جناب سریج بن یونس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالیٰ ملا ئکة سیا حین عبادتهم المحافظة علی کل دار فیها احمد و امحمد اکراما لهذا الاسم

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے بعض فرشتے زمین پر سیاحت کیلئے مقرر فرمار کھے ہیں جن کی عبادت یہ ہے کہ وہ اس گھر کی حفاظت کرتے ہیں جس میں کوئی شخص احمد یا محمد نام کا رہتا ہو۔ یہ صرف اس نام کے اکرام واحترام کیلئے ہے۔

(۶) حضرت جعفر بن محمد اپنے والدگرامی سے روایت کرتے ہیں:

اذا کان یوم القیامۃ نادی مناد الا لیقم من اسمہ محمد فلید خل الجنتہ لکرامۃ اسمہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

ترجمہ: قیامت کے دن ایک پکارنے والا پکارے گا۔ سنو! جس کا نام "محمد" ہے، وہ جنت میں داخل ہو جائے۔ یہ حضور نبی کریم ﷺ کے نام پاک کی کرامت کی وجہ سے ہوگا۔

علامہ شہاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ ایسی بات نہیں جو محض قیاس سے کہی جاسکتی ہو، لہٰذا یہ حدیث ہے اور اس کا حکم "مرفوع حدیث" کا ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ اس قسم کی احادیث سے اس نام والا عملی طور پرست بلکہ بے عمل ہو جائے گا تو اس قول کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیے۔

(۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

انہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال اذا کان یوم القیامۃ ینادی مناد فی الموقف الا لیقم من کان اسمہ محمدا فلید خل الجنۃ بکرامتی

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن "موقف" میں ایک آواز دینے والا آواز دے گا۔ سنو! وہ شخص کھڑا ہو جائے جس کا نام "محمد" ہے اور وہ جنت میں چلا جائے۔ یہ میری کرامت کی وجہ سے ہوگا۔

(۸) یقول اللہ لہ عبدی الم تستھی منی اذ عصیتنی و اسمک محمد و انا استحیی ان اعذبک و اسمک اسم حبیبی اذھبوا بہ الی الجنۃ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اسم ''محمد'' کو کہے گا جب تو میری نافرمانی کرتا تھا تو تجھے شرم نہیں آتی تھی حالانکہ تیرا نام ''محمد'' تھا۔ میں تجھے عذاب دینے سے شرماتا ہوں کیونکہ تیرا نام میرے حبیب ﷺ کے نام پر ہے۔ فرشتو! اسے جنت کی طرف لے جاؤ۔

✿ علامہ بوصیری رضی اللہ عنہ نے قصیدہ بردہ شریف میں اسی طرف اشارہ کیا ہے:

فان لی ذمة بتسمیتی

محمدا و هو او فی الحق فی الذمم

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے یہ ذمہ داری عطا کر دی گئی ہے کہ جس کا نام میرے نام ''محمد'' پر ہوگا۔ وہ میری ذمہ داری میں ہے اور وہ ذمہ داریوں میں تمام مخلوق سے زیادہ وفا کرنے والا ہے۔

(۹) حضرت علامہ ابن القاسم نے اپنی ''سماع'' میں اور ابن وہب نے اپنی ''جامع'' میں حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے لکھا:

قال سمعت اهل مكة يقولون ما من بيت فيه اسم محمد الا نما اى زاد ذالک البيت بكثرة الاولاد و الا هل فيه و زادت البركة فيه و رزقوا و رزق جبرائهم اى زاد الله رزقهم ببركة ذالک الاسم

ترجمہ: میں نے اہل مکہ سے سنا۔ وہ کہتے ہیں کہ جس گھر میں ''محمد'' نام کا کوئی شخص ہوگا۔ وہ پھلے پھولے گا، یعنی اس گھر میں کثرت اولاد اور کثرت اہل ہوں گے۔ اس میں زیادہ برکت ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس گھر والوں اور ان کے پڑوسیوں کو اس نام کی برکت سے روزی عطا فرمائے گا۔ ایک نسخہ میں یہ لفظ موجود ہیں: ''الا وقد و قدا'' وہ سب گھر والے ہر بیماری اور برائی سے اللہ تعالیٰ کی امان میں ہوں گے۔

(۱۰) و عنه صلى الله عليه واله وسلم انه قال على ماروه ابن سعد من حديث عثمان العمرى مرفوعاً و ذكر السيوطي سنده ما ضر احد كم ان يكون فى بينه محمد و محمد ان و ثلا ثة اى

واكثر و يميز بينهم بلقب

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ سے روایت ہے۔ اس روایت کو ابن سعد نے عثمان عمری سے مرفوعاً ذکر کیا اور علامہ سیوطی نے اس کی سند ذکر کی ہے۔ فرمایا: جس کے گھر میں ''محمد'' نام کا ایک، دو یا تین آدمی ہوں۔ یعنی زیادہ ہوں اور ان کے درمیان لقب سے امتیاز کرے، ایسا کرنے میں کوئی ضرر نہیں۔

(۱۱) مسند حارث بن ابی اسامۃ میں روایت ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

من كان له ثلاثة من الولد و لم يسم احد هم بمحمد فقد جهل

جس کے ہاں تین بیٹے ہوئے اور اس نے ان میں سے ایک نام بھی ''محمد'' نہ رکھا، اس نے یقیناً جہالت کی۔

(۱۲) **و عن علي رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه واله وسلم ما اجتمع قوم في مشورة و معهم رجل اسمه محمد لم يد خلوه في مشورتهم الالم يبارك لهم رواه جماعتة منهم ابن عتاب**

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کچھ لوگ جب مشورے کیلئے جمع ہوتے ہیں اور ان کا ایک ساتھی ''محمد'' نام کا ہوتا ہے اسے وہ مشورہ میں شریک نہیں کرتے، تو ان کیلئے برکت نہیں ہوگی۔

(۱۳) ''روح البیان'' میں ہے:

ممن كان له كان له ذو بطن فاجمع ان يسميه محمدا رزقه الله غلاما

ترجمہ: جس شخص کی بیوی حاملہ ہو اور دوران حمل اس بات پر ان کا اتفاق ہو جائے کہ نومولود کا نام ''محمد'' ہوگا تو اللہ تعالیٰ ان کو ''لڑکا'' عطا کرے گا۔

(۱۴) جس شخص کا ہر بچہ پیدا ہوتے ہی فوت ہو جاتا ہو، یا قبل از وقت گر جاتا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ سے وعدہ کر لے کہ اب جو بچہ تو عطا کرے گا، میں اس کا نام ''محمد'' رکھوں گا۔ تو وہ زندہ رہے گا۔ انشاء اللہ

اسم ''محمد'' صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خصوصی برکت یہ بھی ہے کہ جس کھانے پر اسم ''محمد'' والا بیٹھا ہوگا یونہی مشورہ کرنے والوں میں اگر ایسا شخص بیٹھا ہوگا تو اس کھانے اور مشورہ وغیرہ میں برکت ہوگی اور اس نام والے کی اس اسم کی تعظیم کرنی چاہیے۔ اھ

✿ میرے چچا محترم علامہ محمد عابدین رحمۃ اللہ علیہ درمختار کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

روی مسلم و ابوداؤد والترمذی وغیرھم عن ابن عمر مرفوعاً

"احب الاسماء الی اللہ تعالٰی عبداللہ و عبدالرحمن"

اللہ تعالٰی کو سب سے زیادہ نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن پسند ہیں۔ علامہ مناوی لکھتے ہیں: عبدالرحمٰن سے عبداللہ مطلقاً افضل ہے اور ان دونوں کے بعد محمد پھر احمد پھر ابراہیم افضل ہیں۔

علامہ ابن عابدین موصوف درمختار کے حاشیہ پر ایک اور جگہ لکھتے ہیں۔ ان دونوں ناموں یعنی عبداللہ اور عبدالرحمٰن کے ساتھ ان جیسے دوسرے نام بھی شامل ہیں جیسا کہ عبدالرحیم اور عبدالمالک وغیرہ۔ ان دونوں ناموں کے افضل ہونے کی وجہ اس پر معمول ہے کہ یہ نام رکھنے والا ''عبودیت'' کی نیت وارادہ کرکے رکھے۔ اس لیے کہ کفار ومشرکین عبدشمس اور عبدالدار وغیرہ نام رکھتے تھے۔ لہٰذا یہ حدیث اس کے منافی نہیں، کہ اسم ''محمد واحمد'' اللہ تعالٰی کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالٰی نے اپنے محبوب ﷺ کیلئے وہی نام منتخب فرمایا، جو اسے سب سے زیادہ پسند تھا۔ "ھذا ھو الصواب" اور اس کا حمل علی الاطلاق جائز نہیں۔

درمختار میں ہے جس نام ''محمد'' ہے وہ اگر ''ابوالقاسم'' کنیت رکھ لے تو اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت پر کنیت نہ رکھو۔'' یہ منسوخ ہے۔ اس لیے کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے محمد بن حنفیہ کی کنیت ''ابوالقاسم'' رکھی تھی۔

اس بارے میں کل گفتگو چچا محترم کے حاشیہ میں "بحث التسمیہ" کے اندر موجود ہے جو کتاب "الخطر والاباحۃ" کی فصل البیع پر لکھا گیا۔

تاریخ ولادت کی اعلیٰ تحقیق:

✿ علامہ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"والا شهر انه ولد في ربيع الاول"

مشہور ترین قول یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ "ماہ ربیع الاوّل" میں پید ہوئے۔

اس قول مشہور کی تشریح کرتے ہوئے علامہ سید احمد عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا۔

یہ قول جمہور علماء کرام کا ہے۔ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول پر اتفاق واجماع نقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

فقال في الصفوة انفقوا على انه صلى الله عليه واله وسلم ولد بمكة يوم الا ثنين في شهر ربيع الاول عام الفيل

ترجمہ: "صفوۃ" میں انہوں نے لکھا: تمام علماء کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ مکہ شریف میں پیر کے دن ماہ ربیع الاوّل میں "عام الفیل" کو پیدا ہوئے۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "نعمۃ الکبریٰ" میں لکھا ہے جو میلاد النبی ﷺ پر لکھی گئی ان کی بڑی کتاب ہے کہ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے جو "اتفاق" نقل کیا۔ اس سے مراد "اکثر علماء کا اتفاق" ہے۔

اگر یہ نہ کہا جائے تو ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ "صفر" میں پیدا ہوئے۔ "ربیع الآخر" میں کہا گیا ہے۔ یہ دونوں قول مغلطائی وغیرہ نے نقل کیا ہے اور بعض نے "رجب" بھی کہا ہے لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے اور "رمضان المبارک" بھی نقل کیا گیا ہے۔ اس کو بھی بطور حکایت مغلطائی وغیرہ نے نقل کیا ہے اور یہ قول حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا گیا ہے لیکن اس کی اسناد صحیح نہیں اور یہ قول اس قول کے موافق ہے، جس میں کہا گیا کہ آپ کی والدہ "ایام تشریق" میں حاملہ ہوئیں۔ (یعنی ذوالحجہ میں حمل ٹھہرا اور نو ماہ بعد رمضان المبارک میں ولادت ہوئی) اور جس نے یہ کہا کہ نبی کریم ﷺ کی ولادت یوم عاشورہ (دس محرم الحرام) کو ہوئی۔ یہ قول نہایت

غریب ہے۔ اس سے آپ کی ولادت کا مہینہ ''محرم'' بنتا ہے۔ مغلطائی نے اس کی حکایت کی لہٰذا ان اقوال سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی ولادت کے بارے میں چھ اقوال ہیں۔

ولادت کے مہینہ کی طرح اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ مہینہ کا کون سا دن تھا جب آپ کی ولادت ہوئی۔ کہا گیا ہے کہ دن پیر ہے لیکن کونسا پیر یہ معین نہیں۔ یعنی ''ربیع الاوّل'' مہینہ میں سوموار کے دن آپ کی پیدائش ہوئی اور سوموار کس تاریخ کا ہے۔ اس کا تعین نہیں اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ ''سوموار'' معین ہے لیکن ان کا اختلاف ہے کہ وہ پیر کا دن ربیع الاوّل مہینہ کی دو راتیں گزرنے کے بعد والا تھا۔ اس اعتبار سے آپ کی ولادت دو ربیع الاوّل بروز پیر بنتی ہے اور یہی قول مغلطائی نے ذکر کیا ہے اور کہا گیا کہ ربیع الاوّل کی آٹھویں تاریخ والا پیر تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ دسویں تاریخ والا پیر تھا۔ اسے مغلطائی اور دمیاطی نے ذکر کیا ہے اور اس کی تصحیح کی ہے اور بیان کیا گیا ہے کہ بارہ ربیع الاوّل والا دن پیر تھا۔ بعض نے سترہ اور بعض نے اٹھارہ اور بعض نے ربیع الاوّل ختم ہونے سے آٹھ دن پہلے والا پیر کہا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آخری دو قول غیر صحیح ہیں اور جن لوگوں کے یہ دو قول نقل کیے گئے وہ مکمل طور پر غیر صحیح ہیں لہٰذا دن کی تعین کے متعلق سات اقوال سامنے آتے ہیں۔ ان میں سے مشہور ترین قول بارہ ربیع الاوّل ہے اور محمد بن اسحاق وغیرہ کا یہی قول ہے۔

''ابن کثیر'' نے کہا: جمہور سے یہی قول مشہور ہے اور قدیم وجدید اہل مکہ اسی پر متفق چلے آ رہے ہیں۔ وہ اسی تاریخ کو حضور نبی کریم ﷺ کی جائے ولادت کی زیارت کرنے جاتے ہیں۔ ابن جوزی اور ابن جزاء نے اس میں تھوڑا سا مبالغہ کرتے ہوئے لکھا کہ اس تاریخ پر اجماع ہے۔ یعنی اکثر کا اجماع واتفاق ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے یا اس اجماع سے مراد ''اجماع فعلی'' ہو سکتا ہے۔ اس لیے سلف وخلف سب اس پر متفق دکھائی دیتے ہیں کہ وہ ''محفل میلاد'' بارہ ربیع الاول کو ہی منعقد کرتے چلے آ رہے ہیں اور بارہ ربیع الاوّل کی رات کو ہی ''عمل مولد'' کرتے آ رہے ہیں اور

اس تاریخ کو ''میلاد النبی'' کی تاریخ کہتے چلے آرہے ہیں۔ تمام شہروں میں یہی معمول ہے حتی کہ حرم مکہ میں بھی یہی معمول ہے جو آپ ﷺ کی جائے ولادت ہے۔

بہت سے ائمہ حفاظ متقدمین وغیرہ کہتے ہیں کہ آپ کی ولادت کی تاریخ آٹھ ربیع الاول ہے۔ علامہ قطب الدین عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ یہی (آٹھ تاریخ) قول ان حضرات کا مختار ہے جن کی مجھے معلومات ہیں۔ حافظ حمیدی نے اسے اختیار کیا اور ان کے شیخ ابن حزم نے بھی اسے پسند کیا۔ قضاعی نے ''عیون المعارف'' میں اہل زیج (چاند سورج وغیرہ کا حساب لگانے والے) کا اجماع نقل کیا ہے۔ اسے زہری نے محمد بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا، وہ سب سے بڑے ماہر تھے اور عرب کی تاریخ کے بہت بڑے عالم تھے۔ انہوں نے یہ علم اپنے والد ''جبیر'' سے سیکھا تھا۔

لیکن قول اول (بارہ ربیع الاول) ہی جمہور کے نزدیک مشہور ہے اور جس پر سلف آرہے ہیں یہی صحیح ہے اور بعد کے وہ علماء جن پر اعتماد کیا گیا ہے وہ بھی یہی قول کرتے ہیں، لہٰذا اسی قول پر اعتماد کرنا چاہیے۔

ربیع الاوّل میں ولادت باسعادت کی حکمت:

صحیح روایات کے مطابق نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت ''ربیع الاول'' میں ہوئی۔ اس میں کیا حکمت ہے؟ جبکہ ''اشہر الحرم'' باقی مہینوں سے افضل ہیں، لیکن ان میں آپ کی ولادت نہ ہوئی اور نہ ہی ''سید الشہور'' یعنی رمضان المبارک میں ہوئی۔ اس سے اس وہم کو دور کرنا تھا کہ کوئی یہ سمجھ بیٹھے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو شرافت و کرامت ''زمانہ'' سے ملی ہے۔ (آپ بذاتہ مشرف ومکرم نہ تھے) بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ بذاتہ مشرف ومکرم تھے اور آپ سے زمانہ نے شرافت وبزرگی پائی، جیسا کہ مختلف ''مکانات وجگہوں'' کو آپ کی وجہ سے شرف ملا۔ آپ کی ولادت باسعادت ایسے مہینہ میں ہوئی جسے کوئی شرف نہ تھا۔ تا کہ اس غیر مشرف ماہ کو آپ مشرف کر دیں۔ یہی حکمت تھی کہ آپ ﷺ کو جمعۃ المبارک کی شب پیدا نہ کیا گیا اور نہ ہی جمعۃ

المبارک کے دن آپ کا تولد ہوا بلکہ پیر کی رات اور پیر کا دن تھا تا کہ پہلے سے اس کے غیر مشرف ہونے کے باوجود آپ کی نسبت سے مشرف ہو جائے اور مدینہ منورہ میں دفن ہونے میں بھی یہی حکمت تھی کیونکہ مکہ مکرمہ کی پہلے ہی فضیلت تھی وہاں دفن ہونے کی صورت میں ایک تو مدینہ منورہ کو اعزاز نہ ملتا اور دوسرا یہ سمجھا جاتا کہ مکہ کی وجہ سے آپ کو شرف ملا ہے۔ یہ باتیں ''نعمۃ الکبریٰ'' میں اور مواھب لدنیہ وغیرہ میں مذکور ہیں۔

''مواہب لدنیہ'' میں ہے اگر حضور نبی کریم ﷺ ان مذکورہ مہینوں میں سے کسی ایک میں پیدا ہوتے، تو یہ وہم ہوسکتا تھا کہ آپ کو شرافت اس مہینہ سے ملی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی ولادت باسعادت ان مہینوں کے سوا دوسرے مہینہ میں کی۔ تا کہ اس مہینہ کی بزرگی اور کرامت آپ کی بزرگی اور کرامت کی وجہ سے ہو جائے۔ جیسا کہ اگر آپ وصال شریف کے بعد مکہ مکرمہ میں مدفون ہوتے تو آپ کی زیارت کا قصد کرنے والا ''قصد زیارت'' بالتبع کرتا۔ اصل قصد مسجد حرام کی زیارت ہوتا۔ مکہ مکرمہ کی زیارت ہوتا یا حج کرنے یا عمرہ کرنے کا قصد ہوتا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آپ کی آرام گاہ ایسے شہر اور ایسی جگہ بنائی جو متبرک مقامات کے علاوہ تھی، تا کہ اس مخصوص جگہ کی طرف آنے والا آپ ﷺ کی زیارت کا قصد ''مستقل'' رکھتا ہو اور تا کہ لوگ دور دراز سے سفر کرتے وقت صرف آپ کی زیارت کا ارادہ کر کے آتے، جس سے مکہ شریف اور مدینہ منورہ کی طرف ''شد حال'' ممتاز ہو جاتے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

پیر کے دن ولادت باسعادت کی حکمت:

حضور نبی کریم ﷺ کی پیر کے دن ولادت ہونا، اس میں حکمت یہ تھی کہ اس دن تمام درخت پیدا کیے گئے اور ان سے انسانوں کو خوراک وغیرہ ملتی ہے۔ پس حضور نبی کریم ﷺ کا وجود پاک اس دن اس وجہ سے ہوا۔

علامہ شامی نے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت کا وقت قمر کی منزلوں میں سے غفر منزل کے طلوع کا وقت تھا۔ جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اور موسم ربیع کا تھا۔ یہ موسم

باقوال مختلفہ شباط، اذار یا نیسان میں تھا۔ ان اقوال کی علامہ شامی نے حکایت کی اور کسی شاعر نے شعر میں یوں کہا ہے:

یقول لنا لسان الحال منه و قول الحق یعذب للسمیع

فوجهی و الزمان و شهر وضعی ربیع فی ربیع فی ربیع

ترجمہ: ''ہمیں آپ ﷺ کی طرف سے زبان حال یہ بیان کرتی ہے اور حق تعالیٰ کی بات سننے والے کو بہت ہی اچھی معلوم ہوتی ہے لہٰذا میری شخصیت میری آمد کا زمانہ اور میری ولادت کا مہینہ ایسے ہیں جیسے ربیع میں ربیع پھر وہ ربیع ایک اور ربیع ہو۔''

سیدی استاد مصطفیٰ البکری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ربیع'' دو ہیں۔ ایک کا نام ''ربیع الشہور'' اور دوسری کا ''ربیع الازمنۃ'' ہے۔ مہینوں کی ربیع (ربیع الشہور) دو مہینے ہیں اور زمانوں کی ربیع (ربیع الازمنہ) بھی دو ہیں پہلی وہ جس میں پودوں اور درختوں وغیرہ پر بور آتا ہے۔ اور پھلوں کے شگوفے بنتے ہیں۔ اور دوسری وہ جس میں پھل پک کر تیار ہوتے ہیں۔ انتہیٰ۔ علامہ مرحوم نے حضور نبی کریم ﷺ کی ربیع الاول میں ولادت باسعادت کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھا۔ کہ اس مہینہ سے آپ ﷺ کی شریعت مطہرہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ یعنی آپ کی ''شریعت'' ربیع کے زمانہ کی مثل ہے۔ اس لیے کہ ''ربیع'' سال کے چاروں موسموں سے معتدل موسم ہوتا ہے۔ اور اس موسم کے رات دن گرمی اور سردی کے درمیان معتدل حالت کے ہوتے ہیں۔ اس میں چلنے والی ہوا خشکی اور تری کے درمیان درمیان ہوتی ہے۔ اور اس دور میں سورج نہ تو سیدھا سر پر ہوتا ہے اور نہ ہی بہت زیادہ جھکا ہوا ہوتا ہے۔ اور چاند ان راتوں کے ابتدائے حصہ میں ہوتا ہے۔ جو راتیں ''چاندنی راتیں'' کہلاتی ہیں۔ اسی مناسبت کی وجہ سے حضور سرور کائنات ﷺ کی پیدائش اور اخلاق کے اعتبار سے تمام انسانوں میں سے معتدل شخصیت ہیں۔ اور آپ کی شریعت تمام شریعتوں سے معتدل

ہے۔ اور اس ماہ میں آپ کی ولادت باسعادت اس طرف بھی صاف صاف اشارہ کرتی ہے۔ جسے لفظ ربیع کے معانی میں غور کرنے والا بخوبی سمجھ جاتا ہے۔ اس لیے کہ اس میں آپ کی امت کے لیے ایک نیک فال کی آپ کی طرف سے بشارت ہے۔ موسم ربیع میں زمین اپنے اندر موجود اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو پھٹ کر ظاہر کر دیتی ہے۔ اور حضور سرور کائنات ﷺ کی ربیع میں ولادت آپ کے ''عظیم القدر'' ہونے کا اشارہ کرتی ہے۔ آپ کا عالمین کے لیے رحمت ہونا، مومنوں کے لیے بشارت ہونا بھی اس ماہ کا اشارہ ہے۔ اور دنیا و آخرت میں خطرناک اور مہلک باتوں سے امتیوں کی حمایت اس پر موجود ہے اور کافروں کے لیے بھی عذاب کی تاخیر کی وجہ سے ''حمایت'' ہے۔

۞ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ

ترجمہ: ''اور اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہیں دے گا۔ جبکہ آپ ان میں تشریف فرما ہیں۔'' (الانفال: ۳۳)

پس برکتیں واقع ہوئیں۔ رزق کے دھارے بہہ گئے۔ اور آپ ﷺ کی تشریف آوری اور آپ کا اللہ تعالیٰ کے بندوں کا صراط مستقیم کی ہدایت کرنا اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا احسان ہے۔

حضرت علامہ ابوعبدالرحمٰن الصقلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ہر آدمی کے لیے نبی کریم ﷺ کے اسم گرامی میں حصہ ہے۔ اس مضمون کو انہوں نے ''سیرۃ الشامی'' میں بیان کیا ہے۔ اس سے قبل ہم آپ کے اسم گرامی کے محبوب فضائل، محمود و مرغوب شمائل میں سے کچھ لکھ چکے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کو اس کے فرشتوں، انبیاء و مرسلین عظام کے پسندیدہ ہیں۔ اور تمام اہل زمین کے لیے مرغوب و محبوب ہیں۔ اگرچہ بعض ان کے منکر بھی ہیں۔ اور یہ بھی واضح ہے کہ آپ ﷺ کے تمام اسمائے گرامیہ ایسی صفات سے مشتق ہیں جو آپ میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ اور جو آپ کی مدح اور کمال کو لازم کرتی

ہیں۔ اور آپ کے اسم گرامی "محمد" ﷺ میں حرف میم آپ کے خاتم ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس طرح کہ اس حرف کا مخرج تمام حروف کے مخارج کا آخر ہے۔

اور اس میں اشارہ ہے کہ آپ کی بعثت مبارکہ چالیس برس کی عمر شریف میں ہوگی۔

تربیت کرنے والی ماؤں نے اعلیٰ مقام پایا:

آپ کے اوصاف وکمالات کی تسبیح میں یہ موتی بھی ہمیں نظر آتے ہیں۔ جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے رضاعی ماؤں کی صورت میں عطا کیے۔ جنہوں نے آپ کی تربیت سے اعلیٰ مقام پایا۔ آپ کی والدہ محترمہ کے اسم گرامی "آمنہ" میں "امن" آپ کی دایہ "الشفاء" میں "شفاء" بچپن میں دیکھ بھال کرنے والی "برکۃ" میں "برکت ونماء" دودھ پلانے والی "ثوبیہ" میں "ثواب" اور "حلیمہ سعدیہ" میں "حلم وسعد" اسی کی جھلک ہیں۔

علامہ حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے "انسان العیون" (یعنی سیرت حلبی) میں لکھا۔ حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت "طلوع مشتری" میں ہوئی۔ اور مشتری ایک سعید ستارہ ہے۔ لہٰذا آپ کی ولادت باسعادت "سعد اکبر" اور ربیع الاول کے "نجم انور" کے موجود ہونے کے وقت ہوئی۔ اسی لیے ایک شاعر نے کہا۔

لهذا الشهر في الاسلام فضل — و منقبة تفوق على الشهور

ربيع في ربيع في ربيع — و نور فوق نور فوق نور

ترجمہ: "ربیع الاول" مہینہ کا اسلام میں بہت بڑا فضل ہے۔ اور اس کی فضیلت تمام بقیہ مہینوں پر فوقیت رکھتی ہے۔ یہ مہینہ ایک ربیع میں دوسری ربیع اور دوسری میں تیسری ربیع ہے۔ اور ایک نور سے اوپر دوسرا نور اور اس کے اوپر تیسرا نور ہے۔"

پس اے مبارک مہینے! تیرے شرف واعزاز پہ قربان! اس کی راتوں کے احترام وحرمت پر جانثار جو تسبیح میں پروئے گئے موتیوں کی طرح ہیں۔ اور قربان نبی کریم ﷺ کے چہرۂ اقدس پر کہ ایسا چہرہ کسی پیدا ہونے والا کا روشن نہ ہوا نہ ہوگا

پاکیزگی اس ذات باری تعالیٰ کی جس نے آپ کی ولادت باسعادت کو دلوں کے لیے ''بہار'' بنایا۔ اور جس نے آپ کے حسن و جمال کو آنکھوں کے لیے ان دیکھا حسن و جمال دیکھنا نصیب کیا۔

یا مولد المختار ان ربیعنا — بک راحة الا رواح والاجساد
یا مولدا فاق الموالد کلها — شرفا وساد بسید الاسیاد
لازال نورک فی البریة ساطعا — یعتاد فی ذا الشهر کا لاعیاد
فی کل عام للقلوب مسرة — بسماع ما نرویه فی المیلاد
فلذاک یشتاق المحب و یشتهی — شوقا الیه حضور ذا المیعاد

ترجمہ: اے نبی مختار ﷺ کے ولادت کے مہینے ربیع الاول! تیرے ہی سبب سے روحوں کو راحت اور جسموں کا چین موسم بہار سے ہمیں ملتا ہے۔ اے ولادت باسعادت! جو تمام ولادتوں سے اعلیٰ شرف رکھتی ہے۔ اور تمام سرداروں کے سردار ﷺ کی تشریف آوری کی وجہ سے تمام ولادتوں کی سردار ہو گئی۔ ہمیشہ تیرا نور کائنات میں چمکتا پھیلتا رہے گا۔ اور اس مہینہ کو لوگ عیدوں کی طرح ایک عید جانیں گے۔ ہر سال میلاد النبی ﷺ کے ماہ مبارک میں آپ کی ولادت کی روایات سن کر ہمارے دل مسرت حاصل کرتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ آپ سے محبت رکھنے والا یہی پسند کرتا ہے۔ اور اس کا شوق یہی تقاضا کرتا ہے۔ کہ ایسی مجالس ومحافل میں بھرپور شوق سے شرکت کرے۔

ولادت کے مہینہ میں مسلمان خوشی کرے:

اس لیے ہر اس شخص کو جو نبی کریم ﷺ کی محبت میں سچا ہے اس خوش کن مہینہ سے خوشی حاصل کرنا چاہیے۔ اس میں ایسی محفلیں منعقد کرے جن میں آپ کی میلاد پاک کے صحیح واقعات وروایات پڑھی سنی جائیں۔ ہوسکتا ہے کہ اس کی وجہ سے وہ نیک لوگوں کے ساتھ جنت میں داخل ہو جائے۔ اور اس ذات پر صلوۃ وسلام کی برکت سے اسے جنت میں داخلہ مل جائے جو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ لوگوں کی آنکھ کی پتلی ہیں۔ ہم پہلے

بیان کر چکے ہیں کہ زمانہ اور رات دن نے آپ ﷺ سے شرافت پائی جس طرح مختلف جگہوں میں آپ کی نسبت سے شرافت آئی۔ یعنی زمان و مکان کو آپ نے شرف بخشا۔

علماء فرماتے ہیں۔ جیسا کہ ''روح البیان'' کے حوالہ سے ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں۔ اور جیسا کہ ''تنقیح الحامدیہ'' میں بھی مذکور ہے۔ جو میرے چچا سیدی ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''خلاصۃ الوفا'' سے نقل کیا ہے۔

زمین کا وہ حصہ جس میں آپ تشریف فرما ہیں وہ کعبہ سے بھی افضل ہے:

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا۔ ان سے پہلے علامہ ابوالولید باجی وغیرہ نے لکھا۔ کہ اس بات پر اجماع ہے۔ کہ زمین کا وہ حصہ جس کے ساتھ آپ ﷺ کا جسم اطہر لگا ہوا ہے وہ ''کعبہ'' سے بھی افضل ہے۔ جیسا کہ ابن عساکر نے ''تحفہ وغیرہ'' میں تحریر کیا ہے۔ بلکہ علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علامہ ابن عقیل حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ کہ زمین کا مذکورہ حصہ ''عرش معلیٰ'' سے بھی افضل ہے۔ علامہ تاج فاکہانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ کہ تمام آسمانوں سے بھی وہ حصہ زمین افضل ہے۔ بلکہ فرمایا۔ ظاہر اور متعین ہے۔ کہ تمام زمین کی آسمان پر فضیلت ہے۔ اس لیے کہ اس میں حضور نبی کریم ﷺ جلوہ فرما ہیں۔

بعض نے اکثر علماء کا یہ مذہب نقل کیا ہے۔ کہ ''زمین'' آسمان سے اس لیے افضل ہے کہ اس سے حضرات انبیاء کرام کی تخلیق ہوئی ہے۔ لیکن زمین کے اس حصہ کو چھوڑ کر جو حضور نبی کریم ﷺ کے جسم اطہر کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ (یہ حصہ آسمان سے افضل ہے۔)

ولادت باسعادت کی رات لیلۃ القدر سے افضل ہے:

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ ''مواہب لدنیہ'' میں فرماتے ہیں۔ اگر کوئی اعتراض کرے یا دریافت کرے۔ کہ جب حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کی رات (بارہ ربیع الاول کی رات) افضل ہے یا لیلۃ القدر؟ تو میں اس کے جواب میں

کہوں گا۔ کہ حضور نبی کریم ﷺ کی پیدائش کی رات ''لیلۃ القدر'' سے افضل ہے۔ اس کی افضلیت تین وجوہ کی بناء پر ہے:

(۱) آپ کی ولادت مبارکہ کی رات وہ رات ہے جس میں حضور نبی کریم ﷺ کا ظہور مبارک ہوا۔ اور ''لیلۃ القدر'' آپ کو عطا کی گئی رات ہے۔ لہٰذا وہ رات جس کو آپ کے ظہور کا شرف ملا وہ اس رات سے زیادہ مشرف ہوگی جس کو شرف اس رات میں تشریف لانے والی شخصیت کے عطا سے ملا۔ اور اس میں کوئی نزاع نہیں۔ لہٰذا ولادت باسعادت کی رات ''لیلۃ القدر'' سے افضل ہوئی۔

(۲) ''لیلۃ القدر'' کی شرافت اگر اس بناء پر ہے کہ اس میں فرشتے اترتے ہیں تو شب ولادت کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کائنات میں جلوہ فرما ہوئے۔ لہٰذا جس بات نے ''لیلۃ القدر'' کو یہ شرف بخشا اس سے کہیں زیادہ اشرف واکرم وہ ہے جس نے ''شب ولادت'' کو اعزاز عطا کیا۔ یعنی اصح اور پسندیدہ ترین اہل سنت کا قول یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ تمام فرشتوں سے افضل ہیں۔ اس لیے ''شب ولادت'' افضل ہوئی۔

(۳) ''لیلۃ القدر'' اللہ تعالیٰ نے ''امت محمدیہ'' کو نعمت بخشی۔ اس امت پر مہربانی فرمائی۔ لیکن حضور ﷺ کا ظہور (صرف امت کے لیے نہیں بلکہ) تمام کائنات کے لیے نعمت ہے۔ لہٰذا ''شب ولادت'' کا نفع عام اور ''لیلۃ القدر'' کا خاص ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ''شب ولادت'' افضل ہے۔ (انتہی)۔

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ شہاب ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا تعاقب کیا ہے۔ (یعنی اس پر گرفت کی) لکھتے ہیں۔ کہ ان کے قول میں ایسا احتمال واستدلال ہے جو ان کے دعویٰ کو ثابت نہیں کرتا۔ اس لیے کہ اگر یہ ارادہ ہے۔ کہ ''شب ولادت'' جو بارہ ربیع الاول عام الفیل میں تھی۔ وہ اور اس کی مثل ہر سال تا قیامت ۱۲ ربیع الاول کی رات ''لیلۃ القدر'' سے افضل ہیں۔ تو مذکورہ دلائل مطلوبہ نتائج نہیں دیں گے۔ جیسا

کہ بالکل واضح ہے اور اگر یہ ارادہ ہو کہ وہ معین ومخصوص رات ہے۔(ہر سال آنے والی ۱۲ ربیع الاول کی رات نہیں) تو "لیلۃ القدر" اس رات دور میں موجود ہی نہ تھی۔ کیونکہ "لیلۃ القدر" کے فضائل جو احادیث مشہورہ میں وارد ہیں۔ وہ ان راتوں کے مقابلہ میں ہیں۔ جو آپ ﷺ کی ولادت کے کئی سالوں بعد شروع ہوئیں۔ ان دونوں راتوں کا کسی ایک زمانہ میں اجماع ہوا ہی نہیں۔ تا کہ ان کے درمیان تفصیل وعدم تفصیل کی بات کی جائے۔ اور وہ مخصوص رات جس میں آپ دنیا میں جلوہ فرما ہوئے وہ کبھی کی گزر چکی۔ اور یہ (لیلۃ القدر) قیامت تک باقی ہے۔ اور شارع علیہ السلام نے اس کی افضلیت صراحۃً اور نصاً بیان فرمائی اور آپ نے اپنی ولادت کی رات یا اس جیسی دوسری راتوں کی بطور نص افضلیت بیان نہیں فرمائی۔ یا اس لحہ اور ساعت کی افضلیت جس میں آپ کی ولادت ہوئی۔ وہ جیسا کہ آتا ہے کہ جمعہ کے دن اجابت سے افضل ہے۔ اس کی بھی کوئی نص موجود نہیں۔ لہٰذا ہمیں اسی پر اقتصار واکتفا کرنا چاہیے۔ جو آپ ﷺ سے منقول ہے۔ ہمیں اپنے نفوس قاصرہ سے کوئی نئی بات نہیں نکالنی چاہیے۔ جو ایسی باتوں کے ادراک سے کوتاہ ہیں۔ اس کا ایک ہی راستہ ہے کہ ایسی باتوں کو حضور نبی کریم ﷺ پر موقوف رکھنا چاہیے۔ علاوہ ازیں اگر ہم تسلیم کر لیں۔ کہ "شب ولادت" ہی افضل ہے۔ تو اس کا فائدہ کیا ہوگا؟ اس لیے کہ زمانوں میں سے کسی مخصوص زمانہ کی فضیلت اس میں کیے گئے عمل کی فضیلت سے ہوتی ہے۔ رہا ایسا زمانہ جس میں کوئی قابل قدر اور بافضیلت کام نہ ہوا اس میں کوئی بڑا فائدہ نہیں۔ (علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام یہاں سے ختم ہوتا ہے) اس کلام میں وجاہت ہے۔

ولادت باسعادت کا دن بھی افضل ہے:

پھر اگر ہم وہی کہیں اور تسلیم کر لیں جو مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا۔ یعنی صاحب مواہب لدنیہ نے لکھا ہے۔ کہ آپ کی ولادت باسعادت "دن" میں ہوئی۔ تو پھر اس صورت میں اس دن کی افضلیت ہوگی یا اس دن کی جب آپ کی بعثت مبارکہ ہوئی؟

اس کا قریب الفہم جواب یہ ہوگا۔ جو ہمارے شیخ علی شبراملسی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے۔ کہ ولادت باسعادت کا دن افضل ہے۔ اس لیے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے عالمین پر آپ کی ذات بھیج کر احسان فرمایا۔ اور آپ کی بعثت کا دارو مدار آپ کے تشریف لانے پر ہے۔ پس ''وجود'' اصل اور ''بعثت'' اس پر وارد ہونے والی چیز ہے۔ اور یہ بات اس کا تقاضا کرتی ہے۔ کہ ولادت باسعادت کا دن اصل ہونے کی وجہ سے افضل ہو۔ (الیٰ هنا کلام الزرقانی)

''مواہب لدنیہ'' میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ جب جمعہ کے دن میں ایک ایسی مخصوص ساعت رکھی گئی۔ جس میں کوئی بھی مومن بندہ اللہ تعالیٰ سے کسی قسم کی بھلائی مانگتا ہے۔ اور اس کا سوال اس مخصوص ساعت کے موافق ہو جائے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی طلب پوری کر دیتا ہے۔ اس ساعت مخصوصہ کی وجہ دراصل حضرت آدم علیہ السلام کا اس دن پیدا ہونا ہے۔ یعنی آپ کی پیدائش چونکہ اس دن ہوئی۔ لہٰذا اس میں اجابت کی مخصوص ساعت رکھی گئی۔ تو تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ ساعت جس میں جناب سید المرسلین ﷺ تشریف لائے وہ ایسی نہیں؟ امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر بھی تعقب کیا ہے۔ جیسا گذشتہ سطور میں ہم بیان کر چکے ہیں۔

علامہ سید احمد عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بات کے بعد لکھا۔ میں کہتا ہوں۔ لیکن علامہ داوٗدی رحمۃ اللہ علیہ نے ''نعمۃ کبریٰ'' سے جو ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی میلاد النبی پر لکھی گئی بڑی اہم کتاب ہے، نقل کیا ہے۔ کہ قواعد کے اعتبار سے جو بات صحیح معلوم ہوتی ہے اور دلائل کی تحقیق سے جو بات سامنے آتی ہے۔ وہ یہ کہ جب ہم حضور نبی کریم ﷺ کی عظمت وجلالت کو دیکھتے ہیں تو ہمیں یہ بات کہنے میں کوئی رکاوٹ نظر نہیں آتی۔ کہ ولادت باسعادت والی رات کو اس حیثیت سے ایسا شرف حاصل ہے۔ جو ''لیلۃ القدر'' سے بھی اعلیٰ ہے اور اگر ہم یہ کہیں کہ بعض دفعہ تفصیل کسی کی ذات و شخصیت کو پیش نظر رکھ کر ہوتی ہے۔ کسی عمل صالح کے اعتبار سے نہیں۔ جیسا کہ قرآن

کریم کی جلد کی عزت وشرافت وغیرہ صرف اس لیے کی جاتی ہے۔ کہ ''قرآن'' معزز واشرف ہے۔ اس لیے نہیں کہ ''جلد'' عمدہ ہے یا خوبصورت چمڑے وغیرہ کی بنائی گئی ہے۔ تو اس اعتبار سے حضور نبی کریم ﷺ کی ذات وشخصیت کا مشرف ومعزز ہونا مسلم ہے۔ لہٰذا ولادت باسعادت کی رات آپ کی شرافت وعزت کی وجہ سے ''لیلۃ القدر'' سے افضل ہوگی۔ بہرحال وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت حضور نبی کریم ﷺ کا کائنات میں تشریف لانا اس مناسبت سے ولادت باسعادت کی رات میں کسی محفل میلاد کے اندر شرکت کرتا ہے۔ اور رات بھر ذکر خدا ومصطفیٰ ﷺ میں مصروف ومشغول رہتا ہے۔ تو ایسے شخص کے لیے اس میں کوئی نئی بات نہیں کہ اسے اسکی برکت سے ان گنت فضل وکرم ہے۔ اور ایسے درجات پا جائے جو بے شمار ہوں۔

علامہ داؤدی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ شمس بن محمد جزری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے۔ کہ اس امت نے حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کی رات کو ''عید'' نہیں بنایا جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت نے حضرت عیسیٰ کی ولادت کی رات کو ''عید'' بنایا ہے۔ ایسا اس لیے ہوا کہ ''عید'' کا معاملہ شریعت کے سپرد ہے۔ یعنی جس دن یا رات کو شریعت ''عید'' قرار دے دے وہ ''عید'' ہے ورنہ نہیں۔ ہم امت محمدیہ کے لیے شریعت نے دو دنوں (عید الفطر، عید الضحیٰ) کو ''عید'' قرار دیا ہے۔ اس لیے ''عیدیں'' یہی دو دن ہیں۔ یا اس لیے آپ کی ولادت باسعادت کے دن کو ''عید'' قرار نہیں دیا گیا کہ آپ کا وصال شریف بھی اسی تاریخ کو ہوا۔ دونوں کا تعلق ایک ہی دن کے ساتھ ہوگیا۔ تو خوشی، تعزیت کے ساتھ مل گئی۔ لہٰذا وصال کی وجہ سے اس دن کو ''عید'' یعنی صرف خوشی کا دن نہیں منایا گیا۔ مجھے یہ بات اچھی نظر آئی ہے۔

علامہ داؤدی رحمۃ اللہ علیہ کی اس منقولہ عبارت کو بھی ذہن میں رکھیے۔ اور شفاء کی شرح میں علامہ شہاب رحمۃ اللہ علیہ نے ''الہدی النبوی'' کے حوالہ سے ابن تیمیہ سے نقل کیا ہے کہ ابن تیمیہ سے پوچھا گیا۔ کیا لیلۃ الاسراء افضل ہے یا لیلۃ القدر؟

جواب دیا۔ جو شخص ''معراج کی رات'' کو افضل کہتا ہے۔ اگر اس کا ارادہ یہ ہے کہ یہ رات اور اس جیسی دیگر راتیں تمام سال کی راتوں سے افضل ہیں تو اس کی کوئی وجہ اور دلیل نہیں اور اگر اس کا یہ ارادہ یہ ہے کہ خاص معراج کی رات افضل ہے۔ اس لیے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو اس رات وہ کچھ حاصل ہوا جو دوسری راتوں میں آپ کو نہ ملا۔ اور نہ ہی آپ کے سوا کسی اور کو اس رات حاصل ہوا۔ تو پھر یہ کہنا ''صحیح'' ہو گا۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس رات جو انعامات آپ ﷺ کو عطا فرمائے وہ قرآن کریم کے اترنے سے افضل ہیں۔ اور یہ فیصلہ کرنا اس بات کا محتاج ہے کہ ان امور کے حقائق کا علم ہونا چاہیے جو معراج کی رات آپ کو عطا ہوئے۔

کون کون سی راتیں افضل ہیں:

میرے چچا محترم علامہ سیدی ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے حاشیہ درمختار میں جو لکھا اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ذوالحجہ کے دس دن، رمضان شریف کے دس دنوں سے افضل ہیں۔ اور رمضان شریف کی آخری راتیں اس کی ابتدائی راتوں سے افضل ہیں۔ اس لیے کہ آخری راتوں میں افضل رات ''لیلۃ القدر'' قربانی کی رات سے افضل ہے۔ اور قربانی کی رات جمعہ کی رات سے افضل ہے۔ اور یہ جو کہا گیا ہے۔ یہ ''جوھرۃ'' کی عبارت کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس میں قربانی کی رات کو ''لیلۃ القدر'' سے افضل کہا گیا ہے۔ لکھا ہے۔ انها ای لیلة النحر افضل لیالی السنة قربانی کی رات سال بھر کی تمام راتوں سے افضل ہے۔ اور لکھا ہے۔ جمعہ کا دن، جمعہ کی رات سے افضل ہے۔ اس لیے کہ دن کی فضیلت نماز جمعہ کی وجہ سے ہے۔ اور نماز جمعہ دن کے ساتھ خاص ہے۔ ''الدر'' میں ہے۔ اگر عرفات کا وقوف جمعہ کے دن نہ ہو۔ اور اس دن ہر شخص کو بلاواسطہ بخش دیا جاتا ہے۔

امام محمد غزالی'' ''احیاء العلوم'' میں لکھتے ہیں کہ بعض سلف فرماتے ہیں۔ جب وقوف عرفہ اتفاق سے جمعہ کے دن آ جائے تو تمام اہل عرفات بخش دیئے جاتے ہیں اور دنیا کے تمام دنوں میں یہ دن افضل ہو جائے گا اور اسی دن رسول اللہ ﷺ نے ''حجۃ الوداع''

ادا فرمایا تھا۔ آپ عرفات میں حالت وقوف میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ الایة (سورۃ المائدہ)

''احیاء العلوم'' میں یہ بھی مذکور ہے جسے غسل کی بحث میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا۔ بے شک عرفہ کا دن (نویں ذی الحجہ) سال کے تمام دنوں سے فاضل ہے۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض شافعی حضرات سے یہ نقل کیا ہے کہ تمام راتوں سے افضل واشرف رات وہ ہے جس میں حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت ہوئی۔ اس کے بعد لیلۃ القدر پھر شب معراج، پھر عرفات کی رات پھر جمعۃ المبارک کی رات پھر شعبان کی پندرہویں رات پھر عید کی رات۔

پیر کا دن:

شفاء کی شرح میں علامہ شہاب لکھتے ہیں۔ پیر کا دن حضور نبی کریم ﷺ کے حق میں ایسا ہے جیسا کہ جمعۃ المبارک کا دن حضرت آدم علیہ السلام کیلئے تھا کیونکہ اس دن انہیں پیدا کیا گیا۔ اسی دن حضرت آدم علیہ السلام زمین کی طرف اترے۔ اسی دن ان کی توبہ قبول ہوئی اور اسی دن ان کا انتقال ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے پیر کے دن جو حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت کا دن ہے، انسانوں کو زائد عبادات کا مکلف نہ بنایا جو جمعۃ المبارک کے دن بنایا گیا، جس دن حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی۔ مثلاً جمعۃ المبارک کی نماز اور جمعۃ المبارک کا خطبہ وغیرہ۔ ایسا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے اکرام کیلئے کیا۔ یعنی آپ کی آمد کے دن آپ کی امت پر تکلیف شرعی میں کمی کر دی گئی کیونکہ آپ کا وجود کائنات کیلئے رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (سورۃ الانبیاء)

اس رحمت کی وجہ سے پیر کے دن زائد عبادات کی تکلیف نہ دی گئی۔

نبی کریم ﷺ کی ولادت، وصال اور اوصاف و کمالات کی بچوں کو تعلیم دی جائے:

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

الصواب انه صلی اللہ علیه واله وسلم ولد بمكة ولا يجوز اعتقاد غيره

صحیح اور درست یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ اس کے علاوہ کسی اور جگہ پیدا ہونے کا اعتقاد رکھنا ناجائز ہے۔ اس قول کے تحت علامہ سید احمد عابدین رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

ہر مسلمان ولی پر واجب ہے کہ اس کے بچے اچھائی برائی میں امتیاز کرنے کی عمر تک پہنچیں تو انہیں بتائے کہ حضور نبی کریم ﷺ مکہ شریف میں پیدا ہوئے تھے اور مدینہ منورہ میں آپ کا مزار شریف ہے جیسا کہ سیرۃ الحلبی ''انسان العیون'' میں بعض شافعی المسلک فقہاء کے حوالہ سے لکھا ہے۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ''نعمۃ کبریٰ'' میں لکھتے ہیں۔ یہ بات سب سے پہلی وہ بات ہے جو ماں باپ وغیرہ پر اپنی اولاد کو سکھانی واجب ہے۔ وہ انہیں سکھائیں بتائیں جب ان کی عمر سات سال کی ہو جائے اور اچھا برا جاننے لگیں بلکہ بعض حضرات کا کلام بطور نص ہے کہ اس کا انکار ایسا ہی کفر ہے جیسا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے قریشی ہونے سے انکار کرنا ہے اور صرف یہی دو باتیں یعنی مکہ میں پیدائش اور مدینہ میں وصال انہی پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ ضروری ہے کہ آپ ﷺ کے اوصاف ظاہرہ متواترہ بھی بتائے جائیں، جن میں آپ دیگر انبیاء کرام سے ممتاز ہیں، اگرچہ یہ تعلیم کسی وجہ سے بھی ہو، لہٰذا والدین وغیرہ پر واجب ہے کہ اولاد کو بتائیں کہ آپ ﷺ نبی اور رسول (ﷺ) ہیں۔ آپ قریش خاندان سے ہیں۔ آپ کے والد اور والدہ کا نام بتایا جائے۔ آپ کی بعثت کی عمر بتائی جائے۔ آپ کے دفن کا واقعہ سنایا جائے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے نبی اور تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے۔ آپ کی تخلیق کی صفات یعنی خوبصورتی وغیرہ بیان کی جائے، تاکہ بچوں کو زیادہ پہچان ہو جائے اور ایسی باتوں سے ان کے ذہن بچے رہیں جو آپ کے اوصاف واخلاق کی ضد ہیں۔

علامہ فاسی رحمۃ اللہ علیہ نے ''دلائل الخیرات'' کی شرح میں لکھا ہے۔ یہ اوصاف جو یہاں ذکر کیے گئے ہیں۔ وہ ہیں جو ''صاحب دلائل الخیرات'' نے کہے ہیں۔ یعنی

"النبی العربی القرشی الزمزمی المکی التہامی" یہ ایسی صفات ہیں جن کا حضور نبی کریم ﷺ میں پائے جانے کا اعتقاد رکھنا واجب ہے۔ اس لیے یہ ان تمام اوصاف میں سے چند ہیں جو آپ کی شخصیت کو متعارف کراتے ہیں اور آپ کی ذات کے ساتھ متعین ہیں۔ لہٰذا جو یہ کہے کہ حضور نبی کریم ﷺ عربی نہ تھے، قریشی نہ تھے، تو وہ کافر ہے۔ جیسا کہ اگر یہ کہے کہ آپ وہ نہیں ہیں جو مکہ میں پیدا ہوئے تھے اور جن کا روضہ اطہر مدینہ میں نہیں، نہ ہی آپ نے مدینہ میں وصال فرمایا، اس لیے کہ یہ سب باتیں دراصل حضور نبی کریم ﷺ کا ہی انکار بنتی ہیں۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ "شفاء" میں مزید لکھتے ہیں کہ یہی حکم اس شخص کا بھی ہے جو کہے کہ "کالے" تھے یا یہ کہے کہ آپ داڑھی اگنے سے پہلے ہی ویصال کر گئے تھے۔ شفاء کے شارح ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ مذکورہ قول (یعنی کافر ہوگیا) کو اس کے ساتھ مقید کرنا چاہیے کہ ایسی باتیں کہنے والا ان باتوں کے کہنے سے آپ ﷺ کی حقارت کا ارادہ رکھتا ہو، لیکن اگر یہی باتیں (ارادہ حقارت کی بجائے) اس لیے کسی نے کہیں کہ اسے آپ ﷺ کے ... اخلاق عالیہ سے جہالت تھی، تو بے علمی اور جہالت کی بنا پر ایسے کہنے والے کی تکفیر بر... نہیں۔ اس لیے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے بارے میں یہ علم ہونا کہ آپ کی رنگت سفیدی مائل تھی۔ قطعی نہیں اور نہ ہی اس بات کو دین کی ضرورت میں شمار کیا جا سکتا ہے تاکہ اس کا علم ضروری ہے اور رنگت کا سیاہ ہونا نبوت کے منافی بھی نہیں کیونکہ ایک قول ہے کہ حضرت لقمان علیہ السلام میں (نبوت اور سیاہ رنگ ہونا) دونوں باتیں جمع تھیں۔

اور یہ قول "آپ کی داڑھی آنے سے پہلے وصال کر گئے" نفس الامر میں جھوٹ ہے (اور جھوٹ بولنے سے کسی کی تکفیر نہیں کی جا سکتی) لیکن اس قول سے تکفیر تب ہوگی جب یہ قول بارادہ استخفاف اور استہزاء کرے۔ یا آپ کی نبوت کی تکذیب کے ارادہ سے کہے۔ اور صاحب شفاء کا قول کہ جو شخص آپ کو قریشی نہ کہے، وہ کافر ہے۔ اس میں بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا قریشی ہونا، اس کا علم ضروریات دینیہ میں

سے نہیں لہٰذا اس کے قائل کو زیادہ سے زیادہ جھوٹا کہہ سکتے ہیں اور آپ کے خاندان کے نام سے جاہل کہہ سکتے ہیں، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس نے یہ کہہ کر آپ کی تکذیب کی ہے اور یہ قول کہ" آپ مکہ میں پیدا اور مدینہ میں فوت نہیں ہوئے" اس میں بھی یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ یہ جہالت کی بنا پر کہا گیا ہو اور یہ بھی کہ تکذیب کی نیت ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان اقوال مذکورہ سے تکفیر اس وقت کی جائے گی جب کہنے والا آپ کی نبوت کی نفی کرتا ہے جیسا کہ اس کی طرف شفاء کا قول اشارہ کرتا ہے:

لان و صفه بغير صفاته المعلومة عند كل واحد نفى له اى لوجوده و تكذيب به اى صلى الله عليه واله وسلم الآخر

ترجمہ: اس لیے کہ آپ ﷺ کے ایسے اوصاف عالیہ جو ہر ایک کو معلوم ہیں، ان کو چھوڑ کر کسی دوسرے وصف سے آپ کو متصف کرنا دراصل آپ کے وجود کی نفی اور آپ کی تکذیب ہے۔ مزید لکھا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے بعض صفات کی لاعلمی آدمی کو ایمان سے نہیں نکالتی، جیسا کہ یہ اکثر اور مشہور علماء کا مسلک ہے تو حضور نبی کریم ﷺ کی بعض صفات سے جہالت کس طرح ایمان سے نکال دے گی؟ خاص کر ایسی صفات کہ جن سے احکام شرعیہ کا تعلق بھی نہ ہو؟ اھ

علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ "روح البیان" میں لکھتے ہیں: مختار یہ ہے کہ اسلام میں اس بات کی شرط نہیں لگائی گئی کہ مسلمان وہی ہے جسے نبی کریم ﷺ کے اسم گرامی کی معرفت ہو گئی۔ آپ کے والد و دادا کے ناموں کا علم ہو گا، بلکہ آپ ﷺ کے اسم گرامی کی معرفت ہی کافی ہے جیسا کہ علامہ حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے "ہدایۃ المریدین" میں لکھا۔

لیکن اگر یہ کہا جائے کہ آپ ﷺ "نطفۃ" سے پیدا نہیں ہوئے جیسا کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت آدم علیہ السلام تو اس کے بارے میں علامہ فاسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ سب باتیں ایسی ہیں جنکے بارے میں علماء نے نص فرمائی کہ ان باتوں کا قائل اور مدعی کافر ہے۔

حاصل کلام یہ کہ جس چیز کا پڑھنا پڑھانا، سیکھنا، سکھانا، علی صفۃ الکمال لازم ہے۔ وہ

اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کی توحید اور یہ کہ وہ بندے کی ہر بات سنتا ہے اور ہر جگہ ہر وقت بندوں کے ساتھ ہے اور اسی طرح حضور نبی کریم ﷺ کی معرفت کہ آپ محمد بن عبداللہ ہیں۔ ایسے انسان ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ایسی شریعت عطا کی جوان، تمام شریعتوں کی ناسخ ہے جو آپ سے پہلے تھیں، آپ عربی ہیں، ہاشمی ہیں، مکہ میں پیدا ہوئے، اسی میں مبعوث کیے گئے، مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی، مدینہ ہی میں وصال فرمایا، وہیں دفن کیے گئے۔ آپ واجب الاطاعت ہیں۔ آپ کی محبت لازم ہے۔ غار ثور میں تشریف لے گئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس وقت آپ کے ساتھ تھے۔ آپ سے ان گنت معجزات ظاہر ہوئے۔ آپ نے بہت سے غزوات میں شرکت فرمائی، آپ نے کئی لشکروں کی قیادت فرمائی اور تادم وصال لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے رہے، حتی کہ آپ کا وصال مدینہ منورہ میں ہو گیا، ان تمام باتوں کی معرفت اور تعلیم و تعلم لازمی ہے۔

نبی کریم ﷺ کی ولادت کس مکان میں ہوئی: (تحقیق)

- علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ''النعمۃ الکبریٰ'' لکھا:

والا شهر ان محل مولده صلى الله عليه واله وسلم المكان المعروف بسوق الليل

مشہور قول یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت و باسعادت اس معروف مکان میں ہوئی، جو ''سوق اللیل'' میں واقع ہے۔ اس کی تشریح میں علامہ سید احمد عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا۔ یہ مکان شعب بنو ہاشم کے آخر میں ہے، جسے بعد میں محمد بن یوسف ثقفی نے تعمیر کیا تھا، جو مشہور ظالم حجاج بن یوسف کا بھائی تھا۔ اور ''مدکدک'' نامی گلی میں ہے۔ محمد بن یوسف ثقفی سے پہلے یہی گھر عقیل بن ابی طالب کے پاس تھا۔

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ بیان کیا گیا ہے کہ یہ گھر ہاشم بن عبد مناف کے پاس تھا۔ پھر ان کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے عبدالمطلب کے قبضہ میں آ گیا۔ انہوں نے اسے اپنی اولاد میں تقسیم کر دیا۔ اس طرح حضور نبی کریم ﷺ کے والد کا جو حصہ تھا وہ آپ ﷺ کو

مل گیا۔ یہ گھر مکمل طور پر طالب اور عقیل کے زیر تصرف تھا۔ اس لیے یہ دونوں اپنے باپ ابوطالب کی طرف سے اس کے وارث تھے۔ یا تو اس لئے کہ یہ دونوں اسلام نہیں لائے۔ یا اس اعتبار سے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے وقت اس گھر پر اپنا حق ترک کر دیا تھا۔ ''طالب'' غزوۂ بدر میں کہیں گم ہو گیا، پھر عقیل نے یہ تمام گھر فروخت کیا تھا (انتہیٰ)

ابن الاثیر لکھتے ہیں: کہا گیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنا حصہ عقیل کو ہبہ کر دیا تھا، اس کے بعد یہ گھر عقیل کے قبضہ میں رہا حتی کہ عقیل فوت ہو گیا تو اس کے بعد اس کے بیٹے نے محمد بن یوسف کے ہاتھ جو حجاج کا بھائی تھا فروخت کر دیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عقیل نے یہ گھر ہجرت کے بعد فروخت کیا تھا، کیونکہ قریش نے مہاجرین کے گھر اسی وقت فروخت کیے تھے اور یہ جیسا کہ علامہ شیخ داؤدی وغیرہ نے لکھا کہ ہجرت کرنے والے ہر مومن کے قریبی رشتہ دار کافر نے ان کے گھر بیچ دیئے تھے تو نبی کریم ﷺ نے ان میں سے جو اسلام لے آئے، ان کے دور جاہلیت کے تصرفات کو جائز قرار دے دیا تھا تا کہ ''تالیف قلب'' ہو۔

''تاریخ خمیس'' میں ہے۔ محمد بن یوسف نے یہ مکان جس میں حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تھی، اپنے اس گھر میں شامل کر لیا جس کو ''البیضاء'' کہا جاتا تھا۔ آپ کی وِلادت باسعادت والا مکان اب اس بڑے گھر میں ''مسجد'' بنا دیا گیا، جس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے۔

جس گھر میں نبی کریم ﷺ کی ولادت ہوئی وہ کعبہ کے بعد افضل ہے:

علامہ شیخ داؤدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مسجد حرام کے بعد مکہ مکرمہ میں یہ جگہ تمام دوسری جگہوں سے افضل ہے، جسے اب اہل مکہ ''مسجد مولد النبی'' کہتے ہیں۔ ہر سال اہل مکہ ولادت باسعادت کی رات (یعنی بارہ ربیع الاوّل کی رات) وہاں جاتے ہیں اور اہل مکہ وہاں ایسی عظیم الشان محفل کا انعقاد کرتے ہیں جو ان کی عیدین پر نہیں ہوتا، اسے ''دار خدیجہ'' اور ''مولد فاطمہ'' کہا جاتا ہے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسبت سے شہرت

اس لیے ہوئی کہ ان کو اپنی دوسری ہمشیرگان پر شرف و برتری حاصل تھی۔ ورنہ یہی گھر سیدہ فاطمہ کی دوسری بہنوں کی پیدائش کی جگہ ہے جو سیدہ خدیجہ کے گھر پیدا ہوئیں، اس کو ہارون رشید کی ماں، مہدی کی لونڈی خیزران نے وقف کر دیا تھا جب یہ حج کرنے جاتی، تو اکیلی اس مکان میں ٹھہرتی اور اسے اس نے مسجد بنا دیا تا کہ اس میں نماز ادا کی جائے۔

"روض الریاحین" کی اتباع کرتے ہوئے "نور" میں لکھا ہے کہ وہ گھر جو محمد بن یوسف کا تھا، اس کو ہارون رشید کی بیوی زبیدہ نے مسجد میں تبدیل کیا تھا، جب وہ حج کرنے آئی تھی اور وہ "صفاء" کے قریب ہے۔ "انسان العیون" میں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ زبیدہ نے اسی مسجد کی تعمیر جدید کی ہو، جس کو خیزران نے تعمیر کرایا تھا۔ جس کی وجہ سے ایک مسجد دونوں کی طرف منسوب کی جاتی ہے اور خیزران کی "دارارقم" کو بھی مسجد بنوا دیا تھا اور یہ بھی "صفاء" کے قریب ہے۔ شاید بعض راویوں پر معاملہ گھل مل گیا ہو، کیونکہ دونوں مسجدیں "صفا" کے قریب ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ "شعب بن ہاشم میں پیدا ہوئے تھے اور تحقیق یہ قول موجود ہے کہ اس قول کے پہلے قول کے ساتھ مخالفت نہیں ہے۔ اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت جس مکان میں ہوئی، وہ شعب بنی ہاشم میں ہو، پھر میں نے اس کی تصریح بھی دیکھی اور یہ قول اس قول کے منافی نہیں جو پہلے گزر چکا ہے کہ آپ کی ولادت کا مکان شعب ابی طالب میں تھا کیونکہ شعب ابی طالب بھی تو من جملہ شعب بنی ہاشم میں ہے۔ اور "حجون" کے قریب ہے۔ اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ ابو طالب بقیہ بنو ہاشم سے الگ اس "شعب" میں رہتا ہو۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "نعمۃ کبریٰ" میں لکھا ہے۔ اسلامی حکمران اور خلفاء ہمیشہ سے اس کی تعمیر جدید اور خوبصورتی میں دلچسپی لیتے چلے آ رہے ہیں اور اس مکان کے پیچھے دو بڑے بڑے تالاب تھے جن سے حاجی صاحبان پانی پیا کرتے تھے، پھر کچھ عرصہ بعد وہ غیر آباد ہو گئے لیکن اب بھی ان کی جگہ ظاہر نظر آتی ہے۔ اس مقام پر ایک عجیب و غریب بات یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت کی جگہ "ردم بنی جمح" بتائی

گئی ہے۔اس جگہ کا نام یہ اس لیے پڑا کہ ''بنوجمع'' نے جب بنومحارب بن فہر سے لڑائی لڑی تھی، تو اس جگہ ان کے مقتولین کی لاشیں اکٹھی کی گئی تھیں، یہ ''روم'' وہ نہیں جسے اب ''مدعی'' کہتے ہیں۔اسلئے کہ یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں تھی۔

نبی کریم ﷺ کو یتیم کہنا شان نبوت کے خلاف ہے:

✿ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''فکھن ای المراضع اعرضن عنه ﷺ و هو طفل يتمه''

تمام دودھ پلانے کیلئے آنے والی عورتوں نے حضور نبی کریم ﷺ کو قبول کرنے سے اعراض کیا، جبکہ آپ بچے تھے۔اس اعراض کی وجہ آپ کا یتیم ہونا تھا......اس کی تشریح میں سید احمد عابدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

''یتیم'' اسے کہتے ہیں جس کا باپ زندہ نہ ہو، حضور نبی کریم ﷺ یتیموں سے بہت محبت فرمایا کرتے تھے اور ان پر احسانات کیا کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے والد گرامی کا سایہ سر سے اس لیے اٹھا لیا تھا تا کہ کسی انسان کے دل میں یہ بات نہ آنے پائے کہ آپ ﷺ نے جو عزت، شرف اور غلبہ پایا وہ ان کے والد کی جلالت کی وجہ سے تھا، یا اپنے والد کی جائیداد کے وارث تھے، یا اس قسم کی دوسری باتیں۔

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہاں ایک خوبصورت فائدہ ہے۔حافظ ابن حجرؒ سے دریافت کیا گیا کہ بعض واعظ حضرات میلاد النبی ﷺ کی مجالس و محافل میں جس میں عام و خاص سبھی لوگ شریک ہوتے تھے۔عورتیں بھی مردوں کے ساتھ شریک ہوتی ہیں۔ان محافل میں حضور نبی کریم ﷺ کے ذکر پاک کے دوران بعض ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں جو آپ ﷺ کی کمال تعظیم میں خلل انداز ہوتی ہیں، حتیٰ کہ سننے والوں میں آپ کے بارے میں ترس آجاتا ہے۔ان پر رقت طاری ہو جاتی ہے اور حزن و ملال ان کے چہروں پر ٹپکتا ہے جس سے حضور نبی کریم ﷺ کی شخصیت قابل رحم بن جاتی ہے اور تعظیم کا پہلو ختم ہو جاتا ہے۔جیسا کہ واعظ کہتے ہیں، دودھ پلانے والی عورتوں

نے آپ کو قبول نہ کیا کیونکہ آپ کے پاس کوئی مال نہ تھا، نہایت غریبی تھی، صرف حلیمہ کوترس آیا تو اس نے گود میں لے لیا، آپ پھر حلیمہ کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ اسی قسم کی باتیں کر کے پھر یہ شعر (یا اس جیسے دوسرے اشعار اپنی زبان میں) پڑھتے ہیں:

باغنا مه سارا الحبیب الی المرعی

-فیا حبذا راع فوادی له مرعی

ترجمہ: ''اے خوش نصیب بکریو! اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ تمہیں چراگاہ میں لے گئے، اے بکریوں کو چرانے والے خوش قسمت! میرا دل آپ کیلئے چراگاہ ہے۔'' اسی طرح ایک مصرعہ یہ بھی ہے:

فما احسن الاغنام و هو یسوقها

جب آپ بکریوں کو آگے دھکیل رہے ہوتے ہیں تو اس وقت ان بکریوں کی قسمت کس قدر اچھی ہوگی، اسی طرح کے بہت سے اشعار اور بہت سی باتیں جو آپ ﷺ کی تعظیم میں خلل انداز ہوتی ہیں، ایسے واعظین کے بارے میں کیا خیال ہے؟

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جواب دیا: ''سمجھدار شخص کو چاہیے کہ خبر میں سے ایسی بات نکال دے جس سے ''مخبر عنہ'' میں نقص کا وہم پڑتا ہو، یعنی ایسی بات نہ کہے جس سے حضور نبی کریم ﷺ میں کسی نقص و کمزوری کا وہم پڑا ہو، ایسا کرنے سے اسے کوئی ضرر نہیں ہوگا، بلکہ یہ واجب ہے'' اس جواب کو علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس قسم کے الفاظ (حضور نبی کریم ﷺ کے بارے میں) صرف تعلیم میں بولنے چاہئیں، یعنی کسی کو حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت پاک کی تعلیم دی جا رہی ہو تو وہ دوران تعلیم ایسی بات آجائے تو کوئی حرج نہیں، بلکہ بعض مالکی حضرات نے بطور نص کہا کہ جو شخص مجلسوں اور محفلوں میں یہ کہتا ہو کہ آپ ﷺ ''یتیم'' تھے۔ وہ مرتد ہو جاتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک ایسے ہی عالم نے کہا: ''حضور نبی کریم ﷺ بنو طالب کے

ایک یتیم تھے" اس پر اندلس کے ایک مفتی صاحب نے فتویٰ دیا کہ یہ شخص قتل کے لائق ہے۔ جب یہ معاملہ "ناصر اللقانی" کے سامنے پیش کیا گیا، تو اس نے کہا: اس استاد و مفتی صاحب کا خون امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کی وجہ سے محفوظ کرو۔ "والحمدللہ علی خلاف العلماء"

حضور نبی کریم ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں...... یونہی یہ بھی نہیں کہنا چاہیے کہ آپ ﷺ "فقیر" تھے۔ اس لیے کہ پہاڑوں نے آپ کو سونا بن کر اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی، لیکن آپ نے انہیں منہ نہ لگایا، جیسا کہ اس کی طرف علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے "قصیدہ بردہ" میں اشارہ کیا ہے:

ورادته الجبال الشم من ذهب

عن نفسه فأراها ايما شمم

ترجمہ: "بلند پہاڑوں نے سونا بن کر آپ کے قلب انور کو لبھانے کی کوشش کی، لیکن آپ نے انہیں دکھا دیا، کہ بلند مرتبہ والا کون ہے؟"

لہٰذا جائز نہیں کہ آپ ﷺ کو "غریب، فقیر اور مسکین کہا جائے، بلکہ آپ کا ذکر ایسے اسماء سے کرنا چاہیے، جن میں تعظیم و توقیر بھری ہو۔

سادات حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو گالی دینے والے اور آپ کے شان میں تنقیص کرنے والے کی تکفیر کی جائے لیکن اگر توبہ کر لیتا ہے تو توبہ قبول کر لی جائے گی، اگر توبہ کی اور پھر ایسے شخص پر بہتری کی علامات دیکھنے میں آئیں، تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا اور اگر توبہ نہیں کرتا، تو اسے قتل کر دیا جائے۔ جیسا کہ میرے چچا محترم علامہ سیدی ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "تنبیه الولاة و الحكام على احكام شاتم خير الانام عليه الصلوٰة والسلام" میں تحریر کیا ہے۔

سیدہ حلیمہ کے گھر برکات کا نزول:

علامہ سیدی احمد بن عابدینؒ نے علامہ ابن حجرؒ کے ذکر کردہ ان برکات کے بعد لکھا، جو سیدہ حلیمہ کو نبی کریم ﷺ سے حاصل ہوئیں۔ جب سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا

آپ ﷺ کو اپنے ہاں لائیں تو اس وقت وہ علاقہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے خشک ہو چکا تھا، آپ کی آمد سے کھیت لہلہانے لگے۔ حضرت حلیمہ کے مواشی کی تعداد بڑھ گئی، خوب نشو ونما ہوا، اور آپ کی وجہ سے حضرت حلیمہ کی قدر ومنزلت بڑھ گئی۔ شہرت پائی اور ہر وقت خیر وسعادت میں گزرتا اور آپ کی برکت سے سیدہ حلیمہ کے دن پھر گئے۔

لقد بلغت یا لهاشمی حلیمه مقاما علافی ذروة العزوالمجد

وزادت مواشیها واخصب ربعها و قد عم هذا السعد کل بنی سعد

حضور نبی کریم ﷺ کی وجہ سے سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا عزت و بزرگی کے بلند مقام پر فائز ہوگئیں، ان کے مواشی کی تعداد بڑھ گئی اور ان کی زمین سرسبز ہوگئی اور یہ سعادت صرف حضرت حلیمہ تک محدود نہ رہی، بلکہ تمام بنوسعد نے اس سے سعادت پائی۔

یہ اس لیے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں جب آپ ﷺ کو لے کر اپنے گھر داخل ہوئی تو بنی سعد کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں رہنے والوں نے مشک و عنبر کی خوشبو نہ سونگھی ہو، آپ ﷺ کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دی گئی حتی کہ جب ان میں سے کسی کو کوئی جسمانی اذیت اور تکلیف پہنچتی تو وہ آپ ﷺ کا دست اقدس پکڑ کر تکلیف والی جگہ پر رکھتا۔ فوراً اللہ تعالیٰ کے حکم سے آرام آجاتا، یونہی اگر بکری یا اونٹ کو تکلیف ہوتی تو آپ کے دست اقدس تکلیف کی جگہ رکھنے سے اسے آرام آجاتا۔

دست نبوت کی برکات:

علامہ داؤدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھے اپنی عمر کی قسم! آپ ﷺ کے دست اقدس کی بہت سی صفات ہیں جو جمیل ہیں، ان صفات جمیلہ کی گنتی نہیں کی جاسکتی، اور آپ کے دست اقدس سے ظاہر ہونے والے معجزات بھی لاتعداد ہیں۔ حضرات اولیاء کرام کو بھی اور نہ ماننے والوں کو بھی ان کا علم ہے، ان معجزات میں سے چند یہ ہیں:

(۱) نبی کریم ﷺ نے "ام معبد" کی بکری پر اپنا دست اقدس پھیرا، جبکہ اس کے نزدیک کوئی "نر" نہ آیا تھا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کا نام لیا، اس کے تھنوں میں

دودھ بھر آیا، آپ نے برتن منگوایا، اس کا دودھ دھو کر لوگوں کی ایک جماعت کو پلایا جس سے تمام سیر ہو گئے، سب سے آخر میں آپ نے خود دودھ نوش فرمایا، پھر دوسری مرتبہ اسے دوھیا اور ''ام معبد'' کے برتنوں میں بھر کر وہیں چھوڑ دیا۔

(۲) دست اقدس کی برکت سے کنکریوں نے تسبیح پڑھی۔

(۳) آپ کے ہاتھوں کی انگلیوں کے درمیان سے کئی مواقع پر پانی پھوٹا، جسے بہت سے لوگوں نے دیکھا۔

(۴) نبی کریم ﷺ نے پانی کے بھرے ایک لوٹے سے وضو فرمایا، لوگ آئے اور پیاس کی شکایت کی، تو آپ نے لوٹے میں اپنا دست اقدس رکھا، فوراً آپ کی انگلیوں سے پانی کے فوارے پھوٹ پڑے، تمام حاضرین نے اس سے وضو کیا، تقریباً پندرہ سو آدمی تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو بھی وہ پانی ہمارے لیے کافی ہوتا، اس ذات کی قسم! جس نے مجھے آنکھوں کی آزمائش میں ڈالا، میں نے پانی کے چشمے آپ ﷺ کی انگلیوں سے پھوٹتے دیکھے۔

(۵) بہت سے بیماروں کو آپ کے دست اقدس کی برکت سے شفا ملی۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ واپس اپنی جگہ میں لوٹائی، ان کے علاوہ اور بھی بہت سے معجزات ہیں، جن کو ذکر کریں تو طوالت آجائے گی۔

دکھ درد اور حفاظت کا عجیب الاثیر وظیفہ:

فرمایا کہ ہمیں روایت ملی، جس کی اجازت عام و خاص ہے۔ یہ روایت ہمارے بعض مشائخ کرام سے ہے۔ وہ یہ کہ حضور نبی کریم ﷺ کے دست اقدس کی ہتھیلی کی برکت یہ ہے کہ کسی قسم کا کوئی دکھی ہو، وہ اپنے دکھ درد والی جگہ پر ہاتھ رکھ کر درج ذیل اشعار پڑھے گا تو آرام پائے گا:

امررت کفا سبحت فیها الحصا — و روت الجیش بماء ظاهر
علی معاشی و معادی و علی — ذریتی و باطنی و ظاهری

ترجمہ: ''میں وہ ہاتھ پھیر رہا ہوں جس میں کنکریوں نے تسبیح کہی تھی، اور بہت بڑے لشکر نے پاک پانی سے اپنے آپ کو سیراب کیا۔ میں اپنی معاش، معاوی، اپنی اولاد اور اپنے ظاہر و باطن پر اس ہاتھ کو پھیرتا ہوں۔''

یہ دونوں اشعار ابن وردی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں، ان اشعار کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ صبح و شام ''حفظ'' کیلئے ان دونوں کو پڑھا جاتا ہے۔ واللہ اعلم

دیوار کعبہ میں حجر اسود رکھنا:

✿ علامہ ابن حجر نے ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ النعمۃ الکبرٰی میں لکھتے ہیں:

و کان هو صلى الله عليه واله وسلم الواضع للحجر الاسود في محله بيده الشريفة اى عنده بناء قريش الكعبة

ترجمہ: حضور نبی کریم علیہ السلام ہی نے اپنے دست اقدس سے حجر اسود کو اس کی پہلی جگہ پر رکھا، جب قریش نے کعبہ کی تعمیر جدید کی تھی۔

اس کے تحت سید احمد عابدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: کعبہ مکرمہ کئی بار تعمیر جدید کی گئی۔ آثار و روایات کا ماحصل یہ ہے کہ اس کی دس مرتبہ تعمیر ہوئی۔ فتح، ارشاد، سبل اور شفاء العزام میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔ پھر علامہ موصوف لکھتے ہیں: فقیر کہتا ہے کہ میں نے ایک مخطوطہ (دستی تحریر) دیکھی۔ جس میں لکھا تھا کہ ''سلطان مراد'' نے بھی کعبہ کو تعمیر کیا تھا اور اس کی اصل یہ ہے کہ شیخ محمد بن علان نے اپنی تصنیف جس میں کعبہ کی تعمیر کی تاریخ لکھی گئی ہے وہ خود بھی ''سلطان مراد'' کی تعمیر کے وقت موجود تھے اور انہوں نے اس موقع پر جو دیکھا اس کو قلمبند کیا۔ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ بہت زیادہ سیلاب آیا، جس سے بیت اللہ کی شامی دیوار گر گئی اور مشرقی دیوار کا بھی بیت اللہ کا دروازہ تک کا حصہ گر گیا اور مغربی دیوار کا بھی تہائی حصہ گر گیا اور یہ حادثہ شعبان کی بیس تاریخ بروز جمعرات پیش آیا۔ سن ہجری ایک ہزار انتالیس ۱۰۳۹ ہجری تھا۔ اس واقعہ سے پہلے کئی سالوں سے بیت اللہ شریف کی شامی دیوار میں دراڑ پڑی ہوئی تھی۔

یہ دراڑ سلطان مراد کے والد سلطان احمد کے زمانہ میں زیادہ ہوگئی۔ معاملہ سلطان کے پاس پیش کیا گیا اور دیوار کی تعمیر کی ضرورت پڑی تو قسطنطنیہ کے علماء کے درمیان بحث چل نکلی کہ کیا اس کا منہدم کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ بالآخر انہوں نے رائے دی کہ یہ جائز نہیں۔ اس وقت سلطان احمد نے بیت اللہ شریف کو مضبوط کرنے کیلئے ایک لوہے کی پٹی تیار کی، جس پر تقریباً اسی ہزار دینار خرچ ہوئے، اس پر سونے چاندی کا پانی چڑھایا گیا تھا، مکہ شریف میں یہ پٹی ۱۰۲۰ ہجری حج کے موسم میں پہنچی، جس سے بیت اللہ شریف کی دیواروں کو مضبوطی سے باندھ دیا گیا اور یہ پٹی اس وقت تک رہی جب اس کی مذکورہ سیلاب سے دیواریں گر گئیں، پھر اس پٹی پر لگا سونا اتار کر تولا گیا تو اس کا وزن دس ہزار درہم ہوا جو سو رطل کے برابر ہوتا ہے اور چاندی کا وزن کیا گیا تو ایک سو چون رطل برابر نکلا۔ یہ تعداد اس پٹی پر لگے سونے چاندی کی تین اطراف کی ہے۔ اس میں ''رکن یمانی'' پٹی کا حصہ شامل نہیں۔ ''رکن یمانی'' کے حصہ پر لگی پٹی میں سونے چاندی کا وزن شیخ موصوف کو معلوم نہ ہو سکا۔ پھر شریف مکہ نے حکم دیا کہ کعبہ کے منہدم حصہ کو لکڑیوں کے ذریعہ ڈھانپ دیا جائے اور سبز رنگ میں ایک کپڑے کو رنگ کر کعبہ کا وہ کپڑا پہنا دیا گیا۔ سلطان مراد نے اس کی تعمیر جدید کا حکم دیا، اپنی طرف سے ایک نائب کو بھیجا، جس کے ساتھ ساتھ کشتی میں تعمیراتی سامان اور آلات بھی تھے۔ یہ نائب مکہ شریف میں ایک ہزار چالیس ہجری چھبیس ربیع الثانی کو پہنچا، اور تعمیر کی ابتداء چار جمادی الآخر بروز منگل شروع کی۔ پھر انجینئروں اور حکومت کے سرکردہ لوگوں کا اس پر اتفاق ہوا کہ دو دیواریں گر گئیں، صرف ''حجر اسود'' اور اس کے اردگرد کے پتھر رہنے دیئے گئے، تمام دیواروں کی بنیادیں مضبوط تھیں اور بالکل صحیح سالم تھیں، لہٰذا انہی بنیادوں پر دیواروں کو چنا گیا، کعبہ شریف کی پہلے سے موجود بنیادوں پر جو تعمیراتی ردے چنے گئے۔ (یعنی تعمیر ہوئی) ان میں سلطان مراد کی تعمیر کو شامل نہیں کیا گیا۔ اس کی گنتی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی پچیس ہجری میں تعمیر تک کی گئی ہے۔

اس کے بعد سلطان مراد کے حکم سے تعمیر کرنے والے انجینئر نے بتایا کہ جو پتھر ''حجراسود'' کے نیچے تھا، وہ کعبہ کی دیوار سے ذرا باہر نکلا ہوا تھا۔ میں نے لوہے کی سلاخ لی، تا کہ اس کے اردگرد لگا کر چاندی اس سے الگ کروں، میں نے اس کے درمیان رکھ کر اسے کھرچا، اچانک ''حجراسود'' کا ایک چھلکا اس کے نچلے حصہ سے ٹوٹ کر الگ ہوگیا۔ قریب تھا کہ وہ نیچے گر جاتا، یہ دیکھ کر حاضرین ڈر گئے اور سب نے یہ رائے دی کہ اسے نکالا نہ جائے لہٰذا ''حجراسود'' پر ایک اور پتھر اس کی جگہ پر رکھ دیا گیا، جو اس کے دائیں اور بائیں حصہ کے ساتھ متصل تھا، اسی پر کام کا دارومدار تھا اور ''حجراسود'' کے نیچے والے پتھر کو اس کے قبلہ کی طرف اس کی جگہ پر رکھ دیا گیا۔ شیخ موصوف بیان کرتے ہیں کہ ''حجراسود'' سے نچلے حصہ سے جو چھلکا ٹوٹا تھا، اس کا رنگ سفید تھا جس طرح کا سفید رنگ کا پتھر ''مقام ابراہیم'' کا ہے۔ تعمیراتی کام ۱۰۴۰ ہجری میں ستائیسویں رمضان المبارک بروز بدھ عصر سے قبل مکمل ہوا۔ اسے علامہ شیخ احمد بن اسدی شافعی مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "انتخاب اخبار الکرام باخبار المسجد الحرام" میں لکھا ہے۔ سید احمد عابدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن عسلان رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو جو میں نے دیکھا وہ یہاں ختم ہو جاتا ہے، پھر اس کے بعد میں نے علامہ شیخ فقیہ النفس حسن شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ دیکھا جو اس مذکورہ تعمیر کے بارے میں لکھا گیا۔ انہوں نے اس کا نام "اسعاد آل عثمان الکرام ببناء بیت اللہ الحرام" رکھا۔

نبی کریم ﷺ کی ذات عالمین کیلئے رحمت ہے:

✿ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ثم لما بلغ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اربعین سنۃ ارسلہ اللہ تعالیٰ رحمۃ للعالمین

ترجمہ: ''پھر جب نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عالمین کیلئے رحمت بنا کر ارسال فرمایا......اس کی تشریح

میں علامہ سید احمد عابدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔"

یعنی اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مطلقہ، تامہ، عامۃ عطا فرما کر بھیجا۔ ایسے عام رحمت جو تمام عالمین کی جامع اور محیط ہے۔ ذوی العقول، غیرذوی العقول، عالم روح، عالم اجسام سب کیلئے آپ کی رحمت عام اور سب کو شامل ہے وہ جو "رحمۃ للعالمین" ہوتا ہے اس کیلئے لازم ہوتا ہے کہ وہ تمام عالمین سے افضل بھی ہو۔ اللہ تعالیٰ کے قول "وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ" میں ضمیر خطاب صرف حضور نبی کریم ﷺ کیلئے ہے اور اس کا اشارہ ان تمام حضرات کیلئے ہے جو آپ ﷺ کے وارث ہیں جو آپ کے مشرب پر قائم ہیں اور تا قیامت ایسے حضرات مراد ہیں اس اعتبار سے کہ یہ حضرات حضور نبی کریم ﷺ کی وراثت کے مظہر ہیں، گویا آپ کی عالمینی رحمت ان حضرات سے ظاہر ہوتی رہے گی۔

بعض آئمہ دین نے فرمایا: حضور نبی کریم ﷺ تمام عالمین کیلئے رحمت اس لیے ہیں کہ آپ "خلق عظیم" سے متصف ہیں اور ہر مرتبہ اور محل میں آپ کی جلوہ نمائی ہے جیسا کہ ملک، ملکوت، طبیعت، نفس روح اور سر وغیرہ میں..... سورۃ النجم کی تفسیر کرتے ہوئے "تاویلات نجمیہ" میں زیرآیت کریمہ "رحمة منا" جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں ہے۔ لکھا ہے کہ اس قول اور حضور نبی کریم ﷺ کے بارے میں "وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ" (سورۃ الانبیاء) کے درمیان عظیم فرق ہے۔ وہ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں رحمت کو "مِن" سے مقید کیا گیا ہے جو تبعیض کا معنی دیتا ہے۔ اسی لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان لوگوں کیلئے رحمت تھے جو آپ پر ایمان لائے اور آپ کی لائی گئی شریعت کی اتباع کی اور اس وقت تک رحمت رہے گی جب تک ہمارے آقا و مولیٰ حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت نہ ہوئی پھر ان کی رحمت ان کی امت سے منقطع ہوگئی کیونکہ ان کا دین منسوخ ہوگیا، اس کے مقابل حضور نبی کریم ﷺ کا عالمین کیلئے رحمت ہونا، مطلق، ذکر کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی رحمت العالمین سے ہمیشہ متصل رہے گی۔ کبھی

منقطع نہ ہوگی۔ دنیا میں اس طرح کہ آپ کا دین منسوخ نہ ہوگا اور آخرت میں یوں کہ تمام مخلوق آپ کی شفاعت کی محتاج ہوگی حتی کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام بھی محتاج ہوں گے۔

بعض علماء کرام نے فرمایا: تمام پیغمبر کی بعثت کے ذکر سے پہلے ''عقوبت'' کا ذکر کیا گیا۔ ✿ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا'' (سورۃ الاسراء)

ترجمہ: ''ہم کسی قوم کو عذاب نہیں دیتے جب تک ہم اس کے پاس کسی رسول کو نہ بھیجیں۔''

✿ اور ہمارے نبی کریم ﷺ کی بعثت ورسالت کے ذکر سے پہلے ''رحمت'' کا ذکر کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ''

ترجمہ: ''ہم نے آپ کو عالمین کیلئے رحمت بنا کر ارسال کیا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا: نبوت کا اختتام اور اخیر رحمت پر کیا جائے نہ کہ عقوبت پر، کیونکہ اس کا ارشاد ہے: ''رحمتی غضبی'' میری رحمت میرے غصہ پر سبقت رکھتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمام سے آخری امت بنایا، پس وجود کی ابتداء، رحمت، اس کا آخر رحمت اور اس کا خاتمہ رحمت پہ رکھا۔

تمام کائنات نبی کریم ﷺ کے نور سے ہیں:

تجھے علم ہونا چاہیے جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ مخلوق کو عدم سے وجود میں لانے کا ہوا، تو اس نے ''حقیقت محمدیہ'' کو اپنی احدیت کی بارگاہ سے ظاہر فرمایا تو امکان کی میم سے اسے ممتاز کیا۔ اسے عالمین کیلئے رحمت بنایا۔ تو نوع انسانی بلکہ تمام عالمین کو اس سے شرف بخشا، پھر اس ''حقیقت محمدیہ'' سے ارواح کے چشمے پھوٹے، پھر اس کے بعد عالم اجساد واشباح میں جو بناء سو بنا۔ جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''انا من اللہ منون من فیض نوری''

ترجمہ: ''میں اللہ تعالیٰ سے ہوں اور تمام مومن میرے نور کے فیض سے ہیں۔''

پس نبی کریم ﷺ کائنات کے ترتب کی غایت جمیلہ ہیں۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے: ''لولاک ما خلقت الافلاک'' اگر آپ نہ ہوتے تو میں افلاک پیدا نہ کرتا، پس حضور نبی کریم ﷺ کیلئے اتنا ہی شرف وفضل کافی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو بنایا اور ان میں حضرات انبیاء ومرسلین کرام بھیجے تاکہ وہ آپ کے ظہور کا عالم الملک والشہادۃ میں مقدمہ بنیں، لہٰذا تمام پیغمبروں کے ارواح اور اجسام نبی کریم ﷺ کے روح اور جسد اطہر کے تابع ہیں۔ اسی سے انہیں کمال ملا اور اسی سے ان کی سعادت مکمل ہوئی۔

نبی کریم ﷺ کی حیات وموت بھی رحمت ہے:

یہ بھی تجھے علم ہونا چاہیے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ بھی رحمت ہے اور آپ کا وصال بھی رحمت۔ جیسا کہ خود نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حیاتی خیر لکم و مماتی خیر لکم قالو هذا خیر نا فی حیاتک فما خیرنا فی مماتک قال تعرض علی اعمالکم کل عشیة الاثنین والخمیس فما کان من خیر حمدت اللہ تعالیٰ و ما کان من شر استغفرت اللہ لکم

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری زندگی تمہارے لیے بہتر ہے، اور میرا وصال بھی تمہارے لیے بہتر ہے۔ صحابہ کرام نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! آپ کی زندگی میں تو ہماری خیر ہے ہی، لیکن آپ کے وصال باکمال میں ہماری خیر کیا ہے؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم سب امتیوں کے اعمال پیر اور جمعرات کے پچھلے وقت مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں۔ (یعنی پیش ہوتے رہیں گے) پھر جو عمل اچھا ہوا، اس کو دیکھ کر میں اللہ تعالیٰ کی حمد وشکر کروں گا اور جو اعمال برے ہوں گے، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے تمہارے لیے استغفار کروں گا۔

﴿......☆☆☆......﴾

اہل عرب کا مشہور مولود برزنجی

عقد الجوہر فی مولد النبی الازھر

مصنف:

علامہ سید جعفر بن عبد الکریم حسینی برزنجی مدنی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و تدوین:

مولانا محمد عبد الاحد قادری

حسن ترتیب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تذکرۂ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ

نام: سید جعفر بن عبدالکریم بن محمد رسول حسینی، برزنجی مدنی رحمۃ اللہ علیہ

مقام ومنصب:

بیس سال سے زیادہ عرصہ مدینہ منورہ میں مفتی شافعیہ اور مسجد نبوی شریف کے خطیب رہے۔

علماء کے تاثرات:

(الف) علامہ برزنجی مسجد نبوی شریف کے باب الاسلام کے اندر محفل درس منعقد کیا کرتے تھے۔ سید محمد مرتضی زبیدی ان کے درس میں شامل ہوتے رہے۔ علامہ زبیدی "الامام الفصیح البارع" (بلند پایہ فصیح امام) کے القاب سے ان کا ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ "انہیں تقریر کا حیران کن ملکہ حاصل تھا اور مذہب شافعیہ کی تفصیلات کے بڑے ماہر تھے۔"

(ب) مرادی کہتے ہیں: "شیخ فاضل، بلند مرتبہ، یکتائے زمانہ عالم، فنون کے ماہر، حضرات شافعیہ کے مفتی"

(ج) جبرتی نے اس پر اضافہ کرتے ہوئے کہا: "وہ کلمہ حق کہنے میں بے باک اور امر بالمعروف میں بڑے دلیر تھے۔"

تصانیف:

(۱) عقد الجوهر فی مولد النبی الازهر ﷺ (زیر نظر رسالہ)

(۲) جالیۃ الکرب باسماء سید العجم والعرب ﷺ

(۳) قصۃ المعراج

(۴) جالیۃ الکدر باسماء اصحاب سید الملائک والبشر (صحابہ کرام کے اسماء)

(۵) الشقائق الاترجیۃ فی مناقت الاشراف البرزنجیۃ (برزنجی خاندان کے بزرگوں کے مناقب)

(۶) الطوالع الاسعدیہ من المطالع المشرقیہ

(۷) الجنی الدانی فی مناقب الشیخ عبدالقادر جیلانی (سیدنا غوث الاعظمؓ کے مناقب)

(۸) الروض المعطار فیما یحدی السید محمد من الاشعار

(۹) الفتح الفرجی فی فتح جتہ جی

(۱۰) التقاط الزہر من نتائج الرحلۃ والسفر

(۱۱) البرالعاجل یاجابتہ الشیخ محمد غافل

(۱۲) الفیض اللطیف باجیتہ نائب الشرع الشریف

(۱۳) فتح الرحمٰن علی اجوبتہ السید رمضان

(۱۴) نہوض اللیث لجواب ابی الغیث

وفات:

حضرت علامہ برزنجی ۱۱۸۴ہجری میں یا ۱۱۷۰...... ہجری دار فانی سے رحلت فرما کر جنت البقیع میں محواستراحت ہوئے۔

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میں ذات عالیہ کے پاک نام سے تحریر کی ابتداء کرتا ہوں۔ برکات کے فیض سے نفع اٹھانے والا اور اس کا حقدار بن کر کلام کی ابتداء کرتا ہوں اور میں ایسی حمد وثناء کرتا ہوں جس کے چشمے میٹھے اور خوش کن ہیں۔ شکر جمیل سے اس کی سواریوں کو تیار کرتے ہوئے رطب ہے جو مقدس وکریم پیشانیوں میں منتقل ہوتا رہا اور میں اللہ تعالیٰ سے اس رضوان کا بھی خواہ ہوں جو اس نے حضور نبی کریم ﷺ کی پاک عزت کو عطا فرمائی اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے متبعین کو اور ان کے چاہنے والوں کو عام طور پر عطا فرمائی اور میں واضح اور جلیل راستوں پر چلنے کی ہدایت کا سوالی ہوں۔ اور ہر غلطی اور گناہ کی طرف اٹھنے والے ہر قدم سے اس کی حفاظت چاہتا ہوں۔ اور میں حضور نبی کریم ﷺ کے میلاد پاک کی خوبصورت چادریں بچھاتا ہوں، سب سے پہلے میں آپ کے نسب شریف کے موتیوں کی مالا بناتا ہوں، جو اپنی خوبصورتی اور لذت سے کانوں کو مزین کر دے اور میں اللہ تعالیٰ کے حول اور مضبوط قوت سے مدد چاہتا ہوں کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ“

عَطِّرِ اَللّٰهُمَّ قَبْرَهُ الْكَرِيْم......بِعَرْفٍ شَذِيٍّ مِنْ صَلَاةٍ وَ تَسْلِيْمٍ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِكْ عَلَيْهِ

”اے اللہ! حضور نبی کریم ﷺ کی قبر انور کو صلوٰۃ وسلام کی مشک کی خوشبو سے معطر فرما۔ اے اللہ! آپ پر صلوٰۃ وسلام اور برکت نازل فرما۔“

نسب مصطفیٰ ﷺ کی نورانی مالا:

سیدنا (ﷺ) محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ان کا نام شیبۃ الحمد تھا۔ ابن ہاشم ان کا نام عمرو تھا، ابن عبد مناف ان کا نام مغیرہ تھا۔ ابن قصی ان کا نام مجمع تھا۔ قصی اس لیے نام پڑا کہ قضاعہ کے دور دراز شہروں میں رہائش پذیر تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں

حرم محترم میں لے آیا اور انہوں نے اسکی حفاظت کی۔ ابن کلاب انکا نام حکیم تھا۔ ابن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر ان کا نام قریش تھا اور تمام قریشی شاخیں انکی طرف منسوب ہیں۔ ان سے اوپر والے ''کنانی'' کہلاتے ہیں۔ جیسا کہ اکثر حضرات نے اس طرف میلان کیا اور اسے پسندیدہ قول بتایا۔ ابن مالک بن النضر بن کنانۃ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس یہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ''بدنۃ'' (قربانی کا اونٹ) حرم محترم کی طرف بھیجا اور ان کی پشت میں نبی کریم ﷺ کو ذکر کرتے سنا گیا اور تلبیہ کہتے پایا گیا۔ ابن مضر بن نزار بن معد بن عدنان، یہ مالا وہ ہے جس کے سنت مطہرہ کی انگلیوں نے موتی پروئے ہیں اور اس سے آگے حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نسب مرفوع ہے لیکن حضور نبی کریم ﷺ نے عدنان سے آگے کچھ بیان نہیں فرمایا اور عدنان یقیناً نسب کے ماہر علماء کے ہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام تک ان کی نسبت ہے۔ کس قدر عظیم ہے۔ یہ مالا جس میں چمکتے ستارے پروئے گئے اور عظیم کیوں نہ ہو جب اسکا واسطہ مبارک خود نبی کریم ﷺ ہیں۔

نسب تحسب العلا بحلاہ　　　قلد تها تجو مها الجوزاء

حبذا عقد سؤ دد و فخار　　　انت فيه اليتيمة العصماء

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ کا نسب شریف وہ ہے جس کی بلندی آپ ﷺ کی خوبصورتی کی وجہ سے ہے۔ وہ عظیم نسب ہے جس کے ستاروں کو جوزا نے گلے کا ہار بنایا، بہت ہی شان دار وہ مالا ہے جس کے سارے موتی سردار اور قابل فخر ہیں اور اس مالا میں ''در یتیم'' آپ کی شخصیت ہے۔''

کس قدر کریم ہے یہ نسب جسے اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے ہر عیب سے پاک پیدا فرمایا۔

نبی کریم ﷺ کے آباؤ اجداد کی اللہ نے حفاظت فرمائی:

✿ علامہ زین عراقی رحمۃ اللہ علیہ اسے کس خوبصورت پیرایہ میں بیان فرمایا ہے:

حفظ الا له كرامة لمحمد　　　آباء ه الامجاد صونا لاسمه

تركوا السفاخ لم يصبهم عاره　　　من ادم والى ابيه و امه

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کی کرامت کی خاطر آپ کے آباؤ اجداد کی حفاظت فرمائی تاکہ آپ کے نام پاک پر دھبہ نہ آنے پائے، ان سب نے بدکاری نزدیک نہ آنے دی اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ کے والدین کریمین تک کسی کو بدکاری کی تہمت نہ لگائی گئی۔''

آپ کے سلسلہ میں تمام حضرات وہ سردار ہیں، جن کی روشن پیشانیوں میں نور نبوت چلتا رہا، اور اس کا چاند آپ کے جد امجد عبدالمطلب کی جبیں اور ان کے بیٹے عبداللہ کی مبارک پیشانی میں ظاہر ہوا۔

عَطِّرِ اللّٰھُمَّ قَبْرَہُ الْکَرِیْم...... بِعَرْفٍ شَذِیٍّ مِنْ صَلَاۃٍ وَ تَسْلِیْم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلَیْہِ

حقیقت محمدیہ کا اظہار:

جب اللہ تعالیٰ نے ''حقیقت محمدیہ'' کے ظاہر کرنے کا ارادہ کیا اور آپ کی صورت، جسم، روح اور معنی کے اظہار کا ارادہ کیا تو اس ''نور محمدی'' کو سیدہ آمنہ زہرا رضی اللہ عنہا کی سیپ میں جگہ دی اور اللہ قریب مجیب نے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو یہ خصوصیت عطا فرمائی کہ آپ کی والدہ ہونے کا شرف پایا۔ آسمانوں میں اعلان کیا گیا کہ سیدہ آمنہ نے اللہ تعالیٰ کے انوار ذاتیہ کو اپنے اندر جگہ دیدی اور باد بہاری نے ہر طرف اس خبر کو پھیلا دیا اور زمین کو عرصہ دراز تک خشک رہنے کے بعد نباتات کی سندسی پوشاک عطا کی گئی۔ پھل درختوں پر لگے اور درختوں نے پھل چننے والوں کیلئے اپنی ٹہنیاں جھکا دیں۔ قریش کے ہر چارپائے نے فصیح عربی زبان میں آپ کے شکم مادر میں تشریف لانے کی خوشخبری دی۔ بت اور محلات کے کنگرے منہ کے بل گر پڑے، مغرب کے جنگلی پرندوں نے مشرق کے پرندوں اور بحری مخلوق نے دوسری بحری مخلوق کو خوشخبری دی، کائنات نے اس خوشی سے سرور کے بھرے پیالے پیئے۔ جنات نے آپ کے دور کی بشارت دی، کاہن غیبی خبروں سے روک دیئے، رہبانیت نے خوف کھایا، آپ کی آمد کی خبر پر ہر خبر عالم شیفتہ ہو گیا اور آپ

کے حسن بھرے رنگ میں بے خود ہوگیا۔ آپ کی والدہ کو خواب میں کہا گیا کہ تمہارے پیٹ میں سیدالعالمین اور تمام مخلوق سے بہتر شخصیت جلوہ فرما ہیں جب وہ پیدا ہوں تو ان کا نام ''محمد'' (ﷺ) رکھنا۔ اس لیے کہ ان کے ہر فعل وقول کی تعریف کی جائے گی۔

عَطِّرْ اَللّٰھُمَّ قَبْرَہُ الْکَرِیْم...... بِعَرْفِ شَذِیِّ مِنْ صَلَاۃٍ وَ تَسْلِیْم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلَیْہِ

ولادت مصطفیٰ ﷺ:

جب نبی کریم ﷺ کو شکم مادر میں تشریف فرما ہوئے دو ماہ گزر گئے تو اقوال مرویہ مشہورہ کے مطابق آپ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا مدینہ منورہ میں انتقال ہوگیا۔ آپ وہاں اپنے ماموں کے ہاں گئے تھے جن کا بنوعدی میں سے بونجار قبیلہ سے تعلق تھا۔ آپ وہاں ان میں ایک ماہ رہائش پذیر رہے، کیونکہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیمار پڑ گئے تھے، وہ آپ کی بیماری میں مدد کرتے اور آپ کی دیکھ بھال کرتے رہے، جب آپ کو والدہ کے پیٹ میں قول راجح کے مطابق نو ماہ قمری گزر گئے تو وہ وقت آگیا کہ زمانہ اپنی خوشی کا اظہار کرے۔ آپ کی والدہ کے پاس شب ولادت حضرت آسیہ اور حضرت مریم دوسری بہت سی مقدس عورتوں کے ساتھ تشریف لائیں۔ آپ کی والدہ کو دردزہ شروع ہوگیا اور حضور نبی کریم ﷺ کو جنم دیا جو نور تھے اور جن کی روشنی پھیل رہی تھی۔

و محیا کالشمس منک مضئی اسفرت عنہ لیلۃ غراء

لیلۃ المولد الذی کان للدین سرور بیومہ وازدھاء

یوم نالت بوضعہ ابنت وھب من فخار مالم تنلہ النسآء

واتت قومھا بافضل مما حملت قبل مریم العذراء

مولد کان فی طالع الکفر و بال علیھم و وباء

و توالت بشری الھواتف ان قد ولد المصطفی و حق الھناء

ترجمہ۔ ۱۔ چہرۂ انور گویا سورج آپ سے روشن کیا گیا اور سیاہ رات اس سے

خوب روشن ہوگئی۔ آپ ﷺ کی ولادت مبارکہ کی رات وہ ہے جس کے دن سے دین کو سرور و رونق ملی۔ وہ مبارک دن کہ اس دن وھب کی صاحبزادی سیدہ آمنہ نے آپ کو جنم دیا۔ اس جنم دینے سے انہیں وہ فخر نصیب ہوا جو دنیا میں کسی عورت کو نصیب نہ ہوا اپنی قوم کو ایسا فرزند دیا جو مریم کنواری کے ہاں پیدا ہونے والے بچے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی افضل ہے۔ ولادت سرور کائنات ﷺ ایسی کہ کفر کی قسمت پر وبال اور وبا چھا گئی اور غیب سے متواتر بشارتیں آنے لگیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی ولادت باسعادت ہو چکی، اور مبارک بادی سے فضائیں جھومنے لگیں۔

ذکر ولادت پر قیام مستحب ہے:

اسے خود یاد رکھو، حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کے تذکرہ کے وقت قیام کرنا "مستحسن" ہے۔ اسے صاحبان روایت اور عقلمندوں نے بنظر استحسان دیکھا ہے لہٰذا خوش قسمت ہے وہ شخص جس کے مقاصد اور مطالب کی انتہاء یہی ہے کہ آپ ﷺ کی تعظیم ہو۔

عَطِّرِ اللّٰهُمَّ قَبْرَهُ الْكَرِيْم...... بِعَرْفٍ شَذِيٍّ مِنْ صَلَاةٍ وَ تَسْلِيْم

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِكْ عَلَيْهِ

ولادت پر خوشیوں کا سماں:

حضور نبی کریم ﷺ جب کائنات میں جلوہ فرما ہوئے تو آپ نے ہاتھ زمین پر رکھے ہوئے تھے اور سرانور آسمان کی طرف بلند تھا۔ اس بلندی سے آپ اپنی سیادت اور بلندی کی طرف اشارہ کر رہے تھے اور یہ اس طرح بھی اشارہ تھا کہ آپ کی قدر و منزلت تمام کائنات پر بلند ہے اور یہ کہ آپ ﷺ وہ حبیب ہیں جن کی عادات اور خصائل نہایت حسین ہیں۔ آپ کی والدہ نے جناب عبدالمطلب کو بلوایا، اس وقت آپ طواف میں مصروف تھے۔ آپ جلدی سے آگئے اور حضور نبی کریم ﷺ کو دیکھ کر ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی، وہ آپ کو کعبہ میں لے گئے اور خلوص نیت سے دعا میں مشغول ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے آپ ﷺ کو عطا فرما کر احسان فرمایا۔ حضور نبی کریم ﷺ

صاف ستھرے، ختنہ شدہ اور ناف کٹی ہوئی پیدا ہوئے۔ جسم اقدس سے خوشبو آ رہی تھی اور تیل لگا ہوا آنکھوں میں سرمہ پڑا ہوا تھا۔ یہ بھی کہا گیا کہ آپ کا ختنہ آپ کے حضرت دادا عبدالمطلب نے کیا تھا، جب آپ کی عمر سات سال کی ہوئی تھی اور اس وقت ولیمہ کیا اور عام دعوت دی اور آپ کا اسم گرامی ''محمد'' (ﷺ) رکھا اور ان کو بہترین جگہ رکھا۔

عَطِّرْ اَللّٰهُمَّ قَبْرَهُ الْكَرِيْم ...... بِعَرْفٍ شَذِيٍّ مِنْ صَلَاةٍ وَ تَسْلِيْم

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِكْ عَلَيْهِ

عجائبات ولادت:

آپکی ولادت باسعادت کے وقت بہت سے غیبی خوارق اور انوکھے واقعات رونما ہوئے۔ یہ آپ کی نبوت کی ابتداء تھی اوران واقعات سے یہ بتانا تھا کہ آپ ﷺ اللہ کے مختار ومجتبیٰ ہیں۔ آسمانوں کی حفاظت سخت کر دی گئی اور اس کی طرف چڑھنے والے سرکش جنات اور شیاطین کو واپس دھکیل دیا گیا اور جب بھی کوئی مردود و رجیم اوپر جانے کی کوشش کرتا تو اسے آگ کے گولوں سے مارا جاتا۔ حضور نبی کریم ﷺ کیلئے آسمانی ستارے جھک گئے اور ان کی روشنی سے حرم کی پشت و بلند زمین چمک اٹھی اور آپ کے ساتھ ایسا نور نکلا جس کے ساتھ شام کے محلات روشن ہوگئے۔ سرزمین مکہ کے رہنے والوں نے شام کے مکانات اور غیر آباد جگہیں دیکھیں۔ مدائن میں کسریٰ کے ایوان لرز اٹھے۔ جنہیں نوشیرواں نے تعمیر کیا تھا اور خوب بلند کر کے بنایا تھا۔ اس کے چودہ کنگرے گر گئے اور کسریٰ کا تخت دہشت سے ٹوٹ پھوٹ گیا۔ ایرانی ممالک میں جلائی گئی آگ جس کی عبادت کی جاتی تھی۔ آپ کے چمکتے چاند اور روشن چہرہ سے بجھ گئی۔ بحیرہ ساوہ خشک ہوگیا جو قم اور ہمدان کے درمیان واقع ہے اس کی تباہ کن موجیں اور اس بحیرہ کے سوتے خشک ہوگئے اور وادی سماوہ بہہ نکلی، یہ خشکی اور جنگلی علاقہ میں واقع ایک جگہ ہے۔ اس میں اس سے قبل پیاس سے مرنے والے کیلئے بھی پانی نہ تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت مبارکہ کی جگہ مکۃ المکرمہ میں ''عراص'' کے نام سے معروف ہے۔ اس پاکیزہ شہر میں جس کے نہ درختوں کو کاٹنے کا حکم ہے اور نہ اس کی گھاس

الخیر نے کی اجازت ہے۔ آپ ﷺ کی ولادت مبارکہ کے سال میں اختلاف اقوال ملتے ہیں۔ راجح یہ ہے کہ آپ بارہ ربیع الاوّل کی صبح صادق سے تھوڑا سا پہلے عالم الفیل میں کائنات میں جلوہ فرما ہوئے۔ "عام الفیل" سے مراد وہ سال ہے جس سال "ابرہہ" نے کعبہ پر ہاتھیوں کے ساتھ حملہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے "ابابیل" سے اسے شکست دی۔

عَطِّرِ اللّٰھُمَّ قَبْرَہُ الْکَرِیْم...... بِعَرْفٍ شَذِیٍّ مِنْ صَلَاۃٍ وَ تَسْلِیْمٍ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلَیْہِ

پرورش مصطفیٰ ﷺ:

حضور نبی کریم ﷺ کو آپ کی والدہ نے کئی دن تک دودھ پلایا۔ پھر ثوبیہ اسلمیہ نے دودھ پلایا جسے ابولہب نے اس وقت آزاد کر دیا تھا جب اس نے ابولہب کو حضور نبی کریم ﷺ کی پیدائش کی خوشخبری سنائی تھی۔ "ثوبیہ" نے جب آپ کو دودھ پلایا تو اس وقت خود اس کا اپنا بیٹا "مسروح" اور بنی ابی سلمۃ بھی شریک دودھ تھے۔ آپ سے پہلے "ثوبیہ" حضرت حمزہ کو بھی دودھ پلا چکی تھی۔ حضور نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ سے، ثوبیہ کیلئے ان کی شایان شان کپڑے وغیرہ ارسال فرمایا کرتے تھے یہ سلسلہ ان کے انتقال تک جاری رہا۔ بتایا جاتا ہے کہ "ثوبیہ" کا انتقال اس کی قوم جو جاہلیت کی ایک قوم تھی۔ اس کے دین پر ہوا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ موصوفہ مسلمان ہوگئی تھی۔ ابن مندہ نے اس کی حکایت کی اور اختلاف بھی نقل کیا ہے۔ اس کے بعد آپ کو سیدہ حلیمہ سعدیہ نے دودھ پلایا۔ سیدہ حلیمہ کو اس وقت تمام لوگوں نے اپنے بچے دودھ پلانے کیلئے دینے سے انکار کر دیا تھا۔ کیونکہ آپ غریب تھیں، لیکن جب آپ ﷺ کو دودھ پلانے کیلئے انہوں نے حامی بھری تو ان کی کٹھن اور غریبانہ زندگی رات ڈھلنے سے پہلے ہی آسودہ ہوگئی۔ سیدہ حلیمہ نے ایک دودھ جو دائیں جانب کا تھا۔ آپ کو پلایا اور بائیں جانب سے آپ کے رضاعی بھائی یعنی سیدہ حلیمہ نے اپنے بیٹے کو پلایا۔ فقر اور غربت کے بعد سیدہ حلیمہ غنی ہوگئیں اور اس کے ہاں جو بکریاں بہت لاغر تھیں وہ فربہ ہوگئیں اور جو بھی ان کا تعلق دار تھا۔ وہ بھی آسودہ

حال ہو گیا بلکہ پورا قبیلہ بنو سعد بہترین زندگی اور عیش وعشرت میں ہو گیا۔

عَطِّرِ اللّٰهُمَّ قَبْرَهُ الْكَرِيْم...... بِعَرْفٍ شَذِيٍّ مِنْ صَلَاةٍ وَ تَسْلِيْم

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِكْ عَلَيْهِ

تجارت کیلئے بصریٰ جانا اور شادی مبارک:

جب نبی کریم ﷺ پچیس برس کی عمر کو پہنچے تو آپ حضرت خدیجہ کیلئے تجارت کی غرض سے بصرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ سیدہ خدیجہ کا غلام ''میسرہ'' بھی تھا۔ جو آپ کی خدمت اور ضروریات مہیا کرنے کیلئے آپ کے ساتھ سیدہ خدیجہ نے روانہ کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ ایک عیسائی راھب نسطورا کے گرجا کے نزدیک ایک درخت کے نیچے ٹھہرے تو اس راھب نے آپ کو پہچان لیا، کیونکہ اس نے دیکھا کہ جس درخت کے نیچے آپ تشریف فرما ہیں۔ اس کا سایہ آپ کی طرف جھکا جا رہا تھا اور کہنے لگا کہ اس درخت کے نیچے ماسوائے پیغمبر کے کوئی بھی نہیں بیٹھتا اور وہی رسول اس کے نیچے بیٹھتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے فضائل سے نوازا ہو، اور اسے اپنا محبوب بنایا ہو، پھر اس راھب نے ''میسرہ'' سے پوچھا۔ کیا تمہارے ساتھی کی آنکھوں میں سرخی ہے؟ یہ اس نے اس لیے سوال کیا کہ وہ آپ ﷺ کے بارے میں ''خفیہ علامت'' جاننا چاہتا تھا۔ ''میسرہ'' نے ہاں میں جواب دیا۔ اس پر اس راھب کو آپ کے بارے میں یقین ہو گیا اور اس نے دوستی کی خواہش کی اور ''میسرہ'' سے کہا: ان سے کبھی جدا نہ ہونا اور ان کے ساتھ سچے ارادے اور بہترین طریقہ سے رہنا کیونکہ یہ وہی شخصیت ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا ہے اور اپنا برگزیدہ بنایا ہے پھر جب آپ ﷺ واپس مکہ مکرمہ تشریف لائے تو سیدہ خدیجہ نے دیکھا کہ درمیانے قد کی آپ کی شخصیت ہے اور دو فرشتوں نے آپ کے سرانور پر سے سورج کی گرمی روک رکھی ہے۔ یعنی دھوپ آپ پر نہیں پڑتی تھی۔ میسرہ نے حضرت خدیجہ کو وہ واقعات بتائے جو دورانِ سفر اس نے آپ سے دیکھے تھے اور وہ بھی بتایا جو راھب نے آپ کے بارے میں کہا تھا اور جو اس نے اسے وصیت کی تھی۔

ادھر تجارت میں سیدہ خدیجہ کو بہت زیادہ نفع بھی ہوا، ان تمام واقعات اور بیانات سے سیدہ خدیجہ پر واضح ہوگیا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ جنہیں قرب خاص عطا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ہونے کا منصب ملے گا تو سیدہ خدیجہ نے آپ کو اپنے ساتھ شادی کا پیغام بھجوایا تاکہ آپ پر ایمان لا کر ایمان کی خوشبو سے آپ کو معطر کرے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے چچاؤں کو سیدہ خدیجہ کی دعوت اور ارادہ کے بارے میں بتایا۔ انہوں نے اس میں دلچسپی لی، کیونکہ سیدہ خدیجہ دیندار، فضیلت والی، حسن و جمال سے آراستہ اور بہترین حسب ونسب والی عورت تھی۔ قوم کا ہر آدمی اس سے شادی کا خواہشمند تھا۔ ابوطالب نے نکاح کا خطبہ پڑھا، پہلے اللہ تعالیٰ کا شکر کیا پھر حضور نبی کریم ﷺ کے اوصاف و اخلاق بیان کیے اور کہا: اللہ کی قسم! اس نوجوان کی بڑی عظمت ہوگی، ہر طرف ان کی خوبیوں کا چرچا ہوگا۔ خدیجہ کے والد نے آپ سے خدیجہ کی شادی کی۔ بعض نے کہا: خدیجہ کے چچا نے نکاح پڑھا اور بعض ان کے بھائی کا نام لیتے ہیں۔ آپ ﷺ کی تمام اولاد سیدہ خدیجہ سے ہوئی۔ ماسوائے ایک صاحبزادے کہ جن کا نام ''خلیل اللہ'' کے نام پر تھا۔ یعنی ابراہیم تھا۔

عَطِّرِ اللّٰھُمَّ قَبْرَہُ الْکَرِیْم ...... بِعَرْفٍ شَذِیٍّ مِنْ صَلَاۃٍ وَ تَسْلِیْم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلَیْہِ

حجر اسود دیوار کعبہ میں نصب کرنا:

جب حضور نبی کریم ﷺ کی عمر شریف پینتیس برس کی ہوئی تو قریش نے کعبہ شریف کی تعمیر کا پروگرام بنایا۔ کیونکہ سخت بارش اور سیلاب کی وجہ سے اس کی دیواریں گرنے کے قریب ہوگئیں، جب حجر اسود رکھنے کا معاملہ آیا تو ان میں اختلاف ہوگیا۔ ہر شخص چاہتا تھا کہ حجر اسود اٹھا کر اس کی جگہ پر نصب کرے۔ بہت قیل وقال ہوئیں اور انہوں نے مرنے مارنے کی قسمیں اٹھا لیں اور اپنے اپنے قبیلہ کو مضبوط کرنے اور مقابلہ کیلئے تیار کرنے کا پروگرام بنایا، پھر سب نے انصاف کی طرف رجوع کیا اور طے یہ پایا کہ فلاں صاحب

رائے جو کہے گا، اس پر اتفاق کر لیں گے، پھر ان کے مابین فیصلہ یہ کیا گیا جو شخص علی الصبح باب بنی شیبہ سے داخل ہوگا وہ حجر اسود اٹھا کر رکھے گا۔ صبح ہوئی تو حضور نبی کریم ﷺ سب سے پہلے داخل ہوئے۔ سبھی کہنے لگے آپ امین ہیں۔ ہم آپ کو منظور ہیں اور ہم سب آپ پر متفق ہیں۔ اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے ''حجر اسود'' ایک چادر میں رکھا، پھر ارشاد فرمایا کہ اس چادر کو تمام قبائل کے سرکردہ لوگ اٹھائیں اور حجر اسود کی جگہ تک بلند کریں، انہوں نے چادر اٹھائی اور حجر اسود کے مقام کے برابر لے آئے تو خود حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اسے اس جگہ رکھا جہاں اب بھی موجود ہے۔

عَطِّرْ اَللّٰهُمَّ قَبْرَهُ الْكَرِيْم ...... بِعَرْفٍ شَذِيٍّ مِنْ صَلَاةٍ وَ تَسْلِيْمِ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِكْ عَلَيْهِ

وحی کا نزول:

جب حضور نبی کریم ﷺ کی عمر شریف چالیس برس کی ہوئی تو صاحبان علم و فضل کے متفقہ قول کے مطابق آپ کو اللہ تعالیٰ نے کائنات کیلئے بشیر ونذیر بنا کر مبعوث فرمایا۔ تمام جہانوں پر آپ کی رحمت عام ہوئی اور چھ ماہ مکمل ہونے پر آپ کو سچے خواب دکھائے جانے لگے، آپ جو خواب دیکھتے وہ (اس کی تعبیر) صبح روشن کی طرح درست ہوتا۔ ابتداء بذریعہ خواب اس لیے کی گئی تا کہ قوت بشریہ کی مشق اور اس میں ہمت آجائے، کیونکہ اس کے بعد اچانک کسی دن فرشتہ نے صریح نبوت کا پیغام لانا تھا تو اسے برداشت کر سکیں گے۔ آپ کے دل میں خلوت نشینی کو محبوب بنایا دیا گیا۔ آپ کئی کئی رات دن متواتر ''غار حراء'' میں تشریف فرما رہے حتیٰ کہ آپ کے پاس صریح حق آگیا اور ابتدائے وحی رمضان المبارک سترھویں تاریخ پیر کے دن ہوئی۔ یہاں اور بھی اقوال ہیں۔ مثلاً سات یا چار یا بیس رمضان المبارک، ایک قول ربیع الاول کی آٹھ تاریخ کا بھی ہے۔ وحی لانے والے فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا: پڑھیے۔ فرمایا: میں قاری نہیں ہوں۔ اس پر جبرئیل نے آپ کو بازوؤں میں لے کر دبایا، پھر چھوڑا، اور کہا

پڑھیے۔ فرمایا: میں قاری نہیں ہوں۔ دوبارہ جبرئیل نے دبایا، حتی کہ کچھ زور محسوس ہوا پھر چھوڑ کر کہا پڑھیے۔ فرمایا: میں قاری نہیں ہوں۔ تیسری مرتبہ زور سے دبایا اور خوب زور سے دبایا۔ اس کے بعد آپ نے پڑھا۔ اس واقعہ کے بعد تین سال یا اڑھائی سال سلسلہ وحی منقطع رہا، تاکہ آپ کو ان پاکیزہ خوشبوؤں کے جھونکوں کا شوق پیدا ہو۔ اس کے بعد آپ پر "یَاَیُّهَا الْمُدَثِّرُ" لے کر جبرئیل آئے اور آپ نے ان آیات کی تلاوت کی: "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ" آیات کے پہلے اترنے میں اس بات کی دلیل ہے کہ آپکی ذات پر اترنے والی پہلی آیات یہی ہیں اور آپکے بشیر ونذیر بن کر آنے کی ابتداء انہی آیات مبارکہ سے ہوئی، یعنی امت کو خوشخبری سنانے اور ڈر سنانے سے پہلے یہ آیات اتر چکی ہیں۔

عَطِّرِ اللّٰهُمَّ قَبْرَهُ الْكَرِيْمِ...... بِعَرْفٍ شَذِيٍّ مِنْ صَلَاةٍ وَ تَسْلِيْمٍ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلَيْهِ

دعوت تبلیغ اور کفار کا ظلم وستم:

مردوں میں سب سے پہلے نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے والے صاحب غار سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ بچوں میں سے یہ شرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا اور عورتوں میں سے یہ اعزاز سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ملا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے سبب آپ ﷺ کے قلب انور کو مضبوط فرمایا اور اس کی حفاظت فرمائی اور آزاد کردہ غلاموں میں سے اولیت حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوئی اور غلاموں میں سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سبقت لے گئے۔ جنہیں امیہ نے ایمان لانے پر طرح طرح کی تکالیف پہنچائیں۔ انہیں خرید کر آزاد کرنے کا شرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ملا۔ اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن عوف رضی اللہ عنہ اور آپ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے مشرف باسلام ہوئے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے ایسے حضرات ایمان لائے جن کے ایمان لانے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بہت دخل تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ ابتداء کافی عرصہ پوشیدہ رہ کر عبادت کیا کرتے تھے۔ آپ کے

ساتھ آپ کے صحابہ بھی شریک ہوتے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ (سورۃ النحل)

تو آپ نے اس کے اترنے کے بعد اعلانیہ اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف لوگوں کو بلانا شروع کر دیا۔ آپ کی قوم آپ کے اس وقت تک مخالف نہ ہوئی جب تک آپ نے ان کے باطل معبودوں پر اعتراض نہ کیا۔ آپ نے توحید کے علاوہ ہر چیز کی عبادت سے روکنا شروع کر دیا۔ اس پر آپ کی قوم کے لوگ مقابلہ پر اتر آئے اور اذیت پہنچانے اور عداوت اختیار کرنے کی ٹھان لی، جو لوگ مسلمان ہو جاتے تھے، ان کیلئے پریشانیاں کھڑی کرنا شروع کر دیں، پھر پانچویں سال مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ آپ پر آپ کا چچا ابو طالب مہربان ہوا۔ آپ کی حفاظت کا یقین دلایا، اس پر ساری قوم نے اسے ڈرایا دھمکایا، لیکن انہوں نے آپ کی حمایت کی۔ حضور نبی کریم ﷺ پر رات میں کچھ گھنٹے عبادت کرنا لازم کر دیا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے قول:

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ اور اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ (سورۃ المزمل)

سے اس کو منسوب کر دیا گیا۔ اب آپ پر دو رکعت صبح اور دو رکعت شام کو ادا کرنا لازم کر دیا گیا۔ پھر پانچ وقت کی نمازیں فرض ہونے پر یہ بھی منسوخ کر دی گئیں، جب شب معراج آپ کو پانچ نمازیں عطا ہوئیں، بعثت کے دسویں سال ابو طالب کا انتقال ہو گیا۔ شوال کا آدھا مہینہ گزر چکا تھا۔ تین دن بعد سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی دارفانی کو چھوڑ گئیں۔ اس سے مسلمانوں کو سخت دھچکا لگا۔ اب قریش نے ہر اذیت آپ کو پہنچانے کی کوششیں تیز کر دیں۔ آپ ﷺ نے ''طائف'' جانے اور وہاں جا کر ''بنو ثقیف'' کو دعوت دینے کا پروگرام بنایا۔ لیکن انہوں نے آپ سے اچھا سلوک نہ کیا۔ انہوں نے بے وقوفوں اور غلاموں اور نوجوانوں کو بھڑکایا، جنہوں نے آپ ﷺ کو برے الفاظ کہے، آپ پر پتھر برسائے حتی کہ آپ کی نعلین شریف خون سے رنگین ہوئیں، آپ غمزدہ حالت میں واپس مکہ تشریف لائے۔ تو پہاڑوں کے نگران فرشتہ نے آپ سے

درخواست کی کہ مجھے ان کی ہلاکت کی اجازت بخشی جائے۔آپ نے ارشاد فرمایا: میں پرامید ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشت سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو میرے چاہنے والے ہونگے۔

عَطِّرِ اَللّٰھُمَّ قَبْرَهُ الْكَرِيْم......بِعَرْفٍ شَذِيٍّ مِنْ صَلَاةٍ وَ تَسْلِيْم
اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِكْ عَلَيْهِ

قبائل کو دعوت اسلام دینا:

اسکے بعد نبی کریم ﷺ نے مختلف قبائل کی طرف توجہ دی اور دعوت الی اللہ دینا شروع فرمائی۔موسم حج میں جو باہر سے قافلے آتے آپ انہیں تبلیغ فرماتے۔مدینہ منورہ کے انصار میں سے چھ آدمیوں نے اسلام قبول کرلیا، جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا سے مختص کرلیا تھا۔ انصاری میں سے اگلے سال بارہ آدمی حج کرنے آئے اورانہوں نے آپ کے دست اقدس پر حقیقی بیعت کی۔ بیعت ہو جانے کے بعد یہ حضرات واپس مدینہ منورہ چلے گئے۔اس طرح مدینہ منورہ میں اسلام کا ظہورا ہوا، پھر یہی مدینہ منورہ اسلام کا ملجا و ملاوی بن گیا۔اس سے اگلے سال پچھتر یا تہتر مرد اور دو عورتیں حج کرنے آئے، جن کا تعلق قبیلہ اوس اور خزرج سے تھا۔ان سب نے بھی آپ ﷺ سے بیعت کی۔آپ نے ان میں سے بارہ بزرگ اور سرداروں کو ان کا نقیب مقرر کردیا، پھر مکہ شریف میں بہت سے مسلمانوں نے ان کی طرف (مدینہ منورہ کی طرف) ہجرت کی۔انہوں نے اپنے وطن چھوڑ دیئے، کیونکہ انہیں جس بات نے کفر چھوڑا کر ایمان دلوایا تھا، اسے حاصل کرنے کیلئے وہ سب کچھ قربان کرنے پر تیار تھے۔ادھر قریش کو خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں حضور نبی کریم ﷺ بھی مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے تو ان کی طاقت بن جائے گی، لہٰذا انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ آپ کو قتل (شہید) کردیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے مکروفریب سے بچالیا۔

عَطِّرِ اَللّٰھُمَّ قَبْرَهُ الْكَرِيْم......بِعَرْفٍ شَذِيٍّ مِنْ صَلَاةٍ وَ تَسْلِيْم
اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِكْ عَلَيْهِ

ہجرت نبوی ﷺ:

حضور نبی کریم ﷺ کو ہجرت کی اجازت دی گئی، ادھر مشرکین نے یہ پروگرام بنایا کہ آپ کو شہید کر دیا جائے۔ آپ کے در دولت کا محاصرہ کر لیا گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ باہر نکلے اور ان کے مونہوں پر مٹی ڈالی اور یہ آنکھیں ملتے رہے۔ ادھر حضور نبی کریم ﷺ ''غارثور'' کی طرف روانہ ہونے لگے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپ کی ہمراہی نصیب ہوگئی۔ دونوں حضرات اس غار میں تین دن قیام پذیر رہے۔ آپ کی حمایت و حفاظت کبوتروں اور مکڑوں نے کی۔ پھر پیر کی رات دونوں غار ثور سے نکلے آپ سواری پر تھے، راستے میں سراقہ سامنے آ گیا۔ اللہ تعالیٰ سے آپ نے اس بارے میں دعا کی تو سراقہ کے گھوڑے کے پاؤں سخت زمین میں دھنس گئے۔ اس نے آپ سے امان طلب کی تو حضور نبی کریم ﷺ نے سخاوت فرمائی اور اسے امن عطا فرما دیا۔

حضور نبی کریم ﷺ کا گزر ''قدید'' سے ہوا۔ وہاں ام معبد خزاعیہ کی رہائش گاہ تھی۔ آپ نے اس سے گوشت یا دودھ خریدنے کا ارادہ فرمایا۔ اس کے پاس ان میں سے کچھ بھی نہ تھا۔ آپ نے اس کے گھر میں کھڑی ایک بکری کی طرف نظر فرمائی، جو دوسری بکریوں کے ساتھ چرنے نہ جا سکی، کیونکہ بہت کمزور تھی۔ آپ نے ام معبد سے اجازت مانگی کہ کیا میں اس بکری کو دوہ کر دودھ نکال سکتا ہوں؟ اس نے اجازت دے دی اور ساتھ ہی کہنے لگی اگر اس کے ہاں دودھ ہوتا تو ہم اسے دوہ لیتے۔ پس حضور نبی کریم ﷺ نے اس کے تھنوں کو ہاتھ لگایا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی، فوراً اس کے تھن دودھ سے بھر گئے۔ آپ نے دودھ نکالا اور گھر کے تمام افراد کو پلایا، پھر دوسری مرتبہ دوہا برتن بھر گیا۔ آپ ام معبد کے ہاں اپنا یہ عظیم الشان (معجزہ) چھوڑ گئے اور آگے چل دیئے، کچھ دیر بعد ابومعبد آیا۔ اس نے دودھ سے بھرے برتن دیکھے تو تعجب ہوا اور بیوی سے پوچھنے لگا: یہ دودھ تیرے پاس کہاں سے آ گیا؟ حالانکہ گھر میں دودھ کا کوئی مسئلہ ہی نہ تھا؟ کہنے لگی: ہمارے گھر میں کچھ دیر فلاں فلاں مبارک شخصیت

تشریف فرما رہی۔ ام معبد نے آپ کا حلیہ بیان کیا۔ یہ سن کر ابو معبد بولا: یہ قریشی شخصیت تھی پھر اس نے پکی قسم اٹھائی کہ اگر میں نے اس شخصیت کو دیکھ لیا تو ایمان لے آؤں گا۔ یہ کہہ کر آپ کے پیچھے روانہ ہو گیا اور آپ کو پالیا۔ حضور نبی کریم ﷺ بارہ ربیع الاول بروز پیر مدینہ منورہ تشریف لائے۔ مدینہ منورہ کے رہنے والوں کی مبارک تمنائیں پوری ہوئیں، انصار نے آپ کا شایان شان استقبال کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ ''قباء'' میں اترے اور یہاں مسجد کی تقویٰ پر بنیاد رکھی۔

عَطِّرُ اَللّٰھُمَّ قَبْرَہُ الْکَرِیْم...... بِعَرْفٍ شَذِیٍّ مِنْ صَلَاۃٍ وَ تَسْلِیْم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلَیْہِ

اوصاف مصطفیٰ ﷺ:

حضور نبی کریم ﷺ خلق و خلق میں تمام انسانوں سے کامل تھے اور آپ کی ذات و تمام صفات نہایت اعلیٰ تھیں۔ قد و قامت درمیانہ تھی، رنگ سفید لیکن سرخی مائل تھا۔ آنکھیں کشادہ اور سرمگیں تھیں، پلکیں لمبی اور ابرو بھی باریک اور لمبے تھے، دانتوں کے درمیان معمولی سا فاصلہ اور منہ خوبصورت اور کھلا، ماتھا فراخ اور چاند کی طرح چمکتا، رخسار مبارک گوشت سے پر، ناک مبارک تھوڑی سی اٹھی ہوئی اور اس کا سخت حصہ بہت خوبصورت، دونوں کندھوں کے درمیان کافی فاصلہ، ہاتھ کشادہ، ہڈیوں کے جوڑ مضبوط اور موٹے، ایڑھی پر معمولی گوشت، داڑھی شریف گھنی، سر انور عظیم اور بال مبارک کانوں کی لو تک لمبے تھے۔ دونوں کندھوں کے درمیان ''مہر نبوت'' تھی۔ نور اور بلندی لیے ہوئے تھی، پسینہ مبارک موتیوں کی مانند، اس کی خوشبو دنیا کی تمام خوشبویات سے زیادہ مہک والی، چلتے تو یوں دکھائی دیتا کہ کسی ڈھلوان سے اتر رہے ہیں۔ مصافحہ کرنے والے سے ہاتھ ملاتے تو اس کے ہاتھ سے سارا دن بے مثل خوشبو اٹھتی رہتی، کسی بچے کے سر پر ہاتھ پھیرتے تو دوسرے بچوں کے درمیان وہ خوشبو سے پہچانا جاتا، چہرۂ انور یوں چمکتا جس طرح چودھویں کا چاند، آپ کی تعریف بیان کرنے

والا یہی کہتا کہ آپ کی مثل نہ میں نے پہلے دیکھا اور نہ آپ کے بعد، کوئی بشر آپ جیسا دیکھا، آپ ﷺ بہت زیادہ صاحب حیاء تھے۔ تواضع آپ پر ختم تھی۔ اپنی نعلین خود گانٹھ لیا کرتے، کپڑے کو خود پیوند لگا لیتے، اپنی بکری خود دودھ لیتے، اپنے اہل وعیال کے کاموں میں خوش دلی سے ہاتھ بٹاتے۔ فقراء اور مساکین سے محبت فرمایا کرتے، ان کے ساتھ بیٹھ جایا کرتے، ان میں سے بیماروں کی عیادت فرماتے۔ جنازہ کے ساتے چلتے، کسی فقیر کو حقیر نہ سمجھتے، جسے فقر و فاقہ نے مار ڈالا ہو، معذرت قبول فرما لیتے، کسی کا بدلہ مکروہ بات سے نہ دیتے، ناداروں اور غلاموں کے ساتھ چل پڑتے، کسی بادشاہ سے خوف نہ کھاتے، غصہ اور غضب ہوتا تو صرف اللہ تعالیٰ کیلئے، راضی ہوتے تو رضائے الٰہی کیلئے، اپنے صحابہ کے پیچھے پیچھے چلتے اور فرماتے: میری پشت فرشتوں کیلئے چھوڑ دو، اونٹ گھوڑا، خچر اور گدھا جو بعض بادشاہوں نے آپ کی طرف بطور ہدیہ روانہ کیے ہوتے ان پر سوار ہوتے، بھوک سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتے، حالانکہ آپ کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئی تھیں۔ پہاڑوں نے آپ کو سونا بن کر پھسلانا چاہا، لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ آپ ﷺ فضول بات نہ کرتے، بوقت ملاقات آپ پہلے سلام کرتے۔ نماز طویل ادا فرماتے، جمعۃ وغیرہ کے خطبہ جات نہایت مختصر فرماتے۔ اہل شرف سے الفت فرماتے، اہل فضل کا اکرام کرتے، مزاح فرماتے لیکن اس میں بھی بات سچی کہتے، جسے اللہ تعالیٰ پسند فرماتا، بیان کے میدان میں دوڑنے سے اب اس مقام پر گھوڑے ٹھہر جاتے ہیں اور املاء کے بار بردار اونٹ وضاحت کے میدان میں اپنی انتہا کو پہنچ گئے۔

عَطِّرِ اَللّٰهُمَّ قَبْرَهُ الْكَرِيْم......بِعَرْفٍ شَذِيٍّ مِنْ صَلَاةٍ وَ تَسْلِيْم

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِكْ عَلَيْهِ

اے اللہ! اے وہ ذات! جس کی بخشش کیلئے دونوں ہاتھ کھلے ہیں۔ اے وہ ذات! جس کی طرف جب بندے اٹھاتے ہیں تو وہ ان کیلئے کافی ہوتی ہے۔ اے وہ

ذات! جو اپنی ذات و صفات احدیت میں اس بات سے منزہ ہے کہ کوئی اور ان میں اس کا نظیر یا شبیہ ہو۔ اے وہ ذات! جو بقاء قدیم ہونے اور ازلیت میں منفرد ہے۔ اے وہ ذات! جس کے سوا کسی اور سے نہ امید باندھی جاتی ہے اور نہ ہی اس کی طرف پلٹا جاتا ہے۔ اے وہ ذات! تمام انسان اس کی قدرت قیومی کا سہارا لیتے ہیں اور وہ اپنے فضل سے جسے چاہتا ہے رشد و ہدایت سے نواتا ہے۔ اے اللہ! ہم تیرے ان قدسی انوار کے وسیلہ سے کہ جن کے سبب تو نے شک کے اندھیروں کو ختم کر دیا۔ سوال کرتے ہیں اور تیری بارگاہ میں ذات محمدیہ کے شرف کا واسطہ دیتے ہیں وہ کہ جو صورت کے اعتبار سے تمام انبیاء کرام کے آخر اور معنی کے اعتبار سے تمام سے اول ہیں اور آپ کی آل کا وسیلہ دیتے ہیں جو تمام مخلوق کی امن گاہ ہیں، جو سلامتی اور نجات کی کشتی ہیں اور آپ کے تمام صحابہ کا واسطہ دیتے ہیں جو ہدایت و افضلیت کے مالک ہیں۔ وہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا فضل چاہنے کیلئے اپنی جانوں تک کو قربان کر دیا اور آپ کی شریعت مطہرہ کے حاملین کا واسطہ جو صاحب مناقب و خصوصیات ہیں، وہ جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور فضل سے خوش ہوئے، ان تمام کے وسیلہ اور واسطہ سے ہمیں اقوال و اعمال میں اخلاص نیت عطا فرما اور تمام حاضرین کے مقاصد اور تمنائیں پوری فرما اور ہمیں تمام خواہشات و شہوات اور قلبی بیماریوں سے خلاصی عطا فرما اور ہماری وہ امیدیں برلا، جن کا ہم تیرے بارے میں ظن و گمان رکھتے ہیں اور تو ہی ہمیں ہر مصیبت اور پریشانی میں اپنی کفایت عطا فرما، اور ان لوگوں میں سے ہمیں نہ کر جو اپنی خواہشات کے بندے ہیں اور ہمیں حسن یقین کے بھر بھر کر پیالے پلا اور جو ہم نے گناہ کیے ان سب کو معاف فرما دے، ہم میں سے ہر ایک کے عیب، عجز، حصر اور ہر قسم کی برائی پر پردہ ڈال دے اور ہمارے لیے صلح اعمال آسان فرما دے، جن کی قدر و منزلت ہے اور ہمارے اس جمع ہونے کو تو اپنی سخاوت و بخشش کے خزانوں میں اپنی مغفرت اور رحمت کی عمومیت عطا فرما اور ہمیں ہمیشہ کیلئے اپنے سے غیر کا مستغنی کر دے۔

اے اللہ! تو نے ہر سائل کا ایک مقام و مرتبہ بنایا، ہر امیدوار کی تمناؤں اور امیدوں کا بھی ایک مقام بنایا، ہم تجھ سے تیرے مواہب لدینہ کی امیدوں کا سوال کرتے ہیں۔ پس ہماری امیدوں کو حقیقت میں تبدیل فرما دے۔ اے اللہ! دوسروں کے ڈر سے محفوظ فرما دے اور ہمارے سربراہوں اور عوام کو امن و عافیت عطا فرما اور اس کا اجر عظیم کر دے جس نے اس بھلائی کو اس دن (بارہ ربیع الاول) کیا اور اس کا بھی جس نے اسے شروع کیا۔ اے اللہ! اس شہر اور مسلمانوں کے تمام ممالک اور شہروں کو امن و سکون عطا فرما اور ہمیں ایسی سیرابی عطا فرما جس کے پانی کا بہاؤ عام ہو اور ان سیاہی سے لکھی چادروں کے بنانے اور کاتنے والے (یعنی مصنف رحمۃ اللہ علیہ) کو بخشش دے، جس نے میلاد النبی ﷺ کی چادریں تحریراً بنائیں، جس کا نام جعفر ہے اور برزنجی کی طرف منسوب ہے اور اسے اپنے قرب سے نواز۔ اس کی امیدیں اور خواہشات پوری فرما اور مقربین کے ساتھ اس کی تحریر اور اس کی سکونت کر دے اور اس کے تمام عیب، کمزوریوں اور بندشوں کی پردہ پوشی فرما۔ اس کے کاتب، اس کو پڑھنے والے اور اس کو غور سے سننے والے سب کے گناہ معاف فرما دے۔

اے اللہ! حقیقت کلیہ کی تجلی کے قابل اول پر صلوٰۃ والسلام نازل فرما۔ آپ کے اصحاب، آل، آپ کے معاونین اور دوست رکھنے والے سب پر اپنی رحمتیں نازل فرما۔ اس وقت تک جب تک مبارک محفلیں اپنے سینے نبی کریم ﷺ کے اوصاف کے ہاروں سے خوبصورت بنائے رکھیں۔

وَاَفْضَلُ الصَّلٰوةِ وَ اَتَمُّ التَّسْلِيْمِ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ الْاَنْبِيَاءِ وَ الْمُرْسَلِيْنَ. وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ. سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ. وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

﴿......☆☆☆......﴾

حسن المقصد

...... فی ......

عمل المولد

مصنف:

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و تدوین:

مولانا محمد عبدالاحد قادری

حسن ترتیب

بذاتِ البیع

تذکرۂ مصنف

آپ کا نام عبدالرحمٰن، کنیت ابوالفضل اور لقب جلال الدین ہے آپ رجب المرجب ۸۴۹ ہجری میں محلہ سیوط میں پیدا ہوئے، آپ نے خود اپنی تاریخ ولادت یہی لکھی ہے اور دیگر مورخین نے بھی اسی پر اتفاق کیا ہے۔

آپ نے یتیمی حالت میں نشوونما پائی۔ آپ کے والد ماجد صفرالمظفر ۸۵۵ ہجری پیر کی رات انتقال فرما گئے، اس وقت امام جلال الدین سیوطی کی عمر ۶ سال تھی۔ آپ نے چھ سال کی عمر میں قرآن حفظ کیا۔ امام سیوطی نے طلب علم کیلئے بلاد شام، بلاد تکرور، حجاز، ہند، مغرب، فیوم، محلہ اور دمیاط کی طرف سفر کیے۔

آپ نے اپنے شیوخ کی تعداد ''۱۵۰'' سے زائد لکھی ہے۔ علامہ سیوطی مدرسہ شیخونیہ اور مدرسہ بیبرسیہ میں اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ آپ سے شرف تلمذ پانے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

زیر نظر رسالہ، ''حسن المقصد فی عمل المولد'' جس میں علامہ نے تاریخ میلاد اور اس کی شرعی حیثیت اپنے مخصوص انداز میں بیان فرمائی۔

رسالہ کی استفادی حیثیت کے بارے میں کوئی رائے قائم کرنے سے پہلے مؤلف کی جلیل القدر شخصیت کو مدنظر رکھیے، ان کی شہرہ آفاق تفسیر ''جلالین'' ابھی تک مدارس دینیہ میں داخل نصاب چلی آتی ہے اور ہر مکتب و مسلک کے لوگ اسے پڑھتے اور پڑھاتے ہیں اور امام سیوطی کی عظمت کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں

اصول تفسیر پر ان کی کتاب ''الاتقان فی علوم القرآن'' بعد کی تمام کتابوں کا مآخذ ہے، اور ناگزیر حوالہ کی حیثیت رکھتی ہے، اور تفسیر الدر المنثور قرآن مجید کی تفسیر میں بطور مثال ذکر کی جاتی ہے اور خصائص و معجزات مصطفیٰ ﷺ پر ان کی کتاب ''الخصائص الکبریٰ'' کو اولیت کا شرف حاصل ہے، جس کے اقتباسات بڑے بڑے آئمہ دین اور علمائے سیرت نے اپنی کتابوں میں دیئے ہیں۔

ظاہر ہے کہ اس قدر عظیم دینی شخصیت جب میلاد شریف کے موضوع پر قلم اٹھائے، تو اس کا اپنا مقام ہوگا اور اس کا ہر ہر لفظ تفسیر و حدیث و فقہ و اصول و تاریخ کے وسیع سرمایہ علمی کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہوگا اور اس موضوع پر حرف آخر کی حیثیت کا حامل ہوگا۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۹۱۱ ہجری، ۱۵۰۶ء میں ہوا۔ اللہ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے۔

☆☆☆

محمد عبدالاحد قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی

سوال: ماہ ربیع الاول میں سرکار دو عالم نور مجسم ﷺ کا میلاد پاک منانے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ کیا یہ شرعی نکتہ نظر سے محمود ہے یا مذموم ہے؟ اور کیا میلاد پاک کا انتظام واہتمام کرنے والے کو کیا ثواب ملے یا نہیں؟

تقریب عید میلاد:

جواب: میرے (امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ) نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ میلاد پاک دراصل ایک ایسی تقریب مسرت ہوتی ہے جس میں لوگ جمع ہو کر بقدر سہولت قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں اور حضور نبی کریم ﷺ کے ظہور کے سلسلہ میں جو خوشخبریاں احادیث و آثار میں آئی ہیں اور جو خوارق عادات اور نشانیاں ظاہر ہوئی ہیں، انہیں بیان کرتے ہیں پھر شرکائے محفل کے آگے دستر خوان بچھایا جاتا ہے۔ وہ حسب ضرورت اور بقدر کفایت ماحضر تناول کرتے ہیں اور دعائے خیر کر کے اپنے اپنے گھروں کو واپس جاتے ہیں۔ میلاد النبی ﷺ کے سلسلہ میں منعقد کی جانے والی یہ تقریب سعید، بدعت حسنہ ہے، جس کا اہتمام کرنے والے کو ثواب ملے گا، اس لیے کہ اس میں حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم، شان اور آپ کی ولادت باسعادت پر فرحت و انبساط کا اظہار پایا جاتا ہے۔

تاریخ میلاد:

میلاد پاک کو مروجہ اہتمام کے ساتھ منعقد کرنے کی ابتداء اربل کے حکمران سلطان مظفر نے کی جس کا پورا نام ابوسعید کوکبری بن زین الدین علی بن بلتگین ہے۔

اس کا شمار عظیم المرتبت بادشاہوں اور فیاض امراء میں ہوتا ہے۔ اس نے کئی اور نیک کارنامے بھی سرانجام دیئے، اور یادگاریں قائم کیں، کوہ تاسیون کے دامن میں جامع مظفری تعمیر کرائی۔ ابن کثیر اس بارے میں لکھتے ہیں:

"سلطان مظفر ربیع الاول کے مہینے میں میلاد شریف کا نہایت شان وشوکت اور تزک واحتشام سے اہتمام کرتا تھا، اور اس سلسلہ میں ایک عظیم الشان جشن منعقد کرتا۔ وہ ایک ذکی القلب، دلیر، زیرک، عالم اور عادل حکمران تھا۔ اللہ اس پر رحمت کرے۔ اور معزز مقام ومرتبہ سے نوازے۔ شیخ ابوخطاب بن دحیہ نے اس کیلئے میلاد شریف کے موضوع پر ایک کتاب بھی لکھی جس کا نام انہوں نے "التنویر فی المولد البشیر النذیر" رکھا۔ جس پر سلطان نے انہیں ایک ہزار دینار انعام دیا۔ وہ تادم مرگ حکمران رہا، اس کی وفات ۶۳۰ ہجری میں شہر عکا میں ہوئی۔ اس وقت اس نے فرنگیوں کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ مختصر یہ کہ انتہائی نیک سیرت اور پاک طینت شخص تھا۔

سبط ابن الجوزی نے مراۃ الزمان میں لکھا ہے: سلطان مظفر کے ہاں میلاد پاک میں شریک ہونے والے ایک شخص نے بیان کیا کہ اس نے خود شمار کیا کہ شاہی دسترخوان میں پانچ سوختہ بکریاں، دس ہزار مرغیاں، ایک لاکھ آبخورے، اور تیس ہزار ٹوکرے شیریں پھلوں سے لدے ہوئے پڑے تھے۔

مزید لکھتے ہیں کہ میلاد پاک کی تقریب پر، سلطان کے ہاں بڑے بڑے جید علماء کرام اور جلیل القدر صوفیہ آتے، جنہیں وہ خلعت واکرام شاہی سے نوازتا تھا، صوفیہ کیلئے ظہر سے لے کر فجر تک محفل سماع ہوتی، جس میں وہ بنفس نفیس شریک ہوتا، اور صوفیہ کے ساتھ مل کر وجد کرتا تھا۔ ہر سال میلاد پاک پر تین لاکھ دینار خرچ کرتا۔ باہر سے آنے والوں کیلئے اس نے ایک مہمان خانہ مخصوص کر رکھا تھا، جس میں ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگ بلالحاظ مرتبہ، مختلف اطراف واکناف سے آکر ٹھہرا کرتے، اس مہمان خانہ پر ہر سال ایک لاکھ دینار خرچ ہوتا تھا۔ اسی طرح ہر سال دو

لاکھ دینار فدیہ دے کر فرنگیوں سے اپنے مسلمان قیدی رہا کراتا اور حرمین شریفین کی نگہداشت اور حجاز مقدس کے راستے میں (حجاج کرام کیلئے) پانی مہیا کرنے کیلئے تین ہزار دینار سالانہ خرچ کیا کرتا تھا۔

یہ ان صدقات وخیرات کے علاوہ ہے جو پوشیدہ طور پر کیے جاتے، اس کی بیوی ربیعہ خاتون بنت ایوب جو سلطان ناصر صلاح الدین (ایوبی) کی ہمشیرہ تھی۔ بیان کرتی ہے کہ اس کی قمیص موٹے کرباس (کھدر کی قسم کے کپڑے) کی ہوتی تھی۔ جو پانچ درہم سے زیادہ لاگت کی نہیں ہوتی تھی۔ کہتی ہیں کہ ایک بار میں نے اس سلسلے میں انہیں روکا تو انہوں نے کہا کہ میرے لیے پانچ درہم کا کپڑا پہن کر باقی صدقہ وخیرات کر دینا، اس سے کہیں بہتر ہے کہ میں قیمتی کپڑے پہنا کروں اور کسی فقیر اور مسکین کو خیرباد کہہ دوں۔

میلاد پاک کے موضوع پر سب سے پہلی کتاب:

ابن خلکان نے حافظ ابو الخطاب ابن دحیہ کے تذکرے میں لکھا ہے کہ ''وہ اکابرین علماء اور مشاہیر فضلاء میں سے تھے آپ مغرب سے آئے اور عراق وشام سے ہوتے ہوئے ۶۰۴ ہجری میں اربل سے گزرے اور وہاں کے بادشاہ باوقار مظفر الدین کو بڑے کروفر کے ساتھ میلاد نبوی (علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) مناتے دیکھا تو آپ نے بادشاہ کے لیے کتاب ''التنویر فی مولد البشیر النذیر'' تصنیف کی اور خود بادشاہ کو پڑھ کر سنائی۔ جس پر بادشاہ نے آپ کو ایک ہزار دینار بطور انعام دیا۔ اور کہا کہ ہم نے ۶۲۵ ہجری میں سلطان کو چھ مجلسوں میں یہ کتاب سنائی ہے۔''

میلاد پاک کے انعقاد پر فاکہانی کا رسالہ:

لیکن متاخرین مالکیوں میں سے شیخ تاج الدین عمر بن علی لخمی اسکندری معروف ''فاکھانی'' نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ میلاد پاک منانا بدعت مذمومہ یعنی بری بدعت ہے اس موضوع پر انہوں نے ایک رسالہ ''المورد فی الکلام علی عمل المولد'' کے نام سے مرتب کیا ہے جسے میں یہاں پر مکمل بیان کروں گا اور اس پر حرفاً حرفاً گفتگو

کروں گا۔ مولف علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

''تمام تعریفیں اللہ کے لیے جس نے ہمیں سید المرسلین ﷺ کی اتباع کی ہدایت فرمائی،

اور ارکان دین کی طرف ہدایت دے کر ہماری مدد و نصرت فرمائی، اور ہمارے لیے سلف صالحین کے نقش قدم پر چلنا آسان فرمایا، حتیٰ کہ ہمارے دل علم شریعت اور حق کے پختہ دلائل کے نور سے معمور ہو گئے، اور دین میں بدعات و خرافات کے ایجاد کرنے سے ہمارے باطن کو پاک کیا، میں اللہ تعالیٰ کے لیے حمد و شکر بجالاتا ہوں کہ اس نے یقین کی روشنی عطا کر کے اور دین متین کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کی توفیق دے کر احسان و کرم فرمایا ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے، رسول اور اولین و آخرین کے سردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر، ان کے آل و اصحاب اور ازواج مطاہرات امہات المومنین پر قیامت تک پیہم انوار کی بارش فرمائے۔

مقصود اصلی یہ ہے کہ ایک مبارک جماعت کی طرف سے بار بار اس اجتماع کے بارے میں سوال کیا گیا ہے جو لوگ ماہ ربیع الاول میں کرتے ہیں اور اسے میلاد کہتے ہیں، کہ آیا شریعت میں اس کی کوئی اصل بھی ہے یا یہ چیز دین میں بدعت، نو پید اور نو ایجاد امر ہے؟ اور انہوں نے اس کا جواب تفصیل اور وضاحت سے طلب کیا ہے۔ لہٰذا میں اللہ تعالیٰ کی توفیق و اعانت پر اعتماد کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ میرے علم میں مذکورہ میلاد کی کتاب و سنت میں کوئی اصل نہیں ہے، نہ ہی یہ تقویٰ شعار اکابرین امت اور دیندار علماء ملت میں کسی سے منقول ہے۔ بلکہ یہ ایک ایسی بدعت ہے جسے بیکار اور بے عمل لوگوں اور خواہشات نفسانی کی پیروی کرنے والوں نے رواج دیا ہے، اور شکم پروری کرنے والے لوگ اس کا اہتمام و انصرام کرتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب ہم نے میلاد پر احکام خمسہ کا اجراء کیا، اس طرح کہ یا تو یہ واجب ہوگا، یا مندوب، یا مباح، یا مکروہ ہوگا یا حرام۔ تو معلوم ہوا کہ اس کا واجب نہ ہونا اجماعاً

ثابت ہے اور یہ مندوب بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ مندوب اسے کہتے ہیں جو شریعت کا مطلوب ہو لیکن اس کے تارک پر ذم وعقاب نہ ہو۔ اور اس عمل کی نہ تو شریعت نے اجازت دی ہے اور نہ ہی میرے علم کے مطابق یہ صحابہ کرام اور دیندار تابعین کا فعل رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس عمل کے بارے میں میرا یہی جواب ہے اگر اس کے بارے میں مجھ سے کوئی سوال کیا گیا۔ نہ یہ مباح ہوسکتا ہے کیونکہ مومنین کا اجماع ہے کہ دین میں بدعت رائج کرنا جائز نہیں۔ اب صرف مکروہ حرام باقی رہ جاتا ہے۔ اس لحاظ سے ان دونوں کی بابت دو فصلوں میں کلام ہوگا۔ ان دونوں حالتوں میں اختلاف کیا جائے گا۔ پہلی حالت یہ کہ کوئی شخص اپنے اور اپنے اہل وعیال اور اصحاب کے مال سے محفل میلاد منعقد کرے اور اس میں کھانے پینے سے تجاوز نہ کرے، نہ ہی کسی گناہ کا ارتکاب کرے تو یہ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا بدعت سیہ مکروہہ ہے، کیونکہ متقدمین فقہاء اسلام اور علماء ذوی الاحترام کے عمل سے ثابت نہیں۔ دوسری حالت یہ کہ اس میں گناہ کا ارتکاب کرنے کے ساتھ ایسا غیر معمولی اہتمام وانصرام کرے کہ چندہ دینے والا چندہ تو دے لیکن اس کا دل اس پر تیار نہ ہو اور اسے مال کے کم ہونے کا رنج ہو۔ علماء فرماتے ہیں کہ کسی دھونس اور دباؤ کے ذریعے مال لینا تلوار کے ذریعے مال لینے جیسا ہی ہے، خاص کر جب اس میں شکم سیری کے علاوہ دف اور مجیرہ کے ساتھ گانا باجا، بے ریش لڑکوں اور خوبصورت عورتوں کے ساتھ اجتماع، جھوم جھوم کر، لپٹ لپٹ کرنا چنا، خوف قیامت کو بھلا کر لہو ولعب میں مشغول ہونا بھی شامل ہو۔ اسی طرح تنہا عورتوں کا اجتماع بھی حرام ہوگا جب کہ "اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَاد" (ترجمہ: بے شک تیرا رب گھات میں ہے۔) بھول کر خوشی ومسرت میں گانے میں اور ذکر وتلاوت میں اپنی آوازوں کو بلند کریں، اس صورت میں اس کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں ہے، نہ ہی کوئی غیرت مند مرد اسے پسند کرسکتا ہے۔ ہاں جن کے دل گناہوں کی آلائش کی وجہ سے مردہ ہوچکے وہ اسے حرام تو کجا عبادت سمجھتے ہیں:

انا للہ و انا الیه راجعون، بدأ الاسلام غریبا و سیعود کما بدا
اسلام شروع میں اجنبی تھا اور عنقریب پھر اجنبی ہو جائے گا۔ اسی ضمن میں ہمارے شیخ قشیری نے بہترین اشعار کہے ہیں جو ان کی طرف سے ہمیں عطا کردہ اجازت میں شامل ہیں، فرماتے ہیں:

وصار اهل العلم فی وهده	**وصار اهل الجهل فی رتبته**
حادو اعن الحق فما للذی	**سار وابه فیما مضی نسبته**
فقلت للابرار اهل التقی	**والدین لما اشتدت الکربته**
لا تنکرو احوالکم قرأتت	**لوبتکم فی زمن الغربته**
لا یزال الناس بخیر	**ما تعجب من العجب**

ترجمہ: ''ہمارے اس پرآشوب دور میں برائی کو سب جانتے ہیں اور نیکی کو کوئی نہیں جانتا، علم والے پستی میں چلے گئے اور جہلاء ان کے منصب پر فائز ہو گئے۔ وہ حق سے دور ہو گئے تو ان کے اور اسلاف کے درمیان کوئی تعلق نہ رہا۔ میں نے متقیوں اور پرہیزگاروں سے کہا: تم اتنی تکلیفیں کیوں اٹھا رہے ہو، تم اپنی حالتوں کو مت بدلو، کیونکہ تم اس زمانے میں لوگوں کیلئے خود ہی اجنبی ہو گئے ہو۔''

امام ابوعمرو بن علاء نے بھی بہت اچھی بات کہی کہ ''لوگ جب تک نئی چیزوں کا انکار کرتے رہیں گے۔ نیز یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ماہ ربیع الاول جس میں سرکار دو عالم ﷺ کی ولادت ہوئی، اسی مہینہ میں آپ کی وفات بھی ہوئی تو خوشی منانا غم منانے سے بہتر کیسے ہو گیا؟ ہمارا جو فرض تھا وہ ہم نے پورا کر دیا، اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی امید ہے۔

فاکہانی کے رسالہ کا رد:

یہ فاکہانی کی پوری گفتگو جسے انہوں نے اپنی کتاب مذکور میں بیان کیا ہے۔ سب سے پہلے ہم ان کے قول: (میرے علم کے مطابق اس میلاد کی کتاب وسنت میں کوئی اصل نہیں ہے) کو لیتے ہیں۔ اس کے رد میں کہا جا سکتا ہے کہ نفی علم نفی وجود کو مستلزم

نہیں۔ مزید یہ کہ حافظ ابوالفضل ابن حجر نے سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے اس کی ایک اصل کا استخراج کیا ہے اور میں نے بھی ایک دوسری اصل مستنبط کی ہے جسے ہم آگے ذکر کریں گے۔ رہا ان کا قول:

''ایک ایسی بدعت ہے جسے بیکار اور بے عمل لوگوں اور خواہشات نفسانی کی پیروی کرنے والوں نے رواج دیا ہے۔''

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ماسبق کے بیان سے ظاہر ہو گیا کہ میلاد شریف رائج کرنے والا ایک عادل و عالم بادشاہ تھا جس نے میلاد پاک کو تقرب الی اللہ کی نیت سے منایا اور علماء وصلحاء بلا کراہت اس میں حاضر ہوتے تھے۔ بالخصوص ابن دحیہ کو تو اتنا پسند آیا کہ انہوں نے اس موضوع پر اس کیلئے ایک کتاب تصنیف کی۔ یہ علماء کرام (جو اس میں حاضر ہوتے تھے) اس سے راضی تھے، اسے جائز سمجھتے تھے اور اس کا انکار نہیں کرتے تھے اور ان کا یہ کہنا کہ ''یہ مندوب بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ مندوب اسے کہتے ہیں جو شریعت کا مطلوب ہو۔'' اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ مستحب میں طلب کبھی نص کے ذریعہ ہوتی ہے اور کبھی قیاس کے توسط سے، اگرچہ اس کے سلسلے میں کوئی نص وارد نہیں ہوئی ہے، پھر بھی اس کے بارے میں ایک ایسا قیاس ہے جو آنے والی دو اصلوں پر مبنی ہے۔ ان کا یہ کہنا کہ ''مباح بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ دین بدعت مباح نہیں'' تو اسے ہم تسلیم ہی نہیں کرتے کیونکہ بدعت حرام و مکروہ میں ہی مختصر نہیں بلکہ کبھی مباح ہوتی ہے، کبھی مندوب و مستحب اور کبھی واجب تک ہوتی ہے۔

اقسام بدعت:

نووی نے ''تہذیب الاسماء واللغات'' میں لکھا ہے کہ شریعت میں بدعت اس نو پید اور نو ایجاد چیز کو کہتے ہیں جو نبی کریم ﷺ کے مبارک عہد میں نہ ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) بدعت حسنہ، (ﷺ) بدعت قبیحہ۔

شیخ عزالدین بن عبدالسلام ''القواعد'' میں بیان کیا کہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) واجبہ، (۲) محرمہ، (۳) مستحبہ، (۴) مکروہہ، (۵) مباحہ۔

مزید فرماتے ہیں: ''اس کے معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ بدعت کو قواعد شریعہ پر پیش کریں، اگر قواعد ایجاب میں داخل ہو تو واجبہ، قواعد تحریم میں داخل ہو تو محرمہ، قواعد استحباب میں آئے تو مستحبہ اور اگر قواعد کراہت میں داخل ہو تو مکروہ ورنہ مباح ہے۔'' پھر انہوں نے پانچوں قسموں کی مثالیں ذکر کرتے ہوئے بدعت مستحبہ کے سلسلے میں لکھا ہے: ''اس کی چند مثالیں ہیں، انہی میں سے سرائے تعمیر کرانا، مدارس قائم کرنا اور ہر وہ نیکی کا کام جو زمانہ نبوی ﷺ میں نہیں تھا۔ تراویح کا اہتمام کرنا، تصوف و جدل کے دقائق وغوامض میں غور وخوض کرنا اور مسائل کے استنباط کی محفلیں منعقد کرنا بھی اسی میں شامل ہے اگر ان کا مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہے۔

امام بیہقی نے ''مناقب شافعی میں اپنی سند کے ساتھ امام شافعی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ''نو پید اور دو قسم کے ہیں ایک وہ جو کتاب، سنت، اثر، یا اجماع کے خلاف ہو، یہ بدعت ضلالت ہے۔ دوسرا وہ جس کا مدار بھلائی پر ہو اور وہ مذکورہ چیزوں میں سے کسی کے خلاف نہ ہو، یہ بدعت، بدعت مذمومہ نہیں۔ جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک میں تراویح کے بارے میں فرمایا: ''**نعمت البدعة هذه**'' یہ کیا ہی اچھی بدعت ہے۔ یعنی یہ ایسی نئی چیز ہے جو پہلے نہ تھی اور اگر ہو گئی تو بھی اس میں کوئی مضائقہ نہیں، اس بنیاد پر جس کا بیان گزرا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ختم ہوا۔

اس بیان سے شیخ تاج الدین فاکہانی کے قول ''نہ یہ (یعنی میلاد) مباح و جائز ہو سکتا ہے۔ یہی وہ ہے جسے ہم بدعت مکروہہ کہتے ہیں الخ'' کا رد معلوم ہو گیا۔ کیونکہ یہ وہ قسم ہے جس میں کتاب و سنت، اثر یا اجماع امت کسی کی مخالفت نہیں، لہٰذا یہ بدعت، بدعت مذمومہ نہیں ہو سکتی جیسا کہ امام شافعی علیہ الرحمہ والرضوان کی عبارت میں ہے، یہ بس ایک ایسی نیکی ہے جو زمانہ نبوی میں نہیں تھی۔ اس لیے کہ گناہ کا ارتکاب کیے بغیر کھانا کھلانا اور اجتماع کرنا محمود و مستحسن ہے۔ ابن عبد السلام کی عبارت سے بھی یہی ظاہر و ثابت ہے۔

حرام ومکروہ باتیں:

فاکہانی نے دو دوسری صورت بیان کی ہے اور اس پر جو تنقید کی ہے وہ فی نفسہ صحیح ہے۔ بلاشبہ ایسی محفل جس میں مرد عورتیں، جوان، نوعمر لڑکے، باہم خلط ملط ہوں اور جس میں رقص و سرور اور چنگ و رباب کی گرم بازاری ہو یا ایسی محفل میں جس میں عورتیں الگ جمع ہو کر بلند آواز سے گاتی ہوں، حرام ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ میلاد شریف کا منعقد کرنا ہی حرام ٹھہرا بلکہ مذکورہ بالا صورتوں میں حرمت میلاد شریف کے سلسلے میں اجتماع منعقد کرنے کی وجہ سے نہیں، بلکہ ان چیزوں کی بناء پر ہے، جو شریعت میں حرام ہیں اور اس مبارک اجتماع کے ساتھ مل گئی ہیں (اور اگر ان چیزوں کو نہ کیا جائے تو میلاد شریف ذکر مصطفیٰ علیہ السلام کی محفل ہوگی) بلکہ اس قسم کے امور نماز جمعۃ المبارک کے اجتماع پر پیش آئیں تو ظاہر ہے کہ یہ ایک قبیح حرکت اور بری بات ہوگی، مگر اس سے نماز جمعہ کے اصل اجتماع کی مذمت لازم نہیں آتی۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ اس قسم کے بعض امور، رمضان المبارک کی راتوں میں بھی جب نماز تراویح کیلئے لوگ جمع ہوتے ہیں پیش آجاتے ہیں تو کیا ان امور کی وجہ سے نماز تراویح کے اجتماع تو سنت ہے اور نیکی اور عبادت کا کام ہے مگر جو مذکورہ بالا قسم کے امور اس کے ساتھ مل گئے ہیں۔ "قبیح" اور شنیع ہیں، اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ میلاد پاک کے سلسلے میں منعقدہ کیا جانے والے اجتماع تو بذات خود مندوب اور نیکی کا کام ہے، مگر مذکورۃ الصدر قسم کے جو دیگر امور اس کے ساتھ مل گئے، مذموم وممنوع ہیں۔

میلاد پر خوشی کرنا مستحسن ہے:

مؤلف موصوف کی آخری دلیل یعنی" باوجود یہ کہ جس مہینہ میں نبی کریم علیہ السلام کی ولادت ہوئی (اسی میں آپ کا وصال ہوا ہے لہٰذا اس میں غم وحزن کی بجائے خوشی و مسرت کا اظہار بہتر مناسب نہیں۔) تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کی ولادت مبارکہ ہمارے لیے سب سے بڑی نعمت اور آپ کی وفات ہمارے لیے سب سے بڑی

تکلیف ہے لیکن شریعت نے نعمت پر شکر وحمد اور مصیبت پر صبر و رضا اور اخفاء کی تلقین فرمائی ہے۔ جیسا کہ ولادت کے وقت عقیقہ کرنے کا حکم دیا ہے، یہ کسی کی پیدائش پر خوشی و شکر کے اظہار کا نام ہے۔ لیکن کسی کی موت کے وقت اظہار غم کی محفل منعقد کرنے اور کھانا وغیرہ کھلانے کا حکم نہیں دیا ہے۔ بلکہ آہ وفغاں اور نوحہ کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ اس مہینہ میں سرکار دو عالم ﷺ کی ولادت باسعادت پر خوشی کا اظہار کرنا مستحسن ومحمود ہے نہ کہ آپ کے وصال پر اظہار حزن وملال کرنا۔

ابن رجب نے کتاب ''اللطائف'' میں رافضیوں کی مذمت کی ہے کیونکہ انہوں نے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے یوم عاشورہ کو ماتم کرنا شروع کر دیا۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے وصال کی تاریخوں میں ماتم منانے کی اجازت نہیں دی ہے تو جو حضرات ان سے کم تر درجے ہیں، ان کے وصال وشہادت کی تاریخ کو ماتم کا دن کیسے بنایا جا سکتا ہے؟

علامہ ابن الحاج کی میلاد پر شاندار گفتگو:

امام ابوعبداللہ بن الحاج نے اپنی کتاب ''المدخل'' میں میلاد پاک پر نہایت شاندار گفتگو کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس محفل میں میلاد شریف کے شعار (جیسے: اجتماع، جلوس، جلسہ، نعرہ اور جھنڈا) کا اظہار کرنا اور شکر خداوندی بجا لانا لائق مدح ہے اور اس میں شامل منکرات وفواحش قابل مذمت ہیں۔ یہاں ہم ان کے کلام کو بالتفصیل پیش کر رہے ہیں۔

ابن الحاج ''فصل فی المولد'' (یہ فصل میلاد کے بیان میں ہے۔) کے تحت فرماتے ہیں کہ ''ان رائج کردہ بدعتوں میں سے ایک ماہ ربیع الاوّل میں میلاد پاک منانا ہے جسے وہ عظیم عبادت سمجھتے ہیں حالانکہ اس میں بہت کچھ حرام و ناجائز افعال بھی شامل کر لیے گئے ہیں۔ مثلاً آلات طرب جیسے: طار، مصرصر اور شبابہ وغیرہ جنہیں آلات سماع کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور ان کے ساتھ برائی میں مشغول ہوتے

ہیں۔ خاص کر جن اوقات کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت وعظمت عطا فرمائی، ان میں بدعتوں اور حرام کاموں کا ارتکاب کرتے ہیں جبکہ سماع بلاشبہ اس رات کے علاوہ میں بھی جائز نہیں تو اس رات میں کیسے جائز ہو سکتا ہے جو اس مہینہ کی عظمت وفضیلت کو متضمن ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے رحمت عالم ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ معلوم ہوا کہ آلات طرب و سماع کو اس بزرگ مہینے سے کوئی نسبت نہیں جس میں اللہ رب العزت نے سردار دو جہاں ﷺ کو پیدا فرما کر ہم پر احسان عظیم فرمایا لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم اس میں کثرت سے عبادت وخیرات کے ذریعہ اس عظیم نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائیں اگرچہ نبی کریم ﷺ نے اس مہینہ میں دیگر مہینوں سے زیادہ عبادت نہیں فرمائی تو اس کا سبب صرف نبی کریم ﷺ کی اپنی امت پر رحمت وشفقت ہے کیونکہ آپ نے امت پر فرض ہو جانے کے ڈر سے بہت سے اعمال ترک فرما دیئے۔ لیکن جب آپ سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے اس مہینہ کی فضیلت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "ذاک یوم و لدت فیہ" (یہ میری پیدائش کا دن ہے۔) اس دن کی فضیلت اس مہینہ کی فضیلت کو متضمن ہے لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم اس مہینے کا ایسا احترام کریں جیسا کہ اس کا حق ہے، دیگر مبارک مہینوں کی طرح اس مہینہ کی تعظیم و تکریم کریں۔ کیونکہ یہ مہینہ بھی انہی مہینوں میں سے ایک ہے۔

✿ جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

"انا سید ولد آدم ولا فخر، آدم و من دونہ تحت لوائی"

بلا فخر کہتا ہوں کہ میں اولاد آدم علیہ السلام کا سردار ہوں۔ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے تمام لوگ قیامت کے دن میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

اور زمان ومکان کی فضیلت کا دارومدار ان میں کی جانے والی عبادتوں پر ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے یعنی ان اوقات ومقامات کے ساتھ مخصوص کیا ہے کیونکہ بات معلوم ہے کہ زمان ومکان کو بزرگی اپنی سے نہیں ہوتی بلکہ انہیں یہ بزرگی ان

معنوی خصوصیات (یا نسبتوں وغیرہ) کے سبب ہوتی ہے جن کے ساتھ یہ زمان ومکان مخصوص ہوتے ہیں۔ اب آپ ان خصوصیات اور برکات کو ملاحظہ کیجئے جنہیں اللہ تعالیٰ نے شہر ربیع الاوّل اور پیر کے دن کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ کیا آپ نے انہیں پیر کے دن دیکھا کہ پیر کے دن روزہ رکھنے میں بڑی فضیلت ہے کیونکہ آقائے دو عالم ﷺ کی ولادت اسی دن ہوئی لہٰذا ضروری ہے کہ جب یہ مہینہ آئے تو اس کی شان کے لائق اس کا احترام واہتمام ہو، اور اس کی تعظیم وتکریم کی جائے۔ نبی کریم ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے کیونکہ آپ کی عادت کریمہ تھی کہ آپ فضیلت والے اوقات میں زیادہ عبادت وخیرات فرماتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اجور الناس بالخیر و کان اجور ما یکون فی رمضان"

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے بالخصوص رمضان المبارک میں آپ اور زیادہ سخاوت فرماتے تھے۔

ماہ ربیع الاوّل کی تکریم:

لہٰذا ہمیں بھی حتی المقدور ان اوقات کی تعظیم وتکریم کرنی چاہیے اور اگر کوئی کہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے جن اوقات کا خصوصیت سے اہتمام و انصرام فرمایا وہ ہمارے علم میں ہے لیکن اس مہینہ میں آپ ﷺ نے کوئی مخصوص اہتمام نہیں فرمایا تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ اپنی عادت کریمہ کے بموجب امت پر تخفیف ونرمی چاہتے تھے بالخصوص اس کام میں جو آپ کی ذات اقدس کے ساتھ خاص ہو۔ مثلاً آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کو مکہ مکرمہ کی طرح حرم قرار دیا لیکن امت پر رحمت وشفقت فرماتے ہوئے وہاں شکار کرنے اور درخت کاٹنے میں دم واجب نہیں فرمایا۔ اس لیے کہ آپ امت کی آسانی کیلئے اعمال ترک فرما دیتے تھے۔ اتنی تقریر کے بعد ثابت ہوگیا کہ صدقات و خیرات اور دیگر اعمال خیر کی کثرت کے ذریعہ اس مہینہ کی تعظیم وتوقیر بجالانا چاہیے اگر

یہ بھی نہ کر سکے تو کم از کم حرام کاموں سے ضرور بچتا رہے اور اس مبارک مہینہ کی تعظیم میں گناہوں سے علیحدہ رہے، اگرچہ محرمات کا ارتکاب اس کے علاوہ مہینوں میں بھی ممنوع ہے لیکن رمضان المبارک وغیرہ کی طرح اس مہینہ کے احترام میں ان افعال سے بچنا اشد ضروری ہے لہٰذا اس مہینہ میں بدعات وخرافات کی ایجاد، بدعت کی جگہوں اور تمام غیر مناسب فعل سے بچنا ضروری ہے۔

علامہ ابن الحاج کی میلاد پر تنقید:

لیکن موجودہ دور میں کچھ لوگ اس کا الٹا کرتے ہیں کہ جونہی یہ مبارک مہینہ آتا ہے۔ (دف) مجیرہ وغیرہ کے ساتھ گانے باجے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اس پر ستم یہ کہ اس گانے وغیرہ کو کار خیر تصور کرتے ہیں اس طرح کہ میلاد کی شروعات قرآن پاک کی تلاوت سے کریں گے، پھر ایسے شخص کو تلاش کریں گے جس کی آواز حیرت انگیز طور پر سریلی اور خوش کن ہو، اس سے گانا سنیں گے اور اس میں بہت سی برائیاں ہیں، بلکہ بعض تو یہاں تک کرتے ہیں کہ خوبصورت وخوش گلو نوجوان سے لچکدار آواز میں مٹکتے ہوئے غزل پڑھوائیں گے جس سے لوگ آزمائش میں پڑتے ہیں، اور بے شمار برائیاں جنم لیتی ہیں جو اکثر اوقات شوہر و بیوی میں فتنہ کا سبب بنتی ہیں اور ان کے درمیان فراق وعلیحدگی پر منتج ہوتی ہیں۔ محفل میلاد میں مذکورہ برائیاں اس وقت پیدا ہوتی ہیں جب اس میں دف اور مجیرہ وغیرہ آلات کے ساتھ سماع وغیرہ شامل ہو اور اگر ان خرافات سے بچ کر میلاد کی نیت سے لوگوں کو بلایا جائے اور کھانا کھلایا جائے تو بھی یہ بدعت ہے کیونکہ یہ دین میں زیادتی ہے نیز یہ سلف صالحین کے عمل سے ثابت بھی نہیں، نہ ہی ان حضرات سے میلاد کی نیت کرنا منقول ہے جبکہ اتباع سلف اولیٰ ہے اور چونکہ ہم ان کے متبع اور پیروکار ہیں لہٰذا جو انہوں نے کیا وہی ہمیں کرنا چاہیے۔''

ابن الحاج کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ انہوں نے میلاد پاک کی مذمت نہیں کی بلکہ ان محرمات وفواحش کی برائی کی جو اس میں شامل ہو گئے اور ان کے ابتدائی کلام

میں صراحت ہے کہ اس مبارک ماہ میں کثرت سے نیک اعمال اور خیرات وصدقات کیے جائیں اور مختلف طریقے سے تقرب الی اللہ کی کوشش کی جائے اور یہی تو میلاد ہے جسے ہم اچھا سمجھتے ہیں کیونکہ اس میں بھی تلاوت قرآن اور کھانا کھلائے جانے کے سوا کچھ نہیں ہوتا ہے اور ان اعمال کے نیکی، بھلائی اور موجب قربت ہونے میں کوئی شک نہیں۔ ہاں اخیر میں جو انہوں نے یہ فرمایا: ''تو بھی یہ بدعت ہے۔'' تو یہ بات یا تو ان کے پہلے کلام کے مخالف ہے یا اسے بدعت حسنہ پر محمول کیا جائے۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہوا یا پھر یہ کہا جائے: یہ کام تو نیک ہے لیکن میلاد کی نیت کرنا بدعت ہے جس کی طرف انہوں نے اپنے قول ''میلاد کی نیت بدعت ہے'' سے اشارہ فرمایا۔

ابن الحاج کا علمی محاسبہ:

نیز انہوں نے فرمایا کہ ''ان حضرات میں سے کسی سے میلاد کی نیت کرنا منقول نہیں'' اس سے ظاہر ہے کہ انہوں نے صرف میلاد کی نیت کو ناپسند کیا ہے نہ کہ دعوت و اجتماع وغیرہ کو لیکن تحقیقی طور پر یہ بات ان کے پہلے کلام کے منافی ہے، اس لیے کہ انہوں نے اس ماہ مبارک میں کثرت عبادت و خیرات پر ابھارا ہے اور یہ بھی صراحت فرما دی کہ یہ عبادات وغیرہ سید المرسلین ﷺ کی ولادت پاک کی خوشی میں اللہ تعالیٰ کے شکر کے طور پر ہوں۔ آخر میلاد کی نیت کے بھی تو یہی معنی ہیں پھر وہ اس پر ابھارنے کے باوجود اس کی مذمت کیسے کر سکتے ہیں۔ رہا بغیر کسی نیت کے نیک کام کرنا تو اولاً یہ متصور ہی نہیں کر سکتا، اگر مان بھی لیا جائے تو نہ یہ عبادت کہلائے گی نہ ہی اس پر کوئی ثواب ہوگا، کیونکہ نیت کے بغیر عمل نہیں اور یہاں نیت بھی صرف یہ ہے کہ اس ماہ مبارک میں سرکار دو عالم ﷺ کی ولادت باسعادت پر اللہ رب العزت کا شکر بجا لایا جائے۔ بلاشبہ یہ نیت مستحسن ومحمود ہے۔ غور کرو۔

آگے چل کر علامہ ابن الحاج فرماتے ہیں کہ'' کچھ لوگ میلاد پاک صرف تعظیم کی نیت سے نہیں بلکہ اس لیے کرتے ہیں کہ جو مال انہوں نے تہواروں اور خوشی کے مواقع

پر لوگوں کو دیا ہے وہ واپس مل جائے۔ لیکن ڈائریکٹ مانگنے میں عار محسوس کرتے ہیں، اس لیے محفل منعقد کرتے ہیں جو مال کی واپسی کا سبب بن جاتا ہے۔ اس میں بہت ساری برائیاں ہیں، انہی میں سے یہ کہ اسے نفاق سے تعبیر کیا جا سکتا ہے کیونکہ باطن کے خلاف ظاہر کرنے کا نام ہی نفاق ہے۔ اس کے حال سے ظاہر ہوتا ہے کہ آخرت کے اجر کی توقع پر میلاد پاک منعقد کر رہا ہے، لیکن باطن میں مال جمع کرنے کی نیت ہے اور بعض لوگ مال و متاع جمع کرنے، اپنی تعریف کرانے اور لوگوں کو اپنا معاون و مددگار بنانے کیلئے میلاد کا ڈھونگ رچاتے ہیں۔ اس طریقہ کا بھی فاسد ہونا مخفی نہیں۔

یہ بھی کلام سابق کے مثل ہے کہ اس میں بھی فساد نیت فاسدہ کی وجہ سے آیا نہ کہ اصل میلاد کی وجہ سے۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:

شیخ الاسلام حافظ العصر ابو الفضل ابن حجر سے میلاد پاک کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: ''میلاد دراصل ایسی بدعت ہے جو قرون ثلثہ کے مشائخ سے منقول نہیں، اس کے باوجود اس میں کچھ اچھائیاں ہیں اور کچھ برائیاں لہٰذا اگر کوئی برائیوں سے بچ کر میلاد پاک منائے تو یہ بدعت حسنہ ہے ورنہ بدعت سیئہ۔

حدیث سے میلاد کا ثبوت:

(ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے اس کا استخراج صحیحین میں مذکور ایک اصل سے ثابت کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ''نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے یہودیوں کو یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے دیکھا۔ آپ نے اس کی بابت دریافت فرمایا تو یہودیوں نے کہا کہ اسی دن فرعون اور اس کا لشکر غرق ہوا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے ظلم سے نجات پائی تھی، اس لیے ہم اللہ تعالیٰ کے شکر کے طور پر روزے رکھتے ہیں۔'' اس سے معلوم ہوا کہ کسی معین دن میں نعمت کے حصول یا مصیبت سے چھٹکارا پانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جانا چاہیے اور ہر سال میں اس دن کے مثل

ونظیر کی جب آمد ہو شکر کا اعادہ ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر عبادت کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے۔ یعنی نماز، روزہ، صدقہ اور تلاوت وغیرہ سے۔ اور رحمت عالم ﷺ کی ولادت سے بڑھ کر کون سی نعمت ہو سکتی؟ لہٰذا مناسب اور بہتر یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی پیدائش کے دن ہی میلاد منایا جائے، تا کہ یوم عاشورہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے سے مطابقت رہے، اور اگر اس واقعہ سے قطع نظر کرتے ہوئے اس ماہ میں کسی دن بھی میلاد منعقد کر لیا جائے تب بھی کوئی حرج نہیں، بلکہ کچھ لوگوں نے اس میں توسیع کرتے ہوئے صراحت کی کہ سال میں کسی دن بھی میلاد کر سکتے ہیں، لیکن اس میں یوم عاشورہ سے مطابقت نہیں ہوگی۔ مذکورہ بالا کلام صرف انعقاد میلاد سے متعلق تھا۔

رہا یہ سوال کہ اس میں کیا کرنا چاہیے تو مناسب یہی ہے کہ یہ ایسے افعال اور کاموں تک ہی محدود ہے جن سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا سمجھا جائے۔ جیسے: تلاوت کرنا، کھانا کھلانا، صدقہ کرنا اور سرکار دو عالم ﷺ کی شان میں نعتیں پڑھنا اور ایسے قصائد پڑھنا جن سے دل دنیا سے دور ہو اور تفریح جو اس خوشی کے موقع کے مناسب ہو، اور جائز طریقہ پر ہو تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں اور اگر حرام و مکروہ ہو یا خلاف اولیٰ ہو تو اس سے بچنا ضروری ہے۔ انتہی۔

سرکار دو عالم ﷺ کا خود عقیقہ کرنا:

اس ضمن میں میں (امام جلال الدین سیوطی) نے بھی میلاد (کے جواز) کیلئے ایک اصل کا استنباط کیا ہے۔ امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نبوت کے بعد اپنا عقیقہ فرمایا، حالانکہ آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے آپ کی پیدائش کے ساتویں دن آپ کا عقیقہ کیا تھا اور عقیقہ دوبارہ نہیں ہوتا، تو یہ اسی پر محمول کیا جائے گا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کیلئے کہ اس نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے، اور امت کیلئے ولادت پاک پر شکر خداوندی بجالانا شروع فرمانے کیلئے دوبارہ عقیقہ فرمایا۔ جیسا کہ آپ بنفس نفیس اپنے اوپر درود پڑھا کرتے،

لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ ہم میلاد پاک میں اجتماع کر کے، لوگوں کو کھانا کھلا کے اور دیگر جائز طریقوں سے خوشی و مسرت کا اظہار کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

ابولہب کے عذاب میں تخفیف:

امام القراء حافظ شمس الدین ابن جزری اپنی کتاب "عرف لتعریف بالمولد الشریف" میں فرماتے ہیں کہ "ابولہب کو کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا: تیرا حال کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ جہنم میں جل رہا ہوں لیکن ہر پیر کی رات عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے اور اس نے انگلی کے سرے سے اشارہ کر کے کہا کہ اتنی مقدار انگلیوں سے پانی ملتا ہے جسے میں چوستا ہوں۔ یہ اس وجہ ہے کہ جب میری لونڈی ثویبہ نے مجھے نبی کریم ﷺ کی ولادت کی خوشخبری سنائی تو میں نے اسے آزاد کر دیا، اور اس نے آپ کو دودھ پلایا، ابولہب جیسا کافر۔ قرآن پاک نے جس کی مذمت فرمائی ہے: وہ بھی حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت کی خوشی منانے کی وجہ سے جہنم میں راحت و سکون پائے تو آپ کے مومن، موحد غلام کا کیا کہنا، یقیناً اللہ تعالیٰ اسے خلد بریں میں داخل فرما کر اس کا بدلہ عطا فرمائے گا۔

دمشقی کی روح پرور نعت میلاد:

حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی نے اپنی کتاب (مورد الصادی فی مولد الہادی) میں لکھا ہے: یہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ ابولہب پر ہر پیر کے دن عذاب کی تخفیف کی جاتی ہے کیونکہ اس نے نبی کریم ﷺ کی خوشی میں ثویبہ کو آزاد کیا تھا، اس کے بعد انہوں نے یہ شعر کہے ہیں:

اذا کان ھذا کافر اجاء ذمہ — تبت یداہ فی الجحیم مخلدا
اتی انہ فی یوم الاثنین دائما — یخفف عنہ للسرور باحمدا
فما الظن الذی بالعبد طول عمرہ — باحمد مسرور اومات موحدا

ترجمہ: "یہ کافر تھا جبکہ اس کی مذمت کتاب اللہ میں آئی ہے، ٹوٹ گئے اسکے دونوں ہاتھ اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ حدیث میں آیا ہے کہ ہر پیر کے دن اس سے عذاب

میں تخفیف کی جاتی ہے کہ اس نے حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت کی خوشی کی تھی۔ کیا خیال ہے اس بندہ مؤمن کے بارے میں جو حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت کی خوشیاں مناتا رہا اور توحید (ویمان) کی حالت میں جان وجاں آفریں کے سپرد کر دی۔''

فائدہ:

ابن الحاج نے لکھا ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت ماہ ربیع الاوّل اور پیر کے روز ہوئی اور رمضان المبارک شریف میں ہیں ہوئی جو قرآن کے نزول کا مہینہ ہے اور جس میں لیلۃ القدر پائی جاتی ہے، نہ حرمت والے مہینوں (اشہر حرم) میں، نہ ہی پندرہ شعبان المعظم کی رات کو، نہ ہی جمعۃ المبارک کے دن یا شب جمعہ کو اس کا جواب چار وجوہ سے دیا جا سکتا ہے۔

(۱) یہ کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے درختوں کو پیر کے دن تخلیق فرمایا۔ اس میں بڑے تنبیہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں خوراک، رزق، میوہ جات اور خیرات کی چیزیں تخلیق فرمائی ہیں بنی نوع انسان کی نشوونما اور گزران وابستہ ہے جن سے ان کے نفوس خوش ہوتے ہیں۔

(۲) یہ کہ ربیع کی لفظ میں اس کے اشتقاق کی نسبت سے ایک اچھا اشارہ اور نیک فال پائی جاتی ہے۔ ابوعبدالرحمٰن صلقی فرماتے ہیں کہ ہر ایک انسان کیلئے اس کے نام سے اس کا حصہ ہے یعنی نام کا اس کے بدن پر اثر پڑے گا۔)

(۳) یہ کہ ربیع متوسط اور سب سے بہتر موسم ہے اور آپ کی شریعت بھی متوسط اور سب سے بہتر و آسان ہے۔

(۴) یہ کہ اللہ نے آپکے ذریعہ اس وقت کو فضیلت عطا فرما دی، جس میں آپ کی ولادت ہوئی، اگر آپکی ولادت باسعادت رمضان المبارک وغیرہ مذکورہ اوقات میں ہوئی ہوتی، تو یہ وہم ہوتا کہ آپ ان اوقات کی فضیلت کی وجہ سے افضل و اعلیٰ ہو گئے ہیں۔

☆ ☆ ☆

مولد العروس

مصنف:

علامہ عبدالرحمٰن ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب وتدوین:

مولانا محمد عبدالاحد قادری

حسنِ ترتیب

تذکرہ مصنف

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا نام عبدالرحمٰن بن ابی الحسن علی بن محمد بن علی ابن عبداللہ بن حمادی ہے۔ کنیت ابوالفرج اور لقب ابن جوزی ہے۔ آپ کے مشہور زمانہ لقب کا سبب یہ ہے کہ آپ کے آباء میں آٹھویں پشت پر جعفر نامی شخص کو جوزی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور ابن عماد کے بقول جوز، بصرہ شہر کا ایک محلّہ ہے۔

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر تین سال تھی کہ آپ کے والد فوت ہو گئے۔ دنیا اسلام کے آفتاب و ماہتاب بن کر چمکنے والے نونہال کی پرورش بعد میں پھوپھی صاحبہ نے کی۔ جب آپ حد شعور میں داخل ہوئے تو پھوپھی صاحبہ نے آپ کو ابوالفضل ابن ناصر کی مسجد میں چھوڑ دیا جو کہ رشتہ میں ان کے ماموں تھے۔ آپ نے بہت قلیل عرصہ میں پوری توجہ سے حفظ قرآن، علوم قرات اور تحصیل علم حدیث کی منازل طے کر لیں، اس بارے میں آپ خود فرماتے ہیں کہ علم کی محبت بچپن ہی سے میرے دل کی گہرائیوں میں جاگزیں تھی اور میں حصول علم کیلئے کسی بڑی سے بڑی مہم کو سر کرنے میں لذت محسوس کیا کرتا تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مقام علم پر فائز کر دیا۔ علامہ ابن جوزی یوں تو علم میں اونچا مقام رکھتے ہیں مگر جس علم میں آپ کو شہرت حاصل ہوئی، وہ علم حدیث ہے۔ اس علم میں آپ کی بہت سی تصانیف ہیں حتیٰ کہ اپنے علم و تجربہ پر اعتماد کی وجہ سے فرمایا کرتے تھے کہ میرے زمانے تک حضور نبی کریم ﷺ سے روایت شدہ کوئی بھی حدیث میرے سامنے بیان کی جائے تو میں بتا سکتا ہوں کہ یہ صحت و ضعف کے کس درجہ پر ہے تو آپ کا یہ دعویٰ غرور پر مبنی نہیں بلکہ حق و صداقت کے اظہار و تحدیث نعمت کے طور پر ہے۔

علامہ ابن جوزی بہت بڑے عاشق رسول تھے، اور آپ نے حالت نزاع میں فرمایا کہ جن قلموں سے میں تمام عمر حدیث رسول اللہ ﷺ لکھتا رہا ہوں ان کے سروں

پر لگی ہوئی روشنائی کھرچ لی جائے اور غسل دینے کیلئے تیار کردہ پانی میں یہ روشنائی ڈال دینا، شاید اللہ تعالیٰ رحمان و رحیم اس جسم کو نار جہنم سے نہ جلائے جس پر اس کے محبوب ﷺ کی حدیث کی روشنائی کے ذرے لگے ہوں، تو وصیت پر بعد وصال عمل کیا گیا۔ علامہ ابن جوزی فن خطابت میں بھی اعلیٰ مقام رکھتے تھے، آپ کی مجلس وعظ میں لاکھوں انسان موجود ہوتے تھے۔ عوام الناس ہی نہیں بلکہ خلیفہ وقت بھی، جملہ وزرائے سلطنت کے ساتھ پتھر کی تصویر بنا دم بخود بیٹھا ہوتا تھا، اور کئی راہ گم کردہ فسق و فجور سے تائب ہو کر صراط مستقیم کے راہی بن گئے اور آپ کے ہاتھ پر دو لاکھ سے زائد کفار نے کلمہ حق پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ علامہ ابن جوزی حضرت امام احمد بن حنبل کے مقلد تھے اور آپ نے بہت سی کتب تصنیف کی تھیں، آپ نے ایک مرتبہ ان کی تعداد تصنیف کے متعلق سوال کیا گیا تو ان کا جواب یہ تھا میری تصنیفات تین سو چالیس سے کہیں زیادہ ہیں جن میں کئی کتابیں بیس جلدوں میں ہیں اور زیر نظر رسالہ مولد العروس میں بھی آپ کی وہ تصنیف ہے جس میں میلاد مصطفیٰ ﷺ پر خوب روشنی ڈالی گئی۔

وصال:

سبط ابن جوزی فرماتے ہیں کہ میرے نانا جان سات رمضان المبارک ۵۹۷ ہجری کو خلیفہ کی والدہ کی قبر کے پاس وعظ کرنے کیلئے تشریف فرما تھے اور میں اسی مجلس میں حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ میری عمر کو دراز کر دے، حالانکہ اس نے نعمتوں کے ساتھ اس چیز کو طوالت بخشی ہے جو کہ کچھ میری فطرت میں ہے اور منبر سے نیچے اتر کر گھر تشریف لے گئے اور بیمار ہو گئے، پانچ دن بیمار رہنے کے بعد ماہ رمضان المبارک کے ۹۷ ہجری جمعہ کی رات مغرب و عشاء کے درمیان خالق حقیقی کو جا ملے۔

☆☆☆

ذکر تشریف آوری

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے صبح مستنیر کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے عروس جمال کی سفیدی سے ظاہر فرمایا اور افلاک کمال پر بروجِ جمال سے سورج اور قمر منیر کو طلوع کیا اور عالم قدیم میں سیدالکونین ﷺ کو بطور حبیب، نجیب اور سفیر منتخب فرمایا۔ عالم وجود کی تمام مخلوقات سے آپ کی تعظیم و توقیر کیلئے وعدے حاصل کیے۔ آپ ﷺ کے رخ تاباں کے جمال کمال کی عظمت کیلئے بطون کو پیدا فرمایا۔ آپ ﷺ کے ظہور اور مدت حمل کیلئے ان کو منتخب کیا۔ اس نفیس نفس، درِ یتیم اور خوبصورت روح کے موتی کی حفاظت کیلئے اللہ تعالیٰ نے ان کو سمندر بنایا اور ان میں سے بعض کو اپنی حکمت تقدیر سے شیریں اور بعض کو تیز کھاری پانی والا بنایا۔ آپ ﷺ کو مجتبیٰ بنایا۔ آپ ﷺ کو غلاظت وشیطانی وسوسہ سے محفوظ اور مطہر کیا۔ حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت شیث، حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہم السلام کی پشتوں میں منتقل فرمایا۔ ہر نبی آپ ﷺ کے ذریعہ سے ہی پناہ کا طلبگار رہا۔ ہر ایک سے آپ ﷺ پر ایمان لانے اور آپ کی نصرت واعانت کرنے کا عہد و میثاق لیا اور یہ بات قرآن کریم میں مرقوم ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کا وسیلہ:

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ آپ ﷺ کے باعث قبول کی اور حضرت ادریس علیہ السلام کو سرکار دو عالم ﷺ کے طفیل اپنی طرف اوپر اٹھایا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی میں آپ ﷺ کے توسل سے قربت الٰہیہ حاصل کی۔ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی دعا میں آپ ﷺ کے ذریعہ سے پناہ مانگی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آپ کے ﷺ واسطہ سے بارگاہ الٰہی میں سفارش کی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے آپ کے وسیلہ

سے عاجزی و انکساری کے ساتھ دعا کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ ﷺ کی گفتگو کے متعلق اپنی قوم کو اطلاع دی اور رب کریم سے آپ ﷺ کا امتی و وزیر ہونے کی درخواست کی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ ﷺ کی تشریف آوری کی خبر دی اور آپ ﷺ کے زمانہ تک کی مہلت طلب کی تا کہ ان کے مددگار ہوسکیں۔ مذہبی پیشواؤں نے آپ ﷺ کی آنے کی خبر دی اور کاہنوں نے بھی آپ ﷺ کے متعلق اعلان کیا۔ جن آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان لائے۔ آیات قرآنیہ آپ ﷺ کے اسم گرامی کے متعلق شاہد ہیں۔

ولادت کے وقت کے معجزات:

فارس کی آگ حضور نبی کریم ﷺ کے نور سے بجھ گئی۔ تمام شاہی تخت اپنے بادشاہوں سمیت لرز گئے اور تاج اپنے بادشاہوں کے سروں سے گر گئے۔ آپ ﷺ کے ظہور کے وقت بحیرہ طبریا پُر سکون ہو گیا۔ کتنے ہی چشمے ظاہر ہوئے اور اُبل پڑے۔ ایوانِ کسریٰ میں شگاف پڑ گیا اور اس کے کنگرے گر پڑے۔ ساتوں آسمانوں کے فرشتوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت کی ایک دوسرے کو خوشخبری دی۔ آسمان آپ ﷺ کے شرف کیلئے محفوظ کیے گئے۔ آپ ﷺ کے اکرام کیلئے چوری چوری سننے والوں کو شہاب کے ذریعہ رجم کیا گیا۔ ابلیس چیخا اور اس نے اپنے لیے سخت مصیبت و ہلاکت کو پکارا۔

حضور نبی کریم ﷺ کی صفات کے متعلق اشعار:

ترجمہ: ''کیا تمہیں معلوم ہے کہ کون رات کے وقت براق پر سوار ہوا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام ساتھ کے طور پر آپ ﷺ کے پیچھے چلے۔ یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے آسمان پر بلند ہوئے۔ آپ ﷺ قریب ہوئے اور اپنے رب کریم کے ساتھ گفتگو کی۔''

(نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ و سلام بھیجئے)

اور کون سب سے پہلے نبوت سے کے ساتھ مختص ہیں حالانکہ آپ ﷺ کے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام کا خمیر ابھی مکمل نہیں ہوا تھا۔ اور کون ہے جس نے

رفعت کو پایا حتیٰ کہ شرافت کے ساتھ بلند ہوئے اور فخر و فخامت کو پایا۔

(نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ و اسلام بھیجئے)

وہ سیدہ آمنہ کے لخت جگر البشیر (بشارت دینے والے) المنذر (ڈرانے والے) الصادق (قول کے سچے) المزمل (چادر اوڑھنے والے) المدثر (کمبل ڈھانپنے والے) السابق (سب سے آگے بڑھ جانے والے) المقتدم (سب سے پہلے وجود میں آنے الے) المتاخر (سب سے آخر میں ظاہر ہونے والے) اور افعال حمیدہ کو اول و آخر میں جمع کرنے والے۔

(نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ و اسلام بھیجئے)

بلند و بالا آسمانوں کے رب نے حضور نبی کریم ﷺ کو چنا اور فضل و کرامات کے ساتھ مختص فرمایا۔ رب حکیم نے اپنی طرف سے وحی مقدس کے ذریعہ حکمت، ذکر، التجا اور فضیلت کی راہنمائی فرمائی۔

(آپ ﷺ پر صلوٰۃ والسلام بھیجئے)

وہ اللہ تعالیٰ کے مخلص دوست، خاتم الرسل اور اللہ کے فضل سے اسی کے ہی امین خاص ہیں۔

لا در در الشعران لم امله فی مدح احمد لولوئا منظرما

ترجمہ: ''شعر کی خوبی کوئی خوبی نہیں ہے اگر اس کو احمد مجتبیٰ ﷺ کی مدح میں پروئے ہوئے موتی کی طرح نہ لکھتا۔''

(نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ و اسلام بھیجئے)

یا من براہ اللہ نورا للوری فاقام فیھم منذرا و مبشرا

ترجمہ: ''اے وہ ذات! جس کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کیلئے نور پیدا کیا اور آپ نے منذر و مبشر کی حیثیت سے قیام کیا۔''

لو، یہاں نمناک مٹی اور کھلے میدان میں آپ ﷺ کی سخاوت کا پودا ہے

اور یومِ آخرت عمومی طور پر، عنقریب ہمیں کل جمع کر دے گا۔

(آپ ﷺ پر صلوٰۃ والسلام بھیجئے)

میری طرف سے اتنا سلام ہو جتنی دفعہ بادِ صبا چلی اور ٹیلوں کے لمبے لمبے باغات کے درختوں کی شاخوں نے آپس میں معانقہ کیا۔

(نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ واسلام بھیجئے)

اور ٹیلوں میں کبوتروں نے آمنا سامنا کیا اور آپ ﷺ کے نور نے آسمانوں میں ستاروں کو روشن کیا۔

(نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ واسلام بھیجئے)

قادرِ مطلق اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر تمام موجودات کی تعداد کے برابر رحمت نازل فرمائی۔ خدا کی قسم! اے اس کے ذکر سے لطف اٹھانے والو! آپ میں سے کون ہے جو کوچ کرنے والا ہے اور قیام کرنے والا ہے۔

(نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ واسلام بھیجئے)

حلیہ مصطفیٰ ﷺ:

جب محمد رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی تو آپ ﷺ مخلوق میں دولہا کی مانند ایسے چہرہ کے ساتھ ظاہر ہوئے جو ظہور میں چاند کے مشابہ ہے۔ ایسے بالوں کے ساتھ جو اپنی سیاہی میں تاریکی کی طرح ہیں۔ ایسی جبیں کے ساتھ جس سے نور و روشنی نکلی۔ ایسے قد کے ساتھ کہ اس کے ساتھ حسن و جمال مطمئن ہوا اور ایسے ناک کے ساتھ جو تیز تلوار کی دھار کی شہرت سے احسن ہے۔ ایسے دو ہونٹوں کے ساتھ جو مثل عقیق ہیں۔ ایسے دانتوں کے ساتھ جو بکھرے ہوئے موتیوں کے مشابہ ہیں۔ ایسی پیشانی کے ساتھ جو رونق و نور میں چاند کی مانند ظاہر ہوئی اور ایسے سینے کے ساتھ جو ایمان کے ساتھ معمور ہو گیا۔ ایسے دونوں ہاتھوں کے ساتھ جن سے جنت کا پانی پھوٹ نکلا، ایسے قدم کے ساتھ جس کیلئے یقیناً حصولِ سعادت میں تاثیر ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت کے وقت کائنات مضطرب ہوگئی جبکہ آپ ﷺ مخمور تھے۔ سعادت مندی عالم وجود پر پھیلی اور ایمان کا وطن مستور ہوگیا۔ تمام اہل کائنات کی طرف وحی کی بشارت دینے والا تشریف لایا۔ قاری الوصل نے پڑھا اور اقطار عالم میں جمِ غفیر کو پکارا۔

قرآن مجید میں نبی کریم ﷺ کے صفات حمیدہ:

یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا○ وَ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا○ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَھُمْ مِّنَ اللّٰہِ فَضْلًا کَبِیْرًا○ وَلَا تُطِعِ الْکٰفِرِیْنَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَدَعْ اَذٰھُمْ وَ تَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا۔

ترجمہ: ''اے نبی ﷺ! ہم نے آپ ﷺ کو شاہد، مبشر، نذیر، اس کے اذن سے اللہ کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ بنا کر ارسال کیا اور مومنوں کو خوشخبری دیجئے کہ یقیناً ان کیلئے اللہ کی طرف سے فضل کبیر ہے۔ کافروں اور منافقوں کی پیروی نہ کیجئے اور ان کی طرف سے اذیت کا خیال نہ کیجئے، اللہ پر توکل فرمایئے اور اللہ ہی نگہبان کافی ہے۔''

ولادت کے متعلق اشعار:

ترجمہ: ''صبح ہدایات نے عالم وجود کو سرور سے بھر دیا جب حبیب اللہ ﷺ کا چہرۂ روشن ظاہر ہوا۔ اے ماہ ربیع تو نے ایسے باعزت چاند کو طلوع کیا جو کمال کے ساتھ تمام چودھویں رات کے چاندوں پر فوقیت رکھتا ہے۔ اے ماہِ ربیع، تو احمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت کے ساتھ آیا اور یقیناً ہمارے پاس مسرت کے ساتھ بشارت دینے والا آیا۔ آپ ﷺ کے ظہور کے وقت پرندے خوشی سے گنگنائے اور شاخیں تھلیاں بن کر جھکیں۔ نذیر کی حیثیت میں احمد مجتبیٰ ﷺ کی تشریف آوری کے باعث بادِ نسیم مبشر و معطر بن کر آئی۔

والحور فی غرف الجنان تباشرت و قضت بمیلاد النبی نذورا، لما بداوجه الحبیب تلالأت کل البقاع قد نطقن شکورا. ورأته امنة یسبح ساجدا عند الملاد الی السماء مشیرا. دانشق ایوان لکسریٰ جهرة و غدا حزینا فی الانام کسیرا، و تساقط الاحنام عنده ملاده وتصعد الکهان منه زفیرا

ترجمہ: ''حوروں نے جنت کے بالا خانوں میں ایک دوسرے کو خوشخبری دی اور میلاد النبی ﷺ کے باعث انہوں نے نذروں کو پورا کیا۔ جب چہرۂ حبیب ﷺ ظاہر ہوا تو تمام طبقات زمین جگمگا اٹھے اور شکرگزاری بیان کی۔ سیدہ آمنہ نے آپ ﷺ کو ولادت کے وقت سجدہ کی حالت میں تسبیح پڑھتے ہوئے اور آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دیکھا۔ کسریٰ کا محل بلند آواز کے ساتھ شق ہوگیا اور وہ مخلوق میں ٹوٹا ہوا غمگین و آرزردہ ہوگیا۔ آپ ﷺ کی ولادت کے وقت بت اوندھے گر گئے اور آپ ﷺ کی تشریف آوری کا کاہنوں نے شور مچایا۔''

وسیلہ کی برکات:

جب حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے قصور کی شفاعت طلب کی تو غفور اللہ تعالیٰ نے آپ کے طفیل بخش دیا۔ اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے وسیلہ سے کشتی میں نجات پائی، پس آپ ﷺ کے وسیلہ سے ہی خیر اللہ تعالیٰ سے درخواست کرو۔ اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو موسیٰ کلیم اللہ کوہ طور پر مخاطب نہ ہوتے جبکہ انہوں نے امور کا ارادہ فرمایا۔ اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو عیسیٰ مسیح علیہ السلام آسمان کی طرف نہ اٹھائے جاتے اور یقیناً وہ مجاہد و نذیر بن کر نزول فرمائیں گے۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے ولادتِ احمد مجتبیٰ ﷺ کی بشارت، تشریف لاتے وقت اور واپس جاتے وقت دی۔ آتش پرستوں کی آگ آپ ﷺ کے باعث عاجزی کرتے ہوئے بجھ گئی اور آپ ﷺ کی وجہ سے بادلوں کا برسنا بارش بن گیا۔ احمد مصطفیٰ ﷺ کے

حالات کتاب قرآن مجید میں تواتر سے آتے ہیں اور یقیناً بحیرہ (راہب) نے اس راز کو ظاہر کیا۔ اے امت ہادی ﷺ تمہیں بشارت ہو کہ بالضرور تو نے طٰہٰ ﷺ کے ذریعہ جنت وحریر کو حاصل کر لیا۔

جب تک دنیا ہے میرے رب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر ہمیشہ رحمت فرمائی اور اس کو بہت زیادہ کیا۔

شب ولادت کے عجائبات:

حضور نبی کریم ﷺ کی شب ولادت کو ایران کے بادشاہ کا محل پھٹ گیا۔ وہ آزمائشوں اور مصائب میں مبتلا ہو گیا۔ شیاطین کو آسمان کی طرف چڑھنے سے منع کر دیا گا اور ان کے کانوں کو بلندی سے سننے کی غرض سے بہرہ کر دیا گیا۔ وہ ہر طرف سے دھتکار دیئے گئے اور ان کیلئے دائمی عذاب ہے یہ سب کچھ اس نبی کریم اور رسول معظم ﷺ کی حرمت کیلئے جس پر تو نے اپنی محکم کتاب عزیز میں نازل فرمایا ہے:

اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ الْكَوَاكِبِ

ترجمہ: ''بے شک ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت سے سجایا ہے۔''

اے اللہ! تعجب ہے کہ جب کبھی مشتاق شخص آپ ﷺ کا از حد خواہشمند ہوا تو اس نے بیابانوں کو طے کیا، اونٹنیوں کی پشتوں پر سوار ہو کر چلا اور جب کبھی حدی خوان نے آواز بلند کی، پہاڑ اور بڑے بڑے خیمے ظاہر ہوئے۔ عاشق محزون نے جلدی کی تو اس سے محبوباؤں کی ملاقات کیلئے محبت اور زیادہ ہو گئی۔ شاعر کہتا ہے:

اشعار:

ترجمہ: ''اے بھورے رنگ کے اونٹ کے حدخانوں، اونٹنیوں کے ساتھ نرمی کرو، کیونکہ میرا دل سواری کے اونٹوں کے پیچھے چل پڑا۔ میرا جسم الم وحزن اور محبوباؤں کے ملاقات کے شوق سے پگھل گیا۔ کیا میرے لیے ملاقات کا کوئی طریقہ ہے کیونکہ میرے آنسو بادلوں کی طرح ہو گئے۔ اگر زمانہ وصل کی خوشی عطا کرے اور

میں اپنے مقاصد و حاجات کو پہنچا دیا جاؤں تو میں فخریہ اس مٹی کو بوسہ دوں گا اور اپنے بہنے والے آنسوؤں سے سیراب کروں گا اور میں وادی عقیق اور اس کے باشندوں کے ذریعہ، صاحب نصیب ہو جاؤں گا اور اس شخصیت کے وسیلہ سے جوان خیموں میں نازل ہوئی۔ گنبدوں نے بدر منیر کو گھیر لیا، جب وہ ان بلند چوٹیوں میں لوٹا۔"

فلو انا عملنا کل یوم لأ حمد مولد اقد کان واجب

ترجمہ: "اگر ہم ہر روز حضرت احمد مجتبیٰ ﷺ کا میلاد مناتے تب بھی واجب تھا۔"

آپ ﷺ کیلئے مشارق و مغارب میں حسن کے چاند فرمانبرداری اور حالت سجود میں مشتاق ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ پر گھڑی اتنی مرتبہ مہیمن (حفاظت کرنے والا) اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جتنی بار ستاروں کی روشنی ظاہر ہوئی۔

جب رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی تو فرشتوں نے سری و جہری طور پر اعلان کیا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام بشارت لائے اور عرش، طرب میں جھوم اٹھا۔ خوبصورت آنکھوں والی حوروں نے محلات سے باہر نکل کر عطر کو بکھیر دیا۔

و قیل لرضوان زین الفردوس الاعلی. وارفع عن القصر ستوا.
وابعث الی منزل آمنة اطیار جنات عدن ترمی منا قیر هادرا

ترجمہ: "رضوان کو فردوس اعلیٰ سجانے کیلئے کہا گیا اور حکم ہوا کہ محل سے پردہ اٹھا دو اور کاشانہ سیدہ آمنہ کی طرف جنات عدن کے پرندوں کو بھیجو تاکہ وہ اپنی چونچوں سے موتی برسائیں۔"

فلماو ضعت محمدا ﷺ رات نورا اضاء ت منه قصو و بصری و قامت حولها الملائکة و نشرت اجنحتها نشرا و نزل الصافون والمسبحون فملؤو اسهلا ووعرا

ترجمہ: "جب سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو جنم دیا تو آپ نے ایک نور دیکھا، جس سے بصریٰ کے محلات روشن ہو گئے اور

سیدہ آمنہ کے گرد فرشتوں نے کھڑے ہو کر اپنے پروں کو بکھیرا، ذی مرتبہ اور تسبیح پڑھنے والوں نے نرم ہموار اور سخت زمین کو بھر دیا۔"

صلاة الله مولانا البديع ۔ على نور الهدى طه الرفيع
بدا بدر الكمال على الجميع ۔ وأشرق نور ذى الحسن البديع
اضاء الكون يزهو فى البتهاج ۔ بميلاد المكرم فى الربيع
وفاح عبير مولدر كمسك ۔ يفوح شداه من طيب الصنيع
و عم الخافقين سناه ضواء ۔ يلوح على الورى ضوء الشفيع
قصور الروم مع بصرى اضاءت ۔ و أشرق فى الانام سنا الرفيع
محيا منه فاق الشمس حسنا ۔ منيرا مسفر اهدى القطيع

ترجمہ: "ہمارے خالق اللہ کی رحمت نورالہدی (ہدایت کے نور) اور رفعتوں والے طٰہٰ ﷺ پر ہو۔ تمام پردہ بدرِکمال ظاہر ہوا اور صاحب حسن و کمال و نور چمک اٹھا۔ کائنات روشن ہوئی اور خوشی میں میلاد مکرم کے ربیع الاوّل میں ہونے کی وجہ سے منور ہوئی۔ آپ ﷺ کی خوشبو ولادت کستوری کی طرح پھوٹی اور اس کی خوشبو عمدہ کام کی خوبی سے مہکتی ہے۔ آپ ﷺ کی چمک اضیاء کے اعتبار سے مشرق و مغرب میں علم ہوئی اور صاحب شفاعت کا ضیاء تمام مخلوق پر ظاہر ہوئی۔ روم و بصری کے محل روشن ہو گئے اور مخلوق میں صاحب رفعت ﷺ کی روشنی جگمگا اٹھی۔ آپ ﷺ کا چہرہ حسن، نور اور چمک میں سورج سے فائق ہے اور ریوڑ کیلئے رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔"

"زائچہ اوقات ماہِ ربیع الاوّل میں سعادتمند ہو گیا کیونکہ موسم بہار کی بارش ربیع کے مہینہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر اپنی رحمت نازل فرمائی جتنی بار کبوتروں نے شجرِ بہار کی شاخوں پر گنگنایا۔ اور آپ ﷺ کی آل پر، پھر صحابہ کرام، گروہ اہل فضل اور پختہ قدر والوں پر رحمت نازل فرما۔ اور جو کچھ مسرت و مدح میں کہا گیا ہے ہمارے خالق اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔"

نورِ مصطفیٰ ﷺ کا پشت در پشت منتقل ہونا:

روایت ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ نے تخلیق فرمائی تو آپ کا نور ظاہر ہوا اور آپ کا اسم گرامی ساق عرش پر سطر میں تحریر تھا جب یہ نور حضرت شیث علیہ السلام کے پاس منتقل ہوا تو وہ نور حسن و جمال کے اعتبار سے واضح ہوا اور جب نور حضرت نوح علیہ السلام کے پاس منتقل ہوا تو آپ نورِ مصطفیٰ ﷺ کے طفیل جودی پہاڑ پر سکونت پذیر ہوئے اور جب نور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس منتقل ہوا تو آگ ٹھنڈی اور گل وگلزار ہوگئی جب نور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس منتقل ہوا تو اس کی برکت سے قربانی دیئے گئے اور صبر پایا، جب نور حضرت عبدالمطلب کے پاس منتقل ہوا تو انہوں نے تنگی کے بعد فراخی کو پایا۔ نور مصطفیٰ ﷺ کی وجہ سے ہاتھی لوٹا یا گیا۔ ابر ہہ کو مکمل شکست ہوئی اور بیت اللہ خوشی سے جھوم اٹھا۔ صفا پہاڑ نورِ مصطفیٰ ﷺ سے جگمگا اٹھا اور جمال کے دولہا کی ولادت کے ساتھ کرۂ خاص روشن ہوگیا۔

یا رسول اللہ! یا حبیب اللہ! ﷺ۔ انت لی عون یوم القی اللہ!!

سرنا و الرکبان نحوذ السلطلن نریجسی الغفران بجاہ رسول اللہ ﷺ

ترجمہ: ”یارسول اللہ! یا حبیب اللہ! (ﷺ) آپ ہی اللہ سے ملاقات کے دن میری مدد ہیں۔ ہم اور سوار اس صاحب جاہ و جلال کی طرف روانہ ہوئے، ہم رسول اللہ ﷺ کی عزت کے باعث مغفرت کے امیدوار ہیں۔“

اے حدی خوان! وادی میں آواز کو بلند کرو اور ہادی مصطفیٰ ﷺ کا ذکر کرو جو اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق سے بہتر ہیں۔ تمام لوگ خوشی سے جھوم اٹھے، روحیں مدہوش ہوگئیں، ہواؤں نے ابن عبداللہ ﷺ کیلئے نغمے گائے۔ اولوالالباب کیلئے آسمان ظاہر ہوگئے اور احباب، رسول اللہ ﷺ کے باعث خوش ہوگئے۔ وہ وطنوں کو بھول گئے، پیاسے سیراب ہوگئے اور تمام غم یارسول اللہ ﷺ! دور ہوگئے۔ انہوں نے دہلیز کو بوسہ دیا، آسمانوں کا مشاہدہ کیا اور ابن عبداللہ کے پاس احباب کا ذکر کیا۔ انہوں نے آنسوؤں کو بہایا،

خضوع ظاہر ہوا اور درخت کے تنے رسول اللہ ﷺ کے مشتاق ہوئے۔ اے بھائیو! نبی ﷺ عدنان پر صلوٰۃ بھیجو، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن میں وارد ہے۔

سیدہ آمنہ کی زبان سے ولادت کا بیان:

سیدہ آمنہ نے فرمایا کہ جب میں نے اپنے لخت جگر محمد مصطفیٰ ﷺ کو جنم دیا تو میں نے ان کو سرگیں آنکھوں والا، مدھون (تیل لگا ہوا) ناف بریدہ، خوشبو والا اور ختنہ شدہ جنا، اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے سینہ کو کشادہ کیا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو اٹھا کر بحر و بر کی سیر کرائی اور دائیں و بائیں اطراف سے ملائکہ نے گھیرے میں لے لیا اور انہوں نے جبیں و آبرو کو دیکھا جو حسن، نور، ضیا اور عطر پر فائق ہے۔ دانت کو دیکھا کہ اس سے اللہ تعالیٰ نے قلوب عاشقین کو مدہوشی ودیعت فرمائی۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے بلندی سے آواز سنی جو آپ کو ندا دے رہی ہے۔ اے آمنہ! آپ کو بشارت ہو یہی وہ حسنین کریمین کے نانا جان اور سیدہ زہراء کے والد محترم ہیں۔ آپ ﷺ سیدہ آمنہ کے بطن (مبارک) میں سری و جہری طور پر تسبیح الٰہی پڑھتے تھے۔ سبحان ہے وہ ذات جس نے اس نبی مکرم ﷺ کو سلطان الانبیاء پیدا فرمایا اور اس کیلئے شرف و ذکر کو عالم ملکوت میں بلند فرمایا:

ولادت پر خوش ہونے اور خرچ کرنے کا انعام:

وجعل لمن فرح بمولده حجابا من النار و ستوا. و من انفق فی مولده درهما كان المصطفیٰ صلی الله علیه واله وسلم له شافعا و مشفعا و اخلف الله علیه بكل درهم عشرافیا بشریٰ لكم امة محمد لقد فلتم خیرا كثیرا فی الدنیا و فی الاخری

ترجمہ: ”ہر وہ شخص جو آپ کی ولادت کے باعث خوش ہوا، اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے آگ سے محفوظ رہنے کیلئے حجاب اور ڈھال بنائی، جس نے مولد مصطفیٰ ﷺ کیلئے ایک درہم خرچ کیا تو آپ ﷺ اس کیلئے شافع و مشفع ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ہر درہم کے بدلہ دس درہم معاوضہ دے گا۔ اے امت محمدیہ

ﷺ تجھے بشارت کہ تو نے دنیا وآخرت میں خیر کثیر حاصل کر لیا۔''

میلاد کی خوشی میں جنت:

جو احمد مجتبیٰ ﷺ کی ولادت کیلئے کوئی عمل کرتا ہے تو وہ سعادتمند ہے اور خوشی، عزت اور خیر وفخر کو پالے گا۔ جنابِ عدن میں موتی سے مرصع تاج اور سبز لباس کے ساتھ داخل ہوگا، اس کو محل عطا کیے جائیں گے جو بیان کرنے والے کیلئے شمار نہیں کیے جائیں گے۔ ہر محل میں کنواری حور ہے۔ خیر الانام ﷺ پر صلوٰۃ بھیجو، یقیناً آپ ﷺ کی ولادت کے باعث بھلائی عام پھیلائی گئی اور جس نے بھی آپ ﷺ پر ایک دفعہ صلوٰۃ بھیجی ہمارا رب کریم اس کو دس مرتبہ جزا دے گا۔

اشعار:

ترجمہ: ''وادی منحنیٰ اور ارض رامہ میں حفاظت کے ساتھ خوبصورت ہے اور اس کے خیمے عالی مرتبہ بنائے گئے۔ خوش مزاج، دانا، حسین جمیل اور فیاض دست ہے، اس کی علامت کرامت و بزرگی ہے۔ لطیف الذات، چاند سے بھی زیادہ دلکش اور جس وقت نیزہ نے آپ ﷺ کی قد وقامت کو دیکھا تو وہ دوہرا ہوگیا۔ وہ رئیس ہے اور ہر عیب سے محفوظ، منور ومسرور ہے اور اس کیلئے نشانِ راہ ہے۔''

و أقدام له في الصخر بانت	والا في الرمل بان لها علامة
صحوک السن تنظره بشوشا	ولا في حبه عندی ملامة
قد جاء البعير اليه يشكو	فخلصه الحبيب من الضلامه
وتا دته الغزالة باشتياق!!	اجرنی ياشفيعا فی القيامه!
رأی الصياد ما قد كان منها	فاسلم عاجلا و قضی مرامه
وجاء ت نحوه الاشجار تسعی	مع الاطيار حقانی تهامة
نسيج العنكبت خفاه حقا	و فوق الباب عششت الحمامة
عليه صلاة رب العرش دوما	مدی الايام الی يوم القيمة

ترجمہ: ''آپ ﷺ کے نشانِ قدم چٹان میں ظاہر ہوئے اور ریت میں ان کی کوئی علامت نہیں ہے۔ سیاہ بال ہیں جن کی سیاہی تاریک رات کی مانند ہے اور آپ ﷺ کا نقاب ڈھیلا ہے۔ منور پلکیں اور جبیں ایسی جس سے روزِ قیامت نور روشن ہوگا۔ آپ ﷺ کے دونوں ابرو دراز اور باریک، درمیان سے بلند تنگ نتھنوں والی ناک اور سرمگیں آنکھیں حسن کا مجسمہ ہیں۔ آپ ان کو کشادہ دانتوں والا اور بشاش دیکھیں گے اور میرے نزدیک ان کی محبت میں کوئی ملامت نہیں ہے۔ ارضِ نجد میں وہ آزاد ہرن ہے اگر وہ اپنے نقاب کو ڈھیلا کرے تو وہ شیروں کا شکار کرتا ہے۔ یقیناً اونٹ آپ کے پاس شکوہ کناں آیا اور حبیب اللہ ﷺ نے اس کو ظلم سے نجات دی۔ ہرنی نے اشتیاق کے ساتھ آپ ﷺ کو پکارا کہ اے روز قیام کے شفیع مجھے عذاب سے نجات دلائیے۔ جو کچھ ہرنی کی طرف سے ہوا شکاری نے دیکھا تو جلد اسلام لاکر اپنے مقصد کو پہنچ گیا۔ یہ بات حق ہے کہ وادی تہامہ میں درخت پرندوں سمیت دوڑتے ہوئے آپ کے پاس آئے اور مکڑی کے جالے نے بھی آپ کو پوشیدہ کر دیا اور دروازے پر کبوتری نے گھونسلا بنالیا۔ روزِ قیامت تک ہمیشہ آپ پر رب العرش کی رحمت ہے۔''

صفات و معجزات مصطفیٰ ﷺ:

حضرت ابو سعید الخدری سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول کریم ﷺ کی بعض انکساریوں میں سے اپنے جوتے کا سینا، کپڑے کو پیوند لگانا، بکری کا دودھ دوہنا، خادمہ کے ساتھ آٹا پیسنا اور اس کے ساتھ کھانا ہے۔ آپ سہل خوراک، بات ماننے والے، فیاض دست، اچھے خلق والے، آپ کے دونوں بازو پر گوشت اور آپ بہت حیا والے تھے۔ خشک تنا آپ کا مشتاق ہوا، سوسمار نے آپ ﷺ پر سلام بھیجا، آپ ﷺ کے قدموں کے نیچے پہاڑ کانپ اٹھا، گوہ اور اونٹ نے آپ سے گفتگو کی۔ آپ ﷺ کا نور زیادہ روشن اور راز زیادہ ظاہر، آپ ﷺ کا مرتبہ اعلیٰ، ذکر زیادہ شیریں، آواز زیادہ جمیل، دین اکمل، زبان فصیح، دعا کامیاب، نصرت ناپید شدہ، اسم گرامی آسمانوں

میں احمد (ﷺ) اور زمین میں محمد (ﷺ) ہے۔ یہ نبی صاحب وفاء عفت اور لطافت والے، رکوع و سجود کرنے والے، خوبصورت جسم والے، معتدل قامت، دائرہ نما عمامہ، شریف ہمت، عالی درجہ، زبان کے سچے اور روشن دلیل والے ہیں۔ ارادوں کے پاک، صادق اللسان، نہ بہت دراز اقامت، نہ کوتاہ قد جائے ولادت مکہ، سواری دلدل، آپ کی اونٹنی عضبا، آپ ﷺ کا چہرہ چاند سے زیادہ حسین، بھیڑیے نے آپ کی ہیبت کے باعث گفتگو کی، اشجر و حجر آپ ﷺ کی خدمت کیلئے دوڑ پڑے اور آپ ﷺ نے اپنی امت کی شفاعت کرنے کو پسند فرمایا۔

آپ ﷺ کی ہتھیلی میں کنکریوں نے تسبیح بلند کی اور انگلیوں سے پانی پھوٹ پڑا۔ خشک تنا آپ ﷺ کا مشتاق ہوا۔ مکڑی نے آپ ﷺ کیلئے جالا بنا، کبوتری نے گھونسلا بنایا اور رب کریم نے آپ پر رحمت وسلام نازل فرمایا۔

اشعار:

ترجمہ: اے اللہ! اے اللہ! محمد مصطفیٰ ﷺ کی مدح مجھے بہت عزیز ہے۔

حبیب قلبی ملکت لبی اکی سربی الی المکی

ترجمہ: ''اے میرے دل کے حبیب! آپ ﷺ نے میری عقل کو قابو میں لے لیا، اے میرے بھائی! میرے ساتھ مکی نبی کی طرف چلو۔''

رات کو چلو امید ہے کہ رات کی وجہ سے میں لیلیٰ کو دیکھو جبکہ وہ ظاہر ہوا۔ جونہی وہ ظاہر ہوئی تو وہ آنکھ کیلئے محبوب ہے۔ میں اسی بناء پر اپنی آنکھوں کا طواف وسیع کرتا ہوں۔

و سر بالا سحار لقبر المختار کثیر الانوار جمیل النیۃ
و قل یا ھادی فؤادی صادی و حبک زادی، فانظرا لسیہ
محمد لہ شان و نورہ قدبان أتی بالقرآن یھدی البریۃ

ترجمہ: ''سحری کے وقت نبی مختار کے روضہ کی طرف چلو جو کثرت انوار اور اچھی نیت والے ہیں۔ اور عرض کروائے ہادی ﷺ! میرا دل تشنہ ہے

اور آپ ﷺ کی محبت میرا زادِ راہ ہے لہٰذا میری طرف نظرِ کرم فرمائیے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام زیادہ اوپر چڑھنے والے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام زیادہ بزرگی والے ہیں تو آپ ﷺ تمام سے زیادہ سعادتمند ہیں۔ محمد مصطفیٰ ﷺ کی ایک شان ہے اور آپ کا نور ظاہر ہے۔ آپ ﷺ قرآن کے ساتھ تشریف لائے اور مخلوق کو ہدایت دیتے ہیں۔"

مقام ابراہیم علیہ السلام محل تعظیم ہے اور میں کریم کو نیک نیتی سے پکارتا ہوں۔ میں مقامِ سعی میں سات چکر لگانے کیلئے جاتا ہوں اور میرا ارادہ ہے کہ اپنی آنکھوں پر سعی کروں۔ میرا ارادہ ان کی زیارت اور انؑ کے نور کا مشاہدہ کرنے کا ہے۔ آپ کے احسان کو پکارا گیا تا کہ میرے لیے شفاعت کریں۔

پیر کے دن کی اہمیت:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت پیر کو ہوئی۔ اسی دن نبوت عطا کی گئی۔ اسی دن مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اسی دن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے عقد نکاح کیا اور رسول اللہ ﷺ جمعرات اور پیر کو روزہ رکھتے تھے اور سوموار کے دن ہی آپ کا وصال باکمال ہوا۔

تنگدستی کا علاج:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو تنگ دستی کی حالت میں ہو، وہ مجھ پر کثرت سے درج ذیل صلوٰۃ وسلام بھیجے۔"

"اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ"

یہ درود شریف ایسا ہے کہ اسکے ذریعہ اس تنگ دست کا ٹھکانہ مکرم ہو جائے گا، آخرت میں اسکو شرف بخشا جائے گا اور شفاعت کے ذریعہ اسکی رضا اور آرزو پہنچائی جائے گی۔

خصائص مصطفیٰ ﷺ:

رسول اللہ ﷺ اپنی ذات کے اعتبار سے تم میں سے بہتر، پاکیزہ دل، قول کے

زیادہ سچے، فعل کے لحاظ سے زیادہ سے زیادہ تزکیہ کرنے والے، کثیر الاصل، ایفاء عہد کے پکے، ذی مرتبہ وفضل، تخلیق کے لحاظ سے احسن اور شرافت کے لحاظ سے زیادہ پاکیزہ، شیریں کلام، سلام کرنے میں زکی، جلیل القدر، عظیم الفخر، کثرت سے شکر کرنے والے، رفیع الذکر، حکم میں اعلیٰ، جمیل الصبر، خوشحالی کے زیادہ قریب، مرتبہ میں افضل، ایمان میں اول، بیان زیادہ واضح، خوشی میں زیادہ خوبصورت، حیات دنیا وقبر کے لحاظ سے آپ تمام سے زیادہ منور ہیں۔

شجرۂ نسب:

محمد (ﷺ) بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان اور یہ حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہم السلام کے فرزند ارجمند ہیں۔

اشعار:

ترجمہ: آپ کا نسب ایسا ہے جس نے کمال کو کلی طور پر جمع کر لیا ہے اور مخلوق کے اندر، عقول کو اپنے حسن کے ذریعہ زیر کر لیا ہے۔ آپ کا نسب ایسا ہے جس کے باعث جمال مکمل ہو گیا اور رب العلیٰ نے آپ کو ظاہری فخر پہنایا ہے۔ اے سیدہ آمنہ کے حسین خوابوں کی کامیابی! آپ ﷺ کی تشریف آوری کے وقت جنگل کے وحشی جانوروں نے ایک دوسرے کو خوشخبری دی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے تسبیح پڑھتے ہوئے آسمان میں منادی کی کہ یہ وہی ہیں جو لوگوں میں رسول بنا کر بھیجے گئے۔

واللہ خص محمدا بفضائل

من نورها النور الشريعة قد علا

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو فضائل کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور ان فضائل کے نور میں ایک نورِ شریعت ہے جو بلند ہوا ہے۔“

عرش کا نور قدیم آپ ﷺ کے نور سے ہے اور زمانہ قدیم سے دیکھی جانے والی کرسی بھی آپ کے نور سے ہے۔ جب تک دنیا قائم ہے میرے رب کریم نے دائمی طور پر رحمت نازل فرمائی اور آپ ﷺ کے فضل و مرتبہ میں اضافہ کیا۔

له النسب العالی فلیس کمثله

حسیب نسیب محسن متکرب

ترجمہ: ''آپ ﷺ کا عالی نسب ہے اور آپ ﷺ کی مثل کوئی نہیں ہے۔
آپ ﷺ حسب و نسب والے اور زیادہ احسان و کرم فرمانے والے ہیں۔''

میں آپ کو ہر ثنا خوانی میں مقدم سمجھتا ہوں کیونکہ جب آپ ﷺ ہی مدح ہیں تو نسیب (صاحب نسب) مقدم ہوا کرتا ہے۔ تاج کے ذریعہ جلیل القدر اور خوبصورتی کیلئے خاص کیے گئے ہیں اور حسن و کمال کی نعمتوں کے ساتھ تاجدار اور حسین ہیں۔

فما الکون الاخلة و محمد طراز باعلام الهدایة معلم

فصلوا علی الرسل الکرام جمیعهم و زید و اعلیٰ طٰه الصلاة و سلموا

ترجمہ: ''کائنات صرف ایک نیا لباس ہے اور اس پر محمد مصطفیٰ ﷺ علامات ہدایت کے ساتھ ایک نقش و نگار ہیں۔ تمام رسل کرام پر درود بھیجو اور طٰہٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پر صلوٰہ و سلام کثرت سے بھیجو۔''

نور محمدی ﷺ کی تخلیق:

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے مخلوقات کی تخلیق، زمینوں کو پست کرنے اور آسمانوں کو بلند کرنے کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے ایک مشت لی اور اس کو حکم دیا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ ہو جاؤ تو یہ مٹھی بھر نور، عمودِ نور بن گیا اور سجدہ ریز ہونے کے بعد سر کو اٹھایا اور عرض کی: الحمدللہ، تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اسی وجہ سے میں نے آپ ﷺ کی تخلیق کی اور آپ کا نام ''محمد'' رکھا، آپ ﷺ سے ہی مخلوق کی ابتداء کرتا

ہوں اور آپ ﷺ پر ہی رسولوں کو ختم کروں گا پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو نورِ محمد ﷺ کی مٹی لانے کا حکم دیا۔ اس مٹی کو اللہ تعالیٰ نے لیا اور جنت کی نہروں میں غوطہ دیا تو تمام فرشتوں نے پہچان لیا کہ آپ ﷺ سید المرسلین، سید الاولین والآخرین اور حضرت آدم علیہ السلام کے معروف ہونے سے ایک ہزار سال پہلے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نور محمدی ﷺ کو حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں ظاہر فرمایا۔

من نورِ رب العرش كون نوره
والناس في خلق التراب سواء

ترجمہ: ''آپ ﷺ کا نور، رب العرش کے نور سے بنایا گیا، اور لوگ مٹی کی تخلیق میں مساوی ہیں۔''

آپ ﷺ کی وجہ سے مقام ابراہیم علیہ السلام، بیر زمزم، کوہ صفا، منیٰ، بیت اللہ اور وادی بطحا، شرافت والے ہوگئے۔ آپ ﷺ سید الکونین اور بنو ہاشم کے سردار ہیں اور آپ ﷺ کی سیادت میں کسی قسم کی کوئی پوشیدگی نہیں ہے۔

توسل انبیاء علیہم السلام:

- حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے قصور کو معاف کرانے کیلئے حضور نبی کریم ﷺ کے ذریعہ سے ہی اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا اور حضرت حواء علیہا السلام نے آپ ﷺ ہی کی ذات بابرکت کے ذریعہ سفارش کرنے کو عرض کی۔
- حضور نبی کریم ﷺ کے ذریعہ حضرت نوح علیہ السلام نے طوفان میں دعا کی جب پانی ان پر بلند ہوا تو ان کی دعا قبول کر لی گئی۔
- حضور نبی کریم ﷺ کی وجہ سے خلیل اللہ علیہ السلام نے اس آگ سے نجات پائی جس کو دشمنوں نے اذیت پہنچانے کیلئے روشن کیا تھا۔
- حضور نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے حضرت ادریس علیہ السلام نے دعا مانگی تو کفیل کی صفت سے متصف اللہ تعالیٰ کے نزدیک رتبہ عالی اور زیادہ ہوا۔

- حضور نبی کریم ﷺ ہی کے ذریعہ حضرت اسماعیل علیہ السلام آزاد کیے گئے اور آپ کیلئے جنت سے دنبہ لایا گیا جیسا کہ قرآن کریم قربانی پر شاہد ہے۔
- حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر محمد مصطفیٰ ﷺ کی وجہ سے کامیاب ہوئے جبکہ ان کے پاس ندا ربی آئی۔
- انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور زبور حضرت داؤد علیہ السلام آپ کے فضل کی شاہد ہیں اور کتنے ہی آپ ﷺ کیلئے فضل اور بلندیاں ہیں۔
- توریت کے الفاظ مصطفیٰ ﷺ کی بعثت پر شاہد ہیں اور اس میں آپ ﷺ کی ثناء موجود ہے۔
- اللہ اکبر! کس قدر آپ ﷺ کی شان وعظمت اکمل ہے، ان میں سے بعض (عظمتوں) پر عقلمند حیران ہیں۔
- اللہ تعالیٰ نے اتنی مرتبہ آپ ﷺ پر ساتوں بلند آسمانوں میں رحمت نازل فرمائی جتنی بار شام صبح کے بعد آتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ نورِ محمدی ﷺ اور نورِ یوسف علیہ السلام کی صلب آدم علیہ السلام میں قرعہ اندازی ہوئی تو حسن و جمال حضرت یوسف علیہ السلام کیلئے اور نور، کمال، خوبصورتی، نبوت، شفاعت، قرآن، ذکاوت، مہر نبوت، سایہ کرنے والا بادل کا ٹکڑا، جمعہ، جماعت، مقام محمود، حوض کوثر اور قضیب اونٹنی حضرت محمد ﷺ کیلئے ہیں۔

اسمِ محمد واحمد کی برکات:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ کی طرف سے منادی کرنیوالا اعلان کرے گا متوجہ ہو جاؤ جس کا نام ''محمد'' ہے اور وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی تکریم کی خاطر جنت میں داخل ہو جائے اور صحیح حدیث میں مذکور ہے کہ جس گھر میں اسم محمد ﷺ واحمد ﷺ ہے۔ اس گھر کی ہر دن اور رات میں فرشتے ستر دفعہ زیارت کرتے ہیں۔

اشعار:

ترجمہ: ''اللہ، اللہ، اللہ، اللہ! ہمارے لیے سوائے اللہ کے کوئی اور آقا نہیں ہے۔ جب بھی میں نے ''یاھو'' پکارا، تو اس نے فرمایا: میرے بندے میں ہی اللہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ربیع الاول کے مہینہ میں آپ ﷺ کا ظہور فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد آئی۔ اے عظیم و شریف مہینے جسے اللہ تعالیٰ نے کرامت والا بنایا۔ اسی میں ہم تمام خوش ہوئے اور مقصد کو پانے کے باعث کامیاب و کامران ہوئے۔ یارسول اللہ ﷺ! ہم فرحاں وشاداں ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے ہم پر انعام کیا۔ سیدنا احمد ﷺ کے ظہور کی وجہ سے تائید شدہ دین ظاہر ہوا۔ مبارک ہو کہ یہ فضل الٰہی محمد ﷺ کے طفیل ہے۔ شفاعت فرمانے والے محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تاریخ ولادت بارہ ربیع الاول ہے۔ آپ ﷺ رفیع القدر ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تائید آپ ﷺ کو ہی حاصل ہے۔ یومِ ولادت مرتبہ کے لحاظ سے جلیل القدر ہوا اور اعلانیہ طور پر بت اوندھے گر پڑے۔ اور آپ ﷺ ہی کی وجہ سے ایوانِ کسریٰ اللہ کے حکم سے رات کو پھٹ گیا۔ جنت سجائی گئی اور اللہ کی طرف سے مدد آئی۔ سورۂ فاتحہ (السبع الثانی) آپ ﷺ کیلئے خاص ہے جو کہ لطیف معانی کا مرقع ہے۔ جو حسن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا کیا، اس میں کوئی آپ کا ثانی نہیں ہے۔ آپ ﷺ اخلاق کے لحاظ سے تمام عالم سے پاکیزہ اور خلقت کے لحاظ سے تمام لوگوں سے جلیل القدر ہیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ نے سلام نازل فرمایا جن کی حمایت مشرق و مغرب میں ہوئی۔ یا الٰہی! اس ھادی اور بشیر و نذیر نبی کریم ﷺ کے طفیل۔ قیامت کے دن ہماری مدد فرما اور اے اللہ! ہماری لغزشوں کو بخش دے۔ جس نے سید تہامی ﷺ کی مدح کی اس نے اپنے رب سے فضیلت کو حاصل کیا۔ اور اسے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر قسم کی بھلائیاں عطا کی جائیں گی۔

نورِ محمدی ﷺ کی تقسیم:

پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نور محمد ﷺ کو دس قسموں میں تقسیم کیا۔ قسم اول سے عرش،

دوسری سے کرسی، تیسری سے لوحِ محفوظ، چوتھی سے قلم، پانچویں سے سورج، چھٹی سے چاند، ساتویں سے ستارے، آٹھویں سے نورِ مومنین، نویں سے نورِ قلب اور دسویں قسم سے روحِ محمد ﷺ کو پیدا فرمایا۔

اسی خاطر ساری کائنات بنائی:

حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا تو اس کو حکم دیا کہ لکھو، قلم نے عرض کی: کیا تحریر کروں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میری مخلوق میں میری توحید "لا الٰہ الا اللہ" کو تحریر کرو تو قلم، اللہ تعالیٰ کے کلام کو سو ہزار سال (ایک لاکھ سال) لکھنے کے بعد ساکن ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے کہا: "لکھو" قلم نے عرض کیا: یارب! اور میں کیا لکھوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لکھو! "محمد رسول اللہ" (ﷺ) قلم نے عرض کیا: محمد ﷺ کون ہیں؟ جن کے نام کو تو نے اپنے نام کے ساتھ ملایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے قلم! ادب سیکھو، میری عزت و جلال کی قسم! اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں اپنی مخلوق میں سے کسی ایک کو بھی پیدا نہ کرتا۔ اس وقت قلم ہیبت الٰہی اور صفت رسول اللہ ﷺ کے باعث دو حصوں میں پھٹ گئی، یہاں تک کہ زبردست گرجنے والے بادل کی طرح اس میں شدید حرکت ہوئی اور پھر اس نے "محمد رسول اللہ" (ﷺ) لکھا جس نے بھی حضور نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ بھیجی تو روزِ قیامت اس کے ہاں آپ کی تشریف آوری کی بشارت ہے۔

نعتیہ اشعار:

ترجمہ: "اے روح! آرزو کو پانے کے باعث خوش ہو جاؤ اور مانگو کیونکہ یہی حبیب اللہ اور سید المرسلین (ﷺ) ہیں۔ یہی وہ شخصیت ہیں جن کی محبت سے میرا دل اور انہی کے باعث میری آنکھیں بیدار ہوئیں۔ یہی ہیں وہ جو مقام حشر میں ہمارے شافع ہیں جب شدت خوف کی وجہ سے ان ہی سے مدد طلب کریں گے۔ یہی وہ ہیں جب تشریف لائے تو سمندر نمکین تھے لیکن ان میں لعاب دہن ڈالا تو پانی شہد کی مانند

ہو گیا۔ یہی ہیں وہ کہ جنہوں نے اکھڑی ہوئی آنکھ کو دوبارہ اپنی جگہ پر لوٹا دیا اور انہی کے لعاب دہن نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھ کو شفا بخشی۔ اے درِ انبیاء اور مرغزار علماء! اے غریبوں کی پناہ گاہ! یا سید المرسلین یا سیدی (ﷺ)! کل قیامت کے دن اس آگ کی حرارت سے بچنے کیلئے شفاعت فرمائیے جس میں پتھر شعلوں کی مانند ہیں۔''

کثرت سے درود پڑھنے پر انعام ربانی:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پاک پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرمائے گا اور جس نے دس مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر سو مرتبہ رحمت نازل فرمائے گا۔ جس نے سو مرتبہ درود شریف پڑھا اس پر اللہ تعالیٰ ایک ہزار مرتبہ رحمت نازل فرمائے گا، جس نے ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا، اللہ تعالیٰ نے اس کے بالوں اور بدن پر آگ حرام کر دی۔

نبی کریم ﷺ قبر انور میں زندہ ہیں:

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھنے والا جنت میں کثیر الازواج ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اپنی قبر میں زندہ ہوں جس نے مجھ پر درود شریف بھیجا میں نے اس کیلئے رحمت کی دعا کی اور جس نے مجھ پر سلام بھیجا میں نے اس کے سلام کا جواب دیا لہٰذا آپ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام بھیجو۔

نعتیہ اشعار:

ترجمہ: ''سیدنا مصطفیٰ، بدر تمام، خیر الانام پر صلوٰۃ بھیجو۔ آپ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام بھیجو، آپ ﷺ ہی یوم محشر میں ہماری شفاعت فرمائیں گے۔ کاش کہ مجھے علم ہوتا کہ کیا میں اس قبر انور کی زیارت کروں گا۔ وہ قبر انور جس نے خیر الوریٰ ﷺ کو میری موت سے قبل محصور کر لیا ان پر سلام ہو۔ میرا شوق اس حبیب خدا ﷺ کیلئے ہے اور موت میرے شوق سے خوش ہوتی ہے۔

فاجعل لقاكَ لي نصيب　　یا خاتم الرسل الکرام

ان لم أزر ذاک الحبیب　　فلیس لی عیش یطیب

والدمع من عینی صبیب　　ان لم أزر ذالک المقام

ترجمہ: ''اپنی ملاقات کو میرا نصیب بنا دے، اے مکرم رسولوں کے خاتم! اگر میں نے اس حبیب ﷺ کی زیارت نہ کی تو میرے لیے کوئی پاکیزہ زندگی نہیں ہے۔ اگر میں نے اس مقدس مقام کی زیارت نہ کی تو آنسو میری آنکھ سے بہنے والا ہے۔''

جب آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں ظاہر ہوئے تو چاند نے گھوارہ میں آپ ﷺ کو باتوں سے خوش کیا۔ آپ ﷺ کی وجہ سے آل مضر نے تمام مخلوق پر فخر کیا۔ حلیمہ سعدیہ نے جب آپ ﷺ کو دیکھا تو آپ ﷺ کے انوار جگمگا اٹھے۔ حلیمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ پر جھک کر معانقہ کیا اور نقاب کے نیچے بوسہ دیا۔ اور اپنے خاوند کو کہتی ہوئی گنگنائیں کہ ہم نے ایک بہت اچھی شکل والے کو پالیا۔ یہ رسول ماوراء الشک ہے جن پر بادل کا ٹکڑا سایہ کرتا ہے۔ شیر خوار بچوں میں اور شور وشغب کے دن ان کا کوئی مثل نہیں ہے۔ میرے ایک پستان سے بڑے لطف واحتشام کے ساتھ دودھ نوش فرمایا۔ یا سیدی! رب السموات نے آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کے آل وصحابہ پر اتنا صلوٰۃ وسلام بھیجا جتنی کہ زوردار برسنے والے بادل نے سخاوت کی۔

نورِ محمدی ﷺ کا منتقل ہونا:

جب اللہ تعالیٰ نے اس دریتیم کو ظاہر کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کی اور فرشتوں نے ان کو سجدہ کیا پھر اس میں اپنی روح پھونکی تو حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: یا رب! میں اپنی پیشانی سے چیونٹی کے چلنے کی سنسناہٹ کی مثل آواز سنتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ آپ ﷺ کے فرزند محمد ﷺ کے ''سبحان اللہ'' کہنے کی آواز ہے اور اس بات پر میرے ساتھ عہد و میثاق کرو کہ تم اسے صرف

پاک پشتوں اور پاکیزہ ماؤں کو ودیعت کرو گے۔ نور محمد ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کے پیشانی میں اپنے کمال کے لحاظ سے سورج یا چودھویں کے چاند کی طرح تھا۔ پھر نور حوا علیہا السلام کو منتقل ہوا اور وہ حضرت شیث علیہ السلام سے حاملہ ہوئیں۔ اسی طرح یہ نور اصلاب طاہرہ میں منتقل ہوتا رہا حتی کہ حضرت عبدالمطلب کو منتقل ہوا جب حضرت عبدالمطلب شکار کی غرض سے باہر نکلتے تو شیر آپ کے پاس آ کر کہتے: اے عبدالمطلب! ہم پر سوار ہو جاؤ تاکہ ہم نورِ محمد ﷺ سے متشرف ہوں۔ پھر حضرت عبدالمطلب نے ایک یثربی عورت سے شادی کی اور وہ حضرت عبداللہ، والد رسول اللہ ﷺ سے حاملہ ہوئیں۔ حضرت عبداللہ کا حسن و جمال بڑھنے لگا اور نور محمد ﷺ آپ کے چہرہ پر اپنے کمال میں چاند کے دائرہ کی مانند تھا۔ اس وقت حضرت عبدالمطلب نے آپ کی شادی آمنہ بنت وھب سے کر دی۔ کہا گیا ہے کہ جب آپ نے حضرت آمنہ سے شادی کی تو سو کی عورتیں کف افسوس ملتے ہوئے اور شوقِ نور محمد ﷺ کی خاطر مر گئیں۔

حضرت آمنہ کی شان میں اشعار:

ترجمہ: اے آمنہ! بشارت اور مبارک ہو کہ سید العالمین (ﷺ) سے حاملہ ہیں۔ اے آمنہ! بشارت ہو کہ آپ نے اولادِ عدنان کے سردار محمد ﷺ کے ذریعہ سے آرزو کو پالیا۔ سیدہ آمنہ کو کنگھی کرنے والیاں آئیں اور فرشتوں کو حکم ہوا کہ ان کو دائیں طرف سے پکڑو اور مراتب رضوان کیلئے ان کے ساتھ چلو۔ آپ قمیصوں پر چمکنے والے زرد رنگ کے نئے سنہری لباس میں تشریف لائیں۔ رضا کے دو نئے لباسوں میں اپنے آپ کو کمر بند سے مرصع کیا اور رب کریم نے سیدہ آمنہ کو تمام عورتوں پر فضیلت دی۔ جب سیدہ آمنہ سفیدی میں ظاہر ہوئیں تو گویا کہ ایسا بدر الدجی ہیں جس میں کسی قسم کے نقص کی ملاوٹ نہیں ہے۔ سرخ و سبز نئے لباس میں ظاہر ہوئیں اور (چال و قامت میں) ہرنیوں اور لچکدار ٹہنیوں پر فوقیت لے گئی۔ آپ کے خدام سونے کی دھونی لے کر آپ کے سامنے آئے۔ آپ ان خدام کے مابین ناز و

انداز سے چلیں اور کہتی ہیں کہ پاک ہے وہ ذات جس نے مجھے عطیہ دیا۔ آپ کی مینڈھیوں کو کھول دیا اور بالوں کو ڈھیلا کر دیا، آپ کے اس احسان کو بان درخت کی ٹہنیوں نے حکایۃً بیان کیا۔ ان خدام نے آپ کے ہم نشینوں کو رضا کے تختوں پر اٹھایا حتی کہ آپ کے حسن و جمال کی آرائش سے بے نیاز خوبصورت عورتوں کے درمیان بہت سی حسین و جمیل ہوگئیں۔ آپ کی شادی میں آسمان سے فرشتے نازل ہوئے تا کہ آپ کو چھوٹے موتیوں کے زیورات سے آراستہ کریں۔ اے ابن عبدالمطلب اٹھو! ٹھہر، اور جلیل الشان خوبصورت چہرہ کو ظاہر کرو۔ اٹھو اور سیدہ آمنہ کو سیف رضا، ہاتھ دراز کر کے دو، سیدہ آمنہ نے سیف رضا کو اطمینان سے لے لیا۔ اے آمنہ! آپ کو مبارک اور خوشی ہو کہ آپ سید العالمین ﷺ سے حاملہ ہوئیں۔ آپ تمام مخلوق سے بہتر مصباح الدجیٰ (اندھیروں کے چراغ) سے حاملہ ہوئیں جو کہ وحی قرآن کے ساتھ مخصوص ہے۔ ایسا خفیف حمل جس میں آپ نے درد محسوس نہ کیا اور آپ ﷺ و مختون (ختنہ شدہ) حالت میں جنم دیا۔ آپ ﷺ کو مکحول، مدھون، پاک وصاف اور تمام قسم کے رنگوں سے معطر حالت میں جنم دیا۔ اے نشانِ ہدایت! اللہ تعالیٰ نے اتنی بار آپ ﷺ پر رحمت نازل کی جتنی دفعہ قمری تمام جہانوں میں چہچہائی۔

پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا حکم پورا ہوا اور اس نبی کریم، عظیم رسول، بشیر و نذیر اور سراج منیر سیدنا محمد ﷺ کے اظہار کے سلسلہ میں مشیت الٰہی نافذ ہوئی۔ اے رب کریم! آپ ﷺ کی سفارش کو ہمارے بارے میں قبول فرما۔

تعریف سیدہ آمنہ میں اشعار:

ترجمہ: (سیدہ آمنہ) اپنی آرزوؤں میں امین اور صفات محمودہ میں خوش مزاج ہیں۔ بخدا جب وہ ظاہر ہوئیں تو میں نے اللہ تعالیٰ سے ان کو مبارکباد دینے کی درخواست کی۔ آپ سوموار کی رات کو ظاہر ہوئیں جبکہ آپ خوبصورت نبی کریم ﷺ سے حاملہ ہوئیں۔ محمد ﷺ حسنین کریمین رضی اللہ عنہ کے جدامجد ہیں اور یقیناً آپ ﷺ نے

حضرت آمنہ کی زمینوں کو عزت بخشی۔ جمعرات کو ظاہر ہوئیں اور انس والے نبی سے حاملہ ہوئیں۔ ہم نے اہل علم و تدریس کے ذریعہ سے حضرت آمنہ پر اللہ کے فضل کو پہچانا۔ جمعۃ کی رات کو ظاہر ہوئیں جبکہ بہت جلد نبی کریم ﷺ سے حاملہ ہوئیں۔ محمد ﷺ حسین و خوش شکل چہرہ والے ہیں جنہوں نے آپ کی زمینوں کو عزت بخشی۔ سیدہ آمنہ سرخ رنگ کی قبا میں کستوری اور خوشبو کے تیز جھونکوں کے ساتھ ظاہر ہوئیں۔ آپ خیر الخلائق محمد عربی ﷺ سے حاملہ ہوئیں۔ اور زرد رنگ کی قبا میں ظاہر ہوئیں تو کستوری و عنبر کی خوشبو پھوٹ پڑی۔ آپ روشن نبی کریم ﷺ سے حاملہ ہوئیں تو میں نے اللہ تعالیٰ سے ان کو مبارکبادی دینے کی درخواست کی۔

ولادت پر فرشتوں کا خوشی اور تسبیح کرنا:

راوی کہتا ہے کہ فرشتوں نے بارگاہ خداوندی میں تسبیح و تکبیر و تہلیل کے ساتھ آوازوں کو بلند کیا۔ جنت کے دروازے کھول دیئے گئے اور تمام جہانوں کے سردار سیدنا محمد ﷺ کی ولادت کی خوشی کے باعث جہنم کے دروازے بند کر دیئے گئے۔ اے کریم! اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت کو ہمارے بارے میں قبول فرما۔ جب حمل آمنہ مکمل ہوا تو ہر ماہ آسمان میں کوئی منادی کرتا ہے کہ حبیب اللہ ﷺ کا فلاں فلاں وقت گزر گیا ہے۔

شہور حمل (حمل کے مہینوں) کے متعلق اشعار:

ترجمہ: ”اے آمنہ! آپ کو بشارت ہو، ہر عیب سے پاک ہے وہ ذات جس نے آپ کو اپنی عطا سے نوازا۔ رب السموت نے آپ کو محمد مصطفیٰ ﷺ کے حمل کے باعث مبارکبادی دی۔ جب آپ ماہ رجب میں مصطفیٰ کریم ﷺ سے حاملہ ہوئیں تو آپ کی سعادت غالب ہوگئی۔ اور آپ نے محمد مصطفیٰ ﷺ کی وجہ سے کوئی تھکاوٹ محسوس نہیں کی کیونکہ یہ نبی ؟؟؟ ہے۔ اس نبی عدنانی کے حمل کا شعبان دوسرا مہینہ ہے۔ آپ صاحب قرآن ہیں اور اے آمنہ! آپ فحش گوئی سے محفوظ ہیں۔ رمضان المبارک آپ

کے پاس خوشی کے ساتھ آیا اور یہ نبی کریم ﷺ ہمارے لیے شفاعت فرمائیں گے۔ اللہ کی قسم! آپ کا جنم دینا مسرت ہے جبکہ آپ کے رب نے آپ کو عطاء سے نوازا ہے۔ جب آپ احمد ﷺ سے حاملہ ہوئیں تو ماہِ شوال سعادت بخشنے کیلئے آیا۔ اور آپ نے کوئی مشقت تکلیف محسوس نہ کی جبکہ رب کریم نے خصوصیت سے نوازا۔ ذوالقعدہ وفا اور مصطفیٰ کریم ﷺ کی بشارت کے ساتھ آیا۔ اور آپ کے رب نے آپ سے عفو فرمایا اور خصوصیت سے نوازا۔ اے آمنہ! اے بخت آمنہ! ذوالحجہ آپ کا چھٹا مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے بکھرے ہوئے کام کو اکٹھا کرنے والا ہے اور سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے باعث آپ کو پورا پورا حق عطا فرما دیا۔ ماہ محرم برکت کے ساتھ آیا اور آپ کا دل طلب کے ساتھ خاص کر دیا گیا۔ اور آپ نے کسی مشقت کو محسوس نہیں کیا کیونکہ یہ نبی صالح و زکی ہے۔ صفر کے مہینہ میں اس صاحب فخر نبی ﷺ کے متعلق خبر ملتی ہے۔ جس کی وجہ سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور رب کریم نے آپ کو مبارکباد دی۔ ماہ ربیع الاول میں نبی کریم ﷺ پیدا ہوئے تو آپ جمال والی ہو گئیں۔ اور اس نور کے متعلق فکر کرو جس کے باعث آپ سعادتمند ہوئیں۔ نبی کریم ﷺ ختنہ زدہ، سرمہ و تیل لگے ہوئے اور ملی ہوئی آبروؤں کے ساتھ پیدا ہوئے اور آپ ﷺ کے حسن نے آپ کو پورا پورا حصہ عطا فرمایا۔ یہ امت کے نبی کریم ﷺ رحمت کے ساتھ ہمارے پاس تشریف لائے۔ انہی کے فضل سے ہم جنت میں قیام پذیر ہوں گے، بخلاف اس شخص کے جو آپ سے عداوت رکھتا ہے۔"

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وصال:

راوی کہتا ہے کہ جب سیدہ آمنہ کے حمل کا چھٹا مہینہ شروع ہوا تو حضرت عبدالمطلب نے اپنے فرزند ارجمند رسول اللہ ﷺ کے والد محترم حضرت عبداللہ کو بلایا اور کہا کہ میرے بیٹے اس مولود کی ولادت کا وقت قریب آ گیا ہے لہٰذا مدینہ طیبہ جاؤ اور ہماری خوشی کی ضیافت کیلئے کھجوریں خرید کر لاؤ۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے سفر کی

تیاری فرمائی لیکن مکہ و مدینہ کے درمیان انتقال فرما گئے۔ پاک ہے وہ ذات جو زندہ ہے اور اس پر موت وارد نہیں ہوتی ہے۔

آپ ﷺ کے قبیلہ کی مدح میں اشعار:

ترجمہ: ''ہمیشہ روحیں آپ ﷺ کی طرف مائل ہوتی ہیں اور بلندی میں آنا جانا آپ ﷺ کیلئے ہے۔ اے معززین اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو اعلیٰ خوبیوں کے افق پر کامیابی کی صبح طلوع نہ ہوتی۔ فضل و کرم وہی ہے جو تمہاری محبت کے باعث نازل کیا گیا اور تمہارے لیے ان کا چراغ نور ہے۔ کون ہے جو تم پر فخر کرے حالانکہ تم قرشی قبیلہ سے ہو اور خوشبو تم سے مہک رہی ہے۔ تمہاری چراگاہ نجات کیلئے مقدس ہے اور تمہارا قبیلہ مہمانوں اور سائلوں کیلئے کھلا ہے۔ احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ تمام فضائل تمہارے ساتھ منسوب ہیں۔ اے آلِ طٰہٰ ﷺ آپ کیلئے افعال حمیدہ کافی ہیں۔ بے شک رفعت تمہارے لیے جواہرات سے مرصع ایک ہار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ رتبہ کے ساتھ آپ کو خاص کیا ہے۔ ان کے اعلیٰ مقام کو پا لینے سے عاجزی کرنا بھی فصاحت ہے۔ اور یقیناً میں تمہاری محبت سے منحرف نہیں ہوتا ہوں جبکہ ملامت کرنے والی عورتوں نے ان کے کلام کو چھپا لیا یا ظاہر کر دیا۔ جب تمام مخلوق تمہاری محبت کے ساتھ مترنم ہوئی تو میری زبان شکر و تعریف کے ساتھ گویا ہوئی۔ تم ہمیشہ کیلئے اہل مکارم و تقیٰ ہو اور ارشاد و صلاح بھی تمہارے پاس ہے۔ تم خوش ہوئے اور آپ کا محلّہ بھی خوش ہوا اور اسی کے باعث ممدوح اور مداح خوش ہوئے۔''

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے وصال پر فرشتوں کی بارگاہِ الٰہی میں عرض:

راوی کہتا ہے کہ جب حضرت عبداللہ نے وصال فرمایا تو فرشتوں نے بارگاہِ خداوندی میں فریادی آوازوں کو بلند کیا اور عرض کی: یا سیدی! مولائی! الٰہی! تیری مخلوق میں آپ کا مصطفیٰ تن تنہا رہ گیا ہے اور اسی طرح جن وانس اور وحشی جانوروں نے عرض کی اور ان میں سے ہر ایک محمد ﷺ کے یتیم ہونے کی وجہ سے محزون ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے

ارشاد فرمایا: اے ملائکہ! رک جاؤ اور اے میرے بندو! خاموش ہو جاؤ، یہ چیز میری قدرت اور ارادہ سے ہے میں اس کے والدین سے زیادہ حقدار ہوں۔ میں اس کا خالق، رازق، محافظ، نگہبان اور اس کے دشمنوں کے خلاف حامی و ناصر ہوں۔ موت میرے بندوں کیلئے حتمی اور لازمی ہے لہٰذا تم اس سے محتاط رہو کیونکہ موت کسی کو باقی نہیں چھوڑے گی۔ ہر عیب سے وہ ذات پاک ہے جس نے اپنے بندوں کیلئے موت کا حکم ارشاد فرمایا۔

وقت ولادت سیدہ آمنہ کے اظہار خیال کا اشعار میں بیان:

میں آپ ﷺ کے فراق سے خوفزدہ تھی تو ہم جدا ہو گئے۔ اس کی مجھے پرواہ نہیں ہے اگر میں آپ ﷺ کے بعد جدا ہوئی۔ اس یتیم کا کون ہوگا جبکہ میرا خاوند انتقال کر چکا ہے۔ اسی لیے خاوندوں کے فوت ہو جانے پر بہت افسوس ہے۔ جبکہ میرا صبر جدائی سے قبل کم نہیں ہوا تو میرا حال جدائی کے بعد کیسا ہوگا۔ جدائی میرے خیال میں بھی نہ تھی لیکن یہ میرے رب ذوالجلال کا حکم ہے۔ ہمارے عزیز و اقارب صاحب عزت ہوئے اور کوچ کر گئے۔ فراق تو ناگزیر ہے اس میں میرا کیا تصرف ہے۔ زمانہ نے ظلم کیا تو ہم جدا ہو گئے، راتوں کے گزرنے میں میرا کیا دخل ہے۔ اگر بشارت دینے والا، ان کی ملاقات کیلئے آیا تو میں نے اس خوشخبری دینے والے کو اپنا جان و مال ھبہ کر دیا۔ ہم محمد مصطفیٰ ﷺ پر صلوٰۃ بھیجنے کے ساتھ ختم کرتے ہیں جو نبی ہیں اور ان کا اسم گرامی بلند و بالا ہے۔

سیدہ آمنہ کو ہر ماہ انبیاء کا بشارت دینا:

راوی کہتا ہے کہ حمل آمنہ کے پہلے مہینہ میں حضرت آدم علیہ السلام تشریف لائے اور سیدنا محمد خیر الانام ﷺ کے متعلق خبر دی۔ دوسرے ماہ حضرت ادریس علیہ السلام تشریف لائے اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے فضل و کرم اور شرف عالی کو خبر دی۔ تیسرے ماہ میں حضرت نوح علیہ السلام تشریف لائے اور بتایا کہ آپ کا فرزند ارجمند فتح و نصرت کا مالک ہے۔ چوتھے مہینے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تشریف لا کر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے

قدر و شرفِ جلیل کے متعلق آگاہ فرمایا۔ پانچوں مہینہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام نے آکر آپ کو بتایا کہ جن سے آپ حاملہ ہیں وہ صاحب مکارم وعزت ہے۔ چھٹے مہینہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تشریف لاکر محمد مصطفیٰ ﷺ کی قدر و جاہِ عظیم کے متعلق آپ کو بتایا۔ ساتویں مہینہ میں حضرت داؤد علیہ السلام نے آکر بتایا کہ جس سے آپ حاملہ ہیں وہ مقام محمود، حوض کوثر، لواء الحمد، شفاعت عظمیٰ اور روزِ ازل کا مالک ہے۔ آٹھویں مہینہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے آکر بتایا کہ آپ نبی آخرالزمان سے حاملہ ہوئیں۔ نویں مہینہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تشریف لاکر خبر دی کہ آپ کے فرزند ارجمند قول راست اور دین راجح کے مالک ہیں۔ ان میں سے ہر ایک نبی نے یہ فرمایا: اے آمنہ! آپ کو بشارت ہو کہ آپ سید الدنیا والاخرہ (دنیا اور آخرت کے سردار) سے حاملہ ہیں اور جب آپ ان کو جنم دیں تو ان کا نام "محمد" (ﷺ) رکھنا۔

اعضاءِ مبارکہ کے اوصاف: (اشعار)

ترجمہ: "اے اہل فلاح! نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ بھیجو جو کہ جہازوں کو چلانے والی ہواؤں کی زینت ہیں۔ اور وہ جس نے یقیناً رات کو سفر کیا اور صبح سے پہلے تشریف لایا۔ اللہ کی قسم! اے اونٹوں کے حدی خوانو! اللہ تعالیٰ کے مصطفیٰ ﷺ کی طرف تیزی سے چلو۔ وہ جس کیلئے تاج و شاہی لباس ہے اور فخر و مصالحت کے لحاظ سے بھی سبقت لے گیا۔ تم جنت کے قافلوں کی طرف مائل نہ ہو بلکہ سواریوں کے پیچھے جلدی جلدی چلو، افضل الخلق کا قصد کرو، تم اہل نجاح (کامیاب) ہو۔ اے حلیمہ! تجھے مبارک ہو کہ آپ کیلئے ایک حسین چہرہ ہے۔ اس کے فضائل عامہ کے باعث خوش ہو جاؤ کہ تم نے کامیابی کو حاصل کر لیا۔ آپ ﷺ کا سینہ مبارک چاندی کی طرح سپید و شفاف ہے اور آنکھ شرمیلی و پست ہے۔ آپ ﷺ کے خوبصورت دانتوں کے باعث عالی مقامات آپ ﷺ کیلئے ہیں۔ آپ ﷺ کے بال سیاہ، یمانی، کامل اور صفات محمودہ کی زینت ہیں۔ آپ ﷺ کا حسن میں کوئی ثانی نہیں اور آپ ﷺ کی شان، حسینوں کیلئے شان ہے۔ اور

ابرو زباد درخت سے نون و صاد کی قوسی شکل میں بنائے گئے ہیں، جس دن آپ بندوں کی شفاعت فرمائیں گے۔ آپ کا ارشاد گرامی علی الاطلاق (بغیر کسی حد بندی کے) جائز ہے۔ آپ ﷺ کی پلکوں اور آنکھوں کے بال گل یاسمین کی مانند ہیں۔ جو کہ پیشانی کے نیچے کاغذ کے اوراق میں، نون کی مانند قوسی شکل میں ہیں۔ آپ ﷺ کے رخسار سرخ گلابی رنگ کے اور نگاہ خالص ہندی ہے۔ قمری آپ ﷺ کے خصائل محمودہ کے متعلق چہچہائی اور مترنم ہوئی۔ آپ ﷺ کے رخسار پر تل ہے اور آپ ﷺ کے کندھوں پر مہر نبوت ہے۔ بادل نے آپ ﷺ پر سایہ کیا اور آپ کا چہرۂ اقدس مثل صبح ہے۔ آپ کی ناک کشادہ، ابروؤں میں ظاہر و مخمور اور لعاب دہن بار بار شیریں ہے۔ عاشق آپ ﷺ کے عمدہ فضائل کے متعلق مصدق و محقق ہے۔ گردن آپ ﷺ کی رومیو ماوردی اور سینہ علوم کا خزینہ ہے۔ اور آپ ﷺ کی عمدہ فضیلتیں ثریا ستاروں کی مانند ہیں۔

کل عاص مستجیر
یا بن زمزم و البطاح

ترجمہ: ''ہر گناہ گار محمد رسول اللہ ﷺ سے پناہ کا طلب گار ہے۔''

آپ کی ہتھیلی جو ہر شفاف ہے جس کو انگلیوں نے مزین کیا ہوا ہے۔ اور آپ ﷺ کی سخی، ہتھیلیوں کو ناخنوں کا تاج پہنایا ہوا ہے۔ اے لوگو! کعبۃ اللہ ہر گھڑی روشن و منور ہے۔ یہ محمد ﷺ صاحب شفاعت ہیں اور آپ کے حوض سے پانی ختم نہیں ہوگا۔ نبی کریم ﷺ پر ہزاروں مرتبہ درود ہو، جن کا ذکر باعث مسرت ہے۔ ہر مرتبہ درود شریف پڑھنے سے دس گنا ثواب ہے جیسا کہ اہل صلاح نے فرمایا ہے۔

ولادت سے قبل بارہ راتوں کے واقعات:

جب نویں مہینہ ربیع الاول کی پہلی رات ہوئی تو سیدہ آمنہ کو سرور مسرت حاصل ہوئی۔ دوسری رات میں آرزو کے پانے کی بشارت دی گئی۔ تیسری رات میں کہا گیا کہ آپ اس سے حاملہ ہیں جو ہماری حمد و شکر بجالائے گا۔ چوتھی رات میں آپ نے آسمانوں

سے تسبیح ملائکہ سنی۔ پانچویں رات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے دیکھا کہ اے آمنہ! مدح وعزت کے مالک کے باعث خوش ہو جاؤ۔ چھٹی رات میں فرحت وبرکت مکمل ہوگئی۔ ساتویں رات میں نور چمکا اور مدہم نہیں ہوا۔ آٹھویں رات میں جب آپ کے جنم دینے کا وقت ہوا تو فرشتوں نے سیدہ آمنہ کے گرد طواف کیا۔ نویں رات میں سیدہ آمنہ کی سعادت وغنا ظاہر ہوئی۔ دسویں رات میں فرشتوں نے شکر وثناء کے ساتھ "لا الہ الا اللہ" کا ورد کیا۔ گیارہویں رات میں سیدہ آمنہ سے مشقت وتعب (تھکاوٹ) دور ہوگئی۔

ولادت مصطفیٰ ﷺ:

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ربیع الاول کی بارہویں رات میں مجھے شدید قسم کا دردزہ ہوا اور وہ پیر کی رات تھی جس میں مجھ پر رعب طاری ہوا تو میں نے اپنے اوپر اور اپنی تنہائی پر آنسو بہائے۔ میں اسی حالت میں تھی کہ دیوار شق ہوئی اور اس سے ایسی عورتیں برآمد ہوئیں جو کھجور کے لمبے درخت کی طرح ہیں اور عبد مناف کی بیٹیوں کے مشابہ سفید صنوبر کے درخت کی طرح ہیں اور ان سے کستوری کی خوشبو مہک رہی ہے۔ انہوں نے فصاحب لسانی اور شیریں کلام کے ساتھ مجھے سلام کیا اور کہا: خوف وغم نہ کرو۔ میں نے ان کو کہا: آپ کون ہیں؟ جواباً انہوں نے کہا: ہم حوا، آسیہ اور مریم بنت عمران (علیہم الصلوٰۃ والسلام) ہیں، پھر ان کے بعد دس اور عورتیں داخل ہوئیں تو میں نے ان سے کہا: آپ کون ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم حورِعین ہیں اور ولادت سید المرسلین کے باعث حاضر ہوئی ہیں۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ دردزہ شدت اختیار کر گیا باوجودیکہ میں بوجھ تکلیف اور خون بالکل محسوس نہیں کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے میری نگاہ سے حجاب اٹھا دیا، تو میں نے زمین کے مشارق ومغارب کو دیکھا اور تین جھنڈے بھی دیکھے جن کو مشرق، مغرب اور بیت اللہ کی چھت پر نصب کیا گیا۔ فرشتوں کو فوج در فوج دیکھا۔ سبز رنگ کی ٹانگوں والے اور یاقوت جیسی چونچوں والے پرندوں نے فضا کو بھر دیا جو مختلف زبانوں میں تسبیح الٰہی کر رہے ہیں۔ مجھے پیاس نے غلبہ کیا تو

ایک پرندہ جس کے پاس سفید موتی میں سے پانی کا گھونٹ تھا۔ میرے پاس آیا اور بالکل وہی مجھے دیا تو یہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ شیریں تھا۔ میں نے پی لیا تو میرا دل فرحاں وشاداں ہو گیا اور میں نے اپنے رب کی حمد بیان کی۔

مشکل حاجت ختم ہونے کا وظیفہ:

✿ جو کوئی حاجت مند ہو تو وہ درج ذیل کلمات کہے:

يَا قَاضِيَ الْحَاجَاتِ! يَا مُجِيْبُ الدَّعْوَاتِ، يَا غَافِرِ الذَّنْبِ وَ الْخَطِيْئَاتِ، يَا كَاشِفَ الضُّرِّ وَ الْبَلِيَّاتِ، يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ

ترجمہ: ''اے حاجات کو پورا کرنے والے! اے دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشنے والے! اے گناہ وغلطیوں کی مغفرت فرمانے والے! اے نقصان و مصائب کو دور فرمانے والے یارب العالمین۔''

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ آوازیں ختم ہوگئیں، حرکات پُرسکون ہوگئیں اور گردنیں بلند ہوئیں تو میں کیا دیکھتی ہوں کہ ایک سفید رنگ کا پرندہ اپنے دونوں پروں کے ساتھ میری پشت پر سے گزرا، تو میں نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو جنم دیا۔

القیام: (درود وسلام پیش کرتے ہوئے کھڑا ہونا)

الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ	السلام علیک و رحمة اللہ و برکاتہ
طٰہٰ یا حبیبی سلام علیک	یا مسکی و طیبی سلام علیک
یا عون الغریب سلام علیک	احمد یا محمد سلام علیک
طٰہٰ یا ممجد سلام علیک	من زارک یسعد سلام علیک
احمد یا تھامی سلام علیک	یا خیر الانام سلام علیک
من باب السلام سلام علیک	یا عزی و جاھی سلام علیک
سمال الا لہ سلام علیک	یاخیر الخلائق سلام علیک
افضل کل ناطق سلام علیک	ماسارت مطا یا سلام علیک

ما دفعت بلایا سلام علیک　　من رب رحیم سلام علیک

من رب رحیم سلام علیک　　یاخاتم الانبیاء و المرسلین

ترجمہ: ''اے اللہ کے رسول (ﷺ)! آپ پر اللہ کی رحمت اور سلام ہو۔ آپ پر سلامتی اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔ اے میرے محبوب! اور طٰہٰ آپ ﷺ پر سلام ہو، اے میرے مسک اور پاکیزہ خوشبو آپ پر سلام ہو۔ اے پردیسی کی مدد آپ پر سلام ہو۔ اے محمد واحمد آپ ﷺ پر سلام ہو۔ اے مجید وطٰہٰ آپ ﷺ پر سلام ہو۔ جو آپ ﷺ کی زیارت کرے سعادتمند ہو جاتا ہے آپ ﷺ پر سلام ہو۔ اے احمد! اے تہامی! آپ ﷺ پر سلام ہو، اے مخلوق میں سب سے بہتر آپ ﷺ پر سلام ہو۔ باب السلام سے آپ ﷺ پر سلام ہو، اے میرے عزت جاہ آپ ﷺ پر سلام ہو۔ اللہ نے آپ کا نام رکھا آپ ﷺ پر سلام ہو، اے مخلوق میں سب سے افضل آپ ﷺ پر سلام ہو۔ اے ہر انسان سے افضل آپ ﷺ پر سلام ہو، جب تک سواریاں چلیں آپ ﷺ پر سلام ہو۔ جس قدر مصائب دور کیے گئے آپ پر سلام ہو، رب رحیم کی طرف سے آپ ﷺ پر سلام ہو۔ رب رحیم کی طرف سے آپ ﷺ پر سلام ہو، اے انبیاء ورسل کے خاتم!!''

دیگر اشعار: (تعریف مصطفٰی ﷺ میں)

ترجمہ: حبیب مصطفٰی ﷺ اس حال میں آپ پیدا ہوئے کہ آپ کا رخسار گلابی رنگ کا ہے اور نور آپ ﷺ کے رخساروں سے چمک رہا ہے، اگر آپ پیدا نہ ہوتے تو نقا (جگہ کا نام)، جمی (جگہ کا نام) اور معھد (جگہ کا نام) ہرگز نہ ہوتے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنے قلعہ کی کرسی میں سے اعلان فرمایا کہ یہ خوبصورت چہرہ والے احمد ﷺ ہیں۔ یہ سرگیں آنکھ والے مصطفٰی ﷺ ہیں۔ یہ جمیل الوجہ (خوبصورت چہرے والے) اور یکتا ہیں۔ یہ عمدہ صفت والے مرتضٰی ﷺ ہیں۔ یہ حبیب اللہ ﷺ اور سید ہیں (اللہ کے حبیب اور مخلوق کے سردار ہیں۔) سیدہ آمنہ کیلئے آپ ﷺ کے حسن کی خوابوں کی بشارت ہو۔ یہی وہ بہت وسیع عزت والے ہیں۔ آپ کے چہرہ میں نور، رخسار میں

گلابی رنگ اور بالوں میں سیاہ رات ہے۔ یہ اگر پیدا نہ ہوتے تو ہمیشہ قبا کا ذکر نہ کیا جاتا اور نہ ہی وادیٔ محصب کا قصد کیا جاتا۔ اگر حضرت یوسف علیہ السلام اپنے حسن میں کامل تھے تو اس مولود کا جمال ان سے زیادہ ہے۔ اگر حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا قرب عطا کیا گیا تھا تو میری عمر کی قسم! ہر ایک طٰہٰ علیہ السلام سے سعادت حاصل کرتا ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام عبودیت عطا کیے گئے تھے تو محمد مصطفیٰ علیہ السلام ان سے زیادہ جلیل القدر اور افضل ہیں۔ اے یومِ ولادت مختار علیہ السلام کتنے ہی تیرے لیے عالی مدائح و ثنا ہے اور کتنا ہی تیرا ذکر حمد کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔ کاش کہ طوالت زمانہ کے برابر میرے پاس ان کا ذکر اور یومِ ولادت ہوتا۔ سیدہ آمنہ نے آپ علیہ السلام کو ناف بریدہ اور ختنہ شدہ جنم دیا جیسا کہ احادیث مسندہ صحیحہ میں وارد ہے۔ آپ کا ذکر مجھ پر بار بار وارد ہوتا ہے اور میں ہی ہوں جو آپ کے بعد اور آپ سے دوری کے باعث غافل نہیں ہوں۔ ان پر اللہ تعالیٰ نے اتنی رحمت نازل کی جتنی کہ سحری کے وقت باد صبا چلی اور جب تک کہ وادیٔ محصب کا قصد کیا۔ اے وہ شخصیت جن کا نام مخلوق کے درمیان ''احمد (علیہ السلام) و محمد (علیہ السلام)'' ہے اللہ تعالیٰ نے آپ پر رحمت نازل فرمائی۔

حالات وصفات بعد از ولادت:

سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ علیہ السلام کو سرمہ ڈالے ہوئے تیل لگائے ہوئے معطر حالت میں، ختنہ شدہ، اللہ عزوجل کو سجدہ کیے ہوئے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمانوں کی طرف اٹھائے ہوئے حالت میں جنم دیا۔ آپ علیہ السلام کا چہرہ اقدس نور سے چمک رہا تھا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو اٹھایا اور جنت سے لائے ہوئے ریشمی کپڑے میں لپیٹا اور آپ علیہ السلام کے ساتھ زمین کے مشارق ومغارب کا طواف کیا۔ سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ کسی کو اعلان کرتے ہوئے سنا کہ آپ علیہ السلام کو ناظرین کی آنکھوں سے چھپا لیجیے۔

کامل وجود والے نور:

ترجمہ: ”ماہِ ربیع الاوّل میں سعادت اور ظاہری مسرت بدرتمام (چاند کی پوری چاندی) کے ساتھ آئی۔ سیدہ آمنہ بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ جب آپ ظاہر ہوئے تو بے شک آپ ﷺ کامل وجود والے نور تھے۔ آپ ﷺ صحیح معنوں میں بارگاہِ الٰہی میں سربسجود، عاجزی سے دعا کرنے والے اور ”لا الہ الا اللہ“ کا ذکر کرنے والے کی طرح تھے۔“

میں نے آپ ﷺ کے جسم کو تیل لگانے کا ارادہ کیا تو میں نے جسم کو مدھون (تیل لگا ہوا) اور آپ ﷺ کی پلکوں کو سرمگیں پایا۔ پردوں کے پیچھے سے میں نے کسی کو یہ کہتے سنا کہ اس کو تمام مخلوق کی نظروں سے اوجھل کرلو اور اس میں غفلت نہ کرو۔ تاکہ فرشتے آسمان میں ان کے سبب خوشی منائیں، اے بنت وہب! ان کے متعلق غفلت کرنے سے بچو۔ اس معاملہ کے بعد آپ ﷺ کے دادا جان تشریف لائے تو ان کو ندا دی گئی کہ ابھی داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ میں نے اپنا سر اٹھایا تو دیکھا کہ ایک بادل کے ٹکڑے نے آکر میرے گھر کو چھتری کی مانند ڈھانپ لیا ہے۔ اس بادل کے ٹکڑے نے آپ ﷺ کو میری آنکھوں کے سامنے سے ایک گھڑی کیلئے لے لیا اور فوراً ہی آپ مجھے لوٹا دیئے گئے۔ میں نے بادشاہوں کو اپنے پاس آتے ہوئے دیکھا جبکہ گھر کا کونہ انتہائی بھونچال زدہ کی طرح گرج رہا ہے۔ میں نے مکہ اور سرزمین مکہ کو دیکھا کہ حالب طرب (خوشی) میں آپ ﷺ کے چہرے کے ”لا الہ الا اللہ“ کہنے والے نور کے باعث رقص کناں ہوگئی۔ میں نے زمین کے تمام خشک وتر مقامات کو دیکھا کہ وہ دلہنوں کی مانند ظاہر ہیں۔ جو کچھ میں نے دیکھا اس کا یہاں تک انکار کرتی رہی گویا کہ میں زبان سے کہنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ میں نے آپ ﷺ کو دودھ پلانے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے رخ انور پھیر لیا، میں نے دوبارہ کوشش کی تو گویا آپ نہیں پینا چاہتے تھے۔ یہاں تک کہ اسی وقت ایک شخص یہ کہتے ہوئے ظاہر ہوا کہ آؤ اور تمام مخلوق سے افضل بہتر کو دودھ پلاؤ۔

حضور نبی کریم ﷺ کو عطائے خدا:

سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ میں نے کسی کہنے والے کو سنا کہ محمد ﷺ کو صفوتِ آدم علیہ السلام، مولدِ شیث، شجاع نوح علیہ السلام، حلم ابراہیم علیہ السلام، لسانِ اسماعیل علیہ السلام، رضاء اسحاق علیہ السلام، فصاحب صالح علیہ السلام، رفعت ادریس علیہ السلام، حکمت نعمان علیہ السلام، بشارتِ یعقوب علیہ السلام، جمالِ یوسف علیہ السلام، صبر ایوب علیہ السلام، قوت موسیٰ علیہ السلام، تسبیح یونس علیہ السلام، جہادِ یوشع علیہ السلام، نغمہ داؤد علیہ السلام، ہیبت سلیمان علیہ السلام حب دانیال وقار الیاس، عصمت یحییٰ، قبولیت زکریا، زہد عیسیٰ اور علم خضر علیہم السلام عطا کر دو اور آپ ﷺ کو انبیاء و رسل کے اخلاق میں غوطہ دو۔ بلا شک وشبہ آپ سید الاولین والآخرین ہیں۔

میں نے دیکھا کہ ایک بادل کا ٹکڑا میرا طرف آیا اور کوئی کہہ رہا ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ نے فتح اور بیت اللہ کی کنجیوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ میں نے ایک فرشتہ کو آتے دیکھا اور اس نے آپ ﷺ کے کانوں میں گفتگو کی، پھر آپ ﷺ کو بوسہ دیا اور کہا: اے میرے حبیب ﷺ! آپ کو بشارت ہو کہ یقیناً آپ ﷺ تمام اولاد آدم علیہ السلام کے سردار ہیں۔ آپ پر ہی اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو ختم کر دیا۔ اولین و آخرین کا تمام علم صرف آپ ﷺ کو ہی دیا گیا۔ سیدہ آمنہ نے کسی کو کہتے ہوئے سنا کہ اے آمنہ! کسی کیلئے تین دن تک دروازہ مت کھولو، یہاں تک کہ ساتوں آسمانوں کے فرشتے آپ ﷺ کی زیارت سے فارغ ہو جائیں۔ آپؓ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کیلئے گھر کو سجایا اور دروازے کو بند کر لیا اور میں دیکھ رہی تھی کہ آپ ﷺ پر فرشتے فوج در فوج نازل ہو رہے ہیں۔

شانِ ولادت میں اشعار:

ترجمہ: ''صاحب شرف ربیع الاول میں پیدا ہوئے تو کائنات رقصاں اور ستارے منور ہیں۔ آپ ﷺ کے جمال کی دلہن شاہی لباس میں آئی۔ اس لباس میں کوئی بھی اس سے پہلے ظاہر نہیں ہوا تھا۔ سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کے جمال کو دیکھا جو ماہِ کامل کی طرح ظاہر و منور ہے۔ اور میں نے آسمان کے فرشتوں

کو آراستہ و پیراستہ دیکھا اور کائنات و برکت میرے گھر میں رقص کر رہی ہے۔ میں نے پوچھا: یہ سب کیا ہے تو بلندی سے جواب دیا گیا کہ یہ سوال مت پوچھو اور ان کے فضل کے متعلق سوال نہ کرو۔ آپ ﷺ کو آسمانی فرشتوں کی نظروں سے مت چھپاؤ۔ ان کی زندگی کی قسم! ایسا مت کرو۔ یہ شرافت و فضل کا مجسمہ وہی ہے جو تمام مخلوق سے فائق اور قدرِ عالی کا مالک ہے۔ اے اونٹنیو! اگر تم وادی عقیق کے خیموں میں شام کے وقت پہنچی ہو تو میں تمہیں نصیحت کرتی ہوں کہ یہیں ٹھہر جاؤ۔ تمہیں بشارت ہو کہ یقیناً اس جائے پناہ میں ایک چاند ہے جو تمام چاندوں سے فائق اور زیادہ روشن ہے۔ میرے رب کریم نے آپ پر اتنی دفعہ دائمی رحمت نازل فرمائی جتنی دفعہ پرندے بلند آواز سے چہچہائے۔

شب ولادت معجزات کا ظہور:

سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ اس رات فارس کی آگ بجھا دی گئی جو کہ اس سے ہزار سال قبل نہیں بجھی تھی۔ کسریٰ کا محل شق ہو گیا، اس کے کنگرے بکھر گئے اور چودہ کنگرے گر گئے۔ ساوہ طبریہ کے سمندر کا پانی نیچے اتر گیا۔

سحر و کہانت باطل ہو گئے، آسمان کی نگہبانی کی گئی، شیاطین کو چوری چھپے سننے سے روک دیا گیا۔

واصبحت اصنام الدنیا کلھا منکو سۃ واصبح عرش ابلیس عدوا اللہ منکو ساء اکراما المحمد ﷺ

ترجمہ: ”دنیا کے تمام بت اوندھے ہو گئے اور اللہ کے دشمن ابلیس کا تخت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعظیم کی خاطر اوندھا ہو گیا۔“

جب آپ ﷺ پیدا ہوئے تو اپنی والدہ سے گھٹنوں کے بل دوزانو حالت میں جدا ہوئے اور آپ ﷺ کی نگاہ آسمان کی طرف تھی جس سے دائیوں نے حیرانگی کا اظہار کیا اور انہوں نے آپ ﷺ کے دادا جان کو اس کے متعلق آگاہ کرنے کیلئے پیغام ارسال کیا۔

فكشف عنه الغطاء فاذا هو يمص أصابعه فتشخب لبنا

ترجمہ: ''آپ ﷺ سے پردہ کو ہٹایا تو آپ ﷺ اپنی انگلیاں چوس رہے تھے جن سے دودھ جاری ہے۔''

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا اور رضاعت:

عربوں کی یہ عادت ہے کہ جب ان کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو اس کیلئے دودھ پلانے والی عورتوں کو تلاش کرتے اور اس بچے کی والدہ اس کو دودھ نہ پلاتی تھی جب آپ ﷺ پیدا ہوئے تو تمام دودھ پلانے والی عورتوں سے دریافت کیا گیا تو ہر ایک نے کہا: میں اسے دودھ پلاؤں گی لیکن حکمت الٰہیہ سبقت لے گئی کہ اس کریم النفس دریتیم کو حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے سوا کوئی دودھ نہ پلائے۔

سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس سال رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے، اس سال لوگ سخت تنگی کا شکار تھے کیونکہ وہ قحط کا سال تھا اور ہم لوگوں کی بہ نسبت زیادہ فقر و تنگدستی میں تھے۔ میں بنوسعد کی عورتوں کے ساتھ جو کہ شیر خوار بچوں کی تلاش میں تھیں، اپنی کمزور گدھی پر سوار روانہ ہوئی جو ایک قطرہ دودھ نہ دیتی تھی اور ہم اپنے بھوکے بچوں کی آہ وزاری کے باعث تمام رات نہ سوئے اور اپنے پستانوں میں کچھ دودھ نہ پاتی جو کہ میرے بچے کو سیر کرے، جب ہم مکہ میں داخل ہوئے جس کو اللہ تعالیٰ نے مشرف فرمایا ہے، تو تمام دودھ پلانے والی عورتیں شیر خوار بچوں کی تلاش میں چلی گئیں لیکن میں اور سات دوسری دودھ پلانے والی عورتیں باقی رہ گئیں تو ہم سے عبدالمطلب ملے اور کہا: میرے پاس ایک بچہ ہے، آؤ تا کہ تم اسے دیکھو، کون اس بچے کے حصے میں ہے اور وہ اسے حاصل کرلے۔

سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم سب حضرت عبدالمطلب کے ساتھ گئیں اور جب ہم نے آپ ﷺ کو دیکھا تو ہر ایک نے کہنا شروع کردیا کہ میں اسے دودھ پلاؤں گی اور وہ آپ ﷺ کی طرف آگے بڑھیں تو آپ ﷺ نے ان سب عورتوں

سے منہ پھیر لیا۔ میں آپ ﷺ کی طرف آگے بڑھی تو جس وقت آپ ﷺ نے مجھے دیکھا تو تبسم فرمایا اور میری طرف آئے۔ میں نے آپ ﷺ کو اپنی گود میں رکھا اور اپنا دایاں پستان آپ ﷺ کو دیا تو آپ ﷺ نے اس سے دودھ پیا لیکن جب میں نے بایاں پستان دیا تو یہ جانتے ہوئے آپ ﷺ نے منہ پھیر لیا کہ آپ ﷺ کے ساتھ کوئی اور بھی حصہ دار ہے۔ آپ ﷺ کے ساتھ میری محبت و رغبت زیادہ ہوگئی، جب میں نے آپ ﷺ کو لے کر جانے کا ارادہ کیا تو عبدالمطلب نے فرمایا: یہ یتیم ہے اور والد انتقال کر چکے ہیں تو میں نے عرض کی: ذرا مہلت دیجیے تا کہ میں اپنے خاوند حارث سے اس بارے میں مشورہ کرلوں۔ میں اپنے خاوند کے پاس گئی اور سارا قصہ ان کو بیان کیا تو انہوں نے مجھے کہا: لے آؤ۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اسی بچے کے باعث ہمارے لیے برکت عطا فرمائے گا۔ میں آپ ﷺ کی طرف واپس گئی اور لے کر اپنی گود میں رکھا تو آپ میرے پستان کی طرف آ گئے۔ جب صبح ہوئی تو میرے خاوند نے میرے لیے گدھی کو آگے کیا جبکہ سبز دودھ پلانے والی عورتوں کی گدھیوں میں سے سب سے زیادہ کمزور میری گدھی تھی، جونہی میں اس پر سوار ہوئی اور آپ ﷺ کو اپنے سامنے رکھا کہ گدھی چاق و چوبند ہوگئی اور تمام گدھیوں سے سبقت لینے لگی۔ اس سے لوگوں نے تعجب کیا اور میں نے محمد مصطفیٰ ﷺ کے باعث خوشی محسوس کی۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق اشعار:

ترجمہ: اے حلیمہ! بلند درجات کے ساتھ خوش ہو جاؤ کہ تم عمومی الطاف (عام مہربانیوں) کی وجہ سے کامیاب ہوگئیں۔ تمہارے تمام معاملات درست (سنور) ہو گئے اور کتنی ہی احسن بات ہے کہ آپ ﷺ کی خلقت عظیم ہے۔

✿ ''اے حلیمہ! خوش ہو جاؤ کیونکہ تمہارے لیے ہی بشارت ہے۔'' ✿

تمہیں مسرتوں اور سرور کے ساتھ نوازا گیا اور تو نے آپ کی وجہ سے تمام آرزوؤں کو بھی بچا لیا۔ ایسے نبی (محترم) جن میں تمام صفات حمیدہ جمع ہوئیں اور

آپ ﷺ کے حسین چہرہ کے باعث تم کامیابی سے ہم کنار ہوئیں۔

"اے حلیمہ! خوش ہو جاؤ کیونکہ تمہارے لیے ہی بشارت ہے۔"

کامیابی تمہارے لیے ہی ہے کیونکہ تم نے خیر الخلائق ﷺ کو دودھ پلانے کا فریضہ اور شفاعت مصطفیٰ ﷺ کو حاصل کیا۔ آپ ﷺ کے اوصاف میں سے حسن قناعت ہے اور آسودہ حالی سے خوش ہو جاؤ کیونکہ تم ایک ہی جگہ رہائش پذیر ہو۔

"اے حلیمہ! خوش ہو جاؤ کیونکہ تمہارے لیے ہی بشارت ہے۔"

تم نے اس مصطفیٰ وہادی ﷺ کی کفالت کی جن پر جان قربان کی جاتی ہے اور آپ ﷺ ایسے نبی ہیں جنہوں نے مکارم اخلاق کی چادر اوڑھی ہوئی ہے۔ جب چاند نظر آتا ہے تو آپ ﷺ سے غیرت کھاتا ہے کیونکہ آپ ﷺ کے چہرہ میں اوصاف کریمہ جمع ہیں۔

"اے حلیمہ! خوش ہو جاؤ کیونکہ تمہارے لیے ہی بشارت ہے۔"

کائنات میں آپ ﷺ کے جمال کی دلہن کی حفاظت کی جاتی ہے اور اس کے متعلق افعال کریمانہ والی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے۔ آپ ﷺ ایک صاحب استقلال حبیب ﷺ ہیں جن سے دیر تک فائدہ اٹھایا گیا اور آپ ﷺ کے عظیم افعال حمیدہ ظاہر ہوئے۔

"اے حلیمہ! خوش ہو جاؤ کیونکہ تمہارے لیے ہی بشارت ہے۔"

ایسے نبی ہیں جن کا نور، حسن میں ظاہر ہے اور ایسے حبیب ہیں جن کی خوشبو کائنات میں پھوٹ رہی ہے۔ آپ ﷺ کے اوصاف کی تعریفیں کی جاتی ہیں اور آپ ﷺ کی برکات کے باعث ہی تم مقیم ہو گئی ہو۔

"اے حلیمہ! خوش ہو جاؤ کیونکہ تمہارے لیے ہی بشارت ہے۔"

دار الخلد میں کس نے آپ ﷺ پر رحمت نازل فرمائی اور آثار رضا آپ ﷺ پر ظاہر ہوئے۔ بہت ہی زیادہ خوشحالی آپ ﷺ کی طرف دوڑ کر آتی ہے اور جنت میں حوریں آپ ﷺ کی خدمت کیلئے حاضر ہیں۔

"اے حلیمہ! خوش ہو جاؤ کیونکہ تمہارے لیے ہی بشارت ہے۔"

حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں جس پتھر، درخت اور ڈھیلے کے پاس سے گزرتی تو وہ کہتا: اے حلیمہ! تجھے بشارت ہو، جو کچھ میں نے دیکھا اس کے باعث میں متعجب ہوگئی۔ خوشی نے مجھے گھیر لیا اور سید الانام ﷺ کے نور نے مجھ سے ظلمت کی شدت کو دور کر دیا تو میں حضور نبی کریم ﷺ کے انوار کی روشنی میں چلتی رہی یہاں تک کہ میں اپنے گھر پہنچ گئی اور جو کچھ میرے اردگرد تھا وہ روشن ہوگیا جب بنو سعد نے ان انوار کو دیکھا تو انہوں نے کہا: اے حلیمہ! یہ چمکنے والا نور کیا ہے؟

اشعار:

ترجمہ: جب حلیمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے چمکنے والے انوار کی تصدیق کر لی تو خوش ہوئی اور اٹھ کر ہمارے نبی خیر الانام ﷺ کے ساتھ بغل گیر ہوگئی۔

- حلیمہ کہتی ہیں کہ ہم سے مشقت دور ہوگئی اور خوشی آ گئی۔ اے ہماری کامرانی و سعادت مندی! ہم نے محمد مصطفیٰ ﷺ کی وجہ سے آرزو کو پالیا۔
- نور مصطفیٰ ﷺ کا پایا جانا سورج کیلئے عقل اور صفا کا مقصود ہے۔ عطاء کا خزینہ اور وفا کا راز ہمارے پاس شیر خوار بچہ ہوگیا۔
- اس کیلئے بشارت ہو جو سعادتمند بنا دی گئی اور خوفناک اشیاء سے دور کر دے گئی۔ رب کریم کی طرف سے رضاعت احمد ﷺ کا وعدہ دی گئی جو کہ ہم سب سے افضل ہیں۔
- اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے مرتبہ کو ہمارے اندر بلند فرمایا اور آپ ﷺ کے عمدہ کام کا اعلان فرمایا۔

اے پکارنے والے! آپ ﷺ کے ذکر کو بار بار دہراؤ کیونکہ آپ ﷺ کی محبتوں اور چاہتوں کو یہاں جمع کرتا ہوں۔

- اگر تو نے سعادت کا قصد کیا ہے تو آپ ﷺ کی پناہ میں آجاؤ کیونکہ سعادت آپ ﷺ کی محبت ہے۔

یا رب! ہم تمام کو حساب والے دن حضور نبی کریم ﷺ کی طفیل سعادت مند بنا۔

حلیمہ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ اس طرح پروان چڑھے کہ بچوں میں سے کوئی ایک بھی آپ ﷺ کی طرح نہیں پھلا پھولا۔

حضور نبی کریم ﷺ کی پہلی گفتگو:

✿ جب آپ ﷺ دو سال کی عمر کے ہوئے تو میں نے پہلی بات آپ ﷺ سے سنی کہ وہ ارشاد فرماتے ہیں:

اللہ اکبر کبیرا و الحمد للہ کثیر و سبحان اللہ بکرۃ و اصیلا

ترجمہ: "اللہ بہت بڑا ہے، اللہ کیلئے بہت ہی تعریفیں اور وہ صبح و شام سبحان ہے۔"

چار سال کی عمر میں والدہ کے پاس:

جب آپ ﷺ چار سال کے ہوئے تو ہم آپ ﷺ کی والدہ محترمہ کے پاس حاضر ہوئے حالانکہ ہم آپ کیلئے بہت حریص تھے، ہم نے عرض کیا کہ آپ انہیں ہمارے پاس چھوڑ دیں تو ہم ان کی حفاظت کی بھی تشویش کریں گے اور امکانی حد تک (وسعت کے مطابق) تربیت کریں گے اور اس طرح کرنے سے ہم صرف اللہ ﷺ کی برکت کا ارادہ رکھتے ہیں۔ سیدہ آمنہ نے آپ ﷺ کو ہمارے ساتھ واپس لوٹا دیا۔

ایک دن آپ ﷺ نے مجھے کہا: اے والدہ! میں دن کے وقت اپنے بھائیوں کو نہیں دیکھتا۔ میں نے آپ ﷺ کو بتایا کہ وہ اپنے گھروں کے اردگرد بکریاں چراتے ہیں تو آپ ﷺ فرمانے لگے کہ مجھے بھی ان کے ساتھ بھیجو، تو میں نے بدنظر سے بچنے کی خاطر کھجور کے تنے کا ایک منکہ گلے میں معلق کر دیا۔ آپ ﷺ نے لاٹھی لی اور اس طرح نکلے جیسے چرواہے نکلتے ہیں جب آپ ﷺ ہر شام لوٹتے تو میں آپ ﷺ کے حال کے متعلق دریافت کرتی تھی تو میرے بچے بتاتے کہ ان کی وجہ سے ہم عجیب و غریب حالات مشاہدہ کرتے ہیں کہ اگر وہ خشک جگہ پر چلتے تو وہ فوراً سرسبز ہوگئی اور جس درخت اور پتھر کے قریب سے گزرے تو اس نے آپ پر سلام بھیجا۔

شق صدر:

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک دن بکریاں چرا رہے تھے کہ معاً میں دیکھتی ہوں کہ آپ ﷺ کا بھائی از حد پریشان ہے اور اے امی! اور اے ابو! کہہ کر پکارنے لگا کہ تم دونوں ہمارے قریشی بھائی کی مدد کو پہنچو کیونکہ دو آدمیوں نے پکڑ کر آپ ﷺ کے پیٹ کو چاک کر دیا ہے۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم نکلے تو آپ ﷺ کے رنگ کو بدلا ہوا پایا تو میں نے آپ ﷺ کو کہا کہ اے لخت جگر! آپ ﷺ کے ساتھ کیا ہوا تو آپ ﷺ فرمانے لگے اے والدہ! میرے پاس دو آدمی سفید لباس میں ملبوس، برف سے بھرا ہوا سونے کا طشت اٹھائے ہوئے آئے۔ انہوں نے میرے پیٹ کو چاک کیا اور اس سے سیاہ رنگ کا منجمد خون نکالا اور پھینک کر کہا: یا حبیب اللہ! یہ آپ ﷺ میں شیطان کا حصہ ہے پھر انہوں نے میرے دل کو برف سے دھویا اور میں نے کسی قسم کا درد محسوس نہیں کیا۔ پھر انہوں نے دل پر نور کی مہر لگائی تو میں نے مہر کی ٹھنڈک کو اپنی پسلیوں کے درمیان محسوس کیا، اتنی دیر میں بنو سعد کے لوگ آئے اور بوسہ دے کر آپ کا حال دریافت کرنے لگے تو آپ ﷺ نے ان کو بتانا شروع کر دیا جس سے لوگوں نے حیرانگی کا اظہار کیا اور مجھے کہا گیا کہ اے حلیمہ! آپ ﷺ کو ان کے دادا جان اور والدہ محترمہ کے پاس واپس کر دو کیونکہ ہم آپ کے متعلق خوفزدہ ہیں۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کی والدہ محترمہ کے پاس آئے تو سیدہ آمنہ نے دونوں کو کہا کہ کس وجہ سے تم دونوں آپ ﷺ کو لوٹانے آئے ہو حالانکہ تم دونوں آپ کے متعلق حریص تھے، ان دونوں نے جو کچھ واقع ہوا سیدہ آمنہ کو بتایا سیدہ آمنہ نے ارشاد فرمایا تم آپ ﷺ کے متعلق شیطان کی وجہ سے خوف کھاتے ہو۔ واللہ! آپ ﷺ پر شیطان کی ہرگز رسائی نہیں ہے اور میرے اس لخت جگر کیلئے ایک عظیم شان ہے۔ اچھا اسے چھوڑ جاؤ اور لوٹ جاؤ۔

والدہ محترمہ اور دادا جان کا انتقال:

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ ﷺ چھ سال کے ہوئے تو مکہ المکرمہ و مدینہ منورہ کے درمیان ابواء نامی گاؤں میں آپ ﷺ کی والدہ انتقال فرما گئیں اور آپ ﷺ کی پرورش حضرت عبدالمطلب نے کی، جب آپ ﷺ کی عمر آٹھ سال کی ہوئی تو آپ ﷺ کے دادا جان حضرت عبدالمطلب انتقال فرما گئے اور آپ ﷺ کے چچا حضرت ابوطالب نے آپ ﷺ کی کفالت کی۔ جب آپ ﷺ دس سال کی عمر کے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو فخر و وقار عطا فرمایا، جب آپ چلتے تھے تو سفید بادل کا ٹکڑا، آپ ﷺ پر سایہ کرتا تھا، جب آپ ﷺ ٹھہرتے تو وہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ ٹھہر جاتا۔ جب آپ چلتے تو وہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ چلتا اور جب عمر کے چالیس سال مکمل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا۔

اے اللہ! آپ ﷺ پر اور آپ کی آل اور ہر پیروکار پر رحمت وسلام نازل فرما۔

حمد رب اور صلوٰۃ وسلام کے اختتامی اشعار:

ترجمہ: ”مخلوق کا مولا، خالق اور یومِ النشو کا مالک ہر لحہ ہمیں کافی ہے۔ ہمارا رب قیامت کے دن احسان اور عفو و درگزر کرنے والا ہے۔ وہ زندہ و پائندہ، علم والا، یکتا، ہمیشہ باقی رہنے والا، غنی، بزرگ و برتر۔ انصاف والا، وحدہ لاشریک اور بندوں کے ساتھ مہربان ورحیم ہے۔ اے وہ ذات! جب اسے پکارا گیا تو اس نے سن لیا، ہمارے لیے اس حجاب کو دور فرما دے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے وصل کے ساتھ مشرف فرما اور زیادہ سے زیادہ نیکی عطا فرما۔ تو ازل سے قدیم اور لطیف الذات ہے اور...... جو بھاری مصیبت کا بارِ گراں نازل ہوا ہے، وہ زائل نہیں ہوا تو اس کو زائل فرما۔ صلوٰۃ و نبی کریم ﷺ کو پہنچا۔ اے بزرگ و برتر خدا! ہم یوم جزاء سے خوفزدہ ہیں اس دن ہمیں سلامتی عنایت فرما۔ صحابہ کرام اور اہل بیت کو سلامتی عنایت فرما اور ہر سپید و سیاہ کو جو آپ ﷺ کے ذریعہ سے سردار بن گیا۔ خصوصاً حاسدوں کو مٹانے والے سیف اللہ بن ولید (رضی اللہ عنہ) کو سلامتی عنایت فرما۔“

☆☆☆

استغفارِ الشیخ العلمی

(شیخ کا علمی قصیدہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استغفر اللہ من اثمی و من زالی، و من وجودی و من علمی و من علمی

''میں اپنے عمل، علم، جسم، لغزش اور گناہ کیلئے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتا ہوں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ثنا شمار کرنے کی طاقت نہیں رکھتا کیونکہ وہی ازل سے محمود ہے، اسی سے بخشش طلب کرتا ہوں۔ ہمارا خالق اللہ تعالیٰ شبیہ، نظیر اور مثل سے بالاتر ہے۔ اسی سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ میں اپنی گفتگو جو میرے ساتھ، میرے پاس، میرے اردگرد اور اپنی تصرف کی قوتوں کیلئے ہے اس کیلئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ میں مجموعی طور پر اپنی ہر ایک چیز کیلئے اور غفلت کی حالت میں اپنے حال کے متغیر ہونے کی اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ اپنے بالوں، جلد اور اپنی زندگی کی ایسی فکر کیلئے جو امید کو دور کرنے والی ہے، اس کیلئے میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا طلبگار ہوں۔ میں نامعلوم اور ارادۃً ہونے والی خطاؤں اور لغزشوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی مغفرت طلب کرتا ہوں۔ میں ایسی عمر جو بیکار بغیر فائدہ کے ضائع ہوئی کل اس کیلئے ندامت کی جگہ کھڑے ہونے سے اللہ تعالیٰ کی مغفرت طلب کرتا ہوں۔ میں اپنے ظاہر و باطن اور اکتاہٹ کی حالت میں اپنے دل کے متغیر ہونے کیلئے اللہ تعالیٰ کی مغفرت طلب کرتا ہوں۔ میں اپنے عدل، حلم، رضا، غصہ اور بدگمانی کیلئے اللہ تعالیٰ کی

مغفرت طلب کرتا ہوں۔ میں ایسے قول سے جس میں میری امید خیالات فخر وغرور کے برابر ہو جائے اس سے اللہ تعالیٰ کی مغفرت طلب کرتا ہوں۔ میں ایسے حال سے جس میں خواہشات نفس سرعت کے ساتھ وارد ہوں اور خلط ملط ہو جائیں اس سے اللہ تعالیٰ کی مغفرت طلب کرتا ہوں۔ ایسا باطن جو ظاہر اشیاء کی قصداً اور سہواً اور غفلۃً مخالفت کرتا ہے۔ اس کیلئے اللہ تعالیٰ کی مغفرت طلب کرتا ہوں۔ ایسا گمان جو قیامت کے روز گمان کرنے والے کو رسوائی، گناہ اور خوف کے ساتھ لوٹائے گا، اس سے اللہ تعالیٰ کی مغفرت طلب کرتا ہوں۔ میں ایسے ذکر سے اللہ کی بخشش طلب کرتا ہوں جس میں خیالات سرایت کر جائیں اور نقائص (خامیاں) اس پر قبضہ جمالیں۔ میری وہ آنکھ جس نے کسی چیز کو دیکھا اور سبب کی سرعت کی وجہ سے اس نے نصیحت حاصل نہ کی۔ اس کیلئے میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ میں اپنے اس باطن کیلئے جس نے مھیمن (حفاظت کرنے والا) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا مشاہدہ کیا جو کہ ہر نظیر سے بالاتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مغفرت طلب کرتا ہوں۔ میرا وہ کان جس نے ایک آواز کو سنا اور اس کے معنیٰ کو کسی طرف منسوب ہونے کے باعث نہ سمجھا، اس کیلئے اللہ تعالیٰ کی مغفرت طلب کرتا ہوں۔ میں اپنی گویائی جو بغیر ذکر کے یا اس طرح فضول باتوں اور لڑائی جھگڑے میں ظاہر ہوتی، اکیلئے اللہ تعالیٰ کی مغفرت طلب کرتا ہوں۔ اپنی جان و روح کیلئے جبکہ وہ بھلائی اور عدالت کے راستوں پر نہ چلیں۔ اللہ تعالیٰ کی مغفرت طلب کرتا ہوں۔ میں اپنی طبیعت اور حرص سے جو کہ (حقائق) کو خلط ملط کرنے اور حیلوں سے نہ بچیں، ان کیلئے اللہ تعالیٰ کی مغفرت طلب کرتا ہوں۔ اپنی خلق وخلق دونوں اگر اچھے قول وعمل سے مزین نہ ہوں تو ان کیلئے اللہ تعالیٰ کی مغفرت طلب کرتا ہوں۔ اپنے اس ہاتھ کیلئے جس نے اللہ تعالیٰ کے حق کے سوا کسی اور چیز کی جھوٹ اور غفلت کے ساتھ گرفت کی، اس کیلئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ اپنے قدم کیلئے جو کہ زمین میں غیر اللہ کیلئے کوشش کرتے ہوئے منتشر ہوں، ہائے افسوس! میری

شرمندگی، میں اللہ تعالیٰ کی اس کیلئے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ جس چیز نے میرے دل پر اثر کیا اور جس نے سلف صالحین کے نقش قدم پر چلنے کی مخالفت کی، اس کیلئے اللہ تعالیٰ کی مغفرت طلب کرتا ہوں۔ جو مغفرت ہمیں سختیوں کے وقت جرم اور فضول بات سے نجات دلواتی ہے، اس مغفرت کو اللہ تعالیٰ سے طلب کرتا ہوں۔ وہ ستارے جو ازل سے اپنے اوقات کی گزرگاہ پر ہیں، ان کی تعداد کے برابر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ میں تمام قطروں، ذروں، چیونٹیوں، انسانوں اور آنکھوں کی تعداد کے برابر اللہ تعالیٰ کی مغفرت طلب کرتا ہوں۔ بغیر کسی استثناء کے مخلوق اور اس کے سانسوں کی تعداد جو پہاڑوں اور میدانوں میں ہے۔ اس کی تعداد کے برابر اللہ تعالیٰ کی مغفرت طلب کرتا ہوں۔ سمندر اور جو کچھ ان میں مخلوق، لہریں اور تلواروں کے قبضہ کو مزین کرنے والی اشیاء کی تعداد کے برابر اللہ تعالیٰ کی مغفرت طلب کرتا ہوں۔ ہواؤں اور جس قدر انہوں نے زور سے موسلا دھار برسنے والی بارشوں کو فیاضی کے ساتھ ہمیں دیا ان کی تعداد کے برابر ہیں، اللہ تعالیٰ کی مغفرت طلب کرتا ہوں۔ فارس کے شہ زوروں کی تلواروں کے ذریعہ اہل عناد پر جب تک جہاد قائم ہے اتنی دیر اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا طلبگار ہوں۔ جتنی دفعہ حجاج اپنے گناہوں اور لغزشوں کو معاف کرانے کیلئے سرزمین حجاز کی طرف چلے، اتنی دفعہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت طلب کرتا ہوں۔ نباتات اور جتنے ان میں بیج، پھول اور خوشے ہیں ان کی تعداد کے برابر اللہ تعالیٰ کی مغفرت طلب کرتا ہوں۔ پرندوں، وحشی جانوروں، شہد کی مکھیوں اور چکوروں کی تعداد کے برابر اللہ تعالیٰ کی مغفرت طلب کرتا ہوں۔ علوم جس قدر نیکی اور عمل کی زیادتی کے ساتھ دوگنے کیے جائیں ان کی تعداد کے برابر اللہ تعالیٰ کی مغفرت طلب کرتا ہوں۔ بحر و بر میں جس قدر مچھلیاں اور گم شدہ اونٹ اور چکور ہیں، ان کی تعداد کے برابر اللہ تعالیٰ کی مغفرت طلب کرتا ہوں۔ اگر میرا قول و عمل تمام نقائص سے خالص نہیں ہے تو میں اللہ تعالیٰ کی مغفرت طلب کرتا ہوں۔ ہر وجود جس نے ازل سے

اس کے ظاہر کرنے والے سے پہلے دیکھا تو اس کیلئے بھی میں اللہ تعالیٰ کی مغفرت طلب کرتا ہوں۔ اس استغفار کے لکھنے والے کو بخش دے اور اس کے پڑھنے والے پر لطف نازل فرما اور سننے والے کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل درگزر فرما دے جو کہ بہادر ہیں۔ آپ کے خادمِ خاص علمی نے مفلسی کی حالت میں آپ کا حق پورا کیا اور اے میری امید و خزانہ آپ کے عطیہ کا امیدوار ہوں۔ اس پر کئی گنا نعمتوں کے ساتھ احسان فرما اور اے رب! اس کو رسوائی و خوف سے محفوظ فرما۔ اس کی اولاد، اس کے چاہنے والوں، ہمسایوں اور تمام برادران پر اپنے فیض عام کا احسان فرما۔ اے لغزشوں کو معاف فرمانے والے اسی طرح تمام مسلمانوں پر آسمانی کتب اور انبیاء کرام کے طفیل احسان فرما۔ پھر سیدنا مختار ﷺ پر صلوٰۃ نازل فرما جو کہ کائنات کے خزینہ اور تمام رسولوں اور مخلوق کی پناہ گاہ ہیں۔ محمد احمد مجتبیٰ ﷺ پر رحمت نازل فرما جو قبیلہ مضر سے مبعوث ہوئے اور جو صاف کھلے راستوں میں رحمت بن کر تشریف لائے۔ اسی طرح رحمٰن کی طرف سے سلام ہو جو کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت اونچے مقام پر بلند کرتا ہے۔ پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ و حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی خوشنودی ہو۔ پھر تمام اہل بیت اطہار و صحابہ کرام، تابعین عظام، میرے والدین و اساتذہ اور ہر ولی اللہ پر صلوٰۃ نازل ہو۔ الٰہی توحید پر ہماری گرفت فرما دے اور سچائی کو گفتگو میں اور اخلاص کو عمل میں کر دے۔ انشاء اللہ یہ قبولیت والی استغفار مکمل ہوئی۔"

بردہ کی طرز پر امیر الشعراء احمد شوقی المصری کا کلام:

ترجمہ: "نرم اور پست زمین کے اوپر قد آور بان کے درختوں اور اونچے پہاڑ کے درمیان ایک قبر ہے۔ اس نے حرمت والے مہینوں میں میری خون ریزی کو روا رکھا ہے۔ جب غور کیا تو نفس نے مجھے یہ کہہ کر بتایا کہ تیرے پہلو کیلئے ہلاکت ہے جو کہ ایک ٹھیک نشانے پر لگے ہوئے تیر سے زخمی ہے۔ میں نے اس کا انکار کیا اور تیرے کو اپنے جگر میں چھپایا کیونکہ محبوبوں کے زخم میرے نزدیک دکھ (دینے والے) نہیں

ہوتے۔ اے اس کی محبت میں مجھے ملامت کرنے والے! محبت تو ایک عزت وقار والی چیز ہے۔ اگر محبت کے جذبات نے تجھے لاغری سے پتلا کیا ہوتا تو تو مجھے ملامت نہ کرنا اور نہ ہی مجھ سے منہ پھیرتا۔ میں نے تجھے نہ یاد رکھنے والے کان دیئے ہیں اور بسا اوقات چیز کو زبردستی چھین لینے والے ہوتے ہیں اور دل بہرہ ہوتا ہے۔ (یعنی غیر متوجہ ہوتا ہے۔) اے آنکھ کو سست کہنے والے! (طعنہ دینے والے) تو نے تو خواہش عشق کو کبھی چکھا ہی نہیں۔ تو نے اپنے لاغر جسم (عاشق) کو خواہش محبت کی حفاظت کیلئے بیدار کر رکھا ہے تمہیں چاہیے کہ سو جاؤ۔ اے نفس! تیری دنیا ہر رونے والی آنکھ کو چھپاتی ہے اگرچہ تمہارے لیے حسن متبسم ظاہر ہو۔ تیرے کام کی صلاح اخلاق کا مرجع ہے۔ نفس کو درست کرو اور یہ اخلاق کے ساتھ راہ رست پر آتے ہیں۔ بہترین نفس کا انجام اچھا ہے اور برے نفس کا انجام بھی برا ہے۔ (برا نفس ایک بدہضمی کرنے والی چراگاہ میں ہے۔) اگر میرا گناہ بہت ہی زیادہ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ سے مجھے مغفرت کی امید ہے جو مجھے گناہ سے باز رہنے والوں اچھوں کے درمیان کردے گی۔ میں اپنی امید کو، دونوں جہانوں میں کرب وغم کو دور کرنے والے تک پہنچاتا ہوں جبکہ پناہ دینے والا قوی وعزیز ہے۔ جب میں اپنے اطاعت والے پر کو نیچے کرتا ہوں تو میں اس سے شفاع کی بارش کا سائل ہوں تو میں نے کوئی چیز نہیں مانگی۔ اگر متقی اپنے اعمال صالحہ سے مقدم ہے تو میں ان کے سامنے اپنے ندامت کے آنسو پیش کرتا ہوں۔ میں نے سید الانبیاء کے دروازہ کو لازم کرلیا ہے اور جو کوئی اللہ کے دروازے کی چابی کو مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے اور اسے غنیمت سمجھتا ہے۔ محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حبیب! رحمت اور مخلوق وانسانوں کے درمیان اس کی مراد ہیں۔ نداء کی گئی کہ پڑھیے کیونکہ اس کو کہنے والا اللہ ہی ارفع واعلیٰ ہے اور نغیہ الفاظ آپ سے پہلے کسی شخص کے منہ سے بھی متصل نہیں ہوئے۔ وہیں رحمٰن اللہ کیلئے اذان ہوئی اور مکہ مکرمہ کا گوشہ گوشہ سریلی آوازوں کی قدسیت سے پر ہو گیا۔ ہادی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارتیں اور میلاد کی

خوشخبریاں مشرق و مغرب میں پھیل گئی اور نور کا سفر تاریکی کے اندر ہے۔ آپ ایسی حالت میں تشریف لائے کہ لوگ ابتری کا شکار ہیں اور آپ ﷺ جب بھی کسی بت کے پاس سے گزرے تو وہ دوسرے بت پر جنونی کی طرح مارا مارا پھرنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو راتوں رات سیر کرائی جبکہ اس کے تمام فرشتے اور رسول مسجد اقصیٰ میں منتظر ہیں۔ جب تو نے انہیں یاد دلایا تو انہوں نے اپنے سردار (ﷺ) کو اس طرح لپیٹ میں لے لیا جیسے ستارے چاند کو اور لشکر جھنڈے کو گھیرے میں لیتے ہیں۔ ہر صاحب قدر و منزلت نبی کریم ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کی اور ہر کامیاب شخص اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کی اقتداء کرتا ہے۔ آپ نے آسمانوں یا ماوراء السموات کو ایک نورانی براق پر طے کیا ہے۔ یہ مشیت الٰہی کی کاریگری ہے اور قدرت الٰہیہ شک و الزامات سے ماوراء ہے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ ایسے بلند مقام پر پہنچے جس کی طرف نہ تو پروں کے ذریعہ پرواز کی جاسکتی ہے اور نہ ہی پیدل چل کر وہاں تک پہنچا جا سکتا ہے۔ یہ بیان کیا گیا کہ ہر نبی اپنے اپنے مرتبہ میں ہے لیکن یا محمد ﷺ یہ عرش عظیم ہے اسے بوسہ دیجئے۔ تیری قضا نے اپنی حکمت کی رائے سے ہمارے متعلق فیصلہ کیا۔ اے باری تعالیٰ ہر قاضی اور انتقام لینے والے سے اپنے طفیل محفوظ فرما۔ رسول کائنات ﷺ کے طفیل ہم پر الطاف نازل فرما اور اُمت مصطفیٰ ﷺ کی تکالیف اور ذکت میں زیادتی نہ فرما۔ یا رب! تو نے مسلمانوں کی ابتداء حضور نبی کریم ﷺ کے ذریعہ احسن طریقہ سے کی لہٰذا اپنے فضل و کرم کو مکمل اور حسن خاتمہ عطا فرما۔"

شیخ برغی رضی اللہ عنہ کا مدح النبی ﷺ میں قصیدہ:

ترجمہ: یا رب! نبی مجتبیٰ ﷺ پر اتنی مرتبہ برکات کا نزول فرما جتنی بار ٹیلوں کی طرب و مستی کے باعث آواز نکالنے والی اونٹنی نے گنجان درختوں میں آواز کو بلند کیا۔ یا رب! نبی ﷺ اور آل نبی ﷺ پر اتنی مرتبہ برکات نازل فرما جتنی بار بطحا کی وادیوں میں بجلی چمکی اور بجھی۔ یا رب! نبی ﷺ اور آل نبی ﷺ پر اتنی مرتبہ برکات کا

نزول فرما، جتنی بار اہل کرام نے مہمان کیلئے مرحبا کہا۔ یا رب! نبی اور آل نبی پر اتنی مرتبہ برکات کا نزول فرما جتنی بار فضا میں ستارہ، ستارے کے مقابل آیا۔ اے حضور نبی کریم ﷺ کے ذکر سے محفوظ ہونے والو! خدا کی قسم! آپ پر صلوٰۃ بھیجو جس طرح اللہ تعالیٰ نے واجب کیا۔

صلوا علی المختار فھو شفیعکم ۔۔۔ فی یوم یبعث کل طفل اشیبا

صلوا علی من ظلته غمامة ۔۔۔ والجذع حن له و افصحت لظبا

ترجمہ: ''نبی مختار ﷺ پر صلوٰۃ بھیجو وہ تمہارے اس دن شفیع ہیں جس دن ہر نو عمر بچہ بوڑھا کر کے اٹھایا جائے گا۔ اس نبی پر صلوٰۃ وسلام بھیجو جس پر بادل کے ٹکڑے نے سایہ کیا، ستون حنانہ آپ کا مشتاق ہوا، اور ہرن نے فصاحت کے ساتھ آپ ﷺ سے گفتگو کی۔''

اس ذات اطہر ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بھیجو، جس کے طفیل تم جنت میں داخل ہو گے اور مطلب کو پہنچو گے۔ آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام اور رحمت الٰہیہ بھیجو اور آپ ﷺ کے ساتھ ہی پانی پینے کی جگہ، حوضِ کرامت پر پہنچو۔ اے وہ شخصیت! جس کا نور چہرۂ تاریکی کو دور کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ پر ہمیشہ صلوٰۃ وسلام بھیجے۔

☆☆☆

مولد رسول اللہ ﷺ و رضاعہ

مصنف:

علامہ ابوالفداء اسمٰعیل ابن کثیر شافعی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و تدوین:

مولانا محمد عبدالاحد قادری

حسن ترتیب

عنوانات	صفحہ نمبر
	275

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تذکرہ مصنف

علامہ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی ذات عالم اسلام میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ نے خصوصاً تفسیر، حدیث اور تاریخ کے میدان میں ممتاز مقام حاصل کیا اور خاصی شہرت پائی۔ آپ کا نام اور سلسلہ نسب یہ ہے۔ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر بن ضوء بن کثیر بن ذرع الدمشقی الشافعی۔ آپ قبیلہ قریش کی ایک شاخ بنی حصلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے سال ولادت کے بارے میں مورخین کا اختلاف ہے۔ ''طبقات الحفاظ'' میں علامہ الحسینی نے لکھا ہے کہ آپ ۷۰۱ ہجری میں پیدا ہوئے۔ جبکہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں سال ولادت ۷۰۰ ہجری درج کیا ہے۔ آپ شام کے شہر بصرہ کی ایک مضافاتی بستی مجیدل میں پیدا ہوئے۔ اس وقت ان کے والد یہاں مسند خطابت پر فائز تھے۔ ابھی آپ تین چار سال کی عمر کے کمسن بچے تھے کہ باپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور انہیں یتیمی کا داغ اٹھانا پڑا۔ آپ کے بڑے بھائی نے اپنے زیر سایہ آپ کی تربیت کی اور آپ نے ابتدائی تعلیم انہی سے حاصل کی۔ ۷۰۷ ہجری میں اپنے بھائی کے ساتھ دمشق منتقل ہو گئے۔ علامہ ابن کثیر نے بذات خود اپنی کتاب البدایۃ والنہایۃ میں ان واقعات کا تذکرہ کیا ہے۔ مزید برآں انہوں نے اپنے والد اور خاندان کے متعلق بھی گفتگو کی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ایک معزز اور علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔

دمشق میں آپ نے بہت سے علماء کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیے۔ متعدد اساتذہ

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور متون حفظ کرتے رہے۔

✿ علامہ موصوف کو تفسیر، حدیث فقیہ، تاریخ اور عربیت میں کمال حاصل تھا۔ حافظ حسینی ''تذکرۃ الحفاظ'' میں لکھتے ہیں:

''وافتی و در، و ناظر و برع فی الفقه و التفسیر و النحو وامعن النظر فی الرجال و العلل''

ترجمہ: ''وہ مفتی، مدرس، مناظر، فقہ، تفسیر اور نحو کے ماہر اور حدیث میں بڑی گہری نظر رکھتے تھے۔''

علامہ ابن کثیر نے اپنی پوری زندگی درج افتاء اور تصنیف و تالیف میں گزاری۔ آپ بہت خوش مزاج اور شگفتہ طبیعت کے مالک تھے۔ ان تمام مشاغل کے باوجود ذکر الٰہی سے بالکل غافل نہ تھے بلکہ بہت سا وقت ذکر و فکر میں صرف کیا کرتے تھے۔ عمر کے آخری حصہ میں بینائی جاتی رہی اور ۲۶ شعبان ۷۷۴ ہجری کو اس دارِ فانی سے عالم بقا کی طرف انتقال کر گئے اور اپنے استاد ابن تیمیہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

تصانیف:

علامہ ابن کثیر نے علوم قرآن، حدیث توحید، فقہ، سیرت، تراجم اور تاریخ میں گرانقدر تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔

زیرِ نظر رسالہ ''مولد رسول و رضاعه'' میلاد پاک سے متعلقہ وآثار پر مشتمل ایک تذکرہ ہے جس کو ایسے آئمہ حدیث سے نقل کیا ہے جو حفظ و اتقان اور جرح و نقد میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔

☆☆☆

محمد عبدالاحد قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ آيَاتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ (سورۂ آل عمران)

ترجمہ: ''بے شک اللہ نے احسان کیا، اہل ایمان پر کہ انہی میں سے ایک رسول ان میں مبعوث فرمایا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور وہ پہلے تو صریح گمراہی میں تھے۔''

تمام تعریفیں اس ذات پاک کیلئے ہیں جس نے حضور نبی کریم ﷺ کے چہرہ انو کے طفیل کائنات وجود کو روشن فرمایا اور حق مبین کی ضیاپاشیوں سے باطل کی تاریکیو کو کافور کیا اور حق کی راہوں کو واضح فرمایا۔ اس کے بعد لوگ جہالت کے راستوں میر سرگرداں ہو چکے تھے۔ میں اس کی بارگاہ ربوبیت میں حمد سرا ہوں ایسی طیب ومبارک حمد کے ساتھ، جس کی کثرت آسمانوں اور زمینوں کی وسعتوں کو بھر دے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ وحدہ لاشریک اور اولین وآخرین ک پالنے والا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اس کے بندے او رسول ہیں اور اس کے حبیب اور خلیل ہیں جس نے ان کو مبعوث فرمایا۔ اس شان کے ساتھ کہ وہ تمام جہانوں کیلئے رحمت ہیں اور تمام مومنوں کیلئے بشر ہیں اور تمام کافروں کیلئے نذیر ہیں اور تمام متقین کے امام ہیں اور تمام گنہگار مومنوں کی شفاعت فرمانے والے ہیں۔

فائدہ:

یہ مقام ان لوگوں کیلئے بڑا قابل توجہ ہے جو خود کو ابن کثیر جیسے لوگوں سے

منسوب بلکہ ان کے علمی وارث قرار دیتے ہیں مگر گناہگار مومنوں کیلئے شفاعت رسول کا انکار کرتے ہیں اور حضور نبی کریم ﷺ کو شفیع المذنبین کہنے یا سمجھنے کو غیر اسلامی عقیدہ قرار دیتے ہیں مترجم)

اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلامتی آپ پر قیامت کے روز تک نازل ہوتی رہے اور اللہ تعالیٰ آپ کی ازواج مطہرات اور ذریت پاک اور اہل بیت اطہار اور اصحاب کرام سے راضی ہو۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد: یہ تالیف رسول اللہ ﷺ کے میلاد مبارک سے متعلقہ وآثار پر مشتمل ایک تذکرہ ہے جس کو ایسے ائمہ حدیث نے نقل کیا جو حفظ واتقان اور جرح ونقد میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔

نام ونسب:

محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانۃ بن خذیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ہیں۔

ابوالقاسم (کنیت مبارک) ہے۔ آپ اولاد آدم کے سردار اور نبی امی ہیں۔ پیدائشی وطن کے اعتبار سے مکی ہیں اور ہجرتی وطن کی نسبت سے مدنی، آپ پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں، ہر اس وقت کہ جب ذکر کرنے والے آپ کے ذکر میں محو ہوتے ہیں اور ہر اس وقت جبکہ غافل آپ کے ذکر سے غفلت برتتے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کے اجداد:

حضور نبی کریم ﷺ کے جد اعلیٰ عدنان ہیں۔ یہ اللہ کے نبی حضرت اسماعیل ذبیح اللہ ابن ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہم السلام کی اولاد سے تھے۔ آپ کے جد اقرب (دادا) حضرت عبدالمطلب بن ہاشم تھے جو قریش کے سردار ورئیس اور شیخ حرم تھے۔ وہ اپنی قوم بنی اسماعیل کیلئے جو کہ تمام قبائل عرب پر شرف رکھتے تھے، ایک انمول اثاثہ تھے۔

اللہ تعالیٰ نے خواب میں انہیں الہام کیا اور ان کی رہنمائی چاہ زمزم کی جگہ کی طرف فرمائی جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا کرتا تھا اور ان کے بعد بھی ان کی اولاد میں مدتوں، جرھم کے مکہ سے نکلنے تک رہا۔ جنہوں نے جاتے ہوئے اسے دفن کر دیا اور اس کے نشانات مٹا دیئے تاکہ خزاعہ اسے نہ پا سکیں جو ان کے (جرھم کے) بعد پانچ سو سال تک کعبہ کی خدمتگار رہے۔ (خزاعہ، بنو عمران بن ربیعہ کو کہتے ہیں، جنہوں نے سب سے پہلے دین ابراہیمی کو تبدیل کیا اور بت پرستی کو رواج دیا۔) وہ زمزم کی جگہ کو تلاش نہ کر سکے، یہاں تک کہ حضرت عبدالمطلب نے اس کے مقام کو خواب میں دیکھا اور ہاتف غیبی نے انہیں اس کے بارے میں بتایا۔ پس انہوں نے اس کا عزم کیا اور اسے کھودنے کیلئے بڑھے، جبکہ قریش نے انہیں حرم کی کھدائی سے منع کیا۔

ان دنوں آپ کی کوئی اولاد نہیں تھی، سوائے ایک فرزند حارث کے آپ کے اس بیٹے نے اس کام میں آپ کا ہاتھ بٹایا، یہاں تک کہ کھدائی مکمل ہوگئی اور کعبہ کا خزانہ وغیرہ جو کچھ اس میں رکھا ہوا تھا وہ بھی نکل آیا۔ اس بنا پر قریش نے آپ کی خوب تعظیم کی اور آپ کی قدر و قیمت اور اس بزرگی کی جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پر عطا کی تھی، پہچانا۔

حضرت عبدالمطلب نے (اس موقع پر) اللہ کی بارگاہ میں نذر مانی کہ اگر ان کے ہاں پورے دس بیٹے ہوں تو وہ ان میں سے ایک کو اللہ تعالیٰ کی خاطر ذبح کریں گے۔ پس جب ان کے دس بیٹے ہو گئے تو انہوں نے ان کے درمیان قرعہ اندازی کی، تو رسول اللہ ﷺ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نام قرعہ نکلا، چنانچہ انہوں نے ان کے ذبح کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر قریش نے انہیں ایسا کرنے سے روکا، یہاں تک کہ انہوں نے اپنی نذر پوری کرنے کیلئے سو اونٹوں کا فدیہ دیا۔ جیسا کہ یہ واقعہ تفصیلاً ہماری کتاب "السیرۃ النبویۃ" میں مذکور ہے۔

آپ کے والد آپ کے رشتہ کیلئے گھومے پھرے، اور آپ کا بیاہ حضرت آمنہ بن وھب بن عبد مناف بن زھرہ سے جو کہ بنی زھرہ کی خواتین کی سردار تھیں، کر دیا۔

رحم مادر میں جلوہ گری:

حضرت عبداللہ کے ساتھ ازدواجی تعلق کے بعد وہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت کی امید سے ہوئیں۔

محمد بن اسحاق بن یسار کا کہنا ہے کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کہا کرتی تھیں کہ جب رسول اللہ ﷺ ان کے بطن میں ظاہر ہو چکے تو دورانِ خواب ان سے کہا گیا کہ تیرے بطن میں اس امت کے سردار ہیں، پس جب وہ زمین پر تشریف فرما ہو جائیں تو یہ کہنا۔

اعیذہ بالواحد من شر کل حاسد
فی کل برعاھد وکل عبد رائد
فانہ عبدالحمید الماجد حتی اراہ قدرتی المشاھد

ترجمہ: ''میں ہر حاسد کے شر سے اس نومولود کیلئے رب واحد کی پناہ مانگتی ہیں۔ ہر نیکوکار وفادار کے سلسلہ میں اور ہر جاسوسی کرنے والے کے سلسلہ میں جو غیر طالب کی ٹوہ میں لگا رہے۔ کیونکہ یہ (نومولود) حمید و مجید رب کا بندہ ہے۔ یہاں تک کہ میں نے ان کو دیکھا کہ وہ تشریف فرما ہوئے لوگوں کی ہجوم درہجوم مجلسوں میں۔''

اس الہام کے من جانب اللہ ہونے کی جو نشانی ظاہر ہوئی، وہ یہ تھی کہ اس کے ساتھ ہی ایک نور بطن آمنہ سے ظاہر ہوا، جس نے شام کی سرزمین میں بصریٰ کے محلات تک کے علاقہ کو روشن کر دیا۔ آپ پیدا ہوئے تو آپ کا نام ''محمد'' رکھا گیا، کیونکہ تورات میں آپ کا نام ''احمد'' ہے۔ تمام آسمان و زمین والے آپ کی تعریف کرتے ہیں، اور انجیل میں بھی آپ کا نام احمد ہے۔ تمام آسمان و زمین والے آپ کی تعریف کرتے ہیں، جبکہ فرقان یعنی قرآن میں آپ کا نام محمد ہے۔ چنانچہ یہی آپ کا نام رکھا گیا۔

بشارت ابراہیم نوید عیسیٰ اور دعائے آمنہ:

صحابہ کرام نے ایک دفعہ آپ سے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! ہمیں اپنے

بارے میں کچھ بتائیے؟ فرمایا: میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ کا خواب ہوں کہ جب میں ان کے بطن میں تھا تو انہوں نے دیکھا کہ ان سے ایک نور نکلا جس نے ان کے سامنے شام کی سرزمین میں بصریٰ تک کا علاقہ روشن کر دیا۔''

حضرت ابی امامہ باھلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! آپ کے متعلق سب سے پہلے کیا چیز ظاہر ہوئی؟ فرمایا: میرے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور میری والدہ کا خواب کہ ان سے ایک نور نکلا جس نے ان کے سامنے شام کے محلات روشن کر دیئے۔''

اللہ کے ہاں خاتم الانبیاء:

حضرت عرباض بن ساریہ سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس وقت خاتم النبیین تھا جب ابھی حضرت آدم علیہ السلام مٹی ہی تھے اور میں تمہیں اپنی ولادت سے پہلے کی خبر دیتا ہوں کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ کا خواب ہوں جو انہوں نے دیکھا اور ایمان والوں کی مائیں اس طرح کے خواب دیکھا کرتی ہیں۔''

ان دونوں روایتوں کو امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند اور حافظ بیہقی نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں روایت کیا۔ بیہقی نے انہیں اپنی کتاب الدلائل میں بھی بیان کیا ہے۔

وسیلہ مصطفیٰ ﷺ سے آدم علیہ السلام کی دعا قبول:

حاکم نے مستدرک میں عبدالرحمن بن زید بن اسلم سے روایت کیا۔ اس نے اپنے باپ سے، اس نے اپنے دادا سے، اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! میں تجھ سے محمد (ﷺ) کے طفیل سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے معاف فرما دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تو نے محمد

(ﷺ) کو کیسے پہچانا؟ میں نے تو ابھی اسے وجود بشری عطا نہیں کیا۔ انہوں نے عرض کی: اس طرح کہ جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے بنایا اور مجھ میں اپنی روح پھونکی تو میں نے اپنے سر کو اٹھایا تو میں نے عرش کے ستونوں پر "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" لکھا دیکھا۔ تو میں جان گیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ نہیں ملایا مگر نام اس کا جو تجھے خلق میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے! تو نے درست کہا۔ آدم! بے شک وہ مجھے مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہے اور جب تو نے مجھ سے اس کے طفیل سوال کیا تو میں نے اسی وقت تجھے معاف کر دیا اور اگر محمد نہ ہوتے تو یقیناً میں تجھ کو بھی پیدا نہ کرتا۔

فائدہ:

اس مبارک حدیث سے پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ حضور نبی کریم ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے معلق دعائیں اور اعمال قبول فرماتا ہے۔ جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام ایک عرصہ سے دعائے مغفرت کر رہے تھے مگر قبولیت کا مژدہ نہ ملتا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ کا جو وسیلہ دیا تو فوراً ہی قبولیت کی جاں فزاء خبر آ گئی چنانچہ تمام اہل ایمان کو آپ کے وسیلہ سے دعا مانگنی چاہیے۔ (مترجم)

ولادت رسول کریم ﷺ:

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اس عالم وجود میں ظہور بخشنے اور جملہ موجودات کیلئے اپنے نور ہدایت کے ظاہر کرنے کا ارادہ فرمایا، تاکہ وہ اپنے بندوں پر ان کے طفیل رحم فرمائے بایں طور کہ وہ ان کی رہنمائی فرمائیں، توحید معبود کی طرف، تو وہ سوموار کی شب (کے آخری لمحات میں) اپنی پاکباز والدہ مکرمہ کے ہاں متولد ہوئے۔ صحیح قول کے مطابق یہ عظیم واقعہ عام الفیل کے سال ماہ ربیع الاول میں رونما ہوا۔ (جیسا کہ) ابن اسحاق کے ہاں یہی مشہور قول ہے اور علم سیرت میں اسی پر یقین کیا جاتا ہے۔

ہر پیر کو حضور نبی کریم ﷺ اپنا میلاد خود مناتے:

صحیح مسلم میں حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ آپ ہر پیر کو (بڑے اہتمام سے) روزہ کیوں رکھتے ہیں؟ فرمایا: یہی وہ دن ہے جس میں میری ولادت ہوئی تھی اور جس میں مجھ پر پہلی مرتبہ قرآن پاک نازل ہوا تھا۔

پیر کے دن کی فضیلتیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے: ''لوگو! تمہارے نبی کریم ﷺ پیر کے روز پیدا ہوئے، پیر کے روز آپ پر پہلی مرتبہ وحی نازل ہوئی۔ پیر کے روز آپ کا وصال ہوا، پیر ہی کے دن آپ نے ہجرت کی اور پیر ہی کے روز مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ صلوٰات اللہ و سلامہ علیہ۔

(امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ دونوں نے اسے روایت کیا ہے۔)

علماء اسلام کا اجماع:

ابراہیم بن منذر الحزامی (علم حدیث کے بہت بڑے ثقہ امام ہیں، بخاری اور ابن ماجہ جیسے بڑے بڑے ائمہ نے آپ سے روایت کی) نے کہا: تمام علماء اسلام کا ہمیشہ سے اس بات پر اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ عام الفیل میں پیدا ہوئے اور فیل کے چالیسویں سال کے آخر پر آپ نے اعلان نبوت فرمایا۔

شب میلاد ستاروں کا چراغاں:

حافظ بیہقی رضی اللہ عنہ نے اپنی سند کے ساتھ، جو حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ تک جاتی ہے۔ روایت کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے میری والدہ نے بیان کیا کہ جس رات سیدہ آمنہ کے ہاں رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے، وہ (عثمان رضی اللہ عنہ کی والدہ) وہیں تھیں۔ کہتی ہیں: گھر کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جسے میں نے دیکھا اور وہ نور

سے معمور نہ ہو۔ (یعنی پورا گھر بقعہ نور بنا ہوا تھا۔) اور میں نے سر کی آنکھوں سے (یہ ناقابل یقین منظر) دیکھا کہ ستاروں کے جھرمٹ یوں جھک رہے تھے کہ بے اختیار میرے منہ سے نکلا کہ کہیں یہ مجھ پر نہ آگریں۔

ایوان کسریٰ میں زلزلہ:

مخزوم بن ھانی مخزومی نے اپنے والد جو کہ ڈیڑھ سو سال تک زندہ رہے، سے روایت کیا۔ انہوں نے کہا: ''رسول اللہ ﷺ کے میلاد کی شب کسریٰ کا محل ایک گڑگڑاہٹ کے ساتھ ہلنے لگا اور اس کے چودہ کنگرے ٹوٹ کر زمین پر گر پڑے۔ آتش کدہ فارس کی آگ جو ہزار برس سے جل رہی تھی، بجھ گئی۔ بحیرہ ساوہ کا پانی خشک ہو گیا اور کسریٰ نے ایک (پریشان کن) خواب دیکھا جسے اس نے مجوسیوں کے قاضی موبذان کے سامنے بیان کیا۔ اس نے دیکھا کہ سرکش اونٹ ہیں جن کے پیچھے تیز رفتار عربی گھوڑے ہیں۔ انہوں نے دریائے دجلہ کو عبور کیا ہے اور اس کی سلطنت میں پھیل گئے ہیں۔ اس چیز نے مجوسیوں کو اور کسریٰ کو سخت گھبراہٹ میں ڈال دیا، چنانچہ نعمان بن منذر نے جو کسریٰ کا نائب تھا، عبدالمسیح بن بقیلہ غسقانی کو سطیح کاہن کے پاس بھیجا، جو بڑی شہرت رکھتا تھا اور اطراف شام میں رہتا تھا تاکہ اس سے اس امر عظیم کے بارے میں دریافت کرے۔ پس جب وہ اس کے پاس پہنچا اور ابھی وہ اس کی قیامگاہ سے باہر ہی تھا کہ سطیح نے اسے آواز دی اور اپنی کہانت کے زور سے اسے وہ سب بتایا جس کی ابھی اس نے خبر نہ دی تھی تاکہ اس کی آنکھیں کھل جائیں، پھر کہا: عبدالمسیح یہ تم ہو، اونٹ پر سوار ہو کے سطیح کے پاس آئے ہو اور یقیناً بڑے دور دراز کا فاصلہ طے کر کے آئے ہو۔ تمہیں بنی ساسان کے بادشاہ نے بھیجا ہے تاکہ تم محل کے زلزلے، آگ کے بجھنے اور موبذان کے خواب کے بارے میں پوچھ سکو، جس نے دیکھا کہ سرکش اونٹ جن کے پیچھے عربی گھوڑے ہیں، دجلہ کو پار کر کے اس کے ملک میں پھیل گئے ہیں۔

پھر کہنے لگا: اے عبدالمسیح! جب تلاوت کی کثرت ہو جائے اور چھڑی والا ظاہر ہو

جائے اور وادی سماوہ بہنے لگے اور بحیرہ ساوہ خشک ہو جائے اور نار فارس بجھ جائے تو پھر شام سطیح کیلئے شام نہیں رہے گا، جتنے کنگرے کسریٰ کے محل کے گرے ہیں، ان میں سے اتنے ہی بادشاہ اور ملکہ ہوں گے، جو یکے بعد دیگرے آئیں گے (پھر ان کا سلسلہ حکومت ختم ہو جائیگا۔) پھر سطیح نے اسی جگہ اس معاملے کو حل کر دیا اور (وہ یہ کہ) یہ خواب کسریٰ کی مملکت کے خاتمے کا الارم ہے اور اس کے اسلام اور اہل اسلام کی مملکت بن جانے اور ان کے شہروں میں عربوں کے داخل ہونے کی علامت ہے۔ بعد میں اسی طرح ہوا جیسا کہ خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب قیصر ہلاک ہو جائے تو اس کے بعد پھر کوئی قیصر نہیں ہوگا اور جب کسریٰ ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد پھر کوئی کسریٰ نہیں ہوگا۔ قسم پاک ذات کی! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، تم ضرور بالضرور ان دونوں کے خزانے اللہ کی راہ میں تقسیم کرو گے۔'' یہ صحیحین کی روایت ہے۔

عظمت شب میلاد النبی ﷺ:

ہمارے لیے ان تمام روایات کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت کی شب، اہل ایمان کیلئے بڑی شرافت، عظمت، برکت اور سعادت کی شب ہے۔ یہ رات پاکی و نظافت رکھنے والی، انوار کو ظاہر کرنے والی، جلیل القدر رات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس رات میں وہ محفوظ و پوشیدہ جوہر ظاہر فرمایا، جس کے انوار کبھی ختم ہونے والے نہیں۔ یہ نور نبوت حضرت آدم ابوالبشر علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک جس پشت میں بھی رہا وہ (اللہ کے ہاں) شرافت و وجاہت والی تھی اور جس بطن میں بھی منتقل ہوا۔ وہ (اللہ کی خصوصی عنایت سے) طہارت و عفت کا حامل تھا۔ اس کی منتقلی ہمیشہ نکاح کے ذریعے ہوئی۔ زنا کی نحوست سے اللہ نے ہمیشہ اسے محفوظ و مامون رکھا۔ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے یہ نور مبارک سیدہ آمنہ بنت وہب زہریہ کی طرف منتقل ہوا۔ (میلاد النبی ﷺ کی) اس مبارک شب میں انہوں نے پیکر نبوت ﷺ کو جنم دیا۔ اس مبارک موقع پر (آپ ﷺ کی عظمت وشوکت کے اظہار کیلئے) ایسے

حسی اور معنوی انوار ظاہر ہوئے جن کے سامنے عقل و بصر عاجز ہیں۔ جیسا کہ علماء اخیار کے ہاں بہت سی (محققہ) احادیث و اخبار اس پر شاہد ہیں۔ محمد بن اسحق نے جن (احادیث واخبار) کا ذکر کیا، ان میں سے کچھ یہ ہیں:

ناف بریدہ اور مختون شدہ:

حضور نبی کریم ﷺ ناف بریدہ اور ختنہ شدہ پیدا ہوئے، جب ان کو زمین پر رکھا گیا تو اللہ عزوجل کے حضور سجدے میں پڑ گئے، آپ پر عورتوں نے پتھر کی بنی ہوئی ایک ہنڈیا رکھ دی، یہ اہل مکہ کی عادت تھی (وہ ٹوٹنے کے طور پر ایسا کرتے تھے) مگر وہ فوراً ہی آپ پر سے ہٹ گئی۔ انہوں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور وہ اپنی نگاہ کو آسمان کی طرف لگائے ہوئے ہیں۔ عورتوں نے اس بات کی خبر آپ کے دادا عبدالمطلب بن ہاشم کو دی، آپ کے والد ماجد تو اس وقت وفات پا چکے تھے جب آپ ابھی اپنی والدہ ماجدہ کے شکم میں تھے۔ عبدالمطلب نے ان سے کہا کہ اس کی اچھی طرح دیکھ بھال کرو کیونکہ میں امید کرتا ہوں کہ وہ بلند شان ہوگا اور اسے بہت بڑی بھلائی نصیب ہوگی۔

عقیقہ مبارک اور نام کا انتخاب:

ولادت مبارکہ کے ساتویں دن آپ کا عقیقہ کیا گیا اور قریش کو اس موقع پر دعوت دی گئی، جب وہ کھا کر فارغ ہو چکے تو کہنے لگے: عبدالمطلب! اس کا نام کیا رکھا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے اس کا نام "محمد" رکھا ہے۔ وہ کہنے لگے: تم نے اپنے خاندانی نام کیوں چھوڑ دیئے؟ عبدالمطلب نے کہا: میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں پر اس کی مدح فرمائے گا اس کی مخلوق زمین پر۔

بعض علماء نے کہا: آپ کے اندر جو صفات حمیدہ تھیں ان کی بنا پر خود اللہ تعالیٰ نے ان کو الہام کیا کہ آپ کا نام "محمد" (ﷺ) رکھیں، تاکہ اسم و معنی دونوں میں مطابقت ہو جائے۔ جیسا کہ آپ کے چچا ابوطالب نے کہا:

و شق له من اسمه يجله فذو العرش

محمود و هذا محمد

ترجمہ: ''اور آپ کے نام سے ہی آپ کے مقام کو ظاہر کر دیا گیا تا کہ آپ کی تعظیم کی جائے چنانچہ عرش والا محمود ہے اور آپ محمد۔''

اسمائے مصطفیٰ ﷺ:

صحیحین میں زہری سے روایت ہے۔ انہوں نے محمد بن جبیر مطعم سے روایت کی۔ انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا آپ ﷺ فرمارہے تھے:

''میرے بہت نام ہیں: میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی (مٹانے والا ہوں، میرے ذریعے اللہ تعالیٰ نے کفر کو مٹایا، میں حاشر (اکٹھا کرنے والا) ہوں، میرے قدموں پہ لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا، میں ایسا عاقب (سب سے پیچھے آنیوالا) ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔''

صحیحین ہی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت پر کنیت نہ رکھو۔ ترمذی میں ہے: ''میرا نام اور کنیت جمع نہ کرو۔'' میں ابوالقاسم ہوں۔

الله يرزق و انا اقسم

ترجمہ: ''اللہ رزق عطا فرماتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔'' (الحدیث)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ انہوں نے کہا: جب (حضور نبی کریم ﷺ کے فرزند) ابراہیم بن ماریہ پیدا ہوئے۔ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے کہا: ''اے ابو ابراہیم! آپ پر سلام ہو۔''

نبی کریم ﷺ کی رضاعت کا بیان اور ابولہب کے عذاب میں تخفیف:

سب سے پہلے جنہوں نے آپ کو دودھ پلایا وہ ثویبہ (یا ثوبیہ) ہیں جو آپ کے

چچا ابولہب کی کنیز تھیں۔ انہوں نے آپ کے اس چچا کو آپ کے میلاد کی خبر دی، تو اس نے (اس خوشی میں) اسی وقت ان کو آزاد کر دیا، چنانچہ جب اس کے مرنے کے بعد اس کے بھائی حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اسے خواب میں دیکھا تو اس کی حالت بہت بری پائی۔ اس سے پوچھا: تیرے ساتھ کیا ہوا؟ اس نے کہا: تم لوگوں سے بچھڑنے کے بعد مجھے سکون نہیں ملا، مگر یہ کہ مجھے اس سے پلایا جاتا ہے اور اپنی شہادت کی انگلی کی طرف اشارہ کیا اور کہنے لگا: اس (فضل) کا سبب ثوبیہ کو آزاد کرنا ہے۔

فائدہ:

یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ ابولہب کو جو تخفیف عذاب، ثوبیہ کو حضور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے میلاد کی خوشی میں آزاد کرنے کی وجہ سے نصیب ہوئی وہ اس کا کسب نہیں کہ کسب صرف اہل ایمان کا کارآمد ہے بلکہ یہ سراسر فضل والا معاملہ ہے۔ یہ اس مالک کردگار کا فضل عمیم ہے کہ اپنے محبوب کے میلاد کی خوشی منانے والے کافر کو بھی اس سے محروم نہیں رکھا۔ (مترجم)

اصل حدیث صحیحین میں موجود ہے چنانچہ جب اس کی باندی نے نبی کریم ﷺ کو دودھ پلایا تو دودھ پلانے کے نفع سے اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس چچا ابولہب کو محروم نہ رکھا بلکہ اس سبب سے (فضل فرماتے ہوئے) ہمیشہ کیلئے اس کی پیاس کے بجھانے کا بھی بندوبست فرمایا۔ حالانکہ یہ وہی چچا ہے جس کی مذمت میں قرآن پاک کی پوری ایک سورت نازل ہوئی۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر نے ذکر کیا کہ اس نے اس خواب کے دوران اپنے بھائی عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی کہا کہ یہ تخفیف عذاب جو مجھ پر کی جاتی ہے، یہ پیر کے دن ہوتی ہے، چنانچہ انہوں نے کہا: معاملہ یوں ہے کہ اس باندی نے اسے آپ کی ولادت کی خوشخبری دی تو اس نے اسی وقت اس کو آزاد کر دیا، اب جب بھی وہ وقت آتا ہے تو اس کو تخفیف عذاب عطا ہوتی ہے۔

صحیحین میں امام زہری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جو انہوں نے عروہ سے کی۔ انہوں نے زینب بنت ام سلمہ سے اور انہوں نے اپنی والدہ ماجدہ سے، حدیث کافی طویل ہے، (مختصر یہ کہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مجھے اور ابوسلمہ کو ثوبیہ" نے دودھ پلایا، لہٰذا میرے لیے اپنی بیٹیوں اور بہنوں کے رشتے نہ پیش کیا کرو۔" یہ وہی ثوبیہ ہیں جو ابولہب کی باندی تھیں جنہیں ابولہب نے آزاد کر دیا تھا پھر انہوں نے نبی پاک ﷺ کو دودھ پلایا۔

حلیمہ سعیدہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پلانا:

ابن اسحاق نے جہم بن ابی جہم سے روایت کیا اور اس نے اس سے روایت کیا جس نے عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب سے سنا۔ انہوں نے کہا: مجھ سے حلیمہ بنت ابی ذویب کے حوالے سے بیان کیا گیا، پھر انہوں نے حلیمہ کا قصہ اور ان کا ان عورتوں کے ساتھ مکہ آنا بیان کیا جن کا ہر سال کا معمول تھا کہ مکہ آتیں اور دودھ پلانے کیلئے بچوں کو گود لیتیں۔ اہل مکہ اپنے بچوں کو ان عورتوں کے ساتھ اجرت پر دودھ پلانے کیلئے بھیجنا پسند کرتے، ان کے علاقوں کے صحت افزاء ہونے کی بنا پر مکہ والے بنی سعد کے علاقوں کو دیگر تمام علاقوں سے بڑھ کر صحت افزاء خیال کرتے تھے۔ حلیمہ کا کہنا ہے: ہم میں سے ہر عورت کو حضور نبی کریم ﷺ کیلئے پیشکش کی گئی مگر ہر ایک نے ان کے یتیم ہونے کی بنا پر انکار کر دیا، کیونکہ ہم نے بچے کے والد سے اپنا صلہ لینا ہوتا تھا (اور یہاں والد تھے ہی نہیں)۔ (مزید) کہا کہ جب مجھے کوئی اور بچہ نہ ملا تو میں نے آپ ہی کو گود لے لیا۔ میں آپ کے ساتھ اپنی قیام گاہ پر آئی۔ اپنی چھاتیاں ان کو دیں تا کہ دودھ پی لیں۔ انہوں نے اس سے پیا، یہاں تک کہ سیر ہو گئے۔ آپ کے دودھ شریک بھائی نے بھی پیا۔ یہاں تک کہ وہ بھی سیر ہو گیا۔ میرے شوہر ہماری اونٹنی کے پاس گئے تو دیکھا کہ اس کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے ہیں چنانچہ انہوں نے اسے دھویا۔ اس میں سے انہوں نے بھی پیا اور میں نے بھی۔ یہاں تک کہ ہم سب گھر والے خوب سیر ہو گئے، ہم نے وہ رات بڑی اچھی گزاری۔ میرے شوہر نے خوش ہو کر

کہا: اے حلیمہ! اللہ کی قسم! میرا دل کہتا ہے کہ تو بڑا ہی برکتوں والا بچہ لے کر آئی ہے۔

حضرت حلیمہ کے گھر برکات کا نزول:

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: پھر ہم اپنے بلاد کی طرف واپس جانے کیلئے نکلے۔ اس موقع پر حلیمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے سواری کے گدھے کے باقی عورتوں کی سواریوں سے آگے نکل جانے کا واقعہ بیان کیا حالانکہ وہ سب سے کمزور اور نحیف تھا۔ یہاں تک کہ وہ عورتیں کہنے لگیں: خدا کی قسم! آج تو اس کی شان ہی عجیب ہے، پھر ہم بنی سعد کے علاقے میں پہنچ گئے، میرے خیال میں اس سال اس زمین سے بڑھ کر کوئی زمین قحط زدہ نہیں تھی، مگر پھر بھی میری بکریاں چرنے کیلئے جاتیں تو شکم سیر واپس آتیں اور ہم جتنا دودھ چاہتے حاصل کر لیتے، جبکہ ہمارے قریب قریب کسی کی بکری ایک قطرہ دودھ بھی نہ دیتی تھی، تمام لوگوں کی بکریاں بھوکی ہی لوٹتی تھیں حتی کہ انہوں نے اپنے چرواہوں کو جھاڑنا شروع کر دیا کہ تمہارا برا ہو، دیکھو کہ بنت ابی نویب کی بکریاں کیسے چر لیتی ہیں؟ تم بھی ان کے ساتھ چرایا کرو، چنانچہ وہ اپنی بکریوں کو وہیں چراتے جہاں میری بکریاں چر رہی ہوتیں مگر پھر بھی ان کی بکریاں بھوکی ہی لوٹتیں، ان میں قطرہ بھر دودھ بھی نہ ہوتا جبکہ میری بکریاں شکم سیر اور دودھ سے بھرے تھن لے کر آتیں اور ہم جتنا چاہتے دودھ حاصل کر لیتے۔

اللہ تعالیٰ اسی طرح ہمیں آپ کی برکت کا مشاہدہ کرواتا رہا، اور ہم اس سے خوب آگاہ ہو گئے، حتی کہ آپ کی عمر مبارک دو سال ہو گئی۔ آپ پر جوانی اتنی تیزی سے آ رہی تھی کہ عام بچے اتنی تیزی سے جوانی کی طرف گامزن نہیں ہوتے۔ خدا کی قسم! آپ دو سال کے ہوئے تو اچھے بھلے لڑکے بن چکے تھے، ہم آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس لائے اور پھر ان سے اجازت لے کر واپس اپنے بلاد میں لے آئے۔ دو یا تین ماہ گزرے ہوں گے کہ ایک روز آپ اپنے دودھ شریک بھائی کے ساتھ ہمارے گھروں کے پچھواڑے بکریوں کے بچوں سے کھیل رہے تھے کہ اچانک آپ کا

دودھ شریک بھائی تیزی سے دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا: ''ارے دیکھو! میرے قریشی بھائی کو کیا ہوا؟ ابھی ابھی دو شخص جو سفید لباس پہنے ہوئے تھے، اس کے پاس آئے اور اسے لٹا کر اس کا پیٹ چاک کر دیا۔'' حلیمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں اور میرا شوہر فوراً نکلے اور بھاگتے ہوئے اس طرف پہنچے، دیکھا تو آپ کھڑے ہیں۔ آپ کا رنگ متغیر ہے، آپ کے رضاعی والد نے آپ کو پکڑ لیا، اور پوچھا: بیٹا! تیرے ساتھ کیا ہوا؟ آپ نے کہا: میرے پاس دو شخص آئے، جن کے لباس سفید تھے۔ انہوں نے مجھے لٹایا اور میرے سینے کو چیر کر اس میں سے کوئی چیز نکالی اور اس کو پھینک دیا اور پھر اس کو اسی طرح کر دیا جس طرح وہ پہلے تھا، پھر ہم آپ کو واپس گھر لے آئے، آپ کے رضاعی والد نے کہا: حلیمہ؟ مجھے ڈر ہے کہ ہمارے بیٹے کو کوئی سایہ وغیرہ ہو گیا ہے تو میرے ساتھ چل تاکہ اسے واپس اس کے گھر چھوڑ آئیں۔

حلیمہ بیان کرتی ہیں کہ ہم نے آپ کو ساتھ لیا اور واپس آ گئے۔ آپ کی والدہ، آپ کو ہمارے ساتھ دیکھ کر حیران ہوئیں اور کہنے لگیں: اسے واپس لانے پر تمہیں کس چیز نے مجبور کیا حالانکہ تم تو اس کے بارے میں بڑے حریص تھے۔ ہم نے کہا: ہمیں ان کے بارے میں نقصان اور حوادث زمانہ کا اندیشہ ہے۔ وہ کہنے لگیں: تمہارے ساتھ کیا ہوا؟ مجھے اپنے معاملے سے آگاہ کرو۔ چنانچہ ہمیں آپ کا معاملہ بتائے بنا اور کچھ نہ بن پڑا۔ انہوں نے فرمایا: کیا تمہیں اس کے بارے میں شیطان کے حملے کا خوف ہے؟ اللہ کی قسم! میرے بچے کی یہ شان ہے کہ شیطان کیلئے اس کی طرف کوئی راہ نہیں۔ کیا میں تمہیں اس کی شان سے آگاہ نہ کروں۔ ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں، فرمایا: جب یہ میرے شکم میں تھے تو مجھے بالکل بوجھ محسوس نہ ہوتا تھا۔ جب یہ میرے شکم میں تھے تو میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے جسم سے ایک نور نکلا ہے کہ جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے ہیں، جب آپ پیدا ہوئے تو پیدائش کے فوراً بعد یوں بیٹھ گئے کہ کوئی نومولود اس طرح نہیں بیٹھ سکتا۔ اپنے ہاتھ پر بوجھ سہارے ہوئے تھے اور سر کو آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے۔

شق صدر:

صحیح مسلم میں حماد بن سلمہ کی حدیث ہے جوانہوں نے ثابت سے اور انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ (بچپن میں) بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے۔ آپ کو پکڑ کر لٹایا اور آپ کے دل والی جگہ کو چیرا، پھر اس میں سے دل کو نکالا اور اس میں سے ایک بوٹی نکال کر کہا: یہ حصہ شیطان کا ہے پھر اسے سونے کی طشتری میں زمزم کے پانی کے ساتھ دھویا پھر اسے درست کر دیا اور واپس اس کی جگہ رکھ کے سینہ مبارک کو سی دیا۔ بچے خوفزدہ ہو کر بھاگتے ہوئے اپنی والدہ یعنی آپ کی دایا (حضرت حلیمہؓ) کے پاس آئے اور چیخے کہ محمد (ﷺ) کو قتل کر دیا گیا، چنانچہ وہ سب دوڑتے ہوئے آپ کے پاس آئے اور دیکھا کہ آپ کا رنگ متغیر ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس سلے ہوئے چیر کا نشان ہم نے بھی آپ کے سینہ مبارک میں دیکھا۔

صحیحین اور دیگر کتب حدیث میں حضرت انس اور حضرت ابوذر اور حضرت مالک صعصعہ رضی اللہ عنہم سے حدیث معراج کے ضمن میں مروی ہے کہ اس رات بھی آپ کا شق صدر ہوا۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلامتی نازل ہو۔ مقصد یہ کہ بنی سعد کی ایک عورت کا آپ کو دودھ پلانا، ان لوگوں کیلئے خصوصی اور عمومی برکات کا باعث بنا، اس وقت بھی اور بعد میں بھی۔ خصوصاً غزوہ حنین کے دن کہ جب ان کی عورتیں اور بچے قیدی بنا کے لائے گئے تو ان کیلئے پھر سے وہی برکتیں اور مہربانیاں لوٹ آئیں، جیسا کہ اس وقت تھیں جب آپ ان کے ہاں اپنی رضاعت کا عرصہ گزار رہے تھے۔

جب وہ اسلام لے آئے تو ان کے ایک کہنے والے نے کہا: بے شک ہم نسب اور خاندان والے ہیں، مگر ہمیں آزمائش نے آگھیرا جو آپ سے مخفی نہیں تو ہم پر احسان کیجئے، اللہ تعالیٰ آپ پر احسان فرمائے گا۔ ان کا خطیب زہیر بن سرد کھڑا ہوا۔ اس نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! باڑے میں جو عورتیں قیدی ہیں وہ کوئی اور نہیں مگر آپ کی

رضاعی خالائیں اور مائیں ہیں۔ جنہوں نے (شیر خوارگی کے عالم میں) آپ کی سنبھال کی، اگر ہم نے حارث بن ابی شمر یا نعمان بن منذر کو دودھ پلایا ہوتا، پھر اس طرح کی سختی ان کی طرف سے ہمیں پہنچی ہوتی تو یقیناً ہم ان کی طرف سے بھلائی اور مہربانی کیلئے بڑے پرامید ہوتے، جبکہ آپ تو ہمارے پاس پلنے والوں میں سب سے زیادہ مہربان ہیں، پھر اس نے یہ شعر پڑھے:

ترجمہ اشعار:

''اے اللہ کے رسول (ﷺ)! اپنی کرم نوازی سے ہم پر احسان کیجئے کیونکہ آپ ایسے انسان ہیں جس سے ہم امید لگائے ہوئے ہیں اور جس کے سامنے ہم ذلیل ہیں۔ وہ جو پال جو قدر رکھو چکی ہے اور جس کا شیرازہ زمانے کے حوادث سے بکھر گیا، اس پر رحم کیجئے۔ اے زمانے رحم کر ہم پر ہماری غمنا کی پر نوحہ کناں ہوتے ہوئے، کیونکہ ان کے (قوم کے) دلوں پر سختیوں اور کدورتوں کا غبار چھایا ہوا ہے۔ اے وہ صاحب حلم کہ جس کے سامنے حقیقت حال کھول کے رکھ دی جائے تو وہ تمام لوگوں سے بڑھ کے حلم کا مظاہرہ فرماتے ہیں، اگر آپ نے اپنے برکتوں والے ہاتھ سے اس قوم پر عطاو مہربانی نہ کی تو یہ بکھر کے ختم ہو جائے گی۔ ان عورتوں پر احسان کیجئے جن کا دودھ آپ نے پیا، اس لیے کہ آپ کا دہن مبارک ہمیشہ ان کے خالص دودھ سے بھرا رہتا تھا۔ ان عورتوں پر احسان کیجئے جن کے دودھ پر آپ پلے، کہ جب وہ سب کچھ آپ کو آراستہ کر رہا تھا جو ان کے پاس میسر تھا۔ ہمارے ساتھ ان جیسا سلوک نہ کیجئے گا جو بے آبرو ہو چکے ہوں بلکہ ہمارے وجود کو باقی رہنے دیجئے کیونکہ ہم نام ونسب والا گروہ ہیں۔ ہم تو اس وقت بھی نعمتوں کا شکر بجالاتے ہیں جب ان سے ناشکری برتی جاتی رہی ہو اور ہمارے ہاں اس دن کے بعد ذلت ورسوائی ہوگی۔ وہ مائیں جن کا آپ نے دودھ پیا، انہیں عفو عطا کیجئے، اس لیے کہ آپ کی عفو و درگزر کا بڑا شہرہ ہے۔ ہم آپ سے عفو و درگزر کی امید رکھتی ہیں، ہمیں معافی عطا کیجئے۔ جب آپ ہمیں معاف فرمائیں گے اور ہماری نصرت

فرمائیں گے تو یہ آپ کی طرف سے بہت بڑی نیکی ہوگی۔ ہمیں معاف فرمایئے، اللہ تعالیٰ درگزر فرمائے اس سے جس کی قیمت کے دن آپ کی فکر ہوگی (یعنی امت کی مغفرت) جب کامیابی آپ کے قدم چوم رہی ہوگی۔''

جب یہ صورتحال ملاحظہ فرمائی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مال غنیمت میں سے جو کچھ میرا اور بنی ہاشم کا ہے تو وہ اللہ کیلئے اور تمہارے لیے ہے۔'' باقی مسلمانوں نے عرض کی: ''غنائم میں سے جو کچھ ہمارا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول کی خدمت میں حاضر ہے۔'' ایک سے زیادہ علماء سیرت نے بیان کیا کہ بنو سعد کے تقریباً چھ ہزار لوگ قیدی تھے، (جنہیں آزاد کر دیا گیا) اور انہیں جو مال و منال واپس کیا گیا تو وہ تقریباً پچاس کروڑ درہم کے برابر تھا۔

حضور نبی کریم ﷺ کا حلیہ مبارک:

آپ مردوں میں میانہ قد تھے، نہ بہت زیادہ لمبے تھے اور نہ بہت چھوٹے، آپ کا رنگ مبارک نہ بہت زیادہ سفید تھا اور گہرا گندمی، آپ کے بال مبارک نہ بہت گھنگھریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے، جب آپ صلوٰت اللہ علیہ کا وصال مبارک ہوا تو عمر مبارک ساٹھ سال سے زیادہ تھی۔ مگر سر اقدس اور ریش مبارک میں بیس سے بھی کم بال سفید تھے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑے سر اور بڑے گول چہرے والے تھے۔ گہری سیاہ آنکھوں اور لمبی پلکوں والے تھے۔ پر گوشت گال اور وسیع دہن والے تھے۔ چہرہ مبارک یوں چمکتا تھا جیسے چودھویں رات کا چاند، ریش مبارک گھنی تھی، آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ اتنی خوبصورت کے جیسے حجلہ عروسی کا زر اور دونوں کندھوں کے بالکل درمیانی حصہ سے کچھ نیچے تھی۔ آپ کی مبارک زلفیں دونوں شانوں کو چھوتی تھیں، مگر کبھی چھوٹی ہو کر کانوں کے نصف تک رہ جاتیں۔ پہلے آپ ان کو لٹکایا کرتے پھر مانگ نکالتے، آپ کے دونوں کندھوں، بازوؤں اور سینے کے بالائی حصوں پر گھنے بال تھے، آپ کے انگوٹھے لمبے اور ہتھیلیاں چوڑی تھیں۔ کلائیاں اور انگلیاں موٹی

تھیں۔ پیٹ اور سینہ برابر تھے۔ نکھرے ہوئے نورانی جسم والے تھے۔ ایڑیوں پر گوشت کم تھا، جب چلتے تو یوں پاؤں جما کر جھکے جھکے چلتے کہ محسوس ہوتا جیسے نشیب میں اتر رہے ہوں اور (رفتار اتنی تیز ہوتی کہ) یوں لگتا جیسے زمین آپ کیلئے لپیٹی جارہی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم بھاگ کر ملتے مگر رسول اللہ ﷺ کو پرواہ بھی نہ ہوتی۔ (یعنی تیز رفتاری کا کوئی اثر آپ پر ظاہر نہ ہوتا۔)

صفات وشمائل:

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام عموماً اتنا کپڑا پہنتے جو جسم ڈھانپنے کیلئے کافی ہوتا۔ کرتا، پائجامہ، دھاری دار کپڑوں اور یمنی چادروں کو بھی پسند کرتے، کبھی کبھی قباء اور جبہ بھی زیب تن فرماتے۔ شملوں والا عمامہ بھی باندھتے۔ (اکثر) آپ تہبند اور چادر میں ہوتے، پہناوے اور کھانے میں تکلف نہ برتے، حلال کھانے اور پہناوے میں سے کوئی چیز (ادنیٰ یا اعلیٰ ہونے کی بناپر) واپس نہ کرتے۔ حضور نبی کریم ﷺ بہادری اور کرم نوازی کا مظاہرہ فرماتے نہ تو کوئی آپ سے بڑھ کر سخی تھا اور نہ ہی کوئی راہ حق میں آپ سے زیادہ نرم دل۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کہنا ہے کہ جب جنگ شدت اختیار کر جاتی تو ہم حضور نبی کریم ﷺ کے گرد اکٹھے ہوکر آپ کی حفاظت کرتے مگر غزوہ حنین کے دن جب آپ کے اصحاب دشمن کے حملہ سے پسپا ہوئے اور پیٹھ پھیر کے بھاگ کھڑے ہوئے اور کم وبیش ایک سو انتہائی قریبی جانثار صحابہ کے باقی کوئی نہ بچا جبکہ آپ کے دشمن ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ (چہار اطراف) نیزوں اور تلواروں کی ایک عظیم یلغار تھی، مگر آپ کمال بہادری سے نہ صرف خچر پر سوار اپنی جگہ قائم تھے، بلکہ اسے دشمنوں کی طرف بڑھا بھی رہے تھے، اور نام لے کے پکار رہے تھے اور فرمارہے تھے:

انا النبی لاکذب

انا ابن عبدالمطلب

ترجمہ: ''میں بالیقین نبی ہوں، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔''

یہ سب کچھ اللہ کے بھروسہ، اس کی مدد کے یقین اور اس کے وعدے کے پورا ہونے اور اس کے کلمہ کے بلند کیے جانے کے یقین کی بناء پر تھا۔ آپ کی اس وقت ثابت قدمی اور یقین کامل کی بنا پر اللہ کی مدد مسلمانوں کے شامل حال ہوئی، ان کیلئے دشمنوں کی خیمہ گاہ مسخر ہوئی، ان کے قیدیوں کو ہانکا گیا اور عورتوں، بچوں کو قیدی بنایا گیا۔ آپ کے اصحاب واپس نہیں آئے مگر یہ کہ آپ کے سامنے قیدی اور شکست خوردہ سورہے تھے۔ آپ کی سخاوت کا عالم یہ تھا کہ آپ نے کبھی کسی سوال کے جواب میں ''لا'' (نہیں)، نہیں کہا اور نہ ہی آپ نے کبھی اپنے دیئے کو بہت زیادہ خیال کیا (یعنی بہت دے کر بھی یہی سمجھتے کہ کچھ نہیں دیا، یہ سخاوت کی انتہا ہے۔) آپ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ مانگنے والے کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے خواہ خود حاجتمند ہی کیوں نہ ہوتے۔

اخلاق مصطفیٰ ﷺ:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا: آپ کے اخلاق عین قرآن تھے۔

(اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔)

اکثر علماء کے ہاں اس کا معنی یہ ہے کہ آپ نے کبھی قرآن کے فرمان سے روگردانی نہیں کی اور نہ کبھی قرآن کے منع کردہ فعل کا ارتکاب کیا، جس چیز کی قرآن نے رغبت دلائی آپ اس کی طرف انتہائی تیزی کرنے والے تھے اور جس چیز سے قرآن نے ٹوکا، آپ تمام لوگوں سے بڑھ کر اس سے دور رہنے والے تھے۔

✿ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

نٓ، وَ الْقَلَمِ وَ مَا یَسْطُرُوْنَ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ وَ اِنَّ لَکَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ، وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ

ترجمہ: ''ن، قسم ہے قلم کی اور اس کی جو کچھ لکھتے ہیں، آپ اپنے رب کے

فضل سے دیوانے نہیں ہیں اور آپ کیلئے بے انتہا اجر ہے اور آپ کیلئے بے انتہا اجر ہے اور بے شک آپ خلق عظیم پر ہیں۔"

بہت سے علماء سلف نے کہا کہ یہاں خلق عظیم سے مراد عظیم دین ہے۔ یعنی آپ عظیم دین کے حامل ہیں۔

عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ مدینہ شریف تشریف لائے تو میں ان لوگوں میں سے تھا جو فی الفور لپکتے ہوئے آپ کی طرف گئے، جب میں نے آپ کے چہرہ انور کو دیکھا تو میں جان گیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے شخص کا چہرہ نہیں ہوسکتا، پہلی بات جو میں نے آپ سے سنی وہ یہ تھی کہ آپ فرمارہے تھے: "لوگو! سلام پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ، قریبی رشتہ داروں سے تعلقات استوار رکھو اور رات کو جب لوگ سو رہے ہوں، نماز پڑھا کرو، تو سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہوگے۔"

آپ سچائی، امانت دار، خیرات، مہربانی، پاکدامنی، سخاوت، شجاعت، شب بیداری، ہر حال، ہر وقت، ہر لحظہ اور ہر سانس میں اللہ کی اطاعت، علم عظیم، اعلیٰ درجہ کی فصاحت، کامل خیرخواہی، رافت، رحمت شفقت، ہر کسی کے ساتھ احسان اور فقیروں، محتاجوں، یتیموں، بے گھروں، کمزوروں اور نادار مسافروں سے ہمدردی جیسی صفات جملہ سے بعثت کے وقت (بلکہ اس سے پہلے) سے لے کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وصال عطا کیے جانے تک متصف رہے، اس سب کے ساتھ ساتھ آپ انتہائی حسین شکل وشباہت کے مالک بھی تھے۔ آپ کی صورت مبارک بڑی ہی بدیع و فائق اور جمیل ملیح تھی۔ آپ کا نسب مبارک اپنی قوم میں جو کہ نسب کے اعتبار سے تمام اہل زمین سے اعلیٰ تر اور رہن سہن میں سب سے افضل تر، بڑا ہی عظیم شریف اور اعلیٰ تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ (سورۃ الانعام)

ترجمہ: "اللہ خوب جانتا ہے کہ اس نے کس طرح بنانا ہے اپنی رسالت کو۔"

انتخابِ خدا:

صحیح مسلم میں امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے ہے کہ انہوں نے شداد بن اوس ابی عمار سے، انہوں نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے چن لیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اور بنو اسماعیل میں سے چن لیا، بنو کنانہ کو اور بنو کنانہ میں سے چن لیا، قریش کو اور قریش سے چن لیا بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم میں سے چن لیا مجھ کو۔''

حاکم نے اپنی مستدرک میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا: بے شک اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کو تخلیق فرمایا، پھر ان میں سے سب سے اوپر والے کو چن لیا، پس اس میں اپنی مخلوق میں سے جسے چاہا ٹھہرایا، پھر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا۔ پس اس میں سے بنی آدم کو چن لیا، اور بنی آدم میں سے عرب کو چنا اور عرب میں سے مضر کو چنا اور مضر میں سے قریش کو چنا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو چنا اور بنو ہاشم میں سے مجھے چنا۔ پس میں چنے ہوؤں میں سے چنے ہوؤں کی طرف ہوں۔ چنانچہ جو عربوں سے محبت کریں گے، میں اپنی محبت کے ساتھ انہیں چاہوں گا اور جو عربوں سے دشمنی رکھیں گے، میں اپنی دشمنی کے ساتھ ان سے دشمنی رکھوں گا۔''

تمام کائنات میں افضل:

حاکم نے اپنی سند کے ساتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ میں نے زمین کو اس کے شرقی و غربی کناروں سمیت الٹ پلٹ دیکھا۔ (یعنی اس کا خوب جائزہ لیا) مگر مجھے محمد سے افضل کوئی مرد نہیں ملا، اور میں نے زمین کو شرقی و غربی کناروں سمیت الٹ پلٹ ڈالا مگر مجھے کسی باپ کی اولاد ہاشم کی اولاد سے افضل نہیں ملی۔''

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ان روایات کیلئے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی سابق میں گزری ہوئی حدیث شاہد ہے اور سب سے بہتر جاننے والا تو اللہ ہی ہے۔ محمد بن

اسحٰق نے ان اشعار کو جو منسوب ہیں آپ کے چچا ابوطالب کی طرف جو کہ رسول اللہ ﷺ کے حمایتی تھے، باوجود اس کے کہ وہ اپنی قوم کے دین پر تھے، کو ذکر کیا ہے۔

(۱) اگر قریش آج اپنی وجہ افتخار ڈھونڈیں وعبد مناف ان کا سر و صمیم ہوں گے۔

(۲) اگر وہ عبد مناف کے شرفاء کو پانا چاہیں تو بنو ہاشم میں ان کے شرفاء وقدماء ہونگے۔

(۳) اور اگر آج وہ اپنے فرد پر فخر کرنا چاہیں تو وہ محمد ہیں، وہ ایسے مصطفیٰ (ﷺ) ہیں جنہوں نے انہیں مسرت عطا کی اور ان کے کریم ہیں۔

✿ آپ کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ بھی روایت ہے کہ یہ ان کے نہیں بلکہ حضرت عباس بن مرداس سلمی کے اشعار ہیں۔

(۱) زمین پر نزول سے قبل آپ جنت کے سایوں میں خوشگوار زندگی بسر کرتے تھے، اور اس مقام میں تھے جہاں پتوں سے تن ڈھانپا گیا۔ (اشارہ حضرت آدم وحوا علیہما السلام کے واقعہ کی طرف ہے کہ جب شجر ممنوعہ کا پھل کھا لینے سے ان کے ستر ننگے ہوگئے تو انہوں نے جنت کے پتوں سے اپنے جسموں کو ڈھانپا۔)

(۲) بلکہ نطفہ کی حالت میں تو آپ اس وقت بھی تھے جب آپ کشتی نوح علیہ السلام پر سوار ہوئے اور جب نسر بت اور اس کے ماننے والے پانی میں غرق ہوئے تھے۔

(۴) یہاں تک کہ آپ کا شرف جو گواہ ہے آپ کے بلند رتبے پر خندف سے بھی بلند مقام پر فائز ہوا۔

(۵) آپ کی قسم! جب آپ پیدا ہوئے تو زمین چمک اٹھی اور آپ کے نور سے افق روشن ہوگیا۔

(۶) پس ہم اس روشنی اور اس نور میں ہدایت کے راستوں پر چل رہے ہیں۔

☆☆☆

المورد الروی

...... فی ......

مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف:

علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و تدوین:

مولانا محمد عبدالاحد قادری

حسن ترتیب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تذکرہ مصنف

علی بن سلطان محمد ہروی نزیل مکہ المعروف بہ قاری، نورالدین لقب تھا۔ اپنے زمانہ کے وحید العصر، فرید الدھر، محقق، مدقق، مصنف مزاج، محدث، فقیہ، جامع العلوم عقلیہ ونقلیہ اور متضلع سنت نبویہ جماہیر اعلام اور شاہیر اولی الحفظ والافہام میں سے تھے۔ خصوصاً آپ کو تحقیق فقہ وحدیث اور دریافت علوم کلام ومعقول میں ید طولیٰ حاصل تھا اور تحریر عبارت عربی میں ایسی طرز خاص رکھتے کہ کئی ایک جزو ایک وضع پر مسجع ومقفی لکھ جاتے تھے۔

ہرات میں پیدا ہوئے اور مکہ معظمہ میں آکر خاتمہ المحققین احمد ابن حجر ہیثمی مکی اور ابی الحسن بکری اور عبداللہ سندھی اور قطب الدین سے علم پڑھا اور مشہور زمانہ ہو کر سن ہزار کے سرے پر درجہ مجددیت کو پہنچے۔ آپ کے اعتراض امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر مسئلہ ارسال میں امام شافعی اور انکے اصحاب پر بعض مسائل میں نہ عصبیت اور ہوا کی راہ سے ہیں بلکہ سبب وضوح ان ادلّہ کے ہیں جو انکے برخلاف ہیں اور اس قسم کا اختلاف تمام قسم کے علماء متقدمین ومتاخرین میں موجود ہے کچھ آپ پر منحصر نہیں، آپ کی کثرت سے تصنیفات ہیں۔

(حدائق الحنفیہ)

تاریخ وصال:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شوال ۱۰۱۴ ہجری کو مکہ المکرمہ میں وصال ہوا اور آپ کو جنت المعلی میں دفن کیا گیا۔

☆☆☆

محمد عبدالاحد قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد الله الازلی الابدی، علی ما اضا النور الاحمدی، واشرف الضیاء المحمدی المنعوت بالمحمود فی عالم الوجود، و افاء علی العرب والعجم بانواع النعم واصناف الجود، واهداه الی الناس کافة ارسال هدایة و هدیة، ورحمة ورافة، وهو الرحیم الودود، بابراء هذا المولود فی احسن المورود، و هو شهر ربیع الاول علی ما علیه المعول ﷺ و شرف و کرم واحسن الیه، و قربة واصطفاه لدیه، و لقد احسن المقال من قال من بعض أرباب الحال

''میں ازلی ابدی اللہ کی تعریف کرتا ہوں کہ اس نے نورِ محمد ﷺ کو چمکایا اور ضیاء محمد ﷺ کو عالم وجود میں بلند تر کیا، جس کی تعریف عالم وجود میں محمود سے کی گئی اور عرب وعجم پر طرح طرح کی نعمتیں اور قسم قسم کی سخاوتیں نچھاور کیں اور آپ ﷺ کو تمام لوگوں کیلئے موجب ہدایت وتحفہ، رحمت ورأفت بنا کر بھیجا، وہی رحم فرمانے والا محبت فرمانے والا جس نے اس مولود (پیدا ہونے والے) کو بہترین ٹھکانے میں پیدا فرمایا اور وہ ربیع الاوّل کا مہینہ ہے جیسا کہ اس پر اتفاق امت ہے اللہ پاک نے آپ ﷺ کو شرف وکرم بخشا اور آپ ﷺ پر احسان وانعام پایا، اپنی قربت عطا کی اور اپنا برگزیدہ کیا، ایک صاحب حال نے کیا خوب فرمایا ہے۔''

هذا الشهر فی الاسلام فضل و منقبة تفرق علی الشهور

فمولود به واسم و معنی و آیات بهرن لدی الظهور

ربیع فی ربیع فی ربیع و نور فوق نور فوق نور

ترجمہ: ''اسلام میں اس مہینے کو فضیلت اور شان حاصل ہے، جو دوسرے مہینوں سے بڑھ کر ہے۔ سو اس میں پیدا ہونے والے کا نام بھی محمد (قابل تعریف) اور معنی (ستودہ ذات و صفات) بھی قابل تعریف اور آپ کے ظہور کے وقت کئی نشانیاں ظاہر ہوئیں، بہار میں بہار، بہار میں بہار اور نور پر نور، نور پر نور۔''

بعثت مصطفیٰ ﷺ مسلمانوں کیلئے ہدایت اور مشرکوں پر حجت ہے:

✿ اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں فرمایا:

لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (سورۃ التوبہ)

ترجمہ: ''بے شک تمہارے پاس تم میں سے (ایک باعظمت) رسول تشریف لائے، تمہارا تکلیف و مشقت میں پڑنا ان پر سخت گراں (گزرتا) ہے۔ (اے لوگو!) وہ تمہارے لیے (بھلائی اور ہدایت کے) بڑے طالب و آرزومند رہتے ہیں (اور) مومنوں کیلئے نہایت (ہی) شفیق بے حد رحم فرمانے والے ہیں۔''

اور اس خبر سے ظاہر ہے جو کہ مختلف انواع کے ساتھ صادر ہوتے ہوئے حصول انور پر مشتمل ہے حرف تحقیق کے ساتھ اس کو تاکیداً بیان کیا گیا ہے، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا ان کے پاس آنا علامات عنایت اور بلندیوں کی توفیق میں سے ہے اور یہ خطاب عام ہے جو کہ مومنوں اور کافروں کو شامل ہے لیکن یہ پرہیزگاروں کیلئے ہدایت اور دوسروں کیلئے حجت ہے، جس طرح کہ نیل کا پانی محبوبوں کیلئے پانی ہے اور مجوبوں کیلئے خون ہے، یہاں تک کہ تمہارے پاس آپ ﷺ کی تشریف آوری کا وعدہ پورا ہوا اور اس کا مقصود تمہارے سامنے اس فرمان الٰہی میں مقتضی ہے: فرمایا

فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًی فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ

يَحْزَنُوْنَ o وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ o (سورۂ بقرہ)

ترجمہ: ''اور پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جن لوگوں نے میری ہدایت کی پیروی کی تو ان پر نہ کوئی ڈر ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں وہ دوزخی ہیں وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔''

ان شرطیکہ موکدہ زائدہ کو رسول اللہ ﷺ کے تشریف لانے میں استعمال کرنا کامل دلالت اور شامل علامت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت اللہ تعالیٰ پر واجب نہیں مگر اس کا وعدہ پورا کرنا اس کے فضل اور بندوں پر کرم کرنے کی بناء پر ہے اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اگر ہم نبی کریم ﷺ کو تمہارے پاس نہ بھی بھیجتے تو آپ کے اپنے درجے میں کوئی کمی نہ آتی اور حضور نبی کریم ﷺ تمہاری خوبیوں کی وجہ سے تمہارے پاس تشریف نہیں لائے کیونکہ وہ تو ہماری بارگاہ میں مقرب اور ہمارے ہاں معظم ہیں اور وہ مخلوق کی طرف متوجہ ہوکر بارگاہِ خداوندی سے غائب ہونا پسند نہیں کرتے تم نے ''اَبان الخاص'' کو نہ دیکھا جو ابراہیم الخواص رحمۃ اللہ علیہ کے غلاموں میں سے تھے ان پر جب بھی حکومت کے عہدے اور مناصب جلیلہ پیش کیے جاتے آپ انہیں قبول نہ کرتے اور بارگاہ ایزدی کی طرف متوجہ رہتے لیکن حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے ارادے کو حق تعالیٰ کے منشاء ارادہ کے سامنے ترک کردیا جیسا کہ شان ہے مراد اور مرید کی کسی نے کیا خوب کہا۔

اريد و صاله و يريد هجرى
فاترک ما اريد لما يريد

ترجمہ: ''میں تو دوست سے ملنا چاہتا ہوں اور وہ میری جدائی چاہتا ہے سو میں اپنے ارادے کو اس کے ارادے پر قربان کردیتا ہوں۔''

یہ ہے مرتبہ ارباب احوال میں سے اہل کمال کا جو تجلیات جمال و جلال کے جامع

ہوتے ہیں اور محبوب حقیقی کے ماسوا کی طرف رخ کرنے یا پیٹھ کرنے سے فانی ہوتے ہیں۔

یونہی بایزید بسطامی (ان کا نام طیفور بن عیسیٰ بسطامی تھا اور پیدائش ۱۸۸ ہجری مطابق ۸۰۴ عیسوی ہے اور بسطام ایک شہر ہے عراق اور خراسان کے درمیان وہیں آپ کی وفات ہوئی۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ وحدت الوجود کے قائل تھے اور مذہب فنا کے بانی) ان سے جب پوچھا گیا کہ کیا چاہتے ہو، انہوں نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرا کوئی ارادہ نہ ہو۔

بعض اہل تحقیق و تدقیق نے ان دونوں باتوں میں یوں موافقت پیدا کی ہے کہ صوفیائے کرام کے ہاں یہ بھی ایک ارادہ ہے کیونکہ عدم ارادہ کرنا بھی ماسوا سے نفی کی طرف اشارہ ہے اور یہ حالت تسلیم و رضا بالقضا کی طرف اشارہ ہے۔ (یعنی اس کے فیصلوں کے سامنے ہمارا سر تسلیم خم ہے۔) پھر "رَسُوْلٌ" کی تنوین تعظیم و تکریم کیلئے ہے گویا اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ یقیناً تمہارے پاس تشریف لائے وہ رسول جو تمہیں میں سے ہیں جو کریم ہے، رب کریم کی طرف سے کتاب کریم کیساتھ۔ اس میں گویا دعا ہے راحت کی طرف، پھولوں کی طرف، نعمتوں بھرے باغات کی طرف اور اس سے بڑھ کر رب کریم کی ملاقات کی بشارت ہے اور اس کے اندر جہنم کی گرمی سے ڈرایا جا رہا ہے،

❁ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

نَبِّئْ عِبَادِیْۤ اَنِّیْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝ وَاَنَّ عَذَابِیْ هُوَالْعَذَابُ الْاَلِیْمُ (سورۃ الحجر)

ترجمہ: "اے محبوب! آپ میرے بندوں کو بتا دیجئے کہ میں ہی بے شک بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہوں ۝ اور (اس بات سے بھی آگاہ کر دیجئے) کہ میرا ہی عذاب بڑا دردناک عذاب ہے۔"

نبی کریم ﷺ کی فضیلت باقی انبیاء پر:

اور اس رسول اللہ ﷺ کی ایک عظمت یہ بھی ہے کہ تمام معزز نبیوں اور بڑے

بڑے رسولوں سے یہ پکاہ وعدہ لیا گیا کہ جو بھی آپ ﷺ کی رسالت کا زمانہ پائے، آپ ﷺ کی عظمت وجلالت کے پیش نظر آپ ﷺ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی مدد کرے۔ اور آپ ﷺ کے کمالات کو اس طرح ظاہر کیا جیسا کہ اس کی طرف مفسرین نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے تحت اشارہ کیا:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّ حِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَ لَتَنْصُرُنَّہٗ

ترجمہ: ''اور اے محبوب! وہ وقت یاد کریں جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پختہ عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت عطا کردوں پھر تمہارے پاس وہ (سب پر عظمت والا) رسول تشریف لائے جو ان کتابوں کی تصدیق فرمانے والا ہو جو تمہارے ساتھ ہونگی تو ضرور بالضرور ان پر ایمان لاؤ گے اور ضرور بالضرور ان کی مدد کرو گے۔''

اور آپ ﷺ نے اپنے اس فرمان سے مقامِ بلند کی رہنمائی فرمائی: ''اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو میری پیروی کے سوا ان کو چارہ نہ ہوتا۔'' اور اسی کی طرف آپ ﷺ نے اشارہ کیا بلکہ اس سے بھی اونچے مقام کی طرف اپنے اس فرمان سے: (''آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ تمام مخلوق قیامت کے دن میرے جھنڈے تلے ہوگی۔'') پھر گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہیں معلوم ہو کہ حضور نبی کریم ﷺ تمہاری طرف محض جسمانی پیکر کے اعتبار سے ظہورِ نوری کے طور پر تشریف لائے ہیں اور ہماری بارگاہ میں حاضر ہیں اور لمحہ بھر بھی اس اثناء میں درمیان سے غائب نہیں ہوتے۔ سو آپ ﷺ مجمع البحرین (دو سمندروں کے ملنے کی جگہ) ہیں کیونکہ تمہارے ہاں اجنبی اور ہمارے قریب ہیں، تم سے جدا اور ہماری طرف متوجہ ہیں تمہارے ساتھ قرشی (قریشی) اور ہمارے ہاں عرشی، اور اس کے باوجود انہوں نے حضرت الٰہیہ کی طرف لوٹنا ہے اگرچہ غیبت کتنی ہی طویل کیوں نہ ہو، جیسے کہ قاصد اور اس کے بھیجنے والے کا تعلق مقصد حاصل ہونے کے بعد۔ یہاں خوشی اور غم دونوں کا ظہور ہے جیسا کہ دنیا کی تمام نعمتیں جب باقی ہوں اور فناء ہونے کے

بعد۔ اور یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ دونوں (میلاد اور وفات) ایک ہی موسم یعنی ربیع الاوّل میں واقع ہوئی جیسے کہ عجیب تاریخی اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بنت حارث کی شادی مقام سرف مکہ معظمہ کے قریب ایک جگہ) پر ہوئی اور وہیں آپ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی اور وہیں آپ رضی اللہ عنہا دفن ہوئیں تو پاک ہے وہ ذات جو ہمیشہ زندہ ہے جو کبھی مرے نہ فنا ہو نہ اپنے اصول سے ہٹے، تو اس اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمیں اسلام کے ساتھ زندہ رکھا اور ہمیں محمد مصطفیٰ ﷺ کا امتی بنایا جن کی تمنا تمام نبیوں نے کی، سو آپ ﷺ کا تشریف لانا نعمت کا کمال اور انتہائی عزت افزائی ہے۔ لازم ہے کہ اس کی طرف توجہ کی جائے اور اس کا میلاد پاک کے موسم میں استقبال کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے حرمین شریفین کے لوگوں کیلئے ان دونوں نعمتوں کو جمع فرمادیا کہ میلاد پاک کو مکہ معظمہ میں اور روضہ پاک ﷺ مدینہ طیبہ میں۔ یہاں رہنے والے آقا پر پہنچنے والے اور کامل ترین سلام اور ہر شخص جس خدمت کا اہل تھا وہ اس کیلئے کوشاں ہوا اور ہر کام جو کر سکتا تھا اس نے کیا اور جو اچھی سے اچھی خدمت ممکن تھی وہ بجالایا اور لوگوں کیلئے آپ ﷺ کی جائے پیدائش اور روضہ پاک کی زیارت آسان ہوگئی اور ان کو انتہائی کامیابی اور غایت مقصود حاصل ہوا۔

محفل میلاد النبی ﷺ پہلی تین صدیوں میں کسی سے منقول نہیں:

ہمارے مشائخ کے شیخ امام علامہ سمندر جیسے علم کا عالم، صاحب فہم شمس الدین محمد السخاوی (اللہ ان کو مقامِ بلند تک پہنچائے) نے فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں کئی سال تک میں محفل میلاد کی شرکت سے مشرف ہوا اور مجھے معلوم ہوا کہ یہ محفل پاک کتنی برکتوں پر مشتمل ہے اور بار بار میں نے مقامِ مولد کی زیارت کی اور میری سوچ کو بہت فخر حاصل ہوا۔ فرمایا: مولد شریف کے عمل کی اصل تین فضیلت والے زمانوں میں کسی بزرگ سے منقول نہیں، اور یہ عمل بعد میں نیک مقاصد کے حصول کیلئے شروع ہوا اور اس میں خلوصِ نیت شامل ہے پھر ہمیشہ اہل اسلام تمام علاقوں اور بڑے بڑے شہروں میں حضور نبی

کریم ﷺ کے میلاد کے مہینے میں محفلیں برپا کرتے ہیں اور عجیب وغریب رونقوں اور نئے نئے عمدہ کھانوں کا اہتمام کرتے ہیں اور ان دنوں طرح طرح کے صدقات و خیرات کے ذریعے خوشیوں کا اظہار اور نیکیوں میں اضافہ کرتے ہیں بلکہ آپ ﷺ کے میلاد پاک کو کار ثواب سمجھتے ہیں اور ان پر اس کی برکتیں اور عام فضل وکرم ظاہر ہوتا ہے اس سب کا تجربہ ہو چکا ہے جیسا کہ امام شمس الدین بن الجزری المقری نے فرمایا کہ محفل میلاد پورے سال کیلئے امن وامان اور مقاصد حاصل کرنے کیلئے مجرب نسخہ ہے۔

مصر اور شام کے لوگوں کا میلاد ﷺ منانا:

اس طرف زیادہ توجہ مصر اور شام کے لوگوں نے دی ہے اور سال کی ان راتوں میں بادشاہ مصر بلند مقام پر فائز ہوتا ہے۔فرمایا: ''میں سن ۷۸۵ ہجری میلاد کی رات بادشاہ الظاہر برقوق کی منعقد کردہ ایک محفل میلاد میں حاضر ہوا، جو ایک اونچے پہاڑ کے اوپر واقع قلعہ میں منعقد ہوئی، میں نے جو منظر دیکھا اس نے مجھے حیرت زدہ کر دیا اور میں اس سے بڑا خوش ہوا اور مجھے اس میں کوئی برائی نظر نہیں آئی اور جو کچھ اس رات میں قراء حاضرین مجلس، واعظین اور نعت خوانان دوسرے پیروکار لڑکے اور خدام جو شریک محفل تھے ان پر اس رات جو کچھ خرچ کیا گیا، وہ تقریباً دس ہزار مثقال سونا تھا جس میں ہر ایک کو خلعت کھانے، مشروبات، خوشبوئیں اور شمعیں وغیرہ کے اخراجات اس کے علاوہ ہیں، اور میں نے پچیس خوش آواز قراء کو شمار کیا جو ان محافل میں ہمیشہ رہتے تھے۔ بادشاہ، امراء اور اعیان سلطنت کی طرف سے کسی کو بھی بیس خلعتوں سے کم نوازا نہیں گیا۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: مصر کے بادشاہ ہمیشہ حرمین شریفین کے حقیقی خادم رہے ہیں اور اللہ کی توفیق سے انہوں نے بہت ساری برائیوں اور خرابیوں کا خاتمہ کیا۔ بادشاہ رعایا کا ایسے خیال رکھتا ہے جیسے باپ اپنی اولاد کا خیال رکھتا ہے اور انہوں نے اپنے آپ کو عدل وانصاف کیلئے وقف کر رکھا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے لشکر اور مدد سے قوت دی جیسے کہ بادشاہ نیک بخت وشہید ظاہر المصدق ابو سعید جقمق محفل میلاد کو

بڑی اہمیت دیتے تھے اور ہمیشہ اپنے نبی کریم ﷺ کے راستے کی طرف متوجہ رہتے تھے ان کے دورِ حکومت میں قراء کی جماعت یقیناً تیس سے اوپر تھی، سو ہر خوبی کے ساتھ ان کو یاد کیا جاتا ہے اور ہر لمبی چوڑی پریشان کن باتوں سے ان کو بچایا جاتا ہے۔

اندلس (اسپین) کے بادشاہ محفل میلاد ﷺ کیسے مناتے تھے:

اندلس اور مغرب (یورپ) کے بادشاہ اس رات کو شاہسواروں کے ساتھ محفل میلاد النبی ﷺ میں شامل ہوتے، اس محفل میں بڑے بڑے علماء ائمہ اور ان کے ساتھی ہر جگہ سے جمع ہوتے اور کافروں کے درمیان کلمہ ایمان بلند کرتے، میرے خیال میں رومی بھی اس سے پیچھے نہیں رہتے تھے اور باقی بادشاہوں کے ساتھ قدم بقدم چلتے۔

ہندوستان میں محفل میلاد النبی ﷺ:

ہندوستان کے لوگ جیسا کہ مجھے بعض نقد و جرح کرنے والے اور لکھنے والوں نے بتایا دوسروں سے بہت آگے تھے۔

عجم میں محافل میلاد النبی ﷺ:

رہ گیا عجم تو جب بھی یہ عظیم الشان مہینہ اور قابل احترام وقت آتا ہے یہاں کے لوگ بڑی بڑی محفلیں سجاتے ہیں۔ قسم قسم کے کھانے قراء کرام اور خاص و عام فقراء کیلئے تیار کرتے ہیں۔ ختم، مسلسل تلاوتیں، اعلیٰ قسم کی نعتیں، طرح طرح کی خوشیاں اور قسم قسم کی نعمتوں کا اہتمام کرتے ہیں حتی کہ بعض بوڑھی عورتیں چرخہ کات کر اور کپڑا بن کر بڑے بڑے اجتماعات کا اہتمام کرتی ہیں جن میں بڑے بڑے بزرگ شامل ہوتے ہیں اور ایسی ضافتیں اس موسم میں کرتی ہیں جو ان کے بس میں ہوں، یہاں کے مشائخ اور علماء اس قابل تعظیم محفل میلاد اور قابل تکریم مجلس کی اتنی تعظیم کرتے ہیں کہ کوئی حاضر ہونے سے انکار نہیں کرتا اور ہر ایک اس کا نور و سرور حاصل ہونے کا امیدوار ہوتا ہے۔

بادشاہ ہمایوں کا میلاد منانا:

ہمارے شیخ المشائخ مولانا زین الدین محمود ہمدانی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ

سلطان زمان، خاقان دوران، ہمایوں بادشاہ (اللہ تعالیٰ اس پر رحم وکرم کرے اور اس کو اچھا ٹھکانہ دے) نے ارادہ کیا کہ وہ بھی آپ کے ساتھ شامل ہو جائے اور اس سلسلہ میں اس کو شیخ کی مالی امداد کا موقع مل جائے لیکن شیخ نے اس کا انکار کر دیا اور یہ بات بھی رد کر دی کہ بادشاہ خود ان کے پاس یہ مدد لے کر حاضر ہو، اللہ تعالیٰ رحمان کے فضل وکرم سے استغناء کا یہ عالم تھا، اب بادشاہ نے اپنے وزیر بیرم خان سے کہا کہ اس جگہ محفل میلاد کا اہتمام لازمی ہے اگرچہ تھوڑے وقت کیلئے ہی ہو، وزیر نے سن رکھا تھا کہ شیخ محفل میلاد کے علاوہ خوشی اور غمی کی کسی محفل میں شریک نہیں ہوتے، صرف محفل میلاد کی تعظیم کرتے ہیں۔ وزیر نے بادشاہ کو مشورہ دیا تو بادشاہ نے شاہانہ اسباب کے ساتھ تیاری کا فرمان جاری کیا کہ طرح طرح کے کھانے مشروبات اور دوسرے لوازمات کا اہتمام کیا جائے اور یہ کہ علمی مجلس میں خوشبو کا بندوبست کیا جائے، بڑے بڑے اکابر اور عوام میں اعلان کر دیا گیا۔ شیخ بھی بعض دوستوں کے ہمراہ حاضر ہوئے، بادشاہ نے دست ادب سے لوٹا پکڑا اور اس کے ساتھ معاون اور وزیر نے طشت پکڑی، اس امید سے کہ شیخ کا لطف اور نظرِ عنایت حاصل ہو، دونوں نے شیخ محترم کے ہاتھ دھلائے چونکہ دونوں نے اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کیلئے تواضع کی، اس کی برکت سے ان کو عظیم مقام اور شان وشوکت حاصل ہوئی۔

اہل مکہ کا میلاد النبی ﷺ منانا:

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اہل مکہ خیر و برکت کی کان ہیں، یہ سارے کے سارے لوگ ہمیشہ ''سوق اللیل'' میں واقع رسول اللہ ﷺ کے مقامِ ولادت پر تمام لوگوں کے ہمراہ جاتے ہیں اور ہر ایک اس مقصد کو حاصل کرتا ہے۔ عید کے دن اس کا خاص اہتمام ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ کوئی نیک یا بد اور کم نصیب یا سعادت مند پیچھے نہیں رہتا۔ یہاں تک کہ حجاز مقدس کا گورنر بھی بلا ناغہ حاضر ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اب شریف مکہ کی اس جگہ اور اس وقت پر تشریف آوری نہیں ہوتی۔ اس نے کہا: کہ

قاضی مکہ وہاں کے عالم البرہانی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ کا وہاں پر آنا اور آنے والوں کی اکثریت کو کھانا کھلانا اور بہت سارے لوگ جو صرف زیارت کیلئے آتے ہیں ان کو اچھے اچھے کھانے اور مٹھائیاں دینا اور اس مقام پر میلاد کی صبح عوام کی مدد کرنا، اس امید پر کہ اس سے مصیبتیں ٹلتی ہیں، یہ جاری وساری ہے، اس کے بیٹے الجمال نے اس سلسلے میں اس کی پیروی کی ہے وہ غریب اور مسافر کی خبر گیری کرتا ہے، لیکن میں کہتا ہوں کہ اب ان کھانوں کا صرف دھواں رہ گیا ہے اور مذکورہ چیزوں میں سے پھلوں کی خوشبو رہ گئی ہے اور تب حالت یہ ہے کہ جیسے کسی نے کہا:

اما الخیام فانها کخیامهم

واری نساء الحی غیر نساء هم

ترجمہ: ''یہ خیمے تو ان خیموں کی طرح ہیں لیکن میرے خیال میں قبیلے کی عورتیں ان کی عورتیں نہیں رہیں۔''

اہل مدینہ کے ہاں محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

اہل مدینہ (اللہ انہیں خیر کثیر عطا فرمائے) محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد کرتے ہوئے اس پر پوری توجہ دیتے ہیں۔ ریاست، (اربل) کے بادشاہ مظفر رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں ہمیشہ کامل تر شایانِ شان اور حد سے بڑھ کر اہتمام کیا، جس کی بنا پر امام نووی (شارح صحیح مسلم) کے شیخ علامہ ابوشامہ (جو صاحب استقامت تھے) نے اپنی کتاب (الباعث علی البدع والحوادث) میں اس بادشاہ کی تعریف کی، حسن نے بھی ایسے ہی کہا ہے:

''محفل میلاد مستحب ہے، اس کا اہتمام کرنے والے کی قدر اور تعریف کی جائے گی۔''

ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر یہ اضافہ کیا ہے: ''اگر چہ محفل میلاد منانے سے صرف شیطان کی تذلیل اور اہل ایمان کا اظہار مسرت ہی حاصل ہو۔''

✿ الجزری رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

''جب اہل صلیب (عیسائیوں) نے اپنے نبی کی پیدائش کی رات کو بڑی

عید بنا رکھا ہے تو اہل اسلام اپنے نبی کریم ﷺ کی تعظیم وتکریم کے زیادہ حقدار ہیں۔"

(میں کہتا ہوں) لیکن اس پر یہ سوال وارد ہوگا کہ ہمیں تو اہل کتاب کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے، شیخ نے اس سوال کا جواب نہیں دیا۔

توضیح از مترجم:

ہمیں اہل ایمان کی ہر بات میں مخالفت کا کوئی حکم نہیں صرف ان کی بدعات اور خرافات میں مخالفت کا حکم ہے پہلے انبیاء کے میلاد کا ذکر قرآن وحدیث میں ہے اور ہماری شریعت میں اس کا کوئی انکار وارد نہیں ہوا۔ سو اہل کتاب اپنے انبیاء کا میلاد منائیں یا نہ منائیں، ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں، ہم تو قرآن وسنت کے پابند ہیں۔ جہاں متعدد انبیاء کرام علیہم السلام کے میلاد کو اہتمام سے بیان کیا گیا ہے ہمارے لیے میلاد کی اہمیت واضح کرنے کیلئے اس سے بڑھ کر اور کیا سند ہوسکتی ہے؟ "ماذا بعد الحق الا لضلال" عبدالقیوم عفی عنہ

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بحث سے صرف نظر کرتے ہوئے کہا: "بلکہ مشائخ الاسلام کے شیخ بلند مرتبت ائمہ کے خاتم ابوالفضل ابن حجر الاستاذ، المعتمر۔ اللہ ان کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لے اور ان کو جنت کے باغ میں سکونت بخشے۔ ایسا امام جس کی طرف سے ہر بڑے عالم اور امام کو سہارا ملتا ہے، سو ان کا علم اصل ثابت پر ہے اور وہ صحیحین کی روایت پر مروی ہے۔

کہ نبی کریم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو دیکھا کہ یہود یوم عاشورہ (دس محرم) کا روزہ رکھتے ہیں، آپ نے ان سے اس بارے میں پوچھا: تو انہوں نے کہا: یہ دن ہے جس میں اللہ سبحانہ نے فرعون کو غرق کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی، سو ہم اللہ تعالیٰ کے شکر کے طور پر اس دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "میں

تم سے بڑھ کر موسیٰ علیہ السلام کا حقدار ہوں۔'' تو آپ ﷺ نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور اس روزے کا امت کو حکم دیا۔

میں کہتا ہوں کہ پہلے تو علماء نے اتفاق کیا اور پھر تحقیقی صورت میں ان کی مخالفت کی۔

شیخ نے فرمایا: اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جس معین دن میں کوئی احسان کیا، اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور وہ احسان عام ہو کہ عطائے نعمت ہو یا دفعِ عذاب ہو۔

اور اللہ تعالیٰ کا شکر طرح طرح کی عبادات کے ذریعے کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً نماز، روزہ اور تلاوت وغیرہ۔ اس نبی کریم ﷺ کے ظہور سے بڑھ کر کونسی نعمت ہوگی؟ (جس کا شکر بجالانا ہم پر واجب ہے) میں کہتا ہوں کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ

میں یہی خبر اشارہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری کے وقت کی تعظیم بجا لائی جائے اور اس لیے ضروری ہے کہ اظہارِ تشکر میں مذکورہ صورتوں پر اکتفا کیا جائے۔

ہر دن میلاد کرتا: (امام ابن جماعہ)

جہاں تک سماع اور کھیل کود کا تعلق ہے تو کہنا چاہیے کہ اس میں سے جو مباح اور جائز ہے اور اس دن کی خوشی میں مدد و معاون ہے تو اس کو میلاد کا حصہ بنانے میں کوئی حرج نہیں اور جو حرام اور مکروہ ہے اس سے منع کیا جائے۔ یونہی جس میں اختلاف ہے بلکہ ہم تو اس مہینے میں تمام شب و روز میں یہ عمل جاری رکھتے ہیں جیسا کہ ابن جماعہ نے فرمایا: ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ زاہد، قدوۃ، معمر ابو اسحاق ابراہیم بن عبدالرحیم بن ابراہیم بن جماعۃ جب مدینۃ النبی ﷺ میں تھے تو میلادِ نبوی ﷺ کے موقع پر کھانا تیار کر کے لوگوں کو کھلاتے اور فرماتے اگر میرے بس میں ہوتا تو پورے مہینے کے ہر دن محفل میلاد کا اہتمام کرتا۔

معنوی نوری ضیافت:

میں کہتا ہوں کہ جب میں ظاہری دعوت و ضیافت سے عاجز ہوں تو یہ اوراق میں نے

لکھ دیئے تا کہ یہ معنوی نوری ضیافت ہو جائے اور زمانہ کے صفحات پر ہمیشہ رہے، سال کے کسی مہینے سے مختص نہ ہو اور میں نے اس کا نام "المورد الروی فی مولد النبی" رکھا ہے۔

مولود شریف پڑھنا:

جہاں تک مولود شریف پڑھنے کا تعلق ہے تو اس میں انہی باتوں پر اکتفا کرنا چاہیے جنہیں ائمہ حدیث اپنی اس موضوع پر لکھی گئی کتب میں لائے ہیں جیسا کہ "المورد الھنی" یا ایسی کتب جو اس موضوع کیلئے مختص تو نہیں لیکن ان میں میلاد کا ذکر ضمنا آیا ہے جیسا کہ امام بیہقی کی "دلائل النبوۃ" اور عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب السلامی البغدادی کی "لطائف المعارف" کیونکہ اکثر واعظین کی زبانوں پر نہ صرف جھوٹ اور من گھڑت باتیں آ جاتی ہیں بلکہ وہ ہمیشہ قوی تر اور بدتر باتیں بیان کرتے ہیں جن کو بیان کرنا اور سننا جائز نہیں، بلکہ جن لوگوں کو ان کے باطل ہونے کا علم ہے ان پر لازم ہے کہ ان کی ایسی باتوں کا انکار کریں اور ان کو نہ پڑھنے کا حکم دیں۔ علاوہ ازیں میلاد کے سیاق وسباق کو بیان کرنے کی ضرورت بھی نہیں بلکہ اس میں قرآن پاک کی تلاوت کرنا، کھانا کھلانا، صدقہ دینا اور رسول اللہ ﷺ کی تعریف میں لکھی گئی نعتیں پڑھنا کافی ہے جو کہ نیکی اور عمل آخرت کی طرف دلوں کو راغب کریں صاحب میلاد پر درود وسلام ہو۔

حضور نبی کریم ﷺ کب پیدا ہوئے:

✿ جان کہ اللہ کے اس فرمان:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ

یعنی شخصیت جو وصف رسالت ونبوت سے موصوف ہے اور عظمت وجلالت کی صفت سے متصف ہے یا تو یہ اشارہ ہے آپ ﷺ کے زمانہ کمال اور ظہور کی طرف، یا یہ اشارہ ہے اس فرمان کی طرف ("کنت نبیاً و آدم بین الماء والطین") اگرچہ اس روایت کے بارے میں بعض راویوں نے یہ کہا کہ ہمیں یہ الفاظ نہیں ملے لیکن یہ مفہوم صحیح روایات میں موجود ہے ان میں سے ایک وہ روایت ہے جسے امام احمد، بیہقی

اور الحاکم نے روایت کیا اور کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں اللہ کے ہاں خاتم النبیین لکھا ہوا تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی مٹی کے گارے کی حالت میں تھے یعنی روح پھونکے جانے سے پہلے زمین پر پڑے ہوئے تھے۔''

ایک روایت میں ہے جسے امام احمد نے اور بخاری نے اپنی تاریخ میں، ابونعیم نے حلیۃ میں اور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔

میسرہ الضبی سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ کب سے نبی تھے؟ فرمایا: ''جب آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔'' اور ایک روایت میں آتا ہے: ''میں اللہ کے ہاں لکھا ہوا تھا۔'' اور ترمذی میں حدیث پاک ہے جس کو انہوں نے حسن قرار دیا ہے اور وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ صحابہ کرام نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! آپ کو نبوت کب ملی؟

فرمایا: (جب آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔) یہ بھی آیا ہے کہ (پیدائش کے لحاظ سے پہلا نبی ہوں اور بعثت کے لحاظ سے آخری نبی ہوں۔)

صحیح مسلم میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوق کی تقادیر لکھیں۔'' اور ''اس وقت اللہ کا تخت (حکومت) پانی پر تھا۔'' اور جہاں جہاں آپ ﷺ کا ذکر لکھا ہوا ہے، ان میں سے ایک ام الکتاب قرآن پاک ہے اور محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت کا ظہور ملائکہ مقربین کے سامنے اور اعلیٰ علیین کے مقام پر ہوا تاکہ آپ ﷺ کی روح کی بلندی بیان کی جائے۔ آپ ﷺ کی عزت و عظمت کا اعلان ہو جائے اور سارے نبیوں اور رسولوں سے آپ ﷺ کی تمیز ہو جائے۔

پھر آپ ﷺ کی نبوت کا اظہار کیا گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے تو آپ ﷺ نبی تھے کیونکہ یہی وقت تھا کہ جب ارواحِ عالم اجساد میں

داخل ہوئیں اور اولاد آباؤ اجداد سے ممتاز ہوئی۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے نبی کریم ﷺ کی پیدائش کا ذکر:

حجۃ السلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "النفخ و التسریۃ" میں اس سوال کا جواب دیا کہ نبی کریم ﷺ اپنے ذاتی وجود سے پہلے وصف نبوت سے کس طرح متصف ہو گئے اور آپ ﷺ کے کمالات صفاتیہ کیسے پائے گئے؟ کہا گیا کہ خلق سے مراد یہاں پر تقدیر اور اندازہ ہے نہ کہ ایجاد اور تخلیق ہے کیونکہ جب تک آپ ﷺ کی والدہ محترمہ حاملہ نہ ہوں، آپ موجود اور ظہور پذیر نہیں ہو سکتے تھے لیکن درجات اور کمالات تقدیر میں پہلے اور وجود میں ساتھ تھے۔ فرمایا کہ علماء کے اس قول کا یہی معنی ہے پہلے سوچ اور آخر میں عمل، اور یہ فرمان (میں نبی تھا) یعنی تقدیر (علم الہی) میں آدم کی تخلیق سے پہلے کیونکر ان کو صرف اس لیے پیدا کیا گیا کہ ان کی اولاد میں سے محمد ﷺ کو پیدا کیا جائے۔

تحقیق اس کی یہ ہے کہ انجینئر کے ذہن میں مکان سے پہلے اس کا نقشہ ہوتا ہے جو اس کے وجود خارجی کا سبب بنتا ہے اللہ تعالیٰ تقدیر بناتا ہے (اندازہ کرتا ہے) پھر اس کے مطابق تخلیق کرتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی روح کی تخلیق کے بارے میں امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان:

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ بہت اچھی بات کی طرف گئے جو مقصود کو خوب واضح کرنے والی ہے اور وہ یہ کہ روایت میں آتا ہے کہ "روحیں جسموں سے پہلے پیدا ہوئیں تو (کنت نبیاً) اشارہ ہے آپ ﷺ کی روح مبارک کی طرف یا حقائق میں سے ایک حقیقت کی طرف۔

جس کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے اور وہ جس کو اللہ اس پر مطلع کرنا چاہے، پھر اللہ تعالیٰ ہر حقیقت کو جو چاہتا ہے جب چاہتا وجود دیتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی حقیقت کو تخلیق آدم کے وقت اللہ تعالیٰ نے یہ وصف دیا کہ اس کی ماہیت پیدا کی اور اس پر اپنا فیض ڈالا تو آپ ﷺ نبی ہو گئے، پھر آپ کا نام عرش کے اوپر لکھا تا کہ ملائکہ اور دوسری مخلوق کو اللہ کے حضور نبی کریم ﷺ کی عزت و عظمت کا پتہ چل جائے، تو آپ ﷺ کی

حقیقت اسی وقت موجود تھی اگرچہ آپ ﷺ کا جسم پاک جو اس حقیقت کے ساتھ متصف تھا بعد میں ظہور پذیر ہوا تو اب آپ ﷺ کو نبوت وحکمت اور تمام اوصاف حقیقیہ اور کمالات کا ملنا فوری طور پر ہوا جس میں کوئی تاخیر نہیں ہوئی، تاخیر جس چیز میں ہوئی، وہ آپ ﷺ کے وجود پاکیزہ پشتوں اور رحموں کا منتقل ہونا تھا یہاں تک آپ ﷺ مکمل طور پر ظہور پذیر ہوگئے، اور جس آدمی نے ان روایات کی یہ تفسیر کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا ہونا اللہ کے علم میں تھا اور کوئی اس مفہوم تک نہیں پہنچ پایا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم تو تمام چیزوں پر محیط ہے اس وقت نبوت سے موصوف تھے، ورنہ اس میں کوئی خصوصیت نہ رہے گی کہ حضور نبی کریم ﷺ تھے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علم میں تو سارے انبیاء ایسے ہی تھے۔

حقیقت محمدیہ ﷺ کے بارے امام قسطلانی کا بیان:

امام قسطلانی نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ مخلوق کے پیدا کرنے اور اس کے رزق مقرر کرنے کا ہوا تو اس نے بارگاہِ احدیت کے انوار صمدیہ سے حقیقت محمدیہ ﷺ کو ظاہر فرمایا پھر اس سے اللہ تعالیٰ نے تمام عالم بالا وپست اپنے علم وارادہ کے مطابق اپنے امر ''کن'' سے پیدا فرمائے پھر اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو خوشخبری سنائی اس وقت حضرت آدم علیہ السلام کی وہی صورت تھی جو حدیث پاک میں مذکور ہے۔ یعنی ''روح اور جسم کے درمیان'' پھر حضور نبی کریم ﷺ سے ارواح کے چشمے پھوٹ پڑے اور ملاءِ اعلیٰ (جہان بالا) میں ظاہر ہوئے، یہ منظر بڑا ہی خوشگوار تھا، تو تمام ارواح کو میٹھا گھاٹ مل گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ تمام اجناس میں سے گراں ترین جنس ہیں اور تمام موجودات اور تمام مخلوق کیلئے بمنزلہ بڑے باپ کے ہیں، جب زمانہ آپ ﷺ کے حق میں اسم باطن کے سبب اس انتہاء کو کوپہنچ گیا کہ آپ ﷺ کی روح کا تعلق جسم کے ساتھ جڑ گیا تو زمانے کا حکم آپ ﷺ کے اسم ظاہر کی طرف منتقل ہوا تو محمد ﷺ ظاہر ہوگئے، اگرچہ آپ ﷺ کا گارا بعد میں بنا لیکن اس کی قیمت تو معلوم ہوگئی حضور نبی

کریم ﷺ راز کا خزانہ اور نفوذ امر کا مقام ہیں، ہر حکم آپ ﷺ کی طرف سے نافذ ہوتا ہے اور ہر خبر آپ ﷺ کی طرف سے منتقل ہوتی ہے۔

الا یابی من کان مطلکا و سیدا — و آدم بین الماء و الطین واقف

فذاک الرسول الا بطحی محمد — له فی العلا مجد تلید و طارف

اتی بزمان السعد فی آخر المدی — فکان له فی کل عصر مواقف

اذا رام امرا لایکون خلافه — ویس لذالک الامر فی الکون صارف

ترجمہ: ''کیا وہ ذات (گناہ کا) انکار نہ کرے جو بادشاہ اور سردار تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام مٹی اور گارے کے درمیان کھڑے تھے۔ پس وہ رسول ابطحی محمد ہیں ان کو بلندیوں میں بزرگی حاصل ہے، پیدائش سے لے کر جوانی تک، وہ آخری زمانے میں بابرکت وقت میں تشریف لائے تو آپ کے ہر زمانے کے اندر نشانات ہیں، جب وہ کسی چیز کا ارادہ کر لیں تو اس کے خلاف نہیں ہوتا اور اس معاملہ کو کائنات میں کوئی ٹالنے والا نہیں۔''

حضور نبی کریم ﷺ کی دیگر انبیاء پر سبقت کیسے:

ہم نے ''امالی ابوسہل قطان'' کے ایک جزو میں سہل بن صالح ہمدانی سے روایت ذکر کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوجعفر محمد بن علی سے پوچھا کہ محمد ﷺ سب سے پہلے نبی کیسے ہوئے جبکہ آپ ﷺ کی بعثت سب سے آخر میں ہوئی؟

انہوں نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو لیا اور ان کو انہی پر گواہ بنایا۔ ''الست بربکم؟'' کیا میں تمہارا رب نہیں؟ تو محمد مصطفیٰ ﷺ پہلے تھے جنہوں نے ''بلی'' (ہاں کیوں نہیں؟) فرمایا۔

ابن سعد نے شعبی سے روایت کی ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ! آپ کب سے نبی ہیں؟ فرمایا: ''جب سے آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔ جب وعدہ لیا گیا۔'' یہ دلیل اس بات کی ہے جب حضرت آدم علیہ السلام کی گارے سے تشکیل بنائی گئی، اس میں محمد مصطفیٰ ﷺ کو نکالا گیا اور آپ ﷺ کو نبی بنایا گیا اور آپ ﷺ سے میثاق

(وعدہ) لیا گیا پھر دوبارہ ان کی پشت میں لوٹا دیا گیا تا کہ اپنے ظہور کے وقت ظاہر ہوں، تو آپ ﷺ پیدائش میں سب سے پہلے ہیں اور آدم علیہ السلام کی پہلی تخلیق بغیر روح کے تھی اور آپ ﷺ میت تھے۔ جب حضور نبی کریم ﷺ نکلے تو اس وقت زندہ تھے، آپ ﷺ کو نبی بنایا گیا اور آپ ﷺ سے میثاق لیا گیا تو پیدائش میں آپ ﷺ سب سے پہلے نبی ہیں اور بعثت میں سب سے آخری نبی ہیں۔ اور یہ بات اس اصول کے خلاف نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کو ان میں روح پھونکنے کے بعد نکالا گیا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو روح پھونکنے سے پہلے نکالنے کیلئے مخصوص کیا گیا۔

✿ تفسیر ابن کثیر میں حضرت علی المرتضیٰ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ (سورۂ آل عمران)

ترجمہ: ''اور (اے محبوب! وہ وقت یاد کریں) جب اللہ نے انبیاء سے پختہ عہد لیا۔''

کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی نبی مبعوث کیا، اس سے محمد ﷺ پر ایمان لانے اور آپ ﷺ کی نصرت کرنے کا وعدہ لیا اور ہر نبی نے یہی وعدہ اپنی امت سے لیا۔

اور امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے آیت کریمہ سے یہ مفہوم نکالا ہے کہ ہم فرض بھی کر لیں کہ حضور نبی کریم ﷺ اپنے زمانہ میں آئے ہیں پھر بھی آپ ﷺ ان کی طرف رسول تھے لہٰذا آپ ﷺ کی نبوت و رسالت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک ساری مخلوق کیلئے عام ہیں، سارے انبیاء اور ان کی امتیں فی الجملہ حضور کے امتی ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان: ''بعثت الی الناس کافۃ'' آپ ﷺ کے زمانہ ظہور سے پہلے لوگوں کو بھی شامل ہے اور اس سے اس اشارہ کا معنی ظاہر ہوگا کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے اور اس سے یہ حقیقت بھی آشکار ہوگئی ہے کہ سارے انبیاء قیامت کے دن حضور نبی کریم ﷺ کے جھنڈے تلے ہوں گے، اس سے یہ حکمت

بھی سمجھ آگئی کہ آپ ﷺ نے سارے انبیاء کو شب معراج نماز پڑھائی۔

✿ میں کہتا ہوں کہ اس کی تائید وہ بات کر رہی ہے جو امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمان الٰہی:

تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْراً

(سورۂ فرقان)

ترجمہ: ''(وہ اللہ) بڑی برکت والا ہے جس نے (حق و باطل میں فرق اور) فیصلہ کرنے والا (قرآن) اپنے (محبوب و مقرب) بندہ پر نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہانوں کیلئے ڈر سنانے والا ہو جائے۔''

کے تحت لکھی ہے کہ یہ فرشتوں اور دیگر مخلوق سب کو شامل ہے۔

نور محمدی ﷺ سب سے پہلی مخلوق:

امام عبدالرزاق نے اس قول کو اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان مجھے بتائیں کہ تمام چیزوں میں سب سے پہلی کونسی چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا؟

فرمایا: جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو پیدا کرنے سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا اور وہ نور اللہ کی قدرت سے جہاں اللہ نے چاہا پھرتا رہا، اس وقت نہ لوح تھی، نہ قلم، نہ جنت، نہ جہنم، نہ فرشتے، نہ آسمان، نہ زمین، نہ سورج، نہ چاند، نہ کوئی جن، نہ کوئی انسان۔ جب اللہ نے مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو نور کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا، پہلے حصے سے قلم، دوسرے سے لوح، تیسرے سے عرش، پھر چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا پہلے سے عرش اٹھانے والے فرشتے، دوسرے سے کرسی اور تیسرے حصے سے باقی فرشتے بنائے، پھر چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا، پہلے سے آسمان، دوسرے سے زمین اور تیسرے سے جنت جہنم، پھر چوتھے حصے کو

چار حصوں میں تقسیم کیا، پہلے سے اہل ایمان کی آنکھوں کا نور، دوسرے سے ان کے دلوں کا نور، یعنی معرفت الٰہی اور تیسرے سے ان کی زبانوں کا نور یعنی توحید "لا اله الا الله محمد رسول الله" (ﷺ)

میں کہتا ہوں: یہ اسی معنی کی طرف اشارہ ہے: "اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ" (سورۂ النور) "ای نور محمد" یعنی نور محمد ﷺ کی مثال "كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ" (سورۂ النور) جیسے طاق جس میں ہو چراغ۔

نور محمدی ﷺ کے بعد پہلی مخلوق کونسی ہے:

۞ علماء نے اختلاف کیا ہے کہ نور محمد ﷺ کے بعد سب سے پہلی مخلوق کونسی ہے، تو کہا گیا کہ عرش کیونکہ صحیح حدیث میں آتا ہے:

"اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی تقدیریں زمین و آسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے مقرر کر دی تھیں اور اس وقت اللہ تعالیٰ کا تخت (سلطنت) پانی پر تھا۔"

۞ یہ صریح ہے اس بات میں کہ تقدیر عرش کی پیدائش کے بعد وجود میں آئی اور تقدیر قلم کی پیدائش کے وقت وجود میں آئی کیونکہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں آتا ہے:

"سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم پیدا کیا، اس سے کہا: لکھ، اس نے کہا: اے رب! میں کیا لکھوں؟ فرمایا: ساری مخلوق کی تقدیریں لکھ۔"

اس کو امام احمد اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے اس کو صحیح قرار دیا، لیکن صحیح مرفوع حدیث ابو رزین عقیلی کی جس کو امام احمد اور ترمذی نے بیان کیا۔ وہ یہ ہے کہ پانی عرش سے پہلے پیدا ہوا اور فرمان باری تعالیٰ: "و كان عرشه على الماء" (سورۂ ہود) اس کی طرف اشارہ اور اس پر دلیل ہے۔

السدی نے متعدد سندوں سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے پانی کی پیدائش سے پہلے کوئی شے پیدا نہیں کی، ہم جانتے ہیں کہ تمام چیزوں سے پہلے مطلقاً نور محمدی ﷺ پیدا ہوا،

پھر پانی، پھر عرش، پھر قلم۔ تو نور محمدی ﷺ کے علاوہ کسی اور کی اولیت کا ذکر اضافی ہوگا۔

نورِ محمدی ﷺ کی پیشانی آدم میں چمک:

روایت میں آیا ہے کہ "جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کی پشت میں نور محمدی ﷺ رکھا تو وہ آپ ﷺ کی پیشانی سے چمکتا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اس نور کو مملکت کے تخت پر بلند کیا اور فرشتوں کے کندھوں پر اسے اٹھوایا، اور ان کو آسمانوں میں اس کے طواف کرنے کا حکم دیا تا کہ اس کے ملکوں کے عجائب نظر آئیں۔"

امام جعفر بن محمد نے کہا کہ وہ روح (نور محمدی) آدم علیہ السلام کے سر میں ایک سال رہی، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو تمام مخلوق کے نام سکھائے پھر فرشتوں کو ان کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیا، جو تعظیم اور سلامی کا سجدہ تھا، عبادت کا سجدہ نہ تھا، جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے ان کے بھائیوں نے سجدہ کیا، تو حقیقت میں تو مسجود لہ تو اللہ تھا اور آدم علیہ السلام کی حیثیت قبلہ جیسی تھی۔

حضرت حواء رضی اللہ عنہا کا حق مہر:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جمعہ کا دن تھا زوال سے عصر تک پھر اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے ان کی بیوی حواء کو ان کی بائیں پسلی سے پیدا کیا، آپ اس وقت سوئے ہوئے تھے، ان کا نام حواء اس لیے رکھا گیا کہ ان کو ایک زندہ انسان سے پیدا کیا گیا جب جاگے اور بی بی حوا کو دیکھا سکون آگیا اور ان کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ فرشتوں نے کہا: آدم علیہ السلام! ذرا ٹھہریے، بولے کیوں؟ اللہ تعالیٰ نے اسے میرے لیے ہی تو پیدا کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ان کا حق مہر ادا کیجئے، بولے ان کا حق مہر کیا ہے؟ فرشتوں نے کہا: محمد ﷺ پر تین بار درود شریف بھیجو۔

علامہ ابن جوزی نے کتاب "سلوۃ الاخوان" میں ذکر کیا کہ جب آپ نے اس بی بی سے قربت کا ارادہ کیا تو اس نے آپ سے حق مہر طلب کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: اے پروردگار! میں اس کو کیا دوں؟ فرمایا: میرے حبیب محمد بن عبد اللہ پر

بیس مرتبہ درود بھیجو، انہوں نے ایسے ہی کیا۔ میں کہتا ہوں: شاید تین بار مہر معجّل تھا اور بیس بار مہر موجل (معیادی) تھا۔

حضرت آدم علیہ السلام کا نبی کریم ﷺ سے توسل:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب آدم علیہ السلام سے خطا سرزد ہوئی تو انہوں نے کہا: اے رب! میں تم سے محمد ﷺ کے حق ہونے کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں تو مجھے بخش دے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو نے محمد (ﷺ) کو کیسے پہچان لیا، کہ ابھی تو میں نے ان کو پیدا بھی نہیں کیا۔ عرض کیا: اے رب! اس لیے کہ جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور اپنی روح مجھ میں پھونکی میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو عرش کی سیڑھیوں پر لکھا ہوا تھا:

✿''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (ﷺ)''✿

تو مجھے معلوم ہو گیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اس کو ملایا ہے جو تیری مخلوق میں سے تجھے سب سے زیادہ پیارا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آدم! تو نے سچ کہا ہے کیونکہ وہی مجھے ساری مخلوق سے زیادہ پیارا ہے، جب تو نے اس کے وسیلہ سے مجھ سے بخشش کا سوال کیا ہے تو میں نے تجھے بخش دیا اور اگر محمد ﷺ پیدا نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔''
اس کو بیہقی نے ''دلائل النبوۃ'' میں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم سے روایت کیا اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا۔ طبرانی نے اس کو ذکر کیا اور اس میں یہ اضافہ کیا: ''وہ تیری اولاد میں سب سے آخری نبی ہوگا۔''

اور سلمان کی حدیث میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا: ''آپ کا رب فرماتا ہے: اگر میں نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تو تجھے اپنا حبیب بنایا اور میں نے کوئی مخلوق تجھ سے زیادہ معزز نہیں بنائی اور میں نے دنیا اور دنیا والوں کو صرف اس لیے پیدا کیا کہ لوگوں کو تیری عزت اور میری بارگاہ میں تیری قدر و منزلت کا پتہ چل سکے اور تو نے نہ ہونا ہوتا تو میں دنیا ہی پیدا نہ کرتا۔''

اور اللہ بھلا کرے عارف ولی سیدی علی رحمۃ اللہ علیہ کا جنہوں نے یہ اشعار لکھے:

سکن الفؤاد فعش هنيئا ياجسد — هذا النعيم هو القيم الى الابد
عش فی امان الله تحت لوائه — لا خوف فی ذاک الجناب ولا نکد
روح الوجود طلعة من هو واحد — لولاه ماتم الوجود لمن رجد
عیسی و آدم والصدور جمیعهم — هم اعین آدمکان اول من سجد
لو ذاق النمروذ نور جماله — عبد الجليل من الخليل وما عند
لکن جمال الله جل فلا یری — الا بتخصیص من الله الصمد

ترجمہ: ''دل کو سکون آ گیا اے جسم! تو بھی خوشی منا یہی وہ نعمت ہے جو ہمیشہ رہے گی، اللہ کی امان اور اس کے جھنڈے تلے زندہ رہ کہ اس بارگاہ میں نہ خوف ہے اور نہ خطرہ، روح وجود اسی (چراغ) یکتا سے روشن ہے، اگر وہ نہ ہوتا تو موجودات کا وجود مکمل نہ ہوتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام اور تمام سردار (الانبیاء) سب آنکھیں ہیں جن کا نور وہ ہے۔ اگر شیطان حضرت آدم علیہ السلام کے چہرے میں ان کے نور کی جھلک دیکھ لیتا تو سب سے پہلے سجدہ کرنے والا ہوتا، اگر نمرود ان کے نورِ جمال کو دیکھ لیتا خلیل کے ہمراہ رب جلیل کی عبادت کرتا اور ضد چھوڑ دیتا لیکن اللہ کا جمال بہت بزرگ ہے۔ تو وہ نظر نہیں آتا مگر خدائے بے نیاز کے خاص بندوں کو۔''

اللہ تعالیٰ نے حوا کو صرف حضرت آدم علیہ السلام کی تسکین کیلئے پیدا کیا تاکہ آپ اس کے پاس سکون حاصل کریں تو جب حضرت آدم علیہ السلام حوا کے پاس آئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی برکتوں کا حوا پر فیضان کیا اور ان بابرکت دنوں میں حوا کے بیس بطنوں سے چالیس بچے پیدا ہوئے اور حوا نے ایک آدم سے اتنے بچوں کو جنم دیا یہ عزت تھی، اس آدمی کی جس کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کی خوش بختی سے مطلع کیا اور جب حضرت آدم علیہ السلام کا وصال ہوا تو حضرت شیث علیہ السلام کو اولاد آدم علیہ السلام کا وصی بنایا گیا پھر حضرت شیث علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو وہی وصیت کی جو حضرت آدم علیہ السلام نے ان کو کی تھی کہ یہ نور مصطفی ﷺ

صرف پاکیزہ عورتوں میں رکھا جائے اور یہ وصیت ایک دور سے دوسرے دور کی طرف برابر منتقل ہوتی رہی تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے اس نور کو عبدالمطلب اور ان کے فرزند عبداللہ تک پہنچایا اور اللہ تعالیٰ نے اس نسب پاک کو جاہلیت کی تمام کدورتوں سے پاک صاف رکھا جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی صحیح احادیث میں وارد ہوا ہے۔

اصلاب طاہرہ میں نور کی جلوہ گری:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حضور نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے: ''میری پیدائش میں دور جاہلیت کی کسی غلط کاری کا کوئی دخل نہیں، مجھے تو اسلامی نکاح نے جنم دیا ہے۔''

قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ''سفاح'' کا معنی زنا ہے اور یہاں مراد یہ ہے کہ عورت کسی آدمی سے ایک مدت تک بدکاری کرواتی ہے پھر کہیں وہ اس سے نکاح کرتا ہے۔

ابن سعد اور ابن عساکر نے ہشام بن محمد السائب الکلبی سے روایت کیا ہے کہ وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کی پانچ سو ماؤں کے نام لکھے ہیں مجھے ان میں سے ایک بھی بدکار نظر نہیں آئی اور نہ ہی ان میں دور جاہلیت کی کوئی خرابی پائی گئی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

> ''حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر میرے ماں باپ کے مجھے جنم دینے تک میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں، بدکاری سے نہیں اور مجھے دور جاہلیت کی کوئی خرابی نہیں پہنچی۔''

اس کو طبرانی نے الاوسط میں اور ابو نعیم اور ابن عساکر نے بھی روایت کیا۔ ابو نعیم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یہ حدیث نقل کی ہے۔

> ''میرے والدین نے کبھی بھی گناہ نہیں کیا، اللہ تعالیٰ مجھے ہمیشہ پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ رحموں کی طرف صاف ستھرا اور مہذب بنا کر منتقل کرتا رہا جب بھی دو گروہ ہوئے تو مجھے اللہ نے اس میں سے بہتر گروہ میں رکھا۔''

✿ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ (سورۃ الشعراء)

''اور سجدہ گزاروں میں (بھی) آپ کا پلٹنا دیکھتا (رہتا) ہے۔''

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں ایک سے دوسرے نبی کی طرف منتقل ہوتا رہا، یہاں تک کہ میں بحیثیت نبی ظہور پذیر ہوا۔'' اس حدیث کو بزار اور ابونعیم نے ذکر کیا ہے۔

تنبیہ:

تنبیہ اس بات پر کہ نبی کریم ﷺ انبیائے کرام کے اصلاب سے منتقل ہوئے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ کے سارے احباب انبیاء ہی تھے کیونکہ یہ تو اجماع علماء کے ہی خلاف ہے اور یہ مطلب بھی نہیں کہ آپ کے تمام آباء مسلمان تھے، ان میں وہ بھی تھے جن کے کفر پر بڑے بڑے فقہاء نے اتفاق کیا جیسے ابوطالب اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد اور حضور نبی کریم ﷺ کے والدین جیسا کہ میں نے اس مقام پر بیان کیا ہے اور میں نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اور میں نے اس میں قطعی دلائل پیش کر دیئے ہیں۔ امام سیوطی کے اس موضوع پر لکھے گئے تین رسالوں کے رد میں۔ [1]

پھر اللہ تعالیٰ کا فرمان ''من انفسکم'' کہ یہ رسول اللہ ﷺ تمہاری جنس میں سے ہیں اور دیکھنے میں تمہاری طرح بشر ہیں لیکن وہ ہمارے رسول ہیں اور ہمارا پیغام پہنچانے والے ہیں۔

❁ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰـھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ

(سورۃ الکہف)

ترجمہ: ''فرما دیجئے میں تو صرف (بخلقتِ ظاہری) بشر ہونے میں تمہاری

[1] ہم مصنف کی اس وضاحت کے مکمل طور پر مخالف ہیں ہمیں علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق پر پورا اعتماد ہے اور ہم قطعی دلائل کی روشنی میں امام سیوطی کے ساتھ ہیں اور ہمارا موقف اس سلسلہ میں قطعی اور فیصلہ کن ہے۔ والدین رسول کریم ﷺ مومن موحد تھے۔ (مترجم)

مثل ہوں، (اس کے سوا اور تمہاری مجھ سے کیا مناسبت ہے ذرا غور کرو) میری طرف وحی کی جاتی ہے (بھلا تم میں یہ نوری استعداد کہاں ہے کہ تم پر کلامِ الٰہی اتر سکے) وہ یہ کہ تمہارا معبود، معبود یکتا ہی ہے۔"

اور اس میں حکمت یہ ہے کہ ہم جنس ہونا میل کا سبب ہے اور اسی سے موافقت حاصل ہوتی ہے اور تعلق مضبوط ہوتا ہے اور کسی کی کامل اقتدا کرنے میں آسانی ہوتی ہے کیونکہ اگر فرشتے کو رسول بنایا جاتا تو کہا جاتا کہ اس کے پاس تو فرشتوں کی طاقت ہے اور ہم کمزور انسان اس کی مطابقت کرنے سے عاجز ہیں۔ بخلاف اس صورت کے کہ جب نبی انسان ہے تو اس کے قول، فعل حال اور اثر کی پیروی کی جاسکتی ہے۔

بے شک رسول اللہ ﷺ بھیجنے والے رب اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے فیض لے کر مخلوق تک پہنچاتے ہیں تمام کفار یہ مفہوم سمجھنے سے قاصر اور غافل رہے، جبکہ انہوں نے بطور انکار یہ کہا:

ابعث اللّٰہ بشرًا رسولًا (سورۃ الاسراء)

ترجمہ: "کیا اللہ نے (ایک) انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟"

اور یہ دلیل ان کی بے عقلی دلیل ہے کہ وہ پتھر کو معبود بنانے پر تو راضی ہو گئے اور آدمی کے رسول ہونے کو بعید سمجھا۔

خلاصہ:

حاصل یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری بہت بڑی نعمت ہے اور آپ ﷺ کی جنس بشریت سے ہونا بہت بڑا احسان ہے۔ بعض نے کہا کہ "من انفسکم" کا مطلب ہے کہ تمہاری جنس قریب سے ہیں اور یہ بات گزشتہ تحقیق کے خلاف نہیں، اس کی تائید اللہ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے:

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ (سورۃ ابراہیم)

ترجمہ: "اور ہم نے کسی رسول کو نہیں بھیجا مگر اپنی قوم کی زبان کے ساتھ

تاکہ وہ ان کیلئے (پیغامِ حق) خوب واضح کر سکے۔"

اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح حدیث متعدد سندوں سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ عرب کا کوئی ایسا قبیلہ نہیں جس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنم نہ دیا ہو مضر، ربیع، یمنی وغیرہ اور اس کی تائید اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى (سورۃ الشوریٰ)

"فرما دیجئے اس (تبلیغ رسالت) پر میں تم سے کوئی بدلہ طلب نہیں کرتا قرابت کی محبت کے سوا۔"

امام احمد نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ "قریش کا کوئی بطن ایسا نہیں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت نہ ہو۔"

اس کی تائید میں مذکورہ بالا آیات نازل ہوئی۔ امام احمد نے ابن عباس سے یہ بھی روایت کیا ہے۔ کہ "اپنے ساتھ میری رشتہ داری نہ جوڑو، اور یہ آیت پڑھی: "من انفسکم" فاء پر زبر کے ساتھ یعنی کہ تم میں جلیل القدر ہے۔" اس کو حاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفَسِكُمْ" پڑھی تو حضرت علی بن ابی طالب نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! "من انفسکم" کا کیا مطلب ہے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں تم سے نسب کے لحاظ سے سسرال کے لحاظ سے اور خاندان کے لحاظ سے نفیس تر ہوں۔ آدم سے لے کر آج تک مجھ میں اور میرے آباء میں کبھی نکاح سے پیدا ہوئے کوئی بدکار نہیں ہوا۔"

بیہقی نے دلائل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران خطبہ فرمایا کہ "میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار ہوں، جب بھی لوگوں کے

دو گروہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے بہتر میں رکھا میں دونوں ماں باپ سے پیدا ہوا، اور مجھے دور جاہلیت کی کوئی خرابی نہیں پہنچی۔ میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں، بدکاری سے نہیں، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اپنے ماں باپ تک، میں ذات کے لحاظ سے تم سب سے بہتر ہوں اور باپ کے لحاظ سے تم سب سے بہتر ہوں۔''

امام احمد اور ترمذی نے یہ روایت حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور ترمذی نے اسے حسن قرار دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ نے جب مخلوق پیدا کی تو مجھے بہترین مخلوق میں رکھا، پھر اللہ تعالیٰ نے گروہ بنائے تو مجھے سب سے بہتر گروہ میں رکھا پھر قبائل پیدا کیے تو مجھے بہتر قبیلے میں رکھا اور جب اللہ تعالیٰ نے نفوس پیدا کیے تو مجھے سب سے بہترین نفوس میں رکھا، پھر اللہ تعالیٰ نے گھر بنائے تو مجھے سب سے بہتر گھر دیا، میں مکان کے لحاظ سے سب سے بہتر ہوں اور ذات کے لحاظ سے بھی سب سے بہتر ہوں۔'' یعنی اصل اور نسب کے لحاظ سے اور ذات اور حسب کے لحاظ سے بھی سب سے بہتر ہوں۔

حکیم ترمذی، طبرانی، ابونعیم، بیہقی اور ابن مردویہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا، پھر مخلوق میں سے بنی آدم کو چنا، اور بنی آدم میں سے عربوں کو چنا اور عربوں میں سے مضر کو چنا، اور مضر سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے مجھے چن لیا تو میں بہتر لوگوں میں سے بہترین ہوں۔''

• ابن سعد نے قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے ذکر فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ جب کسی نبی کو مبعوث کرتا تو روئے زمین پر بہترین قبیلے کو دیکھتا پھر اس قبیلے میں سے کسی کو نبی بناتا۔''

حضرت زین العابدین علی بن حسین اپنے دادا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث روایت کرتے ہیں: ''میں اللہ کے حضور تخلیق آدم علیہ السلام سے بارہ

ہزار سال پہلے نور تھا، جب اللہ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو اس نور کو ان کی پشت میں رکھا پھر وہ ہمیشہ ایک صلب سے دوسری صلب کی طرف منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ عبدالمطلب کی پشت میں آکر ٹھہرا۔'' اسی طرح قاضی عیاض نے ''الشفا'' میں ابن عباس سے بغیر سند سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ''قبیلہ قریش آدم سے دو ہزار سال قبل اللہ کے حضور نور تھا۔ وہ نور تسبیح پڑھتا تھا اور اس کی تسبیح سے ملائکہ بھی تسبیح کرتے تھے جب حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ نے پیدا کیا تو اس نور کو ان کی پشت میں رکھ دیا، تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے پھر مجھے ابراہیم علیہ السلام کے صلب میں رکھا پھر برابر اللہ تعالیٰ پاکیزہ اور معزز پشتوں سے منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ مجھے میرے ماں باپ سے پیدا کیا اور کبھی بھی بدکاری کے مرتکب نہ ہوئے۔''

اور بعض نے کہا: ''اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت افزائی کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد کو محفوظ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی حفاظت کیلئے، انہوں نے بدکاری نہیں کی اور ان کو کبھی کسی کی عار نہیں پہنچی۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ کے ماں باپ تک، اور صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بنی نوع انسان کے بہترین دور میں مبعوث ہوا'' میں عہد بہ عہد منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ میرے ظہو کا زمانہ آگیا۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ:

امام سخاوی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلوں، پچھلوں اور مقرب فرشتوں اور تمام مخلوق کے سردار ہیں اور رب العالمین کے محبوب ہیں، قیامت کے دن شفاعت عظمیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں، ہمارے سردار ابوالقاسم ابوابرہیم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ عبدالمطلب کا اصل نام شیبۃ الحمد تھا۔ کہا جاتا ہے کہ عبدالمطلب کا یہ نام اس لیے پڑا کہ ان کے والد ہاشم نے اپنے بھائی مطلب کو مکہ میں اپنی وفات کے وقت کہا کہ یثرت میں اپنے غلام کو سنبھالو، یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا مطلب

آپ کو اپنے پیچھے بٹھا کر مکہ میں آئے اس وقت وہ بڑے خستہ حال تھے۔
جب ان سے پوچھا جاتا تو کہتے کہ یہ میرا غلام ہے بھتیجا کہنے سے شرماتے تھے۔
جب مکہ میں داخل ہوئے اور اپنے حال کو ظاہر کیا تو پھر ان کے بھتیجے ہونے کا اظہار کیا۔
عرب میں پہلا شخص ہے جس نے خضاب کیا اور ایک سو چالیس سال تک زندہ رہا۔

ہاشم کا اصل نام عمرو تھا اور ان کو ہاشم اس لیے کہتے تھے کہ یہ قحط کے زمانے میں اپنی قوم کیلئے کھانا تیار کرتے تھے۔ ہاشم بن مناف بن قصی یہ تصغیر ہے قصی کی اور اس کا معنی بعید دور ہونا ہے کیونکہ یہ اپنے خاندان سے بہت دور قضاعۃ قبیلے کے علاقے میں تھے جبکہ ان کی ماں فاطمہ ان سے حاملہ تھیں۔

ابن کلاب یا تو منقول مصدر "مکالبہ" سے جیسے کہتے ہیں: "کالبت العدو مکالبۃ" کہ "میں نے دشمن کو مشکل میں ڈال دیا" یا یہ "کلاب" سے ہے جو جمع ہے کلب کی بمعنی "کتے" کیونکہ یہ ہمیشہ تعداد بڑھاتے رہتے تھے گویا ان کو درندے قرار دیا گیا۔

ایک اعرابی سے پوچھا گیا کہ تم لوگوں نے اپنے بیٹوں کے برے برے نام کیوں رکھے ہیں جیسے کلب (کتا) ذئب (بھیڑیا) اور اپنے غلاموں کے اچھے نام رکھتے ہو جیسے مرزوق (جس کو رزق ملے) رباح (نفع، فائدہ) تو اس نے کہا کہ ہم اپنے بیٹوں کے نام اپنے دشمنوں کیلئے رکھتے ہیں اور اپنے غلاموں کے اپنے لیے رکھتے ہیں۔ مراد یہ کہ بیٹے دشمنوں کیلئے ڈھال ہیں اور ان کے سینے میں پیوست ہونے والے تیر اس لیے انہوں نے یہ نام اختیار کیے۔

ابن مرہ، ابن کعب یہ پہلا شخص ہے جس نے جمعہ کا نام جمعہ رکھا ہے۔ پہلے اس کو یوم العروبہ کہتے تھے اس دن یہ خطبہ دیا کرتے تھے اور قریش سننے کیلئے جمع ہوتے تھے یہ پہلا شخص ہے جس نے اما بعد کا لفظ استعمال کیا۔
نبی کریم ﷺ کے ظہور سے آگاہ کرتا اور لوگوں کو بتاتا کہ یہ میری اولاد میں سے ہوں گے، تمہیں ان کی پیروی کرنی ہے اور اکثر یہ شعر گنگناتا:

''اے کاش میں حاضر ہوتا ان کی دعوت کے وقت جب یہ خاندان (قریش) حق کو رسوا کر کے نکال دے گا۔''

ابن لوئ، الّانی کی تصغیر ہے۔

ابن غالب بن فہر ان کا نام قریش ہے یا لقب ہے اور فہر نام ہے اگر قریش لقب ہے تو فہر نام ہے اور اگر فہر لقب ہے تو قریش نام ہے اور قریش کا نسب انہی تک پہنچتا ہے جو ان کی اولاد میں سے نہیں وہ قریش نہیں بلکہ کنانی ہے اور یہی بات صحیح تر ہے اور قریش انہی کی طرف منسوب ہیں، ابن مالک بن نضر، ان کا یہ لقب ان کے چہرے کی بشاشت کی وجہ سے ہے اور ان کا نام قیس تھا، اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ یہ قریش کو جمع کرنے والے ہیں۔ ابن کنانہ ابوقبیلہ بن خزیمہ یہ خزمۃ کی تصغیر ہے۔ ابن مدرکۃ صیغہ فاعل ہے۔

ابن الیاس مذکور ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''الیاس کو برا بھلا مت کہو کیونکہ وہ مومن تھے، یہ بات امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے ''روضۃ الأنف'' میں ذکر کی ہے۔ الزبیر نے بیان کیا کہ یہ بنی اسرائیل پر اعتراض کرتے تھے کہ انہوں نے اپنے باپ دادے کے طور طریقے بدل دیئے، ان میں کھڑے ہو کر وعظ نصیحت کرتے تھے، یہاں تک کہ ان کو اپنا ہم خیال بنالیا اور وہ ان پر راضی ہو گئے اور ایسے راضی ہوئے کہ ان کے بعد کسی اور پر اتنے راضی نہ ہوئے۔ اور یہ پہلا شخص ہے جس نے خانہ کعبہ کیلئے ہدی کے جانور بھیجے۔ عرب ہمیشہ ان کی اس طرح تعظیم کرتے تھے جیسے دانشمندوں کی تعظیم کی جاتی ہے۔

ابن مضر اس کا وزن ''فعل'' ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کو مضر اس لیے کہا جاتا ہے کہ جو ان کے حسن و جمال کو دیکھتا ان کی طرف مائل ہو جاتا اور ان کی آواز بھی بڑی خوبصورت تھی۔ اتفاقاً یہ اونٹ سے گرے اور ان کے ہاتھ پر ضرب لگی اور ان کے منہ سے ''وایدہ وایداہ'' کی آواز نکلنے لگی ان کی آواز سن کر اونٹ مست ہو گیا اور عرب میں یہی بات حدی خوانی کا سبب بنی۔

اور کہنے والے کی یہ بات سچی ہے کہ یہ شخص پہلا حدی خوان ہے اور اس کے

اقوال میں یہ بھی ہے:

''جس نے برائی کا بیج ڈالا وہ پشیمانی کی فصل کاٹے گا جس نے خیر کا بیج ڈالا تو وہ بہت جلد خیر کی فصل کاٹے گا۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''مضر اور ربیعہ (جو اس کا بھائی تھا) کو بُرا بھلا مت کہو کیونکہ یہ دونوں ملت ابراہیمی کے پیروکار مسلمان تھے۔'' بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تو یہ بھی روایت ہے کہ خزیمہ، معد، عدنان، ادد، قیس، تمیم، اسد اور ضبۃ یہ تمام دین ابراہیمی پر فوت ہوئے، بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ ہم تو ان کا ذکر ان الفاظ میں کریں گے جن سے مسلمانوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ابن نزار یہ نزر سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے: ''کم'' کیونکہ یہ اپنے زمانے کا یکتا تھا کہا گیا ہے کہ جب یہ پیدا ہوئے تو ان کے والد نے نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کی آنکھوں کے درمیان چمکتا ہوا دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور مخلوق خدا کو بہت کھانا کھلایا اور کہنے لگے: یہ نذر ہے جبکہ اس نومولود کے بچے کے حق کے مقابلے میں یہ کھانا بہت قلیل ہے۔ ابن معد۔ روایت کیا جاتا ہے کہ جب بخت نصر نے عرب علاقوں پر حملہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے نبی ارمیا علیہ السلام کو اس وقت وحی فرمائی کہ معد کے پاس جاؤ اور اسے اس علاقے سے نکال کر شام لے جاؤ اور اس کی حفاظت کرو کہ انکی اولاد سے خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوں گے لہٰذا انہوں نے ایسا ہی کیا۔

روایت ہے کہ ان کی اولاد میں سے جب بیس یا چالیس کی تعداد ہو گئی تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکر پر حملہ کر دیا اور لوٹ مار کی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ ان کو بددعا نہ دینا، دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے تین بار بددعا کی اور وہ قبول نہ ہوئی۔ عرض کی: اے رب! میں تجھ سے اس قوم کیلئے بددعا کی جنہوں نے ہم پر حملہ کیا لیکن تو نے میری بددعا قبول نہیں کی۔ فرمایا: موسیٰ ان میں ایک صاحب خیر آخری زمانے میں آئے گا۔ یہاں تک نسب کا اختلاف نہیں۔

عدنان کے بعد نسب پاک میں علماء کا اختلاف ہے:

اختلاف صرف عدنان سے اوپر ہے اور یہ بہت زیادہ ہے۔ اس لیے روایت میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنا نسب بیان کرتے کرتے عدنان پر آ کر رک جاتے اور فرماتے کہ نسب بیان کرنے والوں نے اس سے آگے جھوٹ بولا ہے۔

✿ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقُرُوْنًا بَیْنَ ذَالِکَ کَثِیْراً (سورۃ الفرقان)

ترجمہ: ''کہ اس عرصہ میں بہت قومیں گزریں۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کسی کو بتانا چاہے تو بتا دے۔

ابن دحیہ نے کہا کہ علماء کا اجماع حجت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معد بن عدنان سے آگے اپنا نسب بیان نہیں کیا اور فرماتے تھے: کہ نسب بیان کرنے والوں نے جھوٹ بولا ہے۔ امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس سلسلہ میں کوئی صحیح حدیث نہیں۔

✿ یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے: بعض علماء نے کہا کہ جب ابن مسعود یہ آیت پڑھتے:

اَلَمْ یَاْتِکُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ وَالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِ هِمْ لَا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللهُ (سورۃ ابراہیم)

ترجمہ: ''کیا تمہارے پاس تم سے پہلوں کی خبر نہیں آتی، قوم نوح، قوم عاد، اور قوم ثمود اور ان کے بعد آنے والے جن کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ (فرمایا نسب بیان کرنے والوں نے جھوٹ بولا ہے۔)''

یعنی وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ نسب کا اور اللہ نے اپنی کتاب میں ان کے علم کی نفی کر دی اور ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہم عدنان تک نسب بیان کرتے ہیں اور اس سے اوپر کا ہمیں کچھ پتہ نہیں۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عدنان اور حضرت اسماعیل رضی اللہ عنہ کے درمیان تیس آباء کے بارے میں کسی کو معلوم نہیں۔

عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ ہمارے علم میں کوئی ایسا شخص نہیں جو معد ابن عدنان کے بعد کسی کو جانتا ہو، اور امام مالک سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو اپنا نسب حضرت آدم علیہ السلام تک بیان کرے تو آپ نے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: اسے کس نے بتایا؟ ایسا ہی باقی انبیاء کے نسب کے بارے میں آیا ہے۔

حضرت عبدالمطلب اور اصحاب فیل:

ابن شہاب نے کہا کہ عبدالمطلب کی اولین فضیلت یہ بیان کی جاتی ہے کہ ہاتھی والے جب خانہ کعبہ پر حملہ آور ہوئے تو قریش حرم سے باہر چلے گئے لیکن آپ نے فرمایا: خدا کی قسم! اللہ کے حرم سے نکل کر میں کسی اور جگہ عزت طلب نہیں کروں گا۔

اور اس کے سوا مجھے کچھ نہیں چاہیے اور آپ بیت الحرام کے اندر ٹھہرے رہے، یہاں تک کہ آپ کا معاملہ حبشیوں سے پڑا، اور آپ اپنا مطلوب مانگنے کیلئے ان کے پاس آئے آپ کی وجاہت اور عظمت کو دیکھ کر وہ حیران رہ گئے۔ اللہ نے حبشیوں کو ہلاک کیا اور ان کو اپنے گھر بھگا دیا اور اہل مکہ سے وحشت کو دور کر دیا۔

"سقایہ" (حاجیوں کو پانی پلانا) اور "رفادہ" (اللہ کے گھر کی خدمت کا منصب) کا منصب آپ کے چچا مطلب کے بعد عبدالمطلب کے پاس آگیا تو آپ نے اپنی قوم کی اسی طرح قیادت کی جس طرح کہ آپ کے آباؤ اجداد پہلے قیادت کرتے رہے، اس وجہ سے آپ عزت اور عظمت کے اس بلند مقام پر فائز ہوئے جس پر آپ سے پہلے کوئی نہ پہنچ سکا، قوم نے آپ سے بہت محبت کی اور آپ کو بہت عزت دی اور آپ کی رہنمائی اور خبرداری پر پورا اعتماد کیا۔

الرفادۃ:

دور جاہلیت میں قریش حسب توفیق اپنے عطیات جمع کر کے اس سے غلہ وغیرہ خرید کر نبیذ تیار کرتے اور موسم حج میں آخر وقت تک لوگوں کو کھلاتے پلاتے۔

حضرت عبدالمطلب کی نذر اور بیٹے کو ذبح کرنا:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "انا ابن الذبیحین" (ترجمہ: "میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔") مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام اور آپ ﷺ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، یہ واقعہ طبرانی نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے نذر مانی کہ ان کے دس بیٹے ہوئے ان میں سے ایک کو قربان کر دیں گے جب دس بیٹے پورے ہوئے تو آپ نے قرعہ اندازی کی تو قرعہ حضرت عبداللہ کے نام نکلا جو حضرت عبدالمطلب کو سب سے زیادہ پیارے تھے تو آپ نے دعا مانگی: "یا اللہ! یہ بیٹا قربان کروں یا سو اونٹ پھر قرعہ اندازی کی تو سو اونٹ نکل آئے" زبیر نے بن بکار نے یہ بات ذکر کی کہ آپ نے ان کو ذبح کر کے لوگوں کے سامنے رکھ دیا اور وہ حسب ضرورت لے گئے۔

دیت کی مشروعیت:

سخاوی نے کہا کہ مسلمانوں کے درمیان دیت کی مقدار مقرر ہے جبکہ دور جاہلیت میں دس اونٹ ہوتی تھی۔

نذر کا سبب:

امام قسطلانی نے کہا کہ اس نذر کا سبب یہ تھا کہ حضرت عبدالمطلب زمزم کا چشمہ کھودنا چاہتے تھے جب بنو جرھم قبیلے کے عمرو بن حارث اور ان کی قوم نے اللہ کے حرم میں فسادات کی آگ بھڑکائی اور اللہ نے ان پر ایسے لوگ مسلط کیے جنھوں نے ان کو مکہ سے نکال باہر کیا تو عمرو نے خانہ کعبہ کے نفیس اور قیمتی نذرانوں کو بچانے کیلئے زمزم کے چشمے میں دفنا دیا اور اس کا نام و نشان مٹا کر خود اپنی قوم کے ہمراہ یمن کی طرف بھاگ گیا، اس کے بعد زمزم لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہا۔ یہاں تک کہ حضرت عبدالمطلب کو خواب آیا اور انہوں نے ان نشانیوں کے مطابق اس چشمے کے اوپر سے

پتھر ہٹا کر اسے ظاہر کیا، قریش نے ان کو منع کیا اور ان کے بے وقوف لوگوں نے ان کو اور ان کے بیٹے حارث کو بہت اذیت دی، اس وقت ان کا ایک ہی بیٹا حارث تھا تو آپ نے نذر مانی کہ اگر دس بیٹے میری مدد کیلئے پیدا ہوئے تو ان میں سے ایک کو اللہ کے راستے میں قربان کردوں گا پھر حضرت عبدالمطلب نے زمزم کا چشمہ کھودا اور یہ ان کیلئے باعث عزت وعظمت ہوا۔

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کا آمنہ بنت وہب سے شادی کرنا:

حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کا حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کرنے کا البرقی نے ذکر کیا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے دادا یمن تشریف لاتے اور وہاں کے کسی سردار کے ہاں ٹھہرتے، ایک بار جو تشریف لائے تو میزبان سردار کے پاس اہل کتاب کا ایک عالم تھا، اس نے کہا: مجھے اجازت ہو، تو آپ کی تجارت کی تحقیق کروں۔ آپ نے فرمایا: غور کریں۔ اس عالم نے کہا کہ میرے خیال میں نبوت اور حکومت دو منافوں میں آئے گی یعنی عبد مناف بن قصی اور عبد مناف بن زہرہ جب عبدالمطلب واپس آئے اور اپنے بیٹے کی شادی سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن حمزہ سے کردی۔

کعب احبار نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اسی وقت سے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو ایسا عظیم نور، چمک، وقار، جمال اور کمال عطا کیا جسکی وجہ سے ان کو قوم کی سیدہ کہا جانے لگا۔

حضرت عبداللہ کی دونوں آنکھوں کے درمیان سے نور کی شعاعیں اس وقت تک نکلتی رہیں جب تک اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ نور سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر میں منتقل نہیں ہو گیا۔

بیہقی نے الدلائل میں امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ قریش کے حسین ترین نوجوانوں میں سے تھے، عورتوں کی ایک جماعت کا ان کے پاس سے گزر ہوا تو ان میں ایک بی بی نے کہا: اے قریش کی عورتو! تم میں سے

کون ہے جو اس جوان سے شادی کر کے اس کے نور کا شکار کر لے جو اس کی آنکھوں کے درمیان چمک رہا ہے؟ سو بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے شادی کر لی اور حضور نبی کریم ﷺ کا حمل آپ کے بطن مبارک میں ٹھہر گیا۔

ابن عبدالبر نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو آپ کی عمر تیس یا پچیس سال اور بعض نے کہا کہ اٹھارہ سال تھی۔ السخاوی نے کہا کہ یہی زیادہ رائج قول ہے۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا نورِ مصطفیٰ ﷺ سے حاملہ ہونا:

خطیب بغدادی نے سہل بن عبداللہ تستری سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو آپ کی والدہ کے بطن مبارک میں پیدا کرنا چاہا تو یہ ماہ رجب کی جمعہ کی رات تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس رات کو جنت کے خازن رضوان کو حکم دیا کہ جنت الفردوس کے سارے دروازے کھول دیئے جائیں اور زمین و آسمان میں ایک منادی نے یہ اعلان کر دے کہ "سن لو وہ نور جو کہ ایک چھپا ہوا خزانہ تھا جس سے ہدایت دینے والے نبی پاک ﷺ نے ہونا تھا اس رات کو اپنی ماں کے پیٹ میں منتقل ہوئے جہاں آپ کی تخلیق مکمل ہو گی اور آپ ﷺ لوگوں کو ڈر سنانے کیلئے ظہور پذیر ہوں گے۔

الزبیر بن بکار نے کہا کہ میں ایام تشریق میں شعب ابی طالب میں (جو کہ جمرہ کے وسط کے قریب ہے) موجود تھا۔ امام واقد کے مطابق وہب بن زمعۃ اپنی پھوپھی سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کے حمل سے آپ کی والدہ حاملہ ہوئیں تو فرماتی ہیں کہ مجھے حمل کا کوئی پتہ نہیں چلا اور نہ ہی دیگر عورتوں کی طرح مجھے کوئی بوجھ محسوس ہوا، ہاں! مجھے یہ چیز عجیب لگی کہ حیض نہیں آ رہا، کبھی آپ کی والدہ ماجدہ یہ فرماتیں کہ میرے پاس آنے والا آیا تو میں سونے اور جاگنے کی درمیانی حالت میں تھی، اس نے کہا: تجھے معلوم ہو کہ تو حاملہ ہے گویا میں کہہ رہی ہوں کہ مجھے تو کچھ معلوم ہی نہیں، کہا کہ تو حاملہ ہے اور تیرے پیٹ میں اس امت کا سردار اور نبی ہے اس کا نام محمد

ﷺ رکھنا، یہ پیر کا دن تھا۔

نور محمد ﷺ کا ظہور:

❁ صحیح ابن حبان، حاکم، احمد وغیرہ ہم نے حضرت عرباض بن ساریہ السلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ

"بے شک میں اللہ کے ہاں ام الکتاب میں خاتم النبیین تھا اور حضرت آدم علیہ السلام مٹی کے گارے میں تھے اور عنقریب میں تم کو پہلی بات بتاتا ہوں کہ میں دعائے ابراہیم علیہ السلام ہوں اور اپنے بھائی عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی قوم کو دی گئی بشارت ہوں اور اپنی والدہ ماجدہ کا وہ نظارہ ہوں جو میری پیدائش کے وقت انہوں نے دیکھا کہ ایک نور ہے جس کی روشنی سے شام کے شاہی محلات چمک اٹھے۔"

السخاوی نے فرمایا کہ بصریٰ کے بارے میں ہمارے شیخ نے فرمایا کہ احتمال ہے کہ "باء" کا ضمہ اور "صاد" ساکن اور آخر میں الف مقصودہ۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس کو بصریٰ پڑھا جائے "باء" کی زبر اور "صاد" ساکن کے ساتھ یعنی انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا فرمایا کہ پہلی صورت میں بصریٰ معروف شہر ہے جو دمشق کو جاتے ہوئے مشرق کی طرف حوران کے قریب واقع ہے۔ حوران حجاز کی طرف جاتے ہوئے ایک قصبہ ہے شام اور اس کے درمیان مرحلوں کا فاصلہ ہے۔

نکتہ:

❁ خاص طور پر یہاں پر بصریٰ کا ذکر کرنا حالانکہ دوسری روایت میں ہے:

اضاء ما بين المشرق والمغرب

اور ایک روایت میں "الارض" آتا ہے۔

حالانکہ دونوں بصریٰ کے مقابلے میں زیادہ جامع ہیں اس میں خاص نکتہ ہے کہ

بصریٰ حضور نبی کریم ﷺ بنفس نفیس تشریف لے گئے تھے اور اس سے آگے (جسد عنصری کے ساتھ) نہیں گئے۔

بعض نے کہا کہ یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ ملک شام آپ ﷺ کے نور نبوت سے مخصوص کیا گیا یہ آپ ﷺ کی سلطنت کا دارالحکومت ہے جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ پہلی کتابوں میں ہے:

محمد اللہ کے رسول ہیں ان کی جائے پیدائش اور مقامِ ہجرت یثرت (مدینہ منورہ) ہے اور ان کی سلطنت شام میں ہوگی، سو مکہ سے نبوت محمدی ﷺ کی ابتداء ہوئی اور شام تک پہنچی، اس لیے حضور نبی کریم ﷺ کو بیت المقدس تک معراج نصیب ہوئی۔

جیسا کہ اس سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شام کی طرف ہجرت فرمائی بلکہ بعض سلف نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی بھیجا ہے شام سے بھیجا ہے اور اگر شام سے نہیں بھیجا تو وہ ہجرت کر کے شام میں ضرور گیا ہے۔ آخری زمانے میں علم، ایمان شام میں ٹھہریں گے لہٰذا نورِ نبوت دوسرے علاقوں کی نسبت زیادہ ظاہر ہے۔

نورِ محمدی ﷺ کے وقتِ ظہور میں اختلاف:

ظہورِ نور کی روایات میں جو اختلاف ہے کہ آیا وہ حمل کے دوران تھا یا وقت پیدائش تھا۔ دونوں اوقات کے نور کے ظہور پذیر ہونے میں کوئی امر مانع نہیں اگرچہ پیدائش کے ظہور کی روایت زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔

بہرحال یہ نور اشارہ تھا اس بات کی طرف کہ آنے والا نور وہ ہے جس سے اہل زمین ہدایت پائیں گے اور اس کی امت کی سلطنت اور ملت کا دین، دنیا کے کونے کونے تک پہنچے گا اور یہ لفظ جنوب و شمال کے مقابلہ میں زیادہ وسعت رکھتا ہے کہ اس سے شرک اور گمراہی کے اندھیرے زائل ہوں گے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

لقد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین○ (سورۃ المائدہ)

ترجمہ: ”بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف ایک نور (یعنی حضرت محمد

مصطفیٰ ﷺ) آ گیا ہے اور ایک روشن کتاب''

اور فرمایا:

يَهْدِىْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلَامِ وَ يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَ يَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ (سورۃ الاعراف)

ترجمہ: ''پس جو لوگ اس (برگزیدہ رسول) پر ایمان لائیں گے اور ان کی تعظیم وتوقیر کریں گے اور ان (کے دین) کی مدد ونصرت کریں گے اور اس نور (قرآن) کی پیروی کریں گے جو ان کے ساتھ ساتھ اتارا گیا ہے۔ وہی لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں۔''

صحیح مسلم وغیرہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''میرے لیے زمین کے مشرق اور مغرب کو سمیٹا گیا اور عنقریب میری امت کی سلطنت اس علاقے تک پہنچے گی جہاں تک میرے لیے زمین سمیٹی گئی۔''

کیا حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے علاوہ بھی حاملہ ہوئیں:

اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس سے زیادہ ہلکے حمل سے میں حاملہ نہیں ہوئی۔ اس سے یہ مفہوم پیدا ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے علاوہ بھی کوئی بچہ آپ کے حمل میں آیا ہے۔ خصوصاً ابن سعد کے ہاں اس سے زیادہ اسحاق بن عبداللہ کی روایت میں صراحت ملتی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی والدہ محترمہ نے فرمایا: ''میں کئی بچوں سے حاملہ ہوئی مگر اس سے زیادہ ہلکا حمل کوئی اور نہ ہوا۔''

ابن سعد کہتے ہیں کہ واقدی نے کہا کہ ہمارے اور دیگر اہل علم کے نزدیک یہ روایت معروف نہیں کیونکہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی کوئی اور اولاد نہیں۔ الواقدی نے کہا الزہری نے اپنے چچا کے حوالے سے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول مبارک مجھے بتایا کہ جب سے میرے حمل میں نبی کریم ﷺ آئے تو مجھے جنم دینے کے وقت کے کسی قسم کی تکلیف محسوس نہیں ہوئی اور مجھے وہ بوجھ محسوس نہیں ہوا جو عورتوں کو ہوا کرتا ہے۔

سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: دونوں روایات میں تاویل ہو سکتی ہے کہ مذکورہ روایت جو اسحاق بن عبداللہ سے ہے اگر یہ ابن طلحہ ہے تو روایت مرسل ہے اور اس کے رجال، رجال صحیح ہیں تو یہ روایت اس امکان کا رد کرتی ہے کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے کسی حمل کو ضائع کیا ہو اور یہ روایت اس بات کی طرف اشارہ ہے اور اسی سے تمام روایت متفق ہو جاتی ہیں اگر ہم الواقدی کا کلام قبول کر لیں۔

ابن الجوزی نے کہا: علمائے نقل کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم علیہ السلام کے علاوہ کسی بچے سے حاملہ نہیں ہوئیں تو ان کا یہ فرمان "لم احمل" کہ میں حاملہ نہیں ہوئی، یہ اصل میں مبالغہ کے طور پر فرمایا اور روایات میں مذکورہ اتحاد زیادہ مناسب ہے۔

دعائے ابراہیم علیہ السلام:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ جب آپ نے تعمیر کعبہ شروع کی تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اس شہر کو امن والا بنا دے اور لوگوں کے دلوں کو اس کی طرف مائل کر دے اور یہاں کے باشندوں کو پھلوں کا رزق دے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلاً مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ آيٰاتِکَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَ يُزَكِّيۡهِمۡ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ

(سورۃ البقرہ)

ترجمہ: "اے ہمارے رب! ان میں انہی میں سے (وہ آخری اور برگزیدہ رسول مبعوث فرما جو ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائیں اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے (کر دانائے راز بنا دے) اور ان (کے نفوس وقلوب) کو خوب پاک صاف کر دے، بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔"

تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا اس نبی کریم علیہ السلام کے حق میں قبول فرمائی اور آپ

ﷺ کو وہی رسول بنایا جس کا سوال ابراہیم علیہ السلام نے کیا اور اہل مکہ کی طرف جس کو مبعوث کرنے کی دعا مانگی تھی۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے طے کیا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کو آخری رسول بنا کر بھیجنا ہے اور یہ بات ام الکتب (لوحِ محفوظ) میں لکھ دی تو اس فیصلے کو یوں نافذ کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کو مذکورہ دعا کیلئے مقرر کر دیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری ان کی دعا سے ہو۔ جیسا کہ فرمایا: ان کے صلب سے ان کی اولاد کی پشتوں کی طرف آپ ﷺ منتقل ہوتے رہے۔

بشارت عیسیٰ علیہ السلام:

رہ گئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت تو یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ وہ اپنی قوم بنی اسرائیل کو نبی کریم ﷺ کی آمد کی خوشخبری سنائیں، تو بنی اسرائیل حضور نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے ہی آپ ﷺ کو پہچانتے تھے۔

✿ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

و مبشر ابر سول یا تی من بعدی اسمه احمد (سورۃ الصف)

ترجمہ: ''میں خوشخبری سنانے آیا ہوں، اس رسول معظم کی جو میرے بعد تشریف لا رہے ہیں جن کا نام نامی احمد ہے۔''

حضور نبی کریم ﷺ کا میلاد اہل مکہ کیلئے فتح اور خوشحالی کا سبب بنا:

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جس سال حضور نبی کریم ﷺ کا حمل بطن مادر میں منتقل ہوا جیسا کہ منقول ہے قریش پر بڑا سخت اور قحط کا دور تھا، اب ان کی زمین ہری بھری ہوگئی ان کے درخت پھلوں سے لد گئے۔ اور اہل مکہ بہت زیادہ خوشحال ہو گئے یہاں تک کہ اس سال کا نام ''الفتح والابتهاج'' پڑ گیا اور اس خوشحالی کا وفود نے آ کر ان کے پاس ذکر کیا، اس وقت حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ قریش اور تمام عرب کے سردار تھے۔ ہر روز احرام باندھ کر بیت اللہ کا طواف کرتے اور فرماتے: اے جماعت

قریش! میں اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک شخص کی تصویر دیکھتا ہوں جسے نور کامل کا ٹکڑا، جس کے دیدار کی مجھے کبھی امید ہی نہ تھی، قریش ان کے اس نظارے کا انکار کرتے یا تو حسد کی وجہ سے یا بے بصیرتی کی وجہ سے۔ بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قریش کے ہر چوپائے نے اس رات کو کہا:

و رب الکعبۃ وھو امام الدنیا و سراج اھلھا

ترجمہ: ''رب کعبہ کی قسم محمد ﷺ کا حمل ٹھہرا گیا، وہ امام دنیا ہیں اور دنیا والوں کے چراغ ہیں۔''

اس لیے قریش میں کوئی کاہنہ نہ رہی اور عرب کا کوئی قبیلہ ایسا نہ رہا جو اس بات میں حجت بازی کرتا، کاہنوں کا علم ان سے چھین لیا گیا اور دنیا کے ہر بادشاہ کا تخت اس صبح الٹ گیا اور اس دن کوئی دنیا کا بادشاہ گفتگو نہ کر سکا۔ پورا دن گونگا رہا اور مشرق کے وحشی جانور مغرب کے وحشیوں کو بشارتیں دیتے پھرتے تھے، اسی طرح سمندروں کی مخلوق ایک دوسرے کو بشارتیں دیتی، اور زمین و آسمان کے کونے کونے سے یہ آوازیں آئیں: ''خوشیاں مناؤ کہ ابوالقاسم محمد ﷺ زمین پر بصد برکت و سعادت تشریف لا رہے ہیں۔'' آپ ﷺ اپنی ماں کے پیٹ میں دو مہینے رہے، ان کو کوئی تکلیف، کوئی ہوا اور حاملہ عورتوں کو جو عوارض پیش آتے ہیں پیش نہ آئے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وصال:

واقدی نے کہا: اسی مدت حمل کے دوران آپ ﷺ کے جد امجد عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادہ حضرت عبداللہ کو شام کے شہر غزہ کی طرف قریشی تاجروں کے ہمراہ غلہ خریدنے کیلئے بھیجا۔ واپسی پر آپ ﷺ کے والد محترم بیمار ہوئے اور مدینہ طیبہ میں اپنے والد کے ننھیال بنی عدی بن نجار کے ہاں ایک مہینہ قیام کے بعد وصال فرما گئے۔

ابن شہاب کی روایت میں ہے کہ مدینہ طیبہ میں آپ کے والد محترم نے کھجوریں خریدنے کیلئے بھیجا تھا، وہیں آپ کی وفات ہوئی اور دار النابغہ میں دفن ہوئے۔ اسی

قول کو ابن اسحاق نے ترجیح دی ہے۔

ابن سعد نے بھی اس کو بیان کیا ہے۔ زبیر بن بکار اور دیگر نے اسی پر اعتماد کیا ہے۔ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: بڑے بڑے سیرت نگار یہی رائے رکھتے ہیں اور بعض نے اس کو جمہور کی طرف منسوب کیا۔ بعض نے کہا: یہ حضور نبی کریم ﷺ کی پیدائش کے بعد فوت ہوئے۔

سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ کو جنم دیا تو حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس بچے کو لے کر قبائل عرب کے اندر پھریں، یہاں تک کہ سیدہ حلیمہ سعدیہ کو دودھ پلانے کی خدمت پر مامور کیا۔ وہاں آپ ﷺ چھ سال تک رہے، اور وہیں آپ ﷺ کے شق الصدر کا واقعہ رونما ہوا جس کے بعد آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی والدہ کی طرف لوٹا دیا گیا۔

اس میں اختلاف ہے کہ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک کیا تھی۔ کچھ نے کہا کہ آپ ﷺ دو سال چار مہینے کے تھے، یہ بات ابن اسحاق نے بیان کی۔ کچھ کہتے ہیں کہ دو سال سات مہینے کے تھے۔ یہ روایت ابن سعد نے بیان کی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ اسی دوران مدینہ منورہ میں اپنے ننھیال کی ملاقات کیلئے گئے اور وہیں وفات پائی۔

کہا جاتا ہے کہ ملائکہ نے کہا: اے ہمارے معبود! اور ہمارے آقا! تیرا نبی یتیم رہ گیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کا وارث اس کی حفاظت کرنے والا اور مددگار میں ہوں۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ نبی کریم ﷺ کو ماں باپ کی طرف سے یتیم کیوں کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ کسی مخلوق کا آپ پر احسان نہ ہو۔ اس کو ابوحیان نے ''البحر'' میں ذکر کیا ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ترکہ:

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آپ ﷺ کے والد نے اپنے پیچھے ایک لونڈی ام

ایمن برکۃ حبشیہ، پانچ اونٹ اور بکریوں کا ایک ریوڑ ترکہ میں چھوڑا جو حضور نبی کریم ﷺ کو وراثت میں ملا، اُم ایمن حضور ﷺ کی خدمت کرتی رہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت مبارکہ:

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں، طبرانی اور ابونعیم نے حضرت عثمان بن ابی العاص سے یہ روایت بیان کی کہ "میری ماں فاطمہ بنت عبداللہ ثقفیہ جو صحابیہ تھیں نے مجھ سے بیان کیا کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہ کو جب رات کے وقت ولادتِ نبوی ﷺ کا وقت آیا تو میں دیکھ رہی تھی کہ آسمان سے ستارے نیچے کی طرف ڈھلک کر قریب ہو رہے ہیں۔ یہاں تک کہ میں نے محسوس کیا کہ میرے اوپر گریں گے اور سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے جسم اطہر سے ایسا نور نکلا جس سے پورا جسم اور حویلی جگمگ کرنے لگے۔

ابن سعد حسان عطیہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم ﷺ پیدا ہوئے تو دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے زمین پر رکھے اور آپ ﷺ کی نظر آسمان کی طرف تھی۔ یہ روایت اگرچہ مرسل ہے مگر قوی ہے۔

اسحاق ابن ابوطلحہ کی ایک مرسل روایت میں ہے کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو صاف ستھرا جنا، ایسے نہیں جنا جیسے بکری کے بچے کو جنا جاتا ہے جس پر میل والا اثر ہو اور آپ ﷺ زمین پر اپنے ہاتھ کے بل بیٹھے تھے۔ ابوالحسن بن براء رضی اللہ عنہا نے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو جنم دیا اور آپ ﷺ اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھے آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے پھر آپ نے زمین سے مٹھی بھر خاک اٹھائی اور سربسجود ہو گئے۔

فرماتی ہیں کہ میں نے برتن آپ ﷺ کی طرف جھکایا تو دیکھا کہ آپ ﷺ برتن سے الگ ہیں اور اپنے انگوٹھے سے دودھ پی رہے ہیں۔

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے جب حضور نبی کریم ﷺ کو جنم دیا تو آپ ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کی طرف پیغام بھیجا کہ آج رات

میرے ہاں بیٹا ہوا ہے آکر دیکھ لیجئے، جب وہ تشریف لائے تو سیدہ نے سارے واقعات بیان کیے اور حمل کے دوران جو کچھ بھی دیکھا تھا وہ بھی بیان کیا تو آپ ﷺ کے دادا عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو تھاما اور اللہ تعالیٰ سے اس نعمت کے ملنے پر شکر ادا کرنے لگے اور یہ رباعی پڑھی:

الحمد لله الذی اعطانی هذاالغلام الطيب الاردانی

قدساد في المهد على الغلمان اعيذه بالبيت ذی الارکان

ترجمہ: ''اللہ کا شکر ہے کہ جس نے مجھے یہ صاف ستھرا سردار بیٹا عطا کیا ہے۔ یہ گود میں ہی بچوں پر سردار بن گیا، میں ستونوں والے بیت اللہ میں اس کو پناہ دیتا ہوں۔''

ابولہب کا حضور نبی کریم ﷺ کی پیدائش پر خوشی منانا:

ابولہب کی لونڈی ثویبہ آپ ﷺ کے چچا ابولہب کے پاس گئی اور اسے اس کے بھائی عبداللہ کے ہاں بیٹا پیدا ہونے کی خوشخبری سنائی تو اس نے خوشی میں فوراً اسے آزاد کر دیا۔

امام قسطلانی نے کہا کہ ثویبہ نے بھی حضور نبی کریم ﷺ کو دودھ پلایا ہے۔

مروی ہے کہ ابولہب کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھا گیا تو اس سے پوچھا گیا کہ تیرا کیا حال ہے؟ بولا: آگ میں ہوں لیکن ہر پیر کی رات کو میرے عذاب میں کمی ہو جاتی ہے اور میں اپنی دو انگلیوں کے درمیان سے (ٹھنڈا میٹھا مشروب) پیتا ہوں۔ اور مجھے یہ رعایت اس وجہ سے ملی کہ ثویبہ نے جب مجھے نبی کریم ﷺ کی ولادت کی خوشخبری سنائی تو میں نے اسے آزاد کر دیا اور اس نے حضور نبی کریم ﷺ کو دودھ پلایا۔

ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: جب حضور نبی کریم ﷺ کی شب میلاد کو حضور نبی کریم ﷺ کی میلاد کی خوشی منانے پر اس کافر ابولہب کو یہ بدلہ ملا کہ جس کی مذمت قرآن میں نازل ہوئی ہے تو آپ ﷺ کے مسلمان امتی کو خوشی منانے پر کس قدر اجر و ثواب ملے گا جو آپ ﷺ کے میلاد کی خوشیاں مناتا ہے اور حسب توفیق آپ ﷺ کی محبت میں مال

خرچ کرتا ہے مجھے اپنی عمر کی قسم! اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی جزا یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل عمیم اپنی نعمتوں بھری جنتوں میں داخل کرے گا۔

اہل کتاب حضور نبی کریم ﷺ کی میلاد کی خوشی مناتے ہیں:

حاکم نے اپنی صحیح کے اندر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت بیان کی کہ مکہ میں ایک یہودی تاجر تھا جب حضور نبی کریم ﷺ کی میلاد کی رات آئی تو اس نے کہا: اے جماعت قریش! آج رات تمہارے اندر کوئی بچہ پیدا ہوا؟ بولے: ہمیں کوئی پتہ نہیں۔ کہنے لگے: دیکھو! اس رات کو اس آخری امت کا نبی پیدا ہوا ہے جس کے دونوں کندھوں کے درمیان نشانی کے طور پر بالوں کا مجموعہ ہے جیسے گھوڑے کی گردن کے بال، وہ دو راتیں دودھ نہیں پئے گا۔ وجہ یہ ہے کہ ایک سرکش جن نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھا ہوا ہے۔ لوگ دائیں بائیں پھیل گئے اور پوچھ گچھ کرنے لگے پتہ چلا کہ آج عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے۔ وہ یہودی کو لے کر آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کے پاس پہنچے اور عرض کیا: بچہ باہر لا کر ہمیں دکھائیں، وہ باہر لائیں، لوگوں نے آپ ﷺ کی پیٹھ مبارک سے کپڑا ہٹا کر مہر نبوت کا ابھرا ہوا ٹکڑا دیکھا۔ یہودی بے ہوش ہو کر گر پڑا، جب ہوش میں آیا تو اس سے کہا گیا: تیرا برا ہو کیا ہوا؟ کہنے لگا: اللہ کی قسم! نبوت بنی اسرائیل سے گئی، اے جماعت قریش! بخدا اب تمہاری شان و شوکت اتنی بڑھ جائے گی کہ اس کی خبر مشرق و مغرب تک پہنچے گی۔

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ دلیل ہے اس بات کی حضور نبی کریم ﷺ کی پیدائش کے وقت آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان ختم نبوت کی مہر تھی اور یہی وہ نشانی ہے جس سے اہل کتاب آپ ﷺ کو پہچانتے تھے، اسی نشانی کا سوال کرتے اور اسی کی واقفیت طلب کرتے، یہاں تک روایات میں آتا ہے کہ ہرقل (رومی بادشاہ) نے حضور نبی کریم ﷺ کے پاس شخص بھیجا کہ وہ آپ ﷺ کی مہر نبوت دیکھ کر اسے بتائے۔

لیکن عنقریب یہ روایت آئیگی کہ دو فرشتے جنہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کا سینہ

مبارک چاک کیا اور اس میں حکمت بھری انہوں نے ہی ختم نبوت کی مہر لگائی۔

خطیب بغدادی نے سیدہ فاطمہ بنت حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے اپنے والد امام حسین بن علی سے بیان کردہ روایت ذکر کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے میلاد کی رات مکہ میں ایک بڑے یہودی عالم (حبر) نے کہا: آج رات تمہارے اس شہر کے اندر وہ نبی پیدا ہوں گے جو موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی تعظیم کریں گے اور ان دونوں کی امت سے لڑائی کریں گے، اگر ایسا نہ ہو تو خوشخبری سناؤ طائف والوں کو ایلۃ والوں کو۔ فرمایا: اسی رات کو حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت ہوئی، وہ بڑا عالم گھر سے نکل کر مقام ابراہیم جا پہنچا اور بولا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام حق ہیں اور محمد مصطفیٰ ﷺ حق ہیں۔

ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں شعیب سے انہوں نے اپنے والد انہوں نے اپنے والد سے یہ روایت بیان کی کہ مرالظہران میں عیص نامی ایک راہب تھا، پوری حدیث میں یہ حصہ بھی مذکور ہے کہ اس نے عبداللہ بن عبدالمطلب کو نبی کریم ﷺ کی ولادت کی رات بتایا کہ آپ ﷺ کا مولود اس امت کا نبی ہے اور آپ کی بہت ساری صفات بیان کی ہیں۔

میلاد النبی ﷺ کے دن ایوان کسریٰ میں زلزلہ:

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اور وہ علامتیں جو حضور نبی کریم ﷺ کی پیدائش کے وقت اور بعد میں ظاہر ہوئیں، ان کے علاوہ جو ظہور اسلام کے بعد وقوع پذیر ہوئیں، جو کہ امت میں مشہور ہیں اور علماء کی ایک جماعت نے ان کو جمع کرنے کا اہتمام کیا جیسے ابونعیم اور امام سہیلی اور وہ علامتیں جو بعثت بلکہ ولادت سے بھی پہلے ظہور پذیر ہوئیں، جن کو حاکم نے ''الاکلیل'' میں اور ابوسعید نیشاپوری نے ''شرف المصطفیٰ'' میں، ابونعیم اور بیہقی نے ''دلائل النبوۃ'' میں، قاضی عیاض نے ''الشفا'' میں، ابن سکن وغیرہ نے ''معرفۃ الصحابہ'' میں، مخزوم بن ہانی عن ابیہ سے ذکر کیا۔

ان کی عمر ۱۵۰ سال تھی۔ ایوانِ قصریٰ میں زلزلہ آیا جس کی ہیبت ناک آواز سنائی

دیتی تھی اور اس کا محل کا اوپر والا حصہ پھٹ گیا اور چر گیا۔ ہمارے مشائخ کے شیخ ابن الجزیری نے کہا کہ وہ دراڑیں اب تک باقی ہیں اور ہمیں یہ ساری تفصیل ان لوگوں نے بتائی جنہوں نے اپنی آنکھوں سے مدائن شہر کو دیکھا اور یہ کہ قصریٰ کے محل کے چودہ کنگرے گر گئے جو اس کی دیواروں پر خوبصورتی کیلئے تعمیر ہوئے تھے۔

میلاد النبی ﷺ کے دن فارس کا آتش کدہ بجھ گیا اور بحیرہ ساوہ کا پانی خشک ہو گیا:

ایران کے آتش کدہ کی آگ بجھ گئی جس کی وہ پوجا کرتے تھے جو دو ہزار سال پہلے سے جل رہی تھی بلکہ اس کو رات دن جلایا اور بھڑکایا جاتا تھا، اس رات اس کو بھڑکانے سے سبھی عاجز آ گئے، کسی کا بس نہ چلا۔ بحیرہ ساوہ جہاں مشرکین شرک کرتے تھے اور دشمنیاں پھیلاتے تھے یہ بہت بڑا بحیرہ تھا جس کی وسعت ایک فرلانگ سے بھی زیادہ تھی اور یہ ملک عراق ہمدان اور قم کے درمیان واقع تھا، اس میں جہاز چلتے تھے اور آس پاس علاقوں میں مثلاً فرغانہ وغیرہ کا سفر کرتے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت کی رات یہ خشک ہو گیا اور یہ زمین اپنے طول وعرض میں اس طرح خشک ہو گئی، گویا یہاں پانی تھا ہی نہیں، یہاں تک کہ اس کی جگہ مناوۃ نامی قلعہ بند شہر تعمیر ہوا جو آج تک موجود ہے اور موبذان جو اس کے علاقے اور ان شہروں کا سب سے بڑا قاضی تھا، نے خواب میں دیکھا کہ سخت جسم اونٹ عربی گھوڑوں کو ہانک رہے ہیں۔ دجلہ کے کنارے ٹوٹ گئے ہیں اور اس کا پانی شہروں اور نشیبی علاقوں میں پھیل چکا ہے۔

شیطانوں کو شہاب ثاقب سے مارنا:

اس رات یہ واقعہ بھی ہوا کہ شیاطین پر شہاب ثاقب کی بارش کر دی گئی، اس سے پہلے ہر طرف سے آسمانوں کے قریب جا کر فرشتوں کی باتیں چوری کرتے تھے۔ ابلیس کو آسمان پر جانے سے روک دیا گیا جیسا کہ روایت میں ہے: ''شاید وہ وہاں جا کر بیٹھ جاتا تھا اور فرشتوں کی چوری باتیں سنتا تھا۔'' یہ اس کی طرف اشارہ ہے۔ بقی بن مخلد صاحب مسند نے بھی اپنی تفسیر میں یہ واقعہ لکھا ہے۔

شب ولادت شیطان کا رونا:

مجاہد سے روایت ہے کہ شیطان چار بار رویا: (۱) جب اس کو لعنت کی گئی، (۲) جب اس کو جنت سے باہر نکالا گیا، (۳) جب حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی، (۴) جب سورۃ فاتحہ نازل ہوئی۔

کیا نبی کریم ﷺ مہر نبوت کیساتھ پیدا ہوئے یا پیدائش کے بعد مہر نبوت ملی؟

اس بات میں اختلاف ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ مہر نبوت کے ساتھ پیدا ہوئے جیسے حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ بات گزر چکی ہے۔ یا پیدائش کے وقت عطا کی گئی۔ ابوداؤد طیالسی اور الحارث نے اپنی اپنی مسند میں اور ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں حضور نبی کریم ﷺ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے میرے پشت پر مہر نبوت لگائی اور میں نے جس کا اثر اپنے دل میں محسوس کیا اور ایسی روایت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، امام احمد اور بیہقی نے دلائل میں نقل کی ہے۔ میں کہتا ہوں: دونوں میں مرتبہ اور افادیت کی زیادتی کے اعتبار سے موافقت ممکن ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ختنہ:

یونہی اختلاف کیا گیا ہے کہ آیا آپ ﷺ ختنہ شدہ پیدا ہوئے یا بعد میں آپ کا ختنہ ہوا۔ طبرانی، ابونعیم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے حضور نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میری ایک عزت یہ ہے کہ میں ختنہ شدہ پیدا ہوا اور کسی نے میری شرمگاہ کو نہ دیکھا۔

ابن سعد نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی: ''آپ ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے۔'' جس پر آپ ﷺ کے دادا بہت خوش ہوئے اور فرمایا میرے اس بیٹے کی ایک شان ہوگی۔

ابوجعفر طبری نے اپنی تاریخ میں لکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ مختون شدہ پیدا

ہوئے۔ حکیم ترمذی نے کہا کہ حضور نبی کریم ﷺ ختنہ شدہ پیدا ہوئے، ابن عبدالبر نے ''التمہید'' میں یہ روایت بیان کی۔ آپ ﷺ کے دادا نے ساتویں دن آپ ﷺ کے ختنے کیے اور ایک دعوت کا اہتمام کیا۔

میں کہتا ہوں کہ شاید ختنے کے موقع پر جو انہوں نے کھانے کی دعوت کا اہتمام کیا تو اس سے یہ گمان پیدا ہوا کہ اسی وقت ختنے کیے گئے یعنی ختنہ کا اظہار کیا گیا اور اس شان کی دلیل واضح ہے کیونکہ ابن عبدالبر کی روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ آپ ﷺ کے دادا نے پیدائش کے ساتویں دن ایک مینڈھا ذبح کیا اور قریش کو کھانے کی دعوت دی۔ کھانے کے بعد قریش نے عبدالمطلب سے کہا کہ ہمیں بتائیں کہ جس بچے کی پیدائش پر ہمیں یہ عزت بخشی، اس کا نام کیا ہے۔ فرمایا: ''محمد ﷺ'' انہوں نے کہا کہ آپ نے اپنے گھر والوں کے ناموں سے منہ کیوں موڑا؟ انہوں نے کہا کہ میرا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بچے کی تعریف آسمانوں میں کرے اور اس کی مخلوق زمین میں اس کی تعریف کرے۔

اس شخص کی بات انتہائی غریب ہے جس نے کہا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کے ختنے کیے۔ عراقی نے کہا کہ اس سلسلہ میں کوئی روایت نہیں۔ امام احمد نے دادا کی طرف ختنے کرنے کی بات میں توقف کیا ہے اور اس کے مقابلہ میں دوسری باتوں میں میں بھی خاموشی اختیار کی۔

مری نے کہا کہ امام احمد بن حنبل سے سوال کیا گیا کہ نبی کریم ﷺ مختون شدہ پیدا ہوئے تو انہوں نے فرمایا: اللہ بہتر جانتا ہے، پھر فرمایا: مجھے کچھ معلوم نہیں۔ امام ابوبکر عبدالعزیز بن جعفر حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ روایت میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ مختون شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے۔

امام احمد بن حنبلؒ نے اس حدیث کو صحیح قرار دینے کی جرأت نہیں کی۔ بعض آئمہ نے کہا کہ آپ ﷺ کے دادا نے آپ ﷺ کے ختنے کروائے، یہ قول زیادہ صحیح ہے۔

لیکن حاکم نے کہا کہ پہلی بات (یعنی ختنہ شدہ پیدا ہوئے) متواتر روایات سے ثابت ہے۔امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

''میں بھی اس قول کی طرف رجحان رکھتا ہوں، بالکل آپ ﷺ کی والدہ کے اس فرمان کے پیش نظر کہ میں نے اپنے فرزند کو صاف ستھرا جنا۔''

حضور نبی کریم ﷺ کا نام ''محمد'' رکھنا:

۞ بعض آئمہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے گھر والوں کے دل میں یہ بات ڈالی کہ آپ کا نام ''محمد'' رکھیں، کیونکہ آپ ﷺ کے اندر قابل تعریف صفات موجود تھیں تا کہ اسم بامسمّٰی ہو جائے۔

☆ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ قول کتنا خوبصورت ہے:

فضم الاله اسم النبی الی اسمه | اذ قال فی الخمس المؤذن اشهد
و شق لهٗ من اسمه یجله | فذو العرش محمود و هذا محمد

ترجمہ: ''تو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کا نام اپنے نام سے ملا دیا جب پانچ وقت مؤذن اشہد کہتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کا نام اپنے نام سے مشتق کیا تا کہ اس سے آپ کو عزت بخشی جائے تو عرش کا مالک محمود ہے اور یہ محمد ہیں۔''

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: آپ ﷺ کے دادا نے اللہ کی توفیق سے آپ ﷺ کا نام ابتداہی میں رکھا ہے۔یا یہ ہے کہ آپ نے خواب میں اشارہ پا کر یہ نام رکھا ہے۔

حضرت عبدالمطلب کا عجیب وغریب خواب:

ابوربیع بن سالم الکلاعی نے کہا: لوگوں کا خیال ہے کہ آپ ﷺ کے جدامجد حضرت عبدالمطلب کو خواب میں یہ مشاہدہ کرایا گیا کہ چاندی کی ایک زنجیر ان کی پشت سے نکلی ہے جس کا ایک سرا آسمان اور دوسرا زمین میں ہے۔ایک سرا مشرق میں اور دوسرا مغرب کی طرف ہے، پھر وہ ایک درخت کی صورت میں بدل گئی، جس کا ہر ہر پتہ

نور کا ہے اور مشرق و مغرب کے لوگ اس کے ساتھ لٹک رہے ہیں۔

ان کے اس خواب کی یہ تعبیر بتائی گئی کہ ان کی پشت سے ایک بچہ پیدا ہوگا، جس کی مشرق و مغرب والے پیروی کریں گے، زمین و آسمان والے اس کی تعریف کریں گے، اس لیے آپ کا یہ نام رکھا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے جو کچھ بیان کیا نام رکھنے کے سلسلہ میں اس کو بھی پیش نظر رکھا گیا، پس محمد اور احمد آپ کے دو نام ہیں، جیسا کہ قرآن پاک میں آتا ہے کہ

"محمد رسول اللہ"

ترجمہ: "محمد اللہ کے رسول ہیں۔" (سورۃ الفتح)

✿ اور فرمان خداوندی ہے:

و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد (سورۃ الصف)

ترجمہ: "اور خوشخبری سنانے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئیں گے ان کا نام احمد ہے۔"

حاکم نے اپنی صحیح میں یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اسم محمد ﷺ کو عرش پر لکھا دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو فرمایا: اگر محمد نہ ہوتے تو تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔ رہ گئی حدیث "لو لاک ماخلقت الأفلاک" تو اس کا معنی صحیح ہے اگرچہ صنعانی نے اس کو موضوع قرار دیا ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "احمد اسم تفضیل بروزن افعل" ہے جو مبالغہ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی جس کی زیادہ تعریف کی جائے۔"

اور محمد "مفعل" کے وزن پر مبالغہ ہے یعنی جس کی بہت تعریف کی گئی ہو۔ یہ احمد سب بڑے کر رہے اور دنیا و آخرت میں سارے لوگوں سے زیادہ تعریف کرنے والا (اپنے رب کی) پس آپ ﷺ "محمودین" بھی احمد اور "حامدین" میں بھی احمد ہیں۔ قیامت کے دن آپ کے ہاتھوں میں "لواء لحمد" ہوگا تاکہ آپ ﷺ کیلئے

کامل حمد ثابت ہو اور عرصہ محشر میں آپ ﷺ صفت حمد کے ساتھ مشہور ہوں۔ آپ ﷺ مقام محمود پر فائز ہوں گے اور اولین و آخرین آپ ﷺ کی تعریف کریں گے، اور آپ ﷺ کے اوپر حمد و ثنا کے دروازے کھول دیئے جائیں گے جیسا کہ صحیحین میں وارد ہے۔ یہ وہ کچھ ہے جو کسی اور کے حصہ میں نہ آیا۔

اور کتب انبیاء میں آپ ﷺ کی امت کا نام حامدین آیا ہے تو آپ ﷺ کا حق بنتا ہے کہ آپ ﷺ کا نام محمد اور احمد رکھا جائے اور ان دونوں ناموں میں عجیب و غریب خصوصیات ہیں۔ یہ اللہ کا ایک اور احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے زمانے سے پہلے کسی کو یہ نام نہ رکھنے دیا۔

اسم گرامی احمد جو پہلی کتابوں میں ہے اور جس کی سابق انبیائے کرام نے بشارت دی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور کا یہ نام رکھنے سے روک دیا اور یہ کہ کسی اور کو اس نام سے پکارا نہ جائے تاکہ کسی قسم کا شک و شبہ پیدا نہ ہو، یونہی عرب و عجم میں کسی کا نام محمد نہیں رکھا گیا یہاں تک کہ آپ ﷺ کے ظہور اقدس اور میلادِ پاک سے ذرا پہلے یہ بات مشہور ہوگئی کہ ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے جن کا نام ''محمد ﷺ'' ہوگا۔

گویا تھوڑے سے لوگوں نے اپنے بیٹوں کا یہ نام بھی رکھا، اس امید پر کہ ان میں سے کوئی ایک ہونے والا نبی ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس بات کا بھی اہتمام کیا کہ جس کا یہ نام ہو وہ دعویٰ نبوت نہ کر سکے۔

اسماء مصطفیٰ ﷺ کی تعداد:

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: حضور نبی کریم ﷺ کے اسماء گرامی بہت زیادہ ہیں۔ کہا گیا ہے کہ ان کی تعداد ایک ہزار تک ہے، لیکن اکثر آپ ﷺ کے افعال و اوصاف سے مشتق ہیں اور اس میں شک نہیں کہ اسماء کی کثرت مسمّٰی کے جاہ و جلال کی دلیل ہے۔

تمہاری تسلی کیلئے اتنا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو شرف بخشا ہے کہ آپ ﷺ کے نام اپنے اسماء حسنیٰ میں رکھے اور آپ ﷺ کی صفات عالیہ میں سے مقرر

گیں۔ جیسا کہ اسے صاحب الشفاء وغیرہ سے بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں ہمارے شیخ المشائخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان ناموں کو اپنے ایک رسالے میں جمع کر دیا جن کی تعداد پانچ سو تک پہنچ چکی ہے، ان میں سے چیدہ چیدہ منتخب کیے اور اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں کی نسبت سے ننانوے کی تعداد لکھی۔

هذا الحبیب فمثله لا یولد   والنور من وجناته یتوقد
جبریل نادی فی منصة حسنه   هذا مدیح الکون هذا احمد
هذا ملیح الوجه هذا المصطفی   هذا جمیل الضوء هذا السید
هذا الجمیل النعت هذا المرتضیٰ   هذا کحیل الطرف هذا الامجد
هذا الذی خلقت علیه ملابس   و نفائس فنظیره لا یوجد

ترجمہ: ''یہ حبیب ہے جن کی مثل کوئی پیدا نہیں ہوا، آپ کے رخساروں سے نور چمک رہا ہے، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کے رخ زیبا کو دیکھ کر آواز دی کہ یہ کائنات کا ممدوح ہے، یہ احمد ہے، یہ ملیح چہرے والے ہیں یہ مصطفیٰ ہیں یہ خوبصورت چمک والے یہ سردار ہیں، یہ خوبصورت تعریف والے ہیں یہ پسندیدہ ہیں، یہ سرگیں آنکھوں والے ہیں یہ بزرگ ہیں، یہ وہ ہستی ہیں جن پر سارے لباس اور عمدہ چیزیں بوسیدہ لگتی ہیں سو ان کی مثل پانا مشکل ہے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش عام الفیل میں ہوئی:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سن ولادت عام الفیل ہے جیسا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع میں بیان کیا اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور حاکم نے مستدرک میں بیان کیا ہے اور ابن سعد نے یوم الفیل بیان کیا ہے اور حاکم نے بھی بیان کیا ہے۔ ابن عبدالبر نے کہا: احتمال ہے کہ عام الفیل سے مراد وہ دن ہو جس دن اللہ تعالیٰ نے ہاتھیوں کو کعبہ پر حملہ کرنے سے روکا اور جو لوگ ان کو لائے تھے ان کو تہس نہس کیا اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد وہ سال ہے۔

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہمارے شیخ پہلے قول کی طرف مائل ہیں کہ دن بول کر مطلق وقت مراد لیتے ہیں جیسے کہا جاتا ہے: ''یوم الفتح'' یوم بدر وغیرہ مراد یہ کہ جس دن فتح مکہ ہوئی اور جس دن بدر کا معرکہ بپا ہوا۔ ابن حبان نے اپنی تاریخ میں لکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ عام الفیل کے پہلے دن پیدا ہوئے جس دن اللہ تعالیٰ نے ہاتھی والوں پر ابابیل پرندے بھیجے۔ بیہقی نے محمد بن مطعم کی یہ مرسل روایت نقل کی ''عام'' یہ سب کچھ حکیم بن حزام حویطب بن عبدالعزیٰ اور حسان بن ثابت نے یہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ان میں سے ہر ایک نے ایک سو بیس سال کی عمر پائی۔ ابراہیم بن منذر نے کہا: یہی وہ چیز ہے جس پر ہمارے کسی عالم کو شک نہیں۔

جن لوگوں نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے، ان میں ان قتیبہ، قاضی عیاض بھی شامل ہیں۔ ابن دحیہ نے کہا کہ اس پر علماء کا اتفاق بھی ہے اور اس میں اثر اور سنن کے دلائل بھی ہیں اور گویا کہ اتفاق کے سلسلے میں ان لوگوں کا اعتماد ابن قیم پہ ہے لیکن اس میں اختلاف ثابت ہے جس سے دوسرے اقوال ثابت ہو رہے ہیں۔ مثلاً واقعہ فیل کے چالیس سال بعد یہ قول ہے۔ ابوذکریا العلائی کا جس کو ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضور نبی کریم ﷺ کے عنوان میں ذکر کیا ہے، یا تیس سال اس کو موسیٰ بن عقبہ نے زہری سے روایت کیا یا تئیس سال بعد اس کو ابن عساکر نے بیان کیا ہے یا پندرہ سال اس کو ابن الکلبی نے ذکر کیا ہے لیکن قابل اعتماد ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے جو گزر چکا ہے۔ اس کو ابن عبدالبر نے ذکر کیا یا دس دن بعد اس کو ابن عساکر ذکر نے کیا ہے تیس دن یا چالیس دن بعد۔

کیا حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت نوشیرواں کسریٰ کے دور میں ہوئی:

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ بات جو زبانوں پر چڑھی ہوئی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت عادل بادشاہ کے دور میں ہوئی۔ یہ ایک ایسا دعویٰ ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔ علاوہ ازیں بعض لوگوں نے بالکل نظر انداز کیا اور جس حقیقت کی طرف

لوگوں کا رجحان ہے وہ یہ ہے کہ علماء میں کوئی اختلاف نہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ میں کسریٰ نوشیروان عادل کے دور میں پیدا ہوئے۔

میں کہتا ہوں: کہ زرکشی نے کہا کہ یہ جھوٹ ہے باطل ہے۔ سیوطی نے کہا: بیہقی نے شعب الایمان میں کہا: ہمارے شیخ ابوعبداللہ حافظ اس بات کو باطل ثابت کرتے ہیں جس کو بعض جہلاء بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ملک العادل'' کے زمانے میں پیدا ہوا اور اس سے مراد نوشیروان ہے۔

پھر بعض صالحین نے حضور نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا اور آپ ﷺ کی خدمت میں ابوعبداللہ کی بات بیان کی تو آپ ﷺ نے ابوعبداللہ کی تصدیق کی کہ یہ روایت جھوٹ اور باطل ہے اور فرمایا کہ میں نے کبھی یہ نہیں کہا۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ ہر شخص کا خمیر جہاں سے اٹھتا ہے اس کا مدفن ہوتا ہے۔ اس کا تقاضا تو یہی تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ کا مدفن مکہ مکرمہ میں ہونا چاہیے تھا، صاحب العوارف (اللہ ان کے معارف کا ہم پر فیضان کرے اور ان کی ہم پر کرم نوازی کرے۔) یہ جواب دیا ہے کہ جب پانی کی موج اٹھتی ہے تو جھاگ دائیں بائیں گرتا ہے تو نبی کریم ﷺ کا جوہر مدینہ طیبہ میں ہنوز کی تربت اقدس کی جگہ پر گرا، تو آپ مکی بھی ہیں اور مدنی بھی ہیں، آپ کا جوہر مبارک مکہ میں اور خاک مقدس مدینہ میں۔

کیا ماہ ربیع الاوّل میں نبی کریم ﷺ کی ولادت ہوئی:

پھر اختلاف ہوا حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کے مہینے میں۔ مشہور یہ ہے کہ ربیع الاوّل کا مہینہ تھا جمہور علماء کا یہی قول ہے۔

ابن جوزی نے اس پر اتفاق نقل کیا ہے جو محل نظر ہے، ایک قول ہے صفر کا مہینہ تھا، ایک قول ہے ربیع الآخر جبکہ ایک قول رجب کا مہینہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ منقول ہے اور یہ ان لوگوں کے موافق ہے جنہوں نے کہا کہ آپ ﷺ کی والدہ محترمہ کا استقرار حمل، ایام تشریق میں ہوا۔

اور غریب تر اس شخص کا قول ہے جس نے کہا کہ آپ ﷺ کی ولادت یوم عاشورہ کو ہوئی۔ اس میں بھی اختلاف ہے کہ مہینے کے کس دن میں ہوئی۔ کہا گیا ہے کہ اس کا تعین بھی مشکل ہے۔ بہرحال آپ ﷺ پیر کے دن ربیع الاوّل میں پیدا ہوئے اور جمہور اس بات پر متفق ہیں کہ وہ دن معین ہے کسی نے کہا: دو ربیع الاوّل اور کسی نے آٹھ ربیع الاوّل کہا ہے۔

شیخ قطب الدین قسطلانی نے کہا کہ اکثر محدثین کا بھی یہی قول مختار ہے اور یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ ابن جبیر بن مطعم سے منقول ہے اور یہی قول اکثر ان لوگوں کا جن کو اس سلسلہ میں معرفت حاصل ہے اور یہی قول حمیدی اور ان کے شیخ ابن حزم کا۔ القضاعی نے عیون المعارف میں لکھا ہے کہ اہل سیرت کا اس پر اجماع ہے۔ کسی نے کہا: دس تاریخ تھی، کسی نے کہا: بارہ تاریخ تھی۔ اس وقت اہل مکہ میں اس مقام کی زیارت کیلئے جمع ہوتے ہیں، کچھ لوگ ہیں کہ سترہ جبکہ کچھ بائیس تاریخ کہتے ہیں۔

مشہور یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت بارہ ربیع الاوّل کو ہوئی، یہی ابن اسحاق وغیرہ کا قول ہے۔ آپ ﷺ کی پیدائش کے وقت میں بھی اختلاف ہے۔ مشہور یہ ہے کہ پیر کا دن تھا۔

ابوقتادہ انصاری کہتے ہیں حضور نبی کریم ﷺ سے سوموار کے دن کے روزے کا پوچھا گیا، انہوں نے فرمایا: یہ میری پیدائش کا دن ہے اور اسی دن مجھ پر نبوت نازل ہوئی۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ یہ دلیل ہے کہ حضور نبی کریم دن کے وقت پیدا ہوئے، سوموار کے دن ہی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی، اور مدینہ طیبہ میں سوموار کے دن ہی داخل ہوئے اور حجر اسود بھی سوموار کے دن نصب کیا۔

✿ قسطلانی نے کہا: ''یونہی فتح مکہ اور سورۂ مائدہ کا نزول سوموار کے دن ہوا۔ یعنی سورۂ مائدہ کی یہ آیت

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ

لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (سورۃ المائدہ)

ترجمہ: "آج میں نے تمہارے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو (بطور) دین (یعنی مکمل نظام حیات کی حیثیت سے) پسند کر لیا۔"

اور یہ سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورت ہے۔ ابن ابی شیبہ اور ابونعیم نے دلائل میں روایت ذکر کی کہ آپ ﷺ کی ولادت صبح صادق کے وقت ہوئی اور ایک قول یہ ہے کہ رات کے وقت۔ زرکشی نے کہا: صحیح یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت دن کو ہوئی۔

میں کہتا ہوں: قسطلانی نے عجیب بات کہہ دی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی رات لیلۃ القدر سے تین وجوہات کی بنا پر افضل ہے جو انہوں نے ذکر کی ہے جن کو یہاں دہرانے کا فائدہ نہیں۔ علاوہ ازیں افضلیت صرف اس وجہ سے ہوئی کہ اس میں عبادت کرنی افضل ہے جیسے قرآن پر گواہ "لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ"

اور حضور نبی کریم ﷺ کی شب میلاد کیلئے یہ فضیلت ثابت نہیں نہ کہ کتاب سے، نہ سنت سے، نہ علمائے امت سے۔ علامہ دحیہ نے حضور نبی کریم ﷺ کی پیدائش کے وقت ستارے گرنے کی روایت کو یہ کہہ کر ضعیف قرار دیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ تو دن کے وقت پیدا ہوئے۔ علامہ دحیہ کی یہ بات ٹھیک نہیں کیونکہ ستاروں کا گرنا خارقِ عادت ہے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ رات ہو یا دن۔ علاوہ ازیں حضور نبی کریم ﷺ کی میلاد صبح صادق کے بعد ہوئی اور اس وقت رات کی طرح ستاروں کی سلطنت ہوئی ہے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ شب میلاد کو ستاروں کا گرنا آپ ﷺ کی نبوت کا اظہار تھا اور کسی چیز کا جو قریب ہو، اسے اسی چیز کا حکم دیا جاتا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی مدت حمل اور مقام پیدائش کے بارے میں اختلاف علماء:

پھر حضور نبی کریم ﷺ کی مدت حمل میں اختلاف ہے۔ ایک قول ہے: نو (۹)

مہینے، ایک دس (١٠) مہینے، ایک آٹھ (٨) مہینے اور ایک سات (٧) مہینے ہے۔

قسطلانی نے کہا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت حجاج بن یوسف کے بھائی محمد بن یوسف کے گھر میں ہوئی۔ ایک قول ہے کہ شعب میں ہوئی۔ ایک قول ہے روم میں ہوئی، ایک قول عسفان میں ہوئی۔

ہمارے شیخ ابن حجر مکی نے فرمایا: صحیح اور صواب قول یہ ہے کہ مکہ المکرمہ میں آپ ﷺ کی جائے پیدائش آج بھی مشہور ہے۔ علماء نے کہا: کہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت محرم الحرام، رجب المرجب اور رمضان المبارک میں نہیں ہوئی کہ آپ ﷺ کو زمانے کی وجہ سے شرف حاصل ہوتا، زمان و مکان تو سرکار کی وجہ سے مشرف ہوئے۔

سیدہ حلیمہ کے پاس نبی کریم ﷺ کا دودھ پینا اور آپ کی نبوت کے دلائل:

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: مذکور ہے کہ جب حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو کہا گیا کہ اس دریتیم کہ جس کی طرح کوئی انمول نہیں کی پرورش کون کرے گا؟ پرندوں نے کہا کہ ہم کریں گے اور آپ ﷺ کی عظیم خدمت کو غنیمت سمجھیں گے، وحشی جانوروں نے کہا ہم اسکے زیادہ حقدار ہیں یہ شرف وعظمت ہم حاصل کریں گے۔

زبان قدرت گویا ہوئی: اے مخلوقات! اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت قدیمہ میں یہ فیصلہ لکھ دیا کہ اس کا محبوب ﷺ حلیمہ کے ہاں دودھ پیئے گا۔ سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا نے کہا جیسا کہ ابن اسحاق، ابن راھویہ، ابویعلی، طبرانی، بیہقی، ابونعیم وغیرہ کی روایت کے مطابق یہ بھی حلیمہ نے فرمایا کہ میں بنی سعد بن بکر کی عورتوں کے ساتھ مکہ معظمہ آئی کہ قحط سالی کے دوران دودھ پلانے کیلئے بچے مل جائیں۔

میں اپنی عورتوں کے ہمراہ چل پڑی، میرے پاس میرا بچہ اور ایک دبلی کمزور بوڑھی اونٹنی تھی بخدا جس کے تھنوں میں سے دودھ کا قطرہ بھی نہ نکلتا تھا۔ ہم سارے پوری رات اپنے بچوں کے ہمراہ سو نہ سکے نہ میری چھاتیوں میں دودھ تھا نہ میری اونٹنی کے تھنوں میں جس سے ہم بچے کو کھلاتے پلاتے، جب ہم مکہ آئے بخدا میرے علم میں جتنی

میرے ہمراہ عورتیں آئیں، ان کو حضور نبی کریم ﷺ کو پیش کیا گیا لیکن جب کہا جاتا کہ بچہ یتیم ہے تو لینے سے انکار کر دیتیں، میرے سوا میری ہر ساتھی نے دودھ پلانے کیلئے بچہ حاصل کر لیا۔ جب یتیم بچے کے علاوہ مجھے کوئی نہ ملا تو میں نے اپنے خاوند سے کہا: خدا کی قسم! میں اپنی ساتھیوں کے ساتھ خالی ہاتھ لوٹنا پسند نہیں کرتی، میں اس یتیم کے پاس ضرور جاؤں گی اور اسے ضرور حاصل کروں گی، تو میں گئی تو میں نے دیکھا کہ آپ دودھ سے زیادہ سفید شفاف اونی کپڑے میں لپٹے تھے جس سے کستوری کے حلے اٹھتے تھے۔

آپ ﷺ کے نیچے سبز رنگ کا ریشمی کپڑا تھا اور آپ ﷺ اپنی کمر کے بل سوئے ہوئے خراٹے لے رہے تھے، میں نے آپ ﷺ کے حسن و جمال کو دیکھ کر آپ ﷺ کو جگانا پسند نہ کیا۔ میں ذرا قریب ہوئی میں نے اپنا ہاتھ آپ ﷺ کے سینے پر رکھا آپ ﷺ مسکرا کے ہنسے اور آنکھ کھول کر میری طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں سے ایسا نور نکلا جو آسمانوں کی پہنائیوں میں چلا گیا، میں دیکھتی رہ گئی اور آپ ﷺ کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور دایاں پستان آپ ﷺ کے منہ میں دیا۔ آپ ﷺ اس کی طرف جب تک چاہا متوجہ ہوئے۔ پھر میں نے بائیں پستان کی طرف آپ ﷺ کو پھیرا، آپ ﷺ نے انکار کر دیا اور ہمیشہ یہی حالت رہی۔

اہل علم نے کہا: اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو بتا دیا کہ اس دودھ میں ان کا ایک اور بھی شریک ہے تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عدل و مساوات کا الہام کیا، آپ ﷺ بھی سیر ہو گئے اور آپ ﷺ کا بھائی بھی سیر ہو گیا۔

حضرت حلیمہ کے ہاں برکتوں کا نزول:

پھر میں نے آپ ﷺ کو لیا، پس اتنا وقت گزرا کہ میں آپ ﷺ کو اپنی سواری کے پاس لائی، میرا خاوند اونٹنی کی طرف اٹھا، دیکھا کہ اس کے تھنوں میں بہت زیادہ دودھ ہے جسے دوہ کر اس نے خود بھی پیا اور مجھے بھی پلایا، یہاں تک کہ ہم سیر ہو گئے اور رات خیریت سے گزاری، میرے خاوند نے کہا: حلیمہ! خدا کی قسم! میرا خیال ہے کہ تم نے بڑا

ہی برکت والا بچہ حاصل کیا ہے۔ دیکھتی نہیں کہ جب سے اس بچے کو حاصل کیا ہے کس خیر و برکت کے ساتھ رات گزری ہے، اللہ تعالیٰ ہمیشہ خیر و برکت میں اضافہ کرتا رہا۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: لوگوں نے ایک دوسرے کو رخصت کیا، میں نے بھی نبی کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ سے رخصت حاصل کی، اپنی سواری کے جانور پر سوار ہوئی اور محمد ﷺ کو اپنے آگے رکھا، میں نے دیکھا کہ سواری نے تین بار خانہ کعبہ کی طرف سجدے کیے، سر آسمان کی طرف اٹھایا پھر چل پڑی۔ یہاں تک کہ تمام ہمراہیوں کی سواریوں سے سبقت لے گئی، لوگ مجھ دیکھ کر تعجب کرتے۔ عورتیں پیچھے سے مجھے کہتیں ابوذ ویب کی بیٹی یہ تیری وہی سواری ہے جس پر سوار ہو کر تو ہمارے ساتھ آئی تھی، جو کبھی تجھے پست کرتی تھی کبھی بلند؟ میں کہتی: ہاں خدا کی قسم! یہ وہی ہے، وہ اظہار تعجب کرتیں، اس کی بڑی شان ہوگئی۔

فرماتی: میری سواری بولتی اور میں اس کی باتوں کو سمجھتی وہ کہہ رہی تھی ہاں میری شان ہے مجھے اللہ نے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دیا، میری کمزوری کے بعد اللہ نے مجھے موٹاپا لوٹا دیا۔ بنو سعد کی عورتو! تمہارا برا ہو تم غفلت میں پڑی ہو، تمہیں معلوم ہے میری پیٹھ پر کون ہے؟ میری پیٹھ پر وہ ہے جو سارے نبیوں سے بہتر ہے۔ سارے رسولوں کا سردار اولین و آخرین سے افضل، رب العالمین کا حبیب۔ حلیمہ کہتی ہیں جیسا کہ ابن اسحاق وغیرہ نے لکھا پھر ہم بنی سعد کے علاقے میں آئیں اور میرے علم میں اس زمین سے زیادہ اللہ کی کوئی زمین قحط زدہ نہ تھی۔

پھر ہم شام کو اپنی بکریاں واپس لاتے تو وہ سیر ہوتیں اور دودھ سے بھری ہوتیں، ان کو دوہا جاتا اور پیا جاتا حالانکہ اس زمانے میں کسی کو دودھ کا ایک قطرہ نہیں ملتا تھا، نہ جانوروں کے تھنوں میں کچھ تھا یہاں تک کہ ہماری قوم کے لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے جہاں حلیمہ کی بکریں چرتی ہیں وہاں چرایا کرو۔

پھر بھی شام کو ان کی بکریاں بھوکی واپس آتیں اور ایک قطرہ دودھ نہ ہوتا۔ میری

بکریاں سیر ہوکر دودھ لے آتیں۔ اللہ ان کا بھلا کرے، اس برکت سے حلیمہ کے مویشی بڑھ گئے اور موٹے تازے ہوگئے۔ بی بی حلیمہ کی عزت وعظمت حضور نبی کریم ﷺ کی وجہ سے بڑھ گئی اور بی بی حلیمہ برابر خیر و برکت محسوس کرتیں اور خیر وبرکت سے فیض یاب ہوتیں۔

لقد بلغت بالهاشمي حليمة مقاماً علا في ذروة العز والمجد

وزادت مو اشيها واخصب ربعها و قد عم هذا السعد كل بني سعد

ترجمہ: ''بنی ہاشمی کے ذریعہ سے حلیمہ اس مقام پر پہنچی کہ عزت وعظمت کی بلند چوٹی پر فائز ہوئی، اس کے مویشی بڑھ گئے اور اس کا علاقہ سرسبز و شاداب ہوگیا اور یہ برکت تمام بنی سعد کیلئے عام ہوگئی۔''

ابوعبداللہ محمد بن علی ازدی کی کتاب ''الترقیص'' میں یہ ہے کہ حلیمہ یہ شعر پڑھتی اور حضور نبی کریم ﷺ کو کھلاتیں۔

يارب اذا اعطيته فابقه واعله الى العلاوارقه

وادحض اباطيل العدى بحقه وزدت بحقه بحقه بحقه

ترجمہ: ''پروردگار! جب تو نے یہ بچہ مجھے دیا ہے تو اس کو سلامت رکھنا اور اس کو بلند مرتبت اور ترقی عطا فرمانا اور دشمنی کی باطل رسموں کو اس کے حق کے صدقہ سے مٹا دیئے اور میں اس میں اضافہ کرتی ہوں اس کے حق کے صدقہ سے اس کے حق کے صدقہ سے اس کے حق کے صدقہ سے۔''

زمانہ شیرخوارگی میں آپ ﷺ کے معجزات:

بیہقی ابن عساکر اور خطیب نے اپنی کتب میں عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کے دین میں داخل ہونے کی دعوت آپ ﷺ کی علامت نبوت نے مجھے دی۔ میں نے آپ ﷺ کو گہوارے میں دیکھا کہ آپ ﷺ چاند سے سرگوشیاں کر رہے ہیں اور اپنی انگلی سے اس

کی طرف اشارے کر رہے ہیں۔ جدھر آپ ﷺ کا اشارہ ہوتا چاند ادھر ہی جھک جاتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اس سے باتیں کرتا تھا وہ مجھ سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھے رونے سے روکتا تھا اور جب وہ عرش کے سامنے جا کر سجدہ کرتا تو میں اس کی آواز سنتا۔

فرشتے جھولا جھلاتے:

فتح الباری میں ''سیرت واقدی'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ حال ابتدائے پیدائش کا ہے۔ ابن سعد نے ''الخصائص'' میں ذکر کیا کہ آپ ﷺ کا جھولا فرشتے جھلایا کرتے تھے۔

حضور نبی کریم ﷺ کا سب سے پہلا کلام:

بیہقی اور ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں: سب سے پہلے میں نے حضور نبی کریم ﷺ کا دودھ چھڑایا تو آپ ﷺ نے یہ کلام فرمایا:

الله اکبر کبیراً والحمد لله کثیراً و سبحان الله بکرة واصیلا

ترجمہ: ''اللہ سب سے بڑا ہے، بہت بڑا ہے، سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں، صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔''

ذرا بڑے ہوئے تو باہر جا کر بچوں کو کھیلتا دیکھتے لیکن ان سے الگ تھلگ رہتے۔

بادل کا سایہ کرنا:

✿ ابن سعد ابو نعیم، ابن عساکر نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو زیادہ دور نہیں جانے دیتی تھیں، ایک دفعہ ان سے نظریں بچا کر دوپہر کے وقت اپنی رضاعی بہن شیما کے ساتھ بکریوں کی طرف چلے گئے۔ حلیمہ تلاش میں نکلیں اور بہن کے ہمراہ پا کر بولیں اس گرمی میں؟ تو آپ کی بہن نے کہا: اماں! میرے بھائی کو گرمی نہیں لگتی، میں نے آپ ﷺ کے سر پر بادل کو سایہ کرتے دیکھا ہے جب آپ ﷺ ٹھہر جاتے تو وہ بھی ٹھہر جاتا، آپ ﷺ چلتے تو وہ چل پڑتا یہاں تک کہ اس مقام پر پہنچ گئے۔

شق صدر:

فرمایا: جب دودھ چھڑانے کے بعد میں آپ ﷺ کو آپ کی والدہ کے پاس لے کر آئی، حالانکہ ہماری خواہش تھی کہ آپ ﷺ ہمارے پاس ہی رہیں کیونکہ ہم آپ ﷺ کی برکت دیکھتے تھے۔ چنانچہ ہم نے آپ ﷺ کی والدہ سے بات کی اور کہا کہ اگر آپ ﷺ ان کو جوانی تک ہمارے پاس رہنے دیں تو کیا اچھا ہو۔

مکہ میں وبائیں عام ہوتی ہیں، ہمیں ان کا ڈر محسوس ہوتا ہے ہم برابر یہ تقاضہ کرتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے آپ ﷺ کو ہمارے ہمراہ بھیج دیا تو ہم آپ ﷺ کو لے کر اپنے قبیلے میں لوٹ آئے۔

اللہ کی قسم! ہمارے واپس آنے کے دو تین مہینے کے بعد اپنے دودھ شریک بھائی کے ہمراہ بکریوں کے ساتھ ہمارے مکانوں کے پیچھے تھے کہ آپ ﷺ کا دودھ شریک بھائی چیختا چلاتا آیا اور کہا: میرے قرشی بھائی کے پاس سفید لباس میں دو شخص آئے ہیں، انہوں نے اس کو زمین پر گرایا اور اس کا پیٹ چاک کر دیا۔ یہ سن کر میں اور اس کا باپ اس طرف چل پڑے دیکھا تو آپ ﷺ گھبراہٹ کے عالم میں کھڑے تھے۔ رنگ فق تھا، باپ (رضاعی) نے سینے سے لگایا اور پوچھا: بیٹا! کیا بات ہے؟ فرمایا: میرے پاس سفید لباس میں دو شخص آئے اور انہوں نے میرا پیٹ چاک کیا اور کوئی شئے نکال کر پھینکی اور پھر اس مقام پر رکھ دیا ہم آپ ﷺ کو لے کر واپس آ گئے۔ آپ ﷺ کے (رضاعی) والد نے کہا: حلیمہ مجھے ڈر ہے کہ میرے بیٹے کو کوئی نقصان نہ پہنچے تو ان کو ان کے گھر والوں کی طرف واپس لے جا کوئی ایسا منظر سامنے نہ آ جائے جس سے ہمیں ڈر لگتا ہے۔

حلیمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم آپ ﷺ کو لے کر مکہ معظمہ میں آئے۔ وہ بولیں: تمہیں تو اس بچے کی بہت حرص تھی واپس کیوں لے آئے؟ حلیمہ نے فرمایا: ہمیں ان کے ضائع ہونے یا کسی حادثہ سے دوچار ہونے کا ڈر ہے۔ انہوں نے پوچھا: ہمیں سچ سچ بتاؤ اصل معاملہ کیا ہے؟ مجبوراً ہم نے ساری بات بتا دی تو والدہ محترمہ نے کہا کہ تمہیں

یہ ڈر ہے کہ شیطان اس کو کوئی نقصان نہ پہنچائے گا۔ اللہ کی قسم! شیطان کا اس پر کوئی داؤ نہیں چل سکتا، بے شک میرے بیٹے کی شان ہی نرالی ہے۔ آپ اسے چھوڑ جائیں۔

علاوہ ازیں آپ ﷺ کا سینہ مبارک غارِ حرا میں اور تیسری بار معراج کی رات میں شق ہوا۔

حضور نبی کریم ﷺ کی والدہ محترمہ کی وفات:

جب حضور نبی کریم ﷺ چار سال کے، ایک روایت میں پانچ، ایک میں چھ، ایک میں سات اور ایک روایت میں بارہ سال ایک مہینہ دس دن کے ہوئے تو آپ ﷺ کی والدہ محترمہ کا ابواء شریف کے مقام پر انتقال ہوا، یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ہے کچھ نے کہا کہ حجون کی ایک گھاٹی میں ہوا۔ القاموس میں ہے کہ مکہ المکرمہ میں ''دارِ نابغہ'' میں حضور نبی کریم ﷺ کی والدہ محترمہ کا مدفن ہے۔

ابن سعد نے ابن عباس رضی اللہ عنہ اور زہری نے عاصم سے یہ روایت نقل کی کہ حضور نبی کریم ﷺ جب چھ سال کے ہوئے تو آپ ﷺ کی والدہ آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے ننھال ''بنی عدی بن نجار'' کے ہاں مدینہ منورہ میں ایک مہینہ کیلئے لے گئیں۔ حضور نبی کریم ﷺ اس جگہ کی بہت ساری باتیں یاد فرمایا کرتے تھے اور آپ ﷺ نے اس مکان کے بارے میں فرمایا تھا یہاں میری ماں مجھے لے کر آئی تھی اور بنی عدی بن نجار کے کنوئیں میں میں بہترین تیراکی کرتا تھا۔ یہودی لوگ آکر مجھے دیکھتے۔ ام یمن نے فرمایا کہ میں نے ایک یہودی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہ اس امت کے نبی ہیں اور یہ (مدینہ منورہ) اس کا دارِ ہجرت ہے میں نے اس کی ساری باتیں یاد رکھیں، آپ ﷺ کی والدہ آپ ﷺ کو ہمراہ لے کر مکہ معظمہ کی طرف لوٹ آئیں اور راستے میں مقامِ ابواء کے مقام پر فوت ہو گئیں۔

حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ ﷺ کے والدین کے جنتی ہونے کا یقین ظاہر کیا ہے گو جمہور اس کے خلاف ہیں، میں نے یہ ساری گفتگو ایک مستقل

رسالے میں تحریر کی۔

ام ایمن برکتہ آپ ﷺ کی دائیہ بھی تھیں، آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی پرورش کرنے والی بھی تھیں، حضور نبی کریم ﷺ آپ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے: ''میری ماں کے بعد آپ میری ماں ہیں۔''

حضرت عبدالمطلب کا وصال:

حضور نبی کریم ﷺ کی پرورش کرنے والے دادا جان حضرت عبدالمطلب فوت ہوئے تو آپ ﷺ کی عمر آٹھ سال تھی، کچھ نے کہا: نو سال، کچھ نے کہا: سات سال، آپ کے دادا کی عمر ایک سو دس (۱۱۰) سال تھی، ایک قول کے مطابق ایک سو چالیس (۱۴۰) سال ہے، پھر آپ ﷺ کی پرورش آپ ﷺ کے چچا نے کی، جن کا نام عبدمناف تھا۔ حضرت عبدالمطلب نے ہی ان کو یہ وصیت فرمائی تھی کیونکہ وہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔

حضور نبی کریم ﷺ کا ملک شام کی طرف جانا:

جب حضور نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک بارہ سال ہوئی تو آپ اپنے چچا ابوطالب کے ہمراہ ملک شام تشریف لے گئے جب آپ ﷺ ''بصریٰ'' پہنچے تو بحیرا راہب نے آپ ﷺ کو دیکھا جس کا نام ''جرجیس'' تھا، اس نے آپ ﷺ کی صفت سے آپ ﷺ کو پہچان لیا۔ آپ ﷺ کا ہاتھ مبارک پکڑ کر بولا یہ سید العالمین ہے۔ اللہ ان کو رحمۃ العالمین بنا کر معبوث فرمائے گا۔

پوچھا گیا: آپ کو اس کا کیسے علم ہوا، بولا: جب تم اس گھاٹی سے نمودار ہوئے تو کوئی درخت اور پتھر ایسا نہیں تھا جو سجدہ ریز نہ ہوا اور نبی کے علاوہ یہ کسی کو سجدہ نہیں کرتے۔ میں ان کو مہر نبوت سے پہچان لوں گا جو ان کے شانوں کے درمیان سیب کی طرح ہے اور ہم ان کو اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ بحیرہ نے ابوطالب سے درخواست کی کہ ان کو واپس لے جائیں۔ خطرہ ہے کہ یہود کو پتہ چل گیا تو آپ ﷺ کو

قتل کر دیں گے۔ اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ جب حضور نبی کریم ﷺ وہاں تشریف لائے تو بادل کا ایک ٹکڑا حضور نبی کریم ﷺ سایہ کناں تھا کسی نے خوب کہا ہے:

ان قالو ایوما ظللته غمامة

هي في الحقيقة تحت الظل القائل

ترجمہ: ''لوگوں نے کہا کہ دن کے وقت بادل نے آپ ﷺ پر سایہ کیا اور حقیقت میں بادل آپ ﷺ کے زیر سایہ آرام کرتا تھا۔''

ابن مندہ نے ضعیف سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اٹھارہ سال کی عمر میں اس سفر میں حضور نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی عمر اس وقت بیس سال تھی۔ یہ تمام لوگ ملک شام کی طرف تجارت کی خاطر جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ بیری کے درخت کے سائے کے نیچے اترے۔ حضرت ابوبکر بحیرہ نامی راہب کے پاس گئے۔ اس سے کوئی بات پوچھی: بحیرہ نے کہا کہ اس درخت کے نیچے ٹھہرنے والے کون ہیں؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب'' راہب نے کہا: خدا کی قسم! یہ نبی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اس درخت کے نیچے محمد مصطفیٰ ﷺ کے سوا کوئی نہیں بیٹھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی اور آپ ﷺ کی بعثت کے بعد آپ ﷺ کے پیروکار ہو گئے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ''الاصابہ'' میں فرمایا کہ اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو یہ کوئی اور سفر تھا۔

حضور نبی کریم ﷺ کی سیدہ خدیجہ سے شادی:

پھر حضور نبی کریم ﷺ سیدہ خدیجہ بنت خویلد کی تجارت کے سلسلہ میں ملک شام تشریف لے گئے۔ اس سفر میں سیدہ خدیجہ کے غلام میسرہ بھی آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ بصریٰ کے بازار میں پہنچے تو اس وقت آپ کی عمر پچیس (۲۵) سال تھی، وہاں آپ ﷺ نسطورا راہب کے درخت کے نیچے ٹھہرے، اور اس درخت کے نیچے بھی نبی کے سوا کوئی

نہیں ٹھہرا تھا۔ ایک روایت میں ہے: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نہیں ٹھہرا۔

نسطوریہ عمل دیکھتا رہا کہ دوپہر کے وقت دو فرشتے آپ ﷺ پر سایہ کرتے جب واپس مکہ گئے تو خدیجہ نے اپنے بالا خانے میں کھڑے ہو کر حضور نبی کریم ﷺ کو اپنے اونٹ پر بیٹھے دوپہر کے وقت تشریف لاتے دیکھا تو دو فرشتے آپ ﷺ پر سایہ فگن تھے۔ ان کو ابونعیم نے روایت کیا۔

اس کے دو مہینے اور پچیس دن کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے سیدہ خدیجہ سے شادی کی۔ ایک روایت میں ہے کہ اس وقت آپ ﷺ کی عمر اکیس (۲۱) سال تھی۔ کچھ کہتے ہیں کہ تیس (۳۰) سال تھی۔

زمانہ جاہلیت میں بی بی خدیجہ کا لقب ''طاہرہ'' تھا۔ ان کی پہلی شادی ''ابوہالہ بن زرارہ تیمی'' سے ہوئی اس سے آپ کے دو بیٹے ''ہند اور ہالہ'' پیدا ہوئے، ان کی وفات کے بعد ''عتیق بن عابد مخزومی'' سے آپ کا نکاح ہوا اور ایک اور بیٹا ہند انامی پیدا ہوا۔ حضور نبی کریم ﷺ سے نکاح کے وقت ان کی عمر چالیس سال تھی۔ بی بی خدیجہ نے خود اپنے آپ کو حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ شادی کیلئے پیش کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے چچاؤں سے اس کا ذکر کیا، حضور نبی کریم ﷺ کے ہمراہ آپ ﷺ کے چچا حمزہ بی بی خدیجہ کے والد خویلد بن اسد کے پاس رشتہ مانگنے گئے اور حضور نبی کریم ﷺ کی ان سے شادی کر دی اور بیس گائیں حق مہر میں دیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور قبیلہ مضر کے شرفاء اس شادی میں موجود تھے۔ ابوطالب نے یوں خطبہ پڑھا:

''سب تعریف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے جس نے ہم کو ابراہیم کی اولاد میں سے بنایا، اسماعیل کی کھیتی سے اگایا، معد کی نسل سے پیدا کیا، اور مضر کی اصل سے کیا، ہمیں اپنے گھر کا محافظ بنایا اور اپنے حرم کا خادم، ہمیں ایسا گھر عطا کیا جس کا حج ہوتا ہے اور ایسا حرم دیا جس کی عبادت ہو سکتی ہے۔ ہمیں لوگوں کا حاکم بنایا، بعد ازاں میرا یہ بھتیجا محمد بن عبداللہ جس مرد کے ساتھ تلے گا بھاری نکلے گا اگرچہ اس کے پاس مال کم ہے لیکن

مال تو ختم ہونے والا سایہ ہے اور ایک عارضی چیز ہے اور محمد کی قرابت کو تم جانتے ہو، انہوں نے خدیجہ کا رشتہ کیا، حق مہر ادا کیا کچھ فوری اور کچھ معیادی، بخدا! یہ ایک بہت بڑا رشتہ ہے اور عظیم واقعہ ہے۔"

یوں حضور نبی کریم ﷺ کی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی ہوگئی۔

تعمیر کعبہ میں حضور نبی کریم ﷺ کی شرکت:

جب حضور نبی کریم ﷺ کی عمر پینتیس (۳۵) سال تھی تو قریش کو سیلابوں کی وجہ سے خانہ کعبہ کے منہدم ہو جانے کی فکر دامن گیر ہوئی، سو انہوں نے سعد بن ابی العاص کے غلام "اقوم" کو کعبہ معظمہ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ حضور نبی کریم ﷺ بھی اس تعمیر میں شامل تھے، لوگوں کے ہمراہ پتھر لاتے۔ لوگ اپنی چادریں کندھوں پر رکھ کر پتھر اٹھاتے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے بھی ایسا ہی کیا لیکن آپ ﷺ اسی وقت گر گئے اور آواز آئی اپنے ستر کی فکر کرو، یہ پہلی غیبی ندا تھی۔ ابو طالب یا عباس نے کہا: بھتیجے چادر سر پر رکھیں۔ فرمایا: مجھے برہنہ ہونے کی صورت میں تکلیف ہوتی ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ پر وحی کی ابتداء:

جب حضور نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک چالیس (۴۰) سال کو پہنچی۔ ایک قول کے مطابق چالیس (۴۰) سال چالیس (۴۰) دن۔ ایک قول کے مطاقب چالیس سال دس دن، ایک قول کے مطابق چالیس سال دو مہینے پیر کے دن سترہ رمضان المبارک کو، کچھ کہتے ہیں کہ تیئس رمضان المبارک اور ایک روایت میں چوبیس رمضان المبارک ہے، کو آپ ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی۔

ابن عبدالبر نے کہا؛ پیر کا دن آٹھ ربیع الاوّل، واقعہ فیل کے اکتالیس (۴۱) سال بعد اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو رحمۃ اللعالمین اور دونوں جہانوں کیلئے رسول بنا کر مبعوث کیا۔

✿ ابن جریر، ابن منذر وغیرہما نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ

کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم ہی میں سے نبی کریم ﷺ کو رسول بنایا، تو اللہ نے جو آپ ﷺ کو نبوت اور عزت بخشی ہے، اس پر حسد نہ کرو۔

عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ یعنی آپ ﷺ کو اس بات کی حرص ہے کہ اللہ تعالیٰ ان گمراہوں کو ہدایت دیدے، ابن ابی حاتم اور ابوشیخ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ "عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ" کا مطلب ہے کہ جو چیز تمہیں تکلیف دے وہ میرے نبی کو بھی بہت تکلیف دیتی ہے اور ان کو اس بات کی حرص ہے کہ سارے کفار مسلمان ہو جائیں۔

خلاصہ:

حاصل یہ ہے کہ "عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ" کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری تکلیف و مصیبت آپ ﷺ پر بہت ناگوار ہے، اسی لیے آپ ﷺ کی برکت سے خطا، نسیان اور جبر اس امت سے معاف کر دیئے گئے اور تم سے بوجھ اور طوق جو پہلی امتوں پر تھے اٹھا لیے گئے اور حضور نبی کریم ﷺ سیدھا سادہ اور آسان پسندیدہ اور نورانی دین لائے۔
یہ بھی احتمال ہے کہ "عزیز" ماقبل سے الگ ہو، اور اس سے پہلی عبارت سے متصل ہو اور یہ بھی حضور نبی کریم ﷺ کی صفت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا وجود نادر ہے سراسر جود و عطا ہے۔ حسن و جمال لازوال ہے آپ ﷺ کی کوئی مثال نہیں۔ آپ ﷺ ہمارے لیے معزز ہیں، تم لوگ بھی حضور نبی کریم ﷺ کی عزت، تکریم اور مدد کرو اور آپ ﷺ کی عظمت کو تسلیم کرو۔

لتؤ منوا باللہ و رسولہ و تعزروہ (سورۃ الفتح)

ترجمہ: "تاکہ (اے لوگو!) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور ان کی (ان کے دین کی) مدد کرو اور ان کی (دل سے) تعظیم کرو۔"

یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ سارے رسولوں پر غالب ہیں اور آپ ﷺ آخری رسول ہیں اور آپ ﷺ کا دین تمام ادیان پر غالب ہے جیسے آپ ﷺ

اپنے دوستوں پر رحیم ہیں، اسی طرح دشمنوں سے انتقام لینے والے بھی ہیں۔

''ما عنتم'' کا معنی ہے کہ تمہاری تکلیف اور ضرر حضور نبی کریم ﷺ پر شاق ہے کیونکہ وہ رحمۃ اللعالمین ہیں۔

''حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ'' وہ تمہارے ایمان، تمہارے ایقان کے حریص ہیں اور اہل ایمان پر اعلیٰ درجے کے رفیق اور مہربان ہیں۔

ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے یہ روایت کی کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر کہا کہ اللہ نے آپ ﷺ کو سلام بھیجا ہے۔ یہ پہاڑوں کا فرشتہ ہے اور اس کو اللہ نے آپ ﷺ کے پاس بھیجا ہے، کہ آپ کے حکم کی تعمیل کرے۔ فرشتے نے کہا: اللہ نے مجھے آپ ﷺ کے پاس بھیجا ہے اگر آپ ﷺ چاہتے تو ان پر پتھروں کی بارش کر دوں اگر آپ ﷺ چاہیں تو ان کو زمین پر دھنسا دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پہاڑوں کے فرشتے! میں تو ان کے پاس اس لیے آیا ہوں کہ شاید ان میں کوئی ''لا الہ الا اللہ'' کہنے والا پیدا ہو جائے۔ پہاڑوں کے فرشتے نے عرض کیا: آپ ﷺ تو ویسے ہی رحیم ہیں جیسا کہ اللہ نے آپ ﷺ کا نام ''رؤف و رحیم'' رکھا ہے۔

ابن مردویہ نے ابن صالح سلفی سے یہ روایت نقل کی ہے۔ عبداللہ نے کہا: حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ رحیم ہے اور وہ رحمت اسی کو عطا کرتا ہے جو رحیم ہو۔ ہم نے عرض کیا: ہم تو سارے اپنے مالوں اور اولاد پر رحیم کرنے والے ہیں۔ فرمایا: یہ بات نہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَاعَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ (سورۃ التوبہ)

ترجمہ: ''بے شک تمہارے پاس تم میں سے (ایک باعظمت) رسول تشریف لائے، تمہارا تکلیف و مشقت میں پڑنا، ان پر سخت گراں (گزرتا) ہے، اے لوگو! وہ تمہارے لیے (بھلائی اور ہدایت کے) بڑے

طالب و آرزو مند رہتے ہیں (اور) مومنوں کیلئے نہایت (ہی) شفیق بے حد رحم فرمانے والے ہیں۔"

✿ اور حدیث پاک میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ رحمت عام اور خاص ہو جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے:

"تم میں سے کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کیلئے وہ پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرے۔"

"فان تولوا" کافر اگر آپ ﷺ پر ایمان لانے سے یا ساری مخلوق آپ ﷺ کی پیروی سے منہ موڑے تو آپ ﷺ کہہ دیں کہ مجھے سارے معاملات میں اللہ ہی کافی ہے۔

"لا الہ الا اللہ" اس کے سوا کوئی رب نہیں لہٰذا اس کی عبادت کی جائے گی "علیہ توکلت" اسی پر میرا بھروسہ ہے۔ "وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ" اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔

"اَلْعَظِيْمِ" مجرور ہونے کی صورت میں عرش کی صفت اور مرفوع ہونے کی صورت میں رب کی صفت ہو سکتا ہے۔ یعنی کہ وہ بہت بڑی ذات ہے ساری مخلوق اس کے گھیرے میں ہے یہ بھی آیا ہے کہ سات زمینیں آسمان کے پہلو میں ایسی ہیں جیسے جنگل میں ایک حلقہ، اس کے باوجود حدیث قدسی میں آتا ہے کہ میں زمین اور آسمان کے اندر سما نہیں سکتا لیکن میں اپنے مومن کے دل میں سما سکتا ہوں۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے موقوف اور ابن سنی سے مرفوع روایت ہے کہ جو شخص صبح اور شام سات دفعہ یہ پڑھے: "حسبی اللہ لا الہ الا ھو علیہ توکلت و ھو رب العرش العظیم" اس کا یہ سات بار پڑھنا اس کو تمام دنیا اور آخرت کے رنج و الم سے نجات دلا دے گا۔

ابن ابی شیبہ اور دیگر محدثین نے ابن عباس اور ابی بن کعب سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آخری آیت جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی، یہ ہے:

"لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ"

حضرت ابی کی روایت میں ہے کہ یہ آیت قرآن کے آخری حصہ میں نازل ہوئی تو اللہ نے بات اسی حقیقت پر ختم کی جس سے ابتدا کی اور وہ ہے:"لا الٰه الا اللّٰه"

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیه انه لا اله الا انا فاعبدون (سورۃ الانبیاء)

ترجمہ:''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم اسکی طرف یہی وحی کرتے رہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس تم میری (ہی) عبادت کیا کرو۔''

پس ہم ختم کرتے ہیں اس پر جہاں اللہ نے اپنے کلام کا نزول اپنے رسول پر ختم کیا، اس امید کے ساتھ کے ہمارا خاتمہ اچھا ہو اور ہمیں بلند مقام تک پہنچائے۔ اللہ کے فضل سے اور ان لوگوں کی موافقت میں جن پر اللہ نے اپنا انعام کیا، ان میں انبیاء علیہم السلام اجمعین ہیں اور صدیقین ہیں، شہداء ہیں اور صالحین ہیں اور یہ سب کے فضل سے ہیں۔

''اور یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ کا اوّل میں، آخر میں، ظاہر میں، باطن میں، حال میں اور ماضی میں۔''

وصل الله علی سیدنا و آله و صحبه وسلم تسلیما وزاده تکریماً و تشریفاً وتعظیماً. آمین

☆☆☆

(ماخوذ میلاد النبی ﷺ)

علامہ طاہر القادری

میلاد اور کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا دلائل قاہرہ سے ثبوت

اقامۃ القیامہ علی طاعن القیام لنبی تہامہ

مصنف:

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب وتدوین:

مولانا محمد عبدالاحد قادری

حسن ترتیب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تذکرہ مصنف

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کی شخصیت اس قدر دلآویز ہے کہ جس پہلو سے انہیں دیکھا جائے اسی اعتبار سے ہدیہ دل پیش کرنے کو جی چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کم وبیش پچاس علوم میں وہ بے مثال بصیرت عطا فرمائی تھی کہ آپ کے معاصرین کو ان علوم میں سے بعض میں بھی اس بصیرت کا عشر عشیر حاصل نہ تھا۔ آپ کی ایک ہزار کے لگ بھگ بلند پایہ تصنیفات خصوصاً فتاویٰ رضویہ کی بارہ ضخیم جلدوں کو دیکھ کر آپ کی جلالت علمی، دقت نظری، نکتہ آفرینی، قوت استدلال، قرآن و حدیث اور کتب سلف پر گہری نظر کا اعتراف کرنے پر ہر موافق و مخالف مجبور ہو جاتا ہے۔ آپ کے فضل و کمال کا علمی سکہ عرب و عجم کے علماء نے تسلیم کیا۔ آپ نے تمام عمر دین متین کی خدمت میں صرف کر دی، تیرھویں صدی کے آخر اور چودھویں صدی کی ابتدا میں آپ کے علم و فضل کا آفتاب نصف النہار کو پہنچ کر پوری تابانی سے چمک رہا تھا پھر اس کی روشنی بڑھتی رہی آپ کی پوری زندگی اتباع و حب مصطفیٰ ﷺ سے عبارت تھی انہی وجوہ کی بنا پر علمائے حق نے آپ کو موجودہ صدی کا مجدد برحق تسلیم کیا، صرف تیرہ سال دس ماہ کی عمر میں فتویٰ نویسی درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کا کام شروع کر دیا اور آخر عمر تک اسے سرانجام دیا حق گوئی و بے باکی آپ کا شیوہ تھا۔ دوسری دفعہ حج بیت اللہ کو گئے تو وہاں حکومت کی جانب سے متعین خطیب نے خطبہ میں پڑھا:

وارض عن اعمام نبیک الاطائب حمزۃ و العباس وابی طالب

ترجمہ: ''اے اللہ! تو اپنے نبی کے پاکیزہ چچوں حمزہ عباس اور ابی طالب سے راضی ہو۔''

یعنی ابو طالب کا بھی ذکر تھا یہ ایک نئی بدعت واضح طور پر جانب حکومت سے تھی اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے سنتے ہی بلند آواز سے کہا:

''اللھم ھذا منکر'' اے اللہ! یہ ناپسند بات ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ کوئی برا کام دیکھو تو ہاتھ سے منع کرو نہ ہو سکے تو زبان سے روکو، یہ بھی نہ ہو سکے تو دل سے برا جانو۔ اعلیٰ حضرت نے دوسرے حکم پر بخوبی عمل کیا جبکہ وہاں کے علماء میں سے کسی نے بھی اس کا نوٹس نہ لیا۔ (ملفوظ شریف حصہ دوم)

حب مصطفیٰ ﷺ تو گویا آپ کے رگ و پے میں رچی ہوئی تھی، وعظ و نصیحت کی آخری مجلس کی گفتگو کا ایک حصہ ملاحظہ فرمائیں۔

جس سے اللہ و رسول اللہ ﷺ کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو فوراً اس سے جدا ہو جاؤ، جس کو بارگاہ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو، پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔ (وصایا شریف)

اسی حب صادق کا اثر تھا کہ آپ نے ساری زندگی میں کبھی گستاخ بارگاہِ رسالت کی رعایت نہ کی بلکہ اپنے قلم تلوار کو ان کے خلاف پوری قوت سے استعمال کیا تا کہ وہ لوگ مجھے طعن و تشنیع کا نشانہ بنا کر اپنا دل خوش کر لیں، اتنی دیر تو میرے آقا و مولا کی شان میں گستاخی نہ کریں۔ ہر ذی عقل جانتا ہے کہ ذاتی معاملات میں رواداری یقیناً اچھی چیز ہے لیکن محبوب کے بارے میں توہین و بے ادبی کو دیکھ کر سن کر خاموش رہنا قانونِ محبت کی رو سے ایسا جرم ہے جسے کبھی معاف نہیں کیا جا سکتا وہ محبوب بھی کیسا؟ جو نازش کائنات ہو۔ انبیاء کا امام ہو اور جس کے نام عرش ۔۔ بت کے سلام و پیام آتے ہوں ﷺ۔ اعلیٰحضرت کے نزدیک محبوب خدا سرور ...

ﷺ کی غلامی کا دم بھرتے ہوئے کسی جاہ و چشم کے مالک تاجدار کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا بھی جائز نہ تھا چنانچہ ایک دفعہ ریاست نانپارہ (ضلع بہرائچ شریف یوپی) کے نواب کی مدح میں شعراء نے قصیدے لکھے کچھ لوگوں نے آپ سے بھی قصیدہ مدحیہ لکھنے کی گزارش کی۔ آپ نے نواب صاحب کی شان میں قصیدہ لکھنے کی بجائے اس ذات ستودہ صفات کی تعریف میں نعت شریف لکھی کہ خود خدا نے بھی جن کی تعریف فرمائی ہے اور آخر میں صاف کہہ دیا:

کروں مدح اہل دول رضاؔ پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین ''پارۂ ناں'' نہیں

اعلیٰ حضرت کی ولادت باسعادت دس شوال ۱۲۷۲ ہجری بروز شنبہ بریلی شریف محلّہ جسولی میں ہوئی، آپ عمر بھر حب مصطفیٰ کا شراب طہور پلا کر ۲۵ صفر ۱۳۴۰ ہجری جمعتہ المبارک کے دن ادھر موذن نے ''حیّ علی الفلاح'' کہا ادھر آپ کے چہرۂ انور پر نور کا ایک شعلہ لپکا اور آپ فوز و فلاح کے عطا کرنے والے رب کریم کے دربار میں حاضر ہوئے۔ ''انا للہ وانا الیہ راجعون.''

محمد عبدالحکیم شرف لاہوری
۲۰ محرم الحرام ۱۳۹۰ ہجری

مسئلہ از ریاست مصطفیٰ آباد عرف رامپور بضمن سوالات کثیرہ ۱۲۹۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مجلس میلاد میں قیام وقت ذکر ولادت حضرت خیر الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کیسا ہے۔ بعض لوگ اس قیام سے انکار بحت "خالص" رکھتے ہیں اور اسے بدیں وجہ کہ قرون ثلثہ[1] میں نہ تھا بدعت سیۂ وحرام سمجھتے اور کہتے ہیں ہمیں صحابہ و تابعین کی سند چاہیے ورنہ ہم نہیں مانتے ان کے ان اقوال کا حال کیا ہے۔

الجواب:

الحمد للہ الذی باذنہ تقوم السماء والصلوۃ و السلام علی من قامت بہ ارکان الشریعۃ الغراء سیدنا و مولانا محمد الذی قامت فی مولدہ ملئکۃ العلیاء و علی آل و صحبہ القائبین بادات تعظیمہ فی الصبح و المساء و اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ و ان محمد عبدہ و رسولہ قیم الانبیاء صلوت اللہ و سلامہ علیہ و علیھم ماقامت بتسبیح القیام اشجار الغبراء و سجدت للحی القیوم نجوم الخضراء امین قال القائم ببعض الضراعۃ الی صاحب المقام المحمود و الشفاعۃ عبدالمصطفےٰ احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی غفر اللہ لہ و اقام مقام السلف الکرام البررۃ الکملۃ امین

اَللّٰھُمَّ ھدایۃ الحقّ الصّواب

[1] نبی کریم ﷺ صحابہ کرام تابعین عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانے ۱۴ اشریف لاہور۔

الجواب:

یہاں دو مقام واجب الاعلام ہیں۔اولاً: اس قیام کا اپنے طور پر کتب فتاوئ علماء قدست اسرارہم سے حکم بیان کرنا جس سے بعونہ تعالیٰ موافقین کیلئے ایضاح حق و ازاحت باطل ہو اور منصب فتوئ اپنے حق کو واصل۔ ثانیاً: اس مغالطہ کا جواب دینا جو بالفاظ متعارفہ تمام اکابر واصاغر مانعین میں رائج کہ یہ فعل قرون ثلثہ میں نہ تھا تو بدعت ضلالت ہوا، اس میں کچھ خوبی ہوتی تو وہ وہی کرتے اس فعل اور اس کے امثال امور نزاعیہ میں حضرات منکرین کی غایت سعی اسی قدر ہے جس کی بنا پر اہل سنت وسواد اعظم ملت و ہزاران ائمہ شریعت وطریقت کو معاذ اللہ بدعتی گمراہ ٹھہراتے ہیں اور مطلقاً خوف خدا وترس روز جزا دل میں نہیں لاتے مقام افتا اگر چہ استیعاب مناظرہ کی جا نہیں مگر ایسی جگہ ترک کلی بھی چنداں زیبا نہیں لہٰذا فقیر مقام دوم میں چند اعمال کلے حاضر کرے گا جن کے مبانی دیکھیے تو حرفے چند اور معانی سمجھیے تو بس جامع و بلند" وباللہ التوفیق فی کل حین و علیہ التوکل و بہ نتعین والحمد للہ رب العلمین"

مقام اول:

اللہ عزوجل نے شریعت غرا بیضاز ہرا عامہ تامہ کاملہ شاملہ اتاری اور بحمدہ تعالیٰ ہمارے لیے ہمارا دین کامل فرمادیا اور اس کے کرم نے اپنے حبیب اکرم حضور پرنور سید عالم ﷺ کے صدقہ میں اپنی نعمت ہم پر تمام فرمادی۔

۞ قال اللہ تعالیٰ

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

ترجمہ:" آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کردیا تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند فرمایا۔"

و الحمد للہ رب العلمین و صلی اللہ تعالیٰ علی من بہ الغم علینا

فی الدنیا والدین و بہ ینعم انشاء تعالیٰ فی الاخرۃ الیٰ ابد الابدین

ہماری شریعت مطہر کا کوئی حکم قرآن عظیم سے باہر نہیں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "حسبنا کتاب اللہ" ہمیں قرآن عظیم بس ہے۔ مگر قرآن عظیم کا پورا سمجھنا اور ہر جزئیہ کا صریح حکم اس سے نکال لینا عام کو نامقدور ہے، اس لیے قرآن کریم نے دو مبارک قانون ہمیں عطا فرمائے اول:

مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا

ترجمہ: "جو کچھ تمہیں رسول دیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔"

اقوال لو صیغہ امر کا ہے اور امر وجوب کیلئے ہے تو پہلی قسم واجبات شریعت ہوئی اور باز رہو نہی ہے اور نہی منع فرمانا ہے۔ یہ دوسری قسم ممنوعات شرعیہ ہوئی، حاصل یہ کہ اگر چہ قرآن مجید میں سب کچھ ہے:

"وَ نَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ"

ترجمہ: "اے محبوب! ہم نے تم پر یہ کتاب اتاری جس میں ہر شے ہر چیز ہر موجود کا روشن بیان ہے مگر امت اسے نبی کے سمجھائے نہیں سمجھ سکتی۔ ولہٰذا فرمایا: "وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَیْھِمْ" (ترجمہ: اے محبوب! ہم نے تم پر یہ قرآن مجید نے ہر چیز روشن فرمادی اس میں سے جس قدر امت کے بتانے کو ہے وہ تم ان پر روشن فرمادو لہٰذا آیۃ کریمہ اولیٰ میں نزلنا علیک فرمایا: جو خاص حضور کی نسبت ہے اور آیۃ کریمہ ثانیہ میں نزل الیھم فرمایا جو نسبت بہ امت ہے۔

دوم:

فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

ترجمہ: "علم والوں سے پوچھو جو تمہیں نہ معلوم ہو۔"

حوادث غیر متناہی ہیں احادیث میں ہر جزئیہ کیلئے نام بنام تصریح احکام اگر فرمائی بھی جاتی ان کا حفظ وضبط نامقدور ہوتا پھر جو مدارس عالیہ مجتہدان امت کیلئے

ان کے اجتہاد پر رکھے گئے وہ نہ ملتے نیز اختلاف ائمہ کی رحمت و وسعت نصیب نہ ہوتی لہٰذا احدیث نے بھی جزئیات معدودہ سے کلیات حاویہ مسائل نامحدودہ کی طرف اشعار فرمایا اس کی تفصیل وتفریع و تاصیل مجتہدین کرام نے فرمائی اور احاطہ تصریح نا متناہی کے تعذر نے یہاں بھی حاجت ایضاح مشکل و تفصیل مجمل وتقیید مرسل باقی رکھی جو قرناً فقرناً طبقۃً مشائخ کرام وعلمائے اعلام کرتے چلے آئے ہر زمانہ کے حوادث تازہ کے احکام اس زمانہ کے علمائے کرام حاملانِ فقہ حامیانِ اسلام نے بیان فرمائے اور یہ سب اپنی اصل کی طرف راجع ہوئے اور ہوتے رہیں گے۔

حتی یأ تی امر اللہ و ھم علٰی ذالک درمختار میں ہے ولا یخلو الوجود عمن یمیز ھذا حقیقۃ لاظنا و علٰی من ھم یمیزان یرجع لمن یمیز براء ۃ لذمۃ

ترجمہ: ''زمانہ ان لوگوں سے خالی نہ ہوگا جو یقینی طور پر محض گمان سے اس کی تمیز رکھیں اور جسے اس کی تمیز نہ ہو اس پر واجب ہے کہ تمیز والے کی طرف رجوع کرے کہ بری الذمہ ہوئے''

۞ ردالمختار میں ہے:

جزم بذالک اخزامار واہ البخاری من قول ﷺ لا تزال طائفۃ من امتی ظاھرین علے الحق حتیٰ یأتی امر اللہ، قولہ و علٰی من لم یمیزعبر بعلیٰ المقیدۃ للوجوب للامربہ فی قولہ تعالیٰ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون

ترجمہ: ''شارح علامہ نے اس پر جزم فرمایا اس حدیث سے لے کر جو صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمیشہ میری امت کا ایک گروہ غلبہ کے ساتھ حق پر رہے گا یہاں تک کہ حکم الٰہی آئے اور جسے اس کی تمیز نہ ہو، اس پر علماء کی طرف رجوع لانے کو اس لیے واجب کہا کہ قرآن کریم

میں اس کا حکم فرمایا ہے کہ علماء سے پوچھو اگر تمہیں نہ معلوم ہو۔"

ہر اجمال کی تفصیل مستحسن فعل ہے:

امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب مستطاب میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں:

ما فصل عالم ما اجمل في كلام من قبله من الادوار الالنور المتصل من الشارع ﷺ نالمنة في ذالک حقيقة لرسول الله ﷺ الذى هوصاحب الشرع لانه هو الذى اعطى العلماء تلک تلک المادة التي فصلوابها ما اجمل في كلامه كما ان المنته بعده لكل دور علٰى من تحته تلوتدى ان اهل دوى تعدوا من فوقهم الى الدور الذى قبله لا نقطعت وصلتهم با لشارع و لم يهتد والايضاح مشكل و لا تفصيل مجمل و تامل يااخي اولا ان رسول الله ﷺ فصل البشر يعته ما اجمل فى القرآن لبقے القرآن على اجماله كما ان الائمة المجتهدين اولم يفعلوا ما اجمل في السنة لبقيت السنة علٰى اجمالها و هكذا الى عصر نا هذا فلولاات حقيقة الاجمال سارية في العالم كله ما شرحت الكتب و لا تى جمت ولا وضع العلماء علٰى الشروح حواشي كالشروح للشروح

ترجمہ: "جس کسی عالم نے اپنے سے پہلے زمانہ کے کسی کلام کے اجمال کی تفصیل کی ہے وہ اسی نور سے ہے جو صاحب شریعت ﷺ سے ملا ہے تو حقیقتاً اس میں رسول اللہ ﷺ کا تمام امت پر احسان ہے کہ انہوں نے علماء کو یہ استعداد عطا فرمائی جس سے انہوں نے مجمل کلام کی تفصیل کی، یونہی ہر طبقہ ائمہ کا اپنے بعد والوں پر احسان ہے اگر فرض کیا جائے کہ کوئی طبقہ اپنے اگلے پیشواؤں کو چھوڑ کر ان سے اوپر والوں کی طرف تجاوز کر جائے تو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو سلسلہ ان تک ملا ہوا ہے وہ کٹ جائے گا اور یہ کسی مشکل

کی توضیح مجمل کی تفصیل پر قادر نہ ہوں گے برادرم غور کر اگر رسول اللہ ﷺ اپنی شریعت سے مجملات قرآن عظیم کی تفصیل نہ فرماتے، قرآن کریم یونہی مجمل رہ جاتا، اسی طرح آئمہ مجتہدین اگر مجملات حدیث کی تفصیل نہ فرماتے، حدیث یونہی مجمل رہ جاتی اسی طرح ہمارے زمانے تک، تو اگر یہ نہیں کہ حقیقت اجمال سب میں سرایت کیے ہوئے ہے تو نہ متون کی شرحیں لکھی جاتیں تو نہ ترجے ہوتے نہ علماء شرحوں کی شرحیں حواشی لکھتے۔

اب یہیں دیکھیے کہ کتب ظاہر الروایۃ ونوادر ائمہ تھیں پھر کتب نوازل و واقعات تصنیف فرمائی گئیں پھر متون وشروح وحواشی وفتاویٰ وقتاً فوقتاً تصنیف ہوتے رہے اور ہر آئندہ طبقہ نے گزشتہ پر اضافے کیے اور مقبول ہوتے رہے کہ سب اسی اجمال قرآن وسنت کی تفصیل ہے۔ نصاب الاحتساب اور فتاویٰ عالمگیری زمانہ سلطان عالمگیر انار اللہ تعالیٰ برہانہ کی تصنیف ہیں ان میں بہت سی ان جزئیات کی تصریح ملے گی جو کتب سابقہ میں نہیں کہ وہ جب تک واقع نہ ہوئے تھے اور کتب نوازل و واقعات کا تو موضوع ہی حوادث جدیدہ کے احکام بیان فرمانا ہے اگر کوئی شخص ان کی نسبت کہے کہ صحابہ تابعین سے اس کی تصریح دکھاؤ یا خاص امام اعظم وصاحبین کا نص لاؤ تو وہ یا احمق مجنون ہے یا گمراہ مفتون، پھر عالمگیری کے بھی بہت بعد اب قریب زمانہ کی کتابیں "فتاویٰ اسعدیہ و فتاویٰ حامدیہ و طحطاوی علی الدر و طحطاوی علی مراقی الفلاح و عقود الدریہ و ردالمحتار" ورسائل شامی و غیرہا کتب معتمدہ ہیں تمام حنفی دنیا میں ان پر اعتماد ہو رہا ہے۔ دو اول کے سوا یہ سب تیرھویں صدی کی تصنیف ہیں۔ مانعین بھی ان سے سندیں لاتے ہیں، ان میں صدہا وہ بیان ملیں گے جو پہلے نہ تھے اور مانعین کے یہاں تو فتاویٰ شاہ عبدالعزیز صاحب بلکہ مائۃ مسائل واربعین کے سب جزئیات کی تصریح صحابہ وتابعین وائمہ تو بہت بالا ہیں، عالمگیری و ردالمحتار تک کہیں دکھا سکتے ہیں، اب ان کے بعد ریل، تار برقی، نوٹ، منی آرڈر، فونوگراف وغیرہ وغیرہ ایجاد ہوئے اگر کوئی شخص کہے کہ صحابہ تابعین

یا امام ابوحنیفہ نہ سہی ہدایہ و درمختار یا یہ بھی نہ سہی عالمگیری وطحطاوی و ردالمحتار یا سب جانے دو شاہ عبدالعزیز صاحب ہی کے فتاوے میں دکھاؤ تو اسے مجنون سے بہتر اور کیا لفظ کہا جاسکتا ہے ہاں اس ہٹ دھرمی کی بات جدا ہے کہ اپنے آپ تو تیرھویں صدی کی اربعین تک معتمد جانیں اور دوسروں سے ہر جزئیہ پر خاص صحابہ و تابعین کی سند مانگیں۔

خطبہ میں ذکر خلفاء مستحب ہے:

❁ خطبہ میں ذکر عمین شریفین حادث ہے مگر جب سے حادث ہے علماء نے اس کے مندوب ہونے کی تصریح فرمائی درمختار میں ہے:

یندب ذکر الخلفاء و الراشدین و العمین

ترجمہ: ''خطبہ میں چاروں خلفائے کرام اور دونوں عم کریم سیدالانام علیہ ثم علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر فرمانا مستحب ہے اور حضرت شیخ مجدد الف ثانی صاحب نے تو ایک خطیب پر اپنے مکتوبات میں اس لیے کہ اس نے ایک خطبہ میں خلفائے کرام کا ذکر نہ کیا تھا سخت نکیر فرمائی اور اسے خبیث تک لکھا۔

اذان سے قبل و بعد صلوٰۃ وسلام:

❁ اذان کے بعد حضور نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ وسلام عرض کرنا جس طرح حرمین طیبین میں رائج ہے۔ درمختار میں ہے:

التسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الآخر سنته سبع مائة واحدی و ثمانین فی عشاء لیلة الاثنین ثم یوم الجمعة ثم بعد عشر سنین حدث فی الکل الا المغرب ثم فیها مرتین فهو به عشر حسنة

ترجمہ: ''اذان کے بعد صلاۃ بھیجنا ربیع الآخر ۷۸۱ ہجری کی عشا شب دو شنبہ میں حادث ہوا پھر اذان جمعہ کے بعد بھی صلاۃ کہی گئی پھر دس برس بعد مغرب کے سوا سب اذانوں کے بعد پھر مغرب میں بھی دوبار کہنی شروع اور یہ نوپیدا باتوں سے ہے جو شرعاً مستحب ہے۔''

محدثات حسنہ کا استحباب:

کتب میں اس کے صدہا نظائر ملیں گے، اس وقت کے علمائے معتمدین سے ان کے جزئیہ کی تصریح مل سکتی ہے۔ مجلس میلاد مبارک و قیام کو جاری ہوئے بھی صدہا سال ہوئے مگر صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین کے کلام میں ان کے نام کی تصریح مانگنی اسی جنون پر مبنی ہوگی ان پر انہیں علمائے کرام کی تصریحات سے استناد ہوگا جن کے زمانے میں ان کا وجود تھا جیسے مجلس مبارک کیلئے امام حافظ ابن حجر عسقلانی و امام خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی و امام خطیب احمد قسطلانی وغیرہم اکابر رحمھم اللہ تعالیٰ جن کے نام و کلام کی تصریح بارہا کر دی گئی یونہی مسئلہ قیام میں ان علمائے کرام کی سند لی جائے گی جن کا ذکر شریف آتا ہے: وباللہ التوفیق بحمد اللہ تعالیٰ موافقین اہل حق و انصاف و دین کیلئے یہ کافی ہوگا۔ رہا مخالفین کا نہ ماننا ان کی پرواہ کیا۔ وہ اور ہی کسے مانتے ہیں کہ ان علمائے کرام کو مانیں ان کے غیر مقلدین تو علانیہ امام اعظم و جملہ ائمہ دین پر منہ آتے اور اپنے مہمل افہام و اوہام کے آگے ان کے اجتہادات عالیہ کو باطل بتاتے اور ان کے ماننے والوں کو معاذ اللہ مشرک و گمراہ ٹھہراتے ہیں جو ان میں بظاہر نام تقلید لیتے ہیں وہ بھی غیر مقلدین کی طرح اپنے اہوائے باطلہ کے سامنے قرآن و حدیث کی تو سنتے نہیں پھر ائمہ کی کیا گنتی ان کے منہ سے تقلید امام اور ان کے سب کے منہ سے قرآن و حدیث کا نام محض تسکین عوام ہے کہ کھلا منکر نہ جان لیں۔

ورنہ حالت وہ ہے جو ان کے مذہبی قرآن تقویۃ الایمان سے ظاہر کہ جو کہے اللہ و رسول نے دولت مند کر دیا وہ مشرک۔

✿ حالانکہ خود قرآن عظیم فرماتا ہے:

"اغنھم اللہ و رسولہ من فضلہ"

ترجمہ: اللہ و رسول نے انہیں اپنے فضل سے دولت مند کر دیا۔"

محمد بخش، احمد بخش نام رکھنا شرک حالانکہ خود قرآن حمید فرماتا ہے کہ حضرت

جبرئیل علیہ السلام جب سیدنا مریم کے پاس آئے کیا کہا یہ کہ

"اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ لِاَھَبَ لَکِ غُلٰماً ذَکِیًّا"

ترجمہ: "میں تو تمہارے رب کا رسول ہوں، اسلئے کہ میں تم کو ستھرا بیٹا دوں۔"

صرف محمد بخش نام شرک ہوا حالانکہ وہ معنی عطا میں متعین بھی نہیں بخش بہرہ و حصہ کو بھی کہتے ہیں تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کہ صریح لفظوں میں اپنا بیٹا دینا کہہ رہے ہیں دین اسمٰعیلی میں کیسے مشرک نہ ہوں گے اور قرآن کریم کہ اس شرک وہابیت کو ذکر فرما کر مقرر رکھتا ہے کیوں نہ اسے شرک پسند کتاب ٹھہرائیں گے اس کی مثالیں بہت ہیں کہ وہابیہ کے شرک سے نہ ائمہ محفوظ نہ صحابہ نہ انبیاء نہ سید الانبیاء نہ جبرئیل امین نہ خود رب العلمین جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علی الحبیب و علیہم وسلم یہ بحث فقیر کے اور رسائل میں مفصل ملے گی یہاں تو اتنا کہنا ہے کہ مخالفین کے نہ ماننے کی پرواہ کیا ہے انہوں نے اور کسے مانا ہے کہ علماء ہی کو مانیں گے لہٰذا اس مقام اول میں روئے سخن موافقین اہل حق و یقین کی طرف کریں۔

واللہ الموفق والمعین و بہ نستعین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد وآلہٖ و صحبہ وابنہ و حزبہ اجمعین. امین

قیام بوقت ذکر ولادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صدیوں سے معمول بہا ہے:

مولیٰ عزوجل توفیق دے تو یہاں منصب غیر متعسف کیلئے اس قدر کافی کہ یہ فعل مبارک اعنی قیام وقت ذکر ولادت حضور خیر الانام علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلاۃ والسلام صدہا سال سے بلادِ دار الاسلام میں رائج و معمول اور اکابر ائمہ و علماء میں مقرر و مقبول شرع میں اس سے منع مفقود اور بے منع شرع منع مردودان الحکم الا للہ و انما الحرام ما حرم اللہ و ما سکت عنہ نعفر من اللہ علی الخصوص حرمین طیبین مکہ معظمہ و مدینہ منورہ صلی اللہ علے منورہما و بارک وسلم کہ مبدءُ و مرجع دین و ایمان ہیں یہاں کے اکابر علماء و مفتیان مذاہب اربعہ مدتہا مدت سے اس فعل کے فاعل و عامل و

فاضل و قابل ہیں ائمہ معتمدین نے اسے حرام نہ فرمایا بلکہ بلاشبہ مستحب و مستحسن ٹھہرایا۔

علامہ جلیل الشان علی بن برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے سیرت مبارکہ انسان العیون میں تصریح فرمائی کہ یہ قیام بدعت حسنہ ہے اور ارشاد فرماتے ہیں:

قد و جد القیام عند ذکر اسمہ صلی اللہ علیہ وسلم من عالم الامۃ و مقتدی الائمۃ دینا و و رعا تقی الدین السبکی و تابعہ علی ذالک مشائخ الاسلام فی عصرہ فقد حکی بعضھم ان الامام السبکی اجتمع عندہ جمع کثیر من علماء و عصرہ فانشد فیہ قول الصر سری فی مدحہ صلی اللہ علیہ وسلم

قلیل المدح المصطفے الحظ بالذھب   علی فضۃ من خط احسن من کتب
وان ینھض الاشراف عند سماعہ   قیاما صفوفاً اوجثیا علی الرکب

فعند ذلک قام الامام السبکی وجمیع من فی المجلس فحصل انس کثیر بدلک المجلس و کفے ذلک فی الاقتداء

ترجمہ: ''بے شک وقت ذکر نام پاک حضور سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام قیام کرنا امام تقی الملۃ والدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ سے پایا گیا جو اس امت مرحومہ کے عالم اور دین وتقویٰ میں اماموں کے امام ہیں اور اس قیام پر ان کے معاصرین ائمہ کرام مشائخ اسلام نے ان کی متابعت کی۔ بعض علماء یعنی انہی امام اجل کے صاحبزادے امام شیخ الاسلام ابونصر عبدالوہاب ابن ابی الحسن تقی الملۃ والدین سبکی نے طبقات کبریٰ میں نقل فرمایا کہ امام سبکی کے حضور ایک جماعت کثیر ایک زمانہ کے علماء کی مجتمع ہوئی، اس مجلس میں کسی نے امام صرصری کے یہ اشعار نعت حضور سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم پڑھے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مدح مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے یہ بھی تھوڑا ہی ہے کہ جو سب سے اچھا خوشنویس ہوا، اس کے ہاتھ سے چاندی کے پتر پر سونے کے پانی سے لکھی جائے اور جو لوگ شرف دینی رکھتے ہیں وہ ان کی نعت سن کر صف باندھ کر سروقد یا گھٹنوں کے بل کھڑے ہو جائیں

ان اشعار کے سنتے ہی حضرت امام سبکی و جملہ علمائے کرام حاضرین مجلس مبارک نے قیام فرمایا اور اس کی وجہ سے اس مجلس میں نہایت انس حاصل ہوا۔ علامہ جلیل حلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس قدر پیروی کیلئے کفایت کرتا ہے۔ انتہیٰ

اقول: یہ امام صرصری صاحب قصیدۂ نعتیہ وہ ہیں جنہیں علامہ محمد بن علی شامی مستند مانعین نے سبل الہدے والرشاد میں اپنے زمانہ کا حسان اور نبی کریم ﷺ کا محب صادق فرمایا اور امام اجل حضرت امام الائمہ تقی الملۃ والدین سبکی قدس سرہ الشریف کی جلالت شان و رفعت مکان تو آفتاب نیمروز سے زیادہ روشن ہے۔ یہاں تک کہ مانعین کے پیشوا مولوی نذیر حسین اپنے ایک مہری فتوے میں ان کا بالا جماع امام جلیل و مجتہد کبیر ہونا تسلیم کرتے ہیں اور اس زمانے کے اعیان علماء و مشائخ اسلام کا ان کے ساتھ اس پر موافقت فرمانا بحمد اللہ تعالیٰ متبعین سلف صالحین کیلئے ایک کافی سند ہے۔ آخر نہ دیکھا کہ علامہ حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: اس قدر اقتدار کیلئے بس ہے۔

عالم کامل عارف باللہ سید سند مولانا سید جعفر برزنجی قدس سرہ العزیز جن کا رسالہ عقدالجوھر فی مولد النبی الازھر ﷺ حرمین محترمین و دیگر بلاد دارالاسلام میں رائج ہے اور مستند مانعین مولانا رفیع الدین نے تاریخ الحرمین میں اس رسالے اور ان مصنف جلیل القدر کی نہایت مدح و ثنا لکھی ہے اپنے رسالہ مبارکہ میں فرماتے ہیں:

قد استحسن القیام عند ذعرو لادته الشرینة ائمة ذورواية ورديه

فطوبیٰ لمن کان تعظیمه صلی الله علیه واله وسلم غاية مرامة

ترجمہ: ''بے شک نبی کریم ﷺ کے ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا ان اماموں نے مستحسن سمجھا ہے جو صاحب روایت و درایت تھے تو شادمانی اس کیلئے جس کی نہایت مراد و مقصود نبی کریم ﷺ کی تعظیم ہے۔''

ذکر ولادت کے وقت قیام باعث ثواب کثیر و فضل کبیر ہے:

فاضل اجل سیدی جعفر بن اسماعیل بن زین العابدین علوی مدنی نے اس کی شرح

"الکوکب الازھر علی عقد الجوھر" میں اس مضمون پر تقریر فرمائی۔فقیہ محدث مولانا عثمان بن حسن دمیاطی اپنے رسالہ اثبات قیام میں فرماتے ہیں:

القیام عند ذکر و لادة سید المرسلین ﷺ امر لا شک فی استحبابه و استحسانه و ند به یحصل لفاعله من الثواب الاوفر الخیر الاکبر لانه تعظیم ای تعظیم النبی الکریم و سی الخلق العظیم الذی اخر جنا اللہ به من ظلمات الکفرالی الایمان و خلصتا اللہ به من نار الجھل الی جنات المعارف و الایقان فتعظیمه صلی اللہ علیه وسلم قیه مارعة الی رضاء رب العلمین و اظھار اقوی شعائر لدین و من یعظم شعائر اللہ ناتھا من تقوی القلوب و من یعظیم حرمت اللہ فھو خیر له عندربه

ترجمہ: "قرأت مولد شریف میں ذکر ولادت سید المرسلین ﷺ کے وقت حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم کو قیام کرنا بے شک مستحب و مستحسن ومندوب ہے جس کے فاعل کو ثواب کثیر وفضل کبیر حاصل ہوگا کہ وہ تعظیم ہے اور کیسی تعظیم ہے ان نبی کریم صاحب خلق عظیم علیہ الصلاۃ والسلام کی جن کی برکت سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں ظلمات کفر سے نور ایمان کی طرف لایا اور ان کے سبب ہمیں دوزخ جہل سے بچا کر بہشت معرفت و یقین میں داخل فرمایا تو حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم میں خوشنودی رب العالمین کی طرف دوڑنا ہے اور قوی ترین شعائر دین کا آشکار کرنا اور جو تعظیم کرے شعائر خدا کی تو وہ داوں کی پرہیز گاری سے ہے اور جو تعظیم کرے خدا کی حرمتوں کی تو وہ اس کیلئے اس کے رب کے یہاں بہتر ہے۔"

پھر بعد نقل دلائل فرمایا ہے:

فاستفید من مجموع ماذکرنا استحباب القیام له صلی اللہ علیه وسلم عند ذکر و لادته لما فی ذالک من التعظیم له صلی اللہ علیه وسلم لا یقال القیام عند ذکر ولادته صلی اللہ علیه وسلم بدعته لا

نا لقول ليس كل بدعت مذمومة كما اجاب بذالک الامام المحقق الولى ابوذرعة العراقي سئل عن فعل المولد امستحب او مكروه و هل وردفيه شئي او فعل به من يقتدى به فاجاب بقوله الوليمة و اطعام الطعام مستحب كل وقت فيكف اذا اتفم الى ذلک السرور بظهور نور النبوة فى هذا الشهر الشريف ولانعلم ذلک عن السلف ولا يلزم من كوته بدعة كوته مكروها فكم من بدعة مستحبة بل واجبة اذا لم تنضم بذالک مفدة والله الموفق

ترجمہ: ''ان سب دلائل سے ثابت ہوا کہ ذکر ولادت شریف کے وقت قیام مستحب ہے کہ اس میں نبی کریم ﷺ کی تعظیم ہے کوئی یہ نہ کہے کہ یہ قیام تو بدعت ہے اس لیے ہم کہتے ہیں کہ ہر بدعت بری نہیں ہوتی جیسا کہ یہی جواب دیا۔ امام محقق ولی ابوذرعہ عراقی نے جب ان سے مجلس میلاد کو پوچھا گیا تھا کہ مستحب ہے یا مکروہ اور اس میں کچھ وارد ہوا ہے یا کسی پیشوانے کی ہے تو جواب میں فرمایا ولیمہ اور کھانا کھانا ہر وقت مستحب ہے پھر اس صورت کا کیا پوچھنا جب اس کے ساتھ اس ماہ مبارک میں ظہور نور نبوت کی خوشی مل جائے اور ہمیں یہ امر سلف سے معلوم نہیں نہ بدعت ہونے سے کراہت لازم کہ بہتری بدعتیں مستحب بلکہ واجب ہوتی ہیں جب ان کے ساتھ کوئی خراب مضمون نہ ہو اور اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے۔''

پھر ارشاد فرماتے ہیں:

قد اجتمعت الامة المحمدية من اهل السنته والجماعة على استحسان القيام المذكور و قد قال صلى الله عليه وسلم لا تجتمع امتى على الضلالة

ترجمہ: ''بے شک امت مصطفیٰ ﷺ سے اہل سنت و جماعت کا اجماع و اتفاق ہے کہ یہ قیام مستحسن ہے اور بے شک نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: میری امت گمراہی پر

جمع نہیں ہوتی۔"

امام علامہ مدابلقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

جرت عادة القوم بقيام الناس اذا انتهى الداح الى ذكر مولد صلى الله عليه وسلم وهي بدعة مستحبة لعافيه من اظهار السرور والتعظيم الخ نقد المولیٰ الدمياطي

ترجمہ: "عادت قوم کی جاری ہے کہ جب مدح خواں ذکر میلاد حضور اقدس ﷺ تک پہنچتا ہے تو لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں اور یہ بدعت مستحبہ ہے کہ اس میں نبی کریم ﷺ کی پیدائش پر خوشی اور حضور کی تعظیم کا اظہار ہے۔"

علامہ ابوزید اپنے رسالہ میلاد میں لکھتے ہیں:

استحسن القيام عند ذكر الولاده

ترجمہ: "ذکر ولادت کے وقت قیام مستحسن ہے۔"

خاتمۃ المحدثین زین الحرم عن الکرم مولانا سید احمد زین دحلان مکی قدس سرہ الملکی اپنی کتاب مستطاب الدرالسنیہ فی الرد علی الوہابیہ میں فرماتے ہیں:

من تعظيمه ﷺ الفرح بليلة ولادته و قراء ة المولد و القيام عند ذكر ولادته ﷺ واطعام الطعام و غير ذلك مما يعتاد الناس فعله من انواع البرفان ذلك كل من تعظيمه ﷺ و قد افردته المولد وما يتعلق بها بالتا ليف داعتنى بذالك كثير من العلماء فالفوافي ذلك مصنفات مشحونة بالادلته و البر اهين فلاحاجة لنا الى طالالة بذلك

ترجمہ: "نبی کریم ﷺ کی تعظیم سے ہے حضور نبی کریم ﷺ کی شب ولادت کی خوشی کرنا اور مولد شریف پڑھنا اور ذکر ولادت اقدس کے وقت کھڑا ہونا، اور مجلس شریف میں حاضرین کو کھانا دینا اور ان کے سوا اور نیکی کی باتیں کہ مسلمانوں میں رائج

ہیں کہ یہ سب نبی کریم ﷺ کی تعظیم سے ہیں اور یہ مسئلہ مجلس میلاد اور اس کے متعلقات کا ایسا ہے جس میں مستقل کتابیں تصنیف ہوئیں اور بکثرت علمائے دین نے اس کا اہتمام فرمایا اور دلائل و براہین سے بھری ہوئی کتابیں اس میں تالیف فرمائیں تو اس مسئلہ میں تطویل کلام کی حاجت نہیں۔"

ذکر ولادت پر قیام کو سلف صالحین نے مستحسن کہا ہے:

شیخ مشائخنا خاتمۃ المحققین امام العلماء سید المدرسین مفتی الحنفیہ بمکتہ المحمیہ سیدنا و برکتنا علامہ جمال بن عبداللہ بن عمر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوی میں ارشاد فرماتے ہیں:

القیام عند ذکر مولده الاعطر صلی الله علیه واله وسلم استحسنه جمع من السلف فهو بدعته حسنه

ترجمہ: "ذکر مولد اعطر ﷺ کے وقت قیام کو ایک جماعت سلف نے مستحسن کہا تو وہ بدعت حسنہ ہے۔"

✿ پھر علامہ انباری کی مورد الظمآن سے نقل فرماتے ہیں:

قام الامام السبکی وسیع من یا مجلس و کفی بمثل ذلک فی الاقتداء اھ ملخصاً

ترجمہ: "امام سبکی اور تمام حاضرین مجلس نے قیام کیا اور اس قدر اقتداء کیلئے بس ہے۔" الفتاوی

مولانا جمال عمر قدس سرہ کے اس فتوے پر موافقت فرمائی۔ مولانا صدیق بن عبدالرحمٰن کمال مدرس مسجد حرام اور حضرت علامہ الوری علم الہدی وشیخنا و برکتنا سید سند احمد زین دحلان شافعی اور مولانا محمد بن محمد کتنی مکی اور مولانا حسین بن ابراہیم مکی مالکی مفتی بالکیہ وغیرہم اکابر علماء نے نفعنا اللہ تعالیٰ بعلومھم آمین یہی مولانا حسین دوسری جگہ فرماتے ہیں:

استحسنه کثیر من العلماء و هو حسن لما یجب علینا تعظیمه صلی الله علیه وسلم

ترجمہ: ''اسے بہت علماء نے مستحسن رکھا اور وہ حسن ہے کہ ہم پر نبی کریم ﷺ کی تعظیم واجب ہے''

ذکر ولادت کی محفل میں روح محمدی موجود ہوتی ہے:

۞ مولانا محمد بن یحییٰ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نعم یجب القیام عند ذکر ولادته ﷺ ازیحضر روحانیة ﷺ فعند لک یجب التعظیم والقیام

ترجمہ: ''ہاں ﷺ! ذکر ولادت حضور نبی کریم ﷺ کے وقت قیام ضرور ہے کہ روح اقدس حضور نبی کریم ﷺ جلوہ فرما ہوتی ہے تو اس وقت تعظیم وقیام لازم ہوا۔

قوله: رحمه الله تعالیٰ یجب القیام الخ. اقول: ارادلتاکد فی محل الادب کقول القائل الحبیبه حقک واجب علی و هو من المحادرات الشائمة بینهم کما لا یخفی علی من تتبع کلما لهم و اما حضور روحانیة صلی الله علیه وسلم فعلی مانصل و نقح ابی و مولای مقدام العلماء الکرام فی کتابه اذاقة الاثام و الله تعالیٰ اعلم

۞ مولانا عبداللہ بن محمد مفتی حنیفہ فرماتے ہیں:

استحسنه کثیرون ترجمہ: ''اسے بہت علماء نے مستحسن کہا ہے۔

۞ شیخ مشائخنا مولانا الامام الاجل الفقیہ المحدث سراج العلماء عبداللہ سراج مکی مفتی حنیفہ فرماتے:

توارثه الائمة الاعلام و اقره الائمة والحکام من غیر نکیرو روادو لهذا کان حسنا و من یستحق التعظیم غیره ﷺ و یکفی اثر عندالله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه ماراه المسلمون حسنا فهو عندالله حسن

ترجمہ: ''یہ قیام مشہور اماموں میں برابر متوارث چلا آتا ہے اور اسے ائمہ وحکام

نے برقرار رکھا اور کسی نے ردو انکار نہ کیا لہٰذا مستحب ٹھہرا اور نبی کریم ﷺ کے سوا اور کون مستحق تعظیم ہے اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کافی ہے کہ جس چیز کو اہل اسلام نیک سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی نیک ہے۔

اسی طرح مفتی عمر بن ابی بکر شافعی نے اس کے استحباب واستحسان پر تصریح فرمائی۔

فتوائے علمائے حرمین محترمین جس پر مفتی مکہ معظمہ مولانا محمد بن حسین کتبی حنفی اور رئیس العلماء شیخ المدرسین مولانا جمال حنفی اور مفتی مالکیہ مولانا حسین ابراہیم مکی اور سید المحققین مولانا احمد بن زین شافعی اور مدرس مسجد نبوی ﷺ مولانا محمد بن محمد غرب شافعی اور مولانا عبدالکریم بن عبدالحکیم حنفی مدنی اور فقیہ جلیل مولانا عبدالجبار حنبلی بصری نزیل مدینہ منورہ اور مولانا ابراہیم بن محمد خیار حسینی شافعی مدنی کی مہریں ہیں اور اصل فتوی مزین بخطوط ومواہیر علمائے ممدوحین فقیر نے بچشم خود دیکھا اور مدتوں فقیر کے پاس رہا جس میں اکثر مسائل متنازع فیہا پر بحث فرمائی اور بدلائل باہرہ مذہب وہابیت کو سراسر مردود وباطل ٹھہرایا ہے۔

قیام کو حرام وممنوع کہنا محققین کے نزدیک فاسد ہے:

۞ اس میں دربارۂ قیام مذکورہ

اما قیام اهل الاسلام عند ذکرو لادته علیه الصلوٰة والسلام فی ذلک المحفل اشاعة للتعظیم واظهار اللاحترام فقد صرح فی انسان العیون المشهور بالسیرة الحدیة باستحسانه کذلک و قالا العدمة البرزنجی فی رسالة المولد قد استحسن القیام عند ذکر مولده الشریف ائمة ذور روایة و رودیة فطو بی لمن کان تعظیمه صلی الله علیه وسلم غایة مرامه و مرماه انتهی بلفظه اما الحکم بحرمة ذلک التعظیم و مما تعته بدلیل عدم ذکره بالخصوص فی السنته فهو فاسد عند جمهور المحققین قال فی عین العلم والاسرار بالمساعد فیما لم یته عند وصا معتاردا بعد

عصر هم حسن و ان كان بدعة الخ اقول والدليل علے هذا ماردی عن ابن مسعود رضی الله عنه مرفوعا و موقونا ماراه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن و قوله عليه الصلوة والسلام خالقوا الناس باخلاقهم رواه الحاكم و قال صحيح علے شرط الشيخين وقال الامام حجة الاسلام نے الاحياء الادب الخامس موافقة القوم اذاتام واحدمنهم في وجد صادق من غير ريا او تكلف اوقام باختيار من غير و جد فلا بد من الموافقة و ذلک من ادب الصحبة و لكل قوم و مم و لا بد من مخالقة الناس باخلاقهم كما وردفی الخبر الاسيما اذا كانت اخلاقا فيها حسن العشرة وطيب القلب وقول القائل ان ذلک بدعة لم يكن فی الصحابة فليس كلما يحكم باباحته منقولا عن الصحابة و انما المخدرد بدعة تراغم سنة مامور ابها و لم ينقل النهى عن شئى من هذا و كذلک سائر انواع المساعدات اذا قصديها تطييب القلب و اصطلح عليها جماعة فالا حسن المساعدة عليها الافيما درد نهی لايقبل التاويل انتهى كلام الامام حجة الاسلام باختصار المرام

ترجمہ: ''ذکر ولادت حضور نبی کریم ﷺ کے وقت اس محفل میں اہل اسلام کا اشاعت تعظیم واظہار احترام کیلئے قیام کرنا بتصریح انسان العیون مشہور بہ سیرت حلبیہ مستحسن ہے اور علامہ برزنجی رسالہ مولد میں فرماتے ہیں قیام وقت ذکر مولد شریف ائمہ ذو روایت و درایت کے نزدیک مستحب ہے تو خوشی ہو، اسے جس کی غایت مراد ومرام تعظیم حضور سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ انتہی۔ اور اس تعظیم کو بدیں وجہ کہ اس خصوصیت کے ساتھ حدیث میں مذکور نہیں حرام وممنوع کہنا جمہور محققین کے نزدیک فاسد ہے عین العلم میں فرماتے ہیں جس چیز سے شرع میں نہی نہ آئی اور بعد زمانہ سلف کے

لوگوں میں جاری ہوئی اس میں موافقت کر کے مسلمانوں کا دل خوش کرنا بہتر ہے اگرچہ وہ چیز بدعت ہو الخ۔ میں کہتا ہوں اور اس پر دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نبی کریم علیہ السلام کے ارشاد اور خود ان کے قول سے مروی ہوئی کہ اہل اسلام جس چیز کو نیک جانیں وہ خدا کے نزدیک بھی نیک ہے اور وہ حدیث کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا: لوگوں سے ان کی عادتوں کے موافق برتاؤ کرو۔ حاکم نے اسے روایت کیا اور کہا کہ بخاری و مسلم کی شرح پر صحیح ہے۔

اور امام حجۃ الاسلام غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں پانچواں ادب قوم کی موافقت کرنا ہے قیام میں جب کوئی ان میں سے سچے وجد میں بے نمائش و تکلف یا بلا وجد اپنے اختیار سے کھڑا ہو تو ضرور ہے کہ سب حاضرین ان کی موافقت کریں اور کھڑے ہو جائیں کہ یہ آداب صحبت سے ہے اور ہر قوم کی ایک رسم ہوتی ہے اور لوگوں سے ان کی عادتوں کے موافق برتاؤ کرنا لازم ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا: خصوصاً جب ان عادتوں میں اچھا برتاؤ اور دلوں کی خوشنودی ہو اور کہنے والے کا یہ کہنا کہ بدعت ہے صحابہ سے ثابت نہیں تو یہ کب ہے کہ جس چیز کے جواز کا حکم دیا جائے وہ صحابہ سے منقول ہو، وہ بدعت بُری وہ جو کسی سنت ماموربہا کا کاٹ کرے اور ان باتوں سے نہی کہیں نہ آئی اور ایسے ہی سب مساعدتین جب ان سے دل خوش کرنا مقصود ہو اور ایک جماعت نے اس پر اتفاق کر لیا ہو تو بہتر یہی ہے کہ ان کی موافقت کی جائے مگر ان باتوں میں جن سے ایسی صریح نہی وارد ہوئی کہ لائق تاویل بھی نہیں یہاں تک کہ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد کہ باختصار منقول ہوا۔ انتہی

علماء مدینہ کے نزدیک بھی قیام و ذکر ولادت مستحب ہے:

- آخر روضۃ النعیم میں جو فتاویٰ علمائے کرام مطبوع ہوئے ان میں فتوائے حضرات علمائے مدینہ منورہ میں بعد اثبات حسن و خوبی محفل میلاد شریف مذکور:

و قراء ته بحضرة المسلمين و انفاق البرات و القيام عند ذكر

ولادة الرسول الامين ﷺ درش ماء الورد دوالعاء النجور و تزيين المكان و قراء ة شئى من القرآن و الصلوٰة على النبى ﷺ و اظهار الفرح والسرور فلا شبهة فى انه بدعته حسنة مستحبة و فضيلة شريفة ستحسنة اذليس كل بدعة حرا مابل تدتكون واجبة كنصب الادلة للرد علے القرق الضالة و تعلم النحو و سائر العاوم المعينة علے فهم الكتاب والسنة كما ينغر و مندربة كنباء الربط و المدارس و مباحة كالتوسع فى آلماكل والمشارب المذيذة والثياب كما فى شرح المنادى على جامع الصغير عن تهذيب النوى فلا ينكر هاالا مبتدع الاستماع لقوله بل على حاكم الاسلام ان يعزره والله تعالیٰ اعلم

ترجمہ: خلاصہ مقصود یہ ہے کہ میلاد شریف میں ولیمے کرنا اور حال ولادت اقدس رسول امین ﷺ کے وقت قیام کرنا اور گلاب چھڑ کنا اور خوشبوئیں سلگانا اور مکان آراستہ کرنا اور کچھ قرآن اور نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھنا اور فرحت وسرور کا اظہار کرنا بے شک بدعت حسنہ مستحبہ اور فضیلت شریفہ مستحسنہ ہے کہ ہر بدعت حرام نہیں ہوتی بلکہ کبھی واجب ہوتی ہے جیسے گمراہ فرقوں پر رد کیلئے دلائل قائم کرنا اور نحو وغیرہ وہ علوم سیکھنا جن کی مدد سے قرآن وحدیث بخوبی سمجھ میں آسکیں اور مدرسے بنانا اور کبھی مباح جیسے لذیذ کھانے پینے اور کپڑوں میں وسعت کرنا جیسا کہ علامہ مناوی نے شرح جامع صغیر میں تہذیب امام علامہ نووی سے نقل کیا تو ان امور کا انکار وہی کرے گا جو بدعتی ہوگا اس کی بات سننا نہ چاہیے بلکہ حاکم اسلام پر واجب ہے کہ اسے سزا دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم انتہیٰ

علماء مکہ کے نزدیک میلاد و قیام مستحب ہے:

اس فتوے پر مولانا عبدالجبار و ابراہیم بن خیار وغیرہما تمیں علماء کی مہریں ہیں اور فتوائے علمائے مکہ معظمہ میں میلاد و قیام کا استحباب علمائے سلف سے نقل کر کے فرماتے ہیں:

فالمنکر لھٰذا مبتدع بدعۃ سئتہ مذمومۃ لا نکارہ علیٰ شئ حسن عند اللہ والمسلمین کما جاء فی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال مارآہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن المراد من المسلمین ھھنا الذین کملوا الاسلام کا لعلماء العاملین و علماء العرب و المصر و الشام و الروم والاندلس کلھم داوہ حسنا من زمان السلف الی الآف نصار الاجماع والامر الذی ثبت باجماع الامۃ فھو حق لیس بضلال قال رسول اللہ ﷺ لا تجتمع امتی علی الضلالۃ فعلی حاکم الشریۃ تعزیر المنکر واللہ تعالیٰ اعلم

ترجمہ: ''مجلس وقیام کا منکر بدعتی ہے اور اس منکر کی بدعت سیئہ و مذمومہ کہ اس نے ایسی چیز پر انکار کیا جو خدا و اہل اسلام کے نزدیک نیک تھی جیسا کہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں آیا ہے کہ جس چیز کو مسلمان نیک اعتقاد کریں وہ خدا کے نزدیک نیک ہے اور یہاں مسلمانوں سے کامل مسلمان مراد ہیں جیسے علمائے باعمل اور مجلس قیام کو علمائے عرب ومصر وشام وروم واندلس نے سلف سے آج تک مستحسن جانا تو اجماع ہوگیا اور جو امر اجماع امت سے ثابت ہو، وہ حق ہے گمراہی نہیں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: میری امت گمراہی پر اتفاق نہیں کرتی پس حاکم شرح پر لازم ہے کہ منکر کو سزا دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم انتہی

اس فتوے پر حضرت سید العلماء احمد دحلان مفتی شفافعیہ و جناب مستطاب شیخنا و برکتنا سراج الفضلاء مولانا عبدالرحمٰن سراج مفتی حنفیہ ومولانا حسن مفتی حنبلیہ ومولانا محمد شرقی مفتی مالکیہ وغیرہم پیتالیس علماء کی مہریں ہیں۔

ذکر میلاد وقیام علماء جدہ کے نزدیک بھی مستحب ہے:

فتوائے علمائے جدہ میں مجیب اوّل مولانا باصر بن علی احمد مجلس میلاد اور اس میں قیام وتعیین یوم وتزئین مکان واستعمال خوشبو وقرأت قرآن واظہار سرور واطعام طعام

کی نسبت فرماتے ہیں:

بهذا الصورة المجوعة من الاشياء المذكورة بدعة حنسة مستحبته شرعاً لا ينكرها الا من فى قلبى شعبة من شعب النفاق و البغض له ﷺ و كيف يسوغ له ذلک مع قوله تعالىٰ و من يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب

ترجمہ: ''جس مجلس میں یہ سب باتیں کی جائیں وہ شرعاً بدعت حسنہ مستحبہ ہے جس کا انکار کرے گا مگر وہ جس کے دل میں نفاق کی شاخوں سے ایک شاخ اور نبی کریم ﷺ کی عداوت ہے اور یہ انکار اسے کیونکہ روا ہوگا، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جو خدا کے شعاروں کی تعظیم کرے تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہیں۔''

۞ مولانا عباس بن جعفر بن صدیق فرماتے ہیں:

ما اجاب به الشيخ العلامة فهو الصواب لا يخالفه الا اهل النفاق و ما فحا لسؤال كله حسن كيف لا و قدقصد بذالک تعظيم المصطفى صلى الله عليه وسلم لا حرمنا الله تعالىٰ من زباره فى الدنيا ولا من فاعة فى الاخرى و من الكرمن ذلک فهو محروم منهما

ترجمہ: ''شیخ علامہ باصر بن احمد بن علی نے جو جواب دیا وہی حق ہے اس کا خلاف نہ کریں گے مگر منافقین اور جو کچھ سوال میں مذکور ہے سب حسن ہے اور کیوں نہ حسن ہو کہ اس سے مصطفیٰ کریم ﷺ کی تعظیم مقصود ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں محروم نہ کرے ان کی زیارت سے دنیا میں اور نہ ان کی شفاعت سے آخرت میں اور جو اس سے انکار کرے گا وہ ان دونوں سے محروم ہے۔''

ولادت و معجزات کا ذکر کرنا اور سننا سنت ہے:

۞ مولانا احمد فتاح لکھتے ہیں:

اعلم ان ذكر ولادة النبى ﷺ و ماو قع من معجزاته و

الحضور لسماعه سنة بلاشک و ریب الکن مع هذه الصورة المجموعة من الاشیاء الذکورة کما هوا لمعمول فی الحرمین الشریفین و جمیع دیار العرب بدعت حسنة مستحبة یثات فاعلها و یعاقب منکر هاوما تعها

ترجمہ: ''جان تو کہ نبی کریم ﷺ کی ولادت و معجزات کا ذکر اور اس کے سننے کو حاضر ہونا بے شک سنت ہے مگر یہ ہیئت مجموعی جس میں قیام وغیرہ اشیائے مذکورہ ہوتی ہیں جیسا کہ حرمین شریفین اور تمام دیار عرب کا معمول ہے یہ بدعت حسنہ مستحبہ ہے جس کے کرنے والے کو ثواب اور منکر و مانع پر عذاب۔''

✿ مولانا محمد بن سلیمان لکھتے ہیں:

نعم اصل ذکر المولد الشریف و سماعه سنة و بهذه الکیفیة المجموعة بدعة حسنة مستحبة و فضیلة عظیمة مقبولة عندالله تعالیٰ کما جاء فی اثر عبدالله بن مسعود رضی الله عنه ماراه المسلمون حسنا فهو عندالله حسن والمسلمون من زمانه السلف الی الان من اهل العلم و العرفان کلهم رأوه حسنا بلا نقصان فلا بنکر ولا یمنع من ذلک الامانع الخیر والاحسان و ذالک عمل الشیطان

ترجمہ: ''ہاں! اصل ذکر مولد شریف اور اس کا سننا سنت ہے اور اس کیفیت مجموعی کے ساتھ جس میں قیام وغیرہ ہوتا ہے بدعت حسنہ مستحبہ اور بڑی فضیلت پسندیدہ خدا ہے کہ حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ میں وارد ہے جسے مسلمان نیک سمجھیں وہ خدا کے نزدیک بھی نیک ہے اور مسلمان سلف سے آج تک علماء و اولیاء سب سے مستحسن بلا نقصان سمجھتے آئے تو اس سے منع و انکار نہ کرے گا مگر وہ کہ خیر اور بھلائی سے روکنے والا ہوگا اور یہ کام شیطان کا ہے۔''

✿ مولانا احمد جبلس لکھتے ہیں:

الحمد لله و کفی الصلوٰ علی المصطفی نعم ذکر ولادة النبی

ﷺ و معجزاته و حليته والحضور لسماعه تزيين المكان

ورش ماء الورد و النجور بالعودو تعيين اليوم و القيام عند ذكر

ولادته ﷺ و طعام الطعام و تقسيم التمور قراء ة شئي من

القرآن كلها مستحبة بلاشک و ريب والله اعلم بالغيب

ترجمہ: ''خدا کو حمد ہے اور وہ کافی ہے اور مصطفیٰ کریم ﷺ پر درود و سلام، ہاں ولادت و معجزات و حلیہ شریف نبی کریم ﷺ کا ذکر کرنا اوران کے سننے کو حاضر ہونا اور مکان سجانا اور گلاب چھڑکانا اور اگر سلگانا اور دن مقرر کرنا اور ذکر ولادت نبی کریم ﷺ کے وقت قیام کرنا اور کھانا کھلانا اور خرمے بانٹنا اور قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھنا سب بلاشب وشبہ مستحب ہے۔

ذکر میلاد و قیام کے استحباب پر علماء عرب ومصر، شام وروم اور اندلس متفق ہیں:

✪ مولانا محمد صالح لکھتے ہیں:

امة النبی ﷺ منالعرب و المصر و الشام و الروم والا ندلس و

جميع بلاد الاسلام مجتمع و مفتق علی استحبابه و استحسانه

ترجمہ: ''نبی کریم ﷺ کی امت عرب ومصر وشام وروم واندلس وتمام بلاد اسلام سے اس کے استحباب واستحسان پر اجماع واتفاق کیے ہوئے ہے اور اسی طرح احمد بن عثمان واحمد بن عجلان ومحمد صدقہ وعبدالرحیم بن محمد زبیدی نے لکھا اور تصدیق کیا۔''

✪ فتوائے علمائے حدیدہ میں مولانا یحییٰ بن مکرم فرماتے ہیں:

الف فی ذالک العلماء و حثواعنی فعله فقالو الاینکرها

الامبتدع فعلی حاکم الشریعة ان یعزره

ترجمہ: ''علماء نے اس بارے میں کتابیں تالیف فرمائیں اور اس کے فعل پر رغبت دی اور فرمایا: اس کا انکار نہ کرے گا مگر بدعتی حاکم شرع پر اس کی تعزیر لازم۔

✪ مولانا علی شامی فرماتے ہیں:

یا ینکر هذا الامن طیع الله علی قلبه و قد نص علماء السنة علیٰ ان

هذا من المستحسن المثاب عليه ردوا الرد الحسن على منكره الخ

ترجمہ: ''اس کا انکار نہ کرے گا مگر وہ جس کے دل پر خدا نے مہر کر دی اور بے شک علمائے اہل سنت نے تصریح فرمائی کہ یہ مستحسن وکار ثواب ہے اور منکر کا خوب رد فرمایا ہے۔''

✿ مولانا علی بن عبداللہ لکھتے ہیں:

لا يشك فيه الا مبتدع يليق به التعزير

ترجمہ: ''اس میں شک نہیں کرے گا سوائے بدعتی کے جو قابل سزا ہوگا۔''

✿ مولانا علی طحان لکھتے ہیں:

قراء ة المولد الشريف و القيام فيه مستحب و من انكر ذالك فهو جحود لا يعرف مراتب الرسول صلى الله عليه وسلم

ترجمہ: ''مولد شریف پڑھنا اور اس میں قیام کرنا مستحب ہے اور منکر ہٹ دھرم ہے جسے رسول اللہ ﷺ کی قدر معلوم نہیں۔''

✿ مولانا محمد بن داؤد بن عبدالرحمٰن لکھتے ہیں:

مستحب يثاب فاعله ولا ينكره الا مبتدع

ترجمہ: ''مستحب ہے کرنے والا ثواب پائے گا اور منکر بدعتی ہے۔''

✿ مولانا محمد بن عبداللہ لکھتے ہیں:

قراء ة المولد الشريف و القيام عند ذكر ولادة ﷺ و كل شئى فى السوال حسن بتعظيم المصطفى ﷺ و من يستحق التعظيم غيره

ترجمہ: ''مولد شریف پڑھنا اور ذکر ولادت نبی ﷺ کے وقت قیام کرنا اور جتنی باتیں سوال میں مذکور ہیں سب بہ سبب تعظیم مصطفیٰ ﷺ کے حسن ہیں اور حضور نبی کریم ﷺ کے سوا تعظیم کا مستحق کون ہے۔''

✿ مولانا احمد بن محمد بن خلیل لکھتے ہیں:

هوالصواب اللدئق بتعظيم المصطفى صلى الله عليه وسلم

فعلی حاکم الشریعۃ المطهرۃ زجر من انکر و تعزیرہ

ترجمہ: ''یہی حق ہے اور تعظیم مصطفیٰ ﷺ کے مناسب پس حاکم شریعت مطہرہ پر لازم ہے کہ منکر کو جھڑکے اور سزا دے۔''

✿ مولنا عبدالرحمٰن بن علی حضرمی لکھتے ہیں:

استحسنوا القیام تعظیماله اذا جاء ذکر مولدہ ﷺ وماصار تعظیماله ﷺ نوجب علینا اداؤہ والقیام به و لاینکر ماذکرنا الا مبتدع مخالف عن طریق اهل السنة والجماعة لا استماع ولا اصغاء لکلامهم علی حاکم الاسلام تعزیرہ

ترجمہ: ''علماء نے وقت ذکر ولادت نبی کریم علیہ السلام کی تعظیم ٹھہری تو اس کا ادا کرنا اور بجا لانا ہم پر واجب ہو گیا اور اس کا انکار نہ کرے گا مگر بدعتی مخالف طریقہ اہل سنت و جماعت جس کی بات نہ سننے کے قابل نہ توجہ کے لائق اور حاکم اسلام پر اس کی تعزیر واجب ہے۔''

ذکر میلاد و قیام کے استحباب پر سو سے زائد علماء کی تصریح:

بالجملہ، سردست اس قدر کتب و فتاوے و افعال و اقوال علماء آئمہ سے اس قیام مبارک کے استحسان و استحباب کی سند صریح حاضر ہے جس میں سو سے زئد علماء آئمہ کی تحقیق و تصدیق روشن ظاہر اور رسالہ غایۃ المرام میں علمائے ہند کے بھی فتوے چھپے ہیں جن پر پچاس سے زیادہ مہر و دستخط ہیں اب منصف انصاف کرے آیا، اس قدر علمائے (۱) مکہ معظمہ، (۲) مدینہ منورہ، (۳) جدہ، (۴) حدیدہ، (۵) روم، (۶) مصر، (۷) دمیاط، (۹) یمن، (۱۰) زبید، (۱۱) بصرہ، (۱۲) غرموت، (۱۳) حلب، (۱۴) حبش، (۱۵) برزنج، (۱۶) برع، (۱۷) اکرد، (۱۸) افغستان، (۱۹) اندلس و (۲۰) ہند، کا اتفاق قابل قبول ارباب عقول نہ ہوگا یا معاذ اللہ۔ یہ عمائد شریعت صدہا سال سے آج تک سب کے سب متبدع و بدمذہب اور ایک بدعت ضلالت کے مستحب و مستحسن ماننے والے ٹھہریں گے تعصب نہ کیجئے تو ہم ایک تدبیر بتائیں ذرا اپنے دل کو خیالات این وآں سے

رہائی دیجئے اور آنکھیں بند کر کے گردن جھکا کر یوں دل میں مراقبہ کیجئے کہ گویا یہ سینکڑوں اکابر سب کے سب ایک وقت میں زندہ موجود ہیں اور اپنے مراتب عالیہ کے ساتھ ایک مکان عالی شان میں جمع ہوئے اور ان کے حضور مسئلہ قیام پیش ہوا ہے اور ان سب عمائد نے یک زبان ہوکر بآواز بلند فرمایا: بے شک مستحب ہے وہ کون ہے جو اسے منع کرتا ہے ذرا ہمارے سامنے آئے، اس وقت ان کی شوکت و جبروت کو خیال کیجئے اور مشتے چند مانعین ہندوستان میں ایک ایک کا منہ چراغ لے کر دیکھیئے کہ ان میں سے کوئی بھی اس عالی شان مجموع میں جاکر ان کے حضور اپنی زبان کھول سکتا ہے اور یوں تو:

چو شیراں برفتند از مرغزار
زند روبہ لنگ لاف شکار!

سواداعظم کی اتباع لازمی ہے:

جسے چاہے کہہ دیجئے کہ وہ کیا تھے ہم ان کی کب مانتے ہیں ان کا قول کیا حجت ہو سکتا ہے یہ بھی نہ سہی بالفرض اگر ان سب اکابر سے بیان مسئلہ میں غلط وخطاء ہو جائے تو نقل و روایت میں تو معاذ اللہ کذب وافترانہ کریں گے، اوپر کی عبارتیں دیکھیئے کہ کتنے علمائے اہل سنت و جماعت و علمائے بلاد دار اسلام کا اس فعل کے استحباب واستحسان پر اجماع نقل کیا ہے کیا اجماع اہل سنت بھی پایہ قبول سے ساقط اور ہنوز دلیل وسند کی حاجت باقی ہے اچھا یہ بھی جانے دو اور ان چند ہندیوں کا خلاف کہ وہ بھی جب یہاں کسی طرح کا دینی بندوبست وانتظام نہ رہا اور ہر ایک کو جو منہ میں آئے بک دینے کا اختیار ملا، وقت وموقع پا کر بہک اٹھے قادح اجماع جانو تاہم ہماری طرف سواداعظم میں تو شک نہیں اور حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

اتبعوا السواد الاعظم فمن شذ شذ فی النار

ترجمہ: ''بڑے گروہ کی پیروی کرو کہ جو اکیلا رہا، اکیلا دوزخ میں گیا۔''

✿ اور فرماتے ہیں:

انما یا کل الذئب القاصیۃ

ترجمہ: ''بھیڑیا اسی بکری کو کھاتا ہے جو گلہ سے دور ہوتی ہے۔''

انصاف کیجئے تو حضرت امام اجل محقق اعظم سیدنا تقی الملۃ والدین سبکی اور اس وقت کے اکابر علما واعیان قضاۃ ومشائخ واسلام کا قیام ہی مسلمانوں کیلئے حجت کافیہ تھا جس کے بعد اور سند کی احتیاج نہ تھی جیسا کہ علامہ جلیل علی بن برہان حلبی وعلامہ انباری وغیرہما علمانے تصریح فرمائی نہ کہ ان ائمہ کے بعد یہ قیام تمام بلاد دارالاسلام کے خواص وعوام میں صدہا سال سے شائع وذائع رہے اور ہزار ہا علماء واولیاء اس پر اتفاق واجماع فرمائیں جب بھی آپ صاحبوں کے نزدیک لائق تسلیم نہ ہو۔ صدحیف ہزار افسوس کہ قرن ہا قرن سے علمائے امت محمدیہ ﷺ سب معاذ اللہ بدعتی وغلط گو دغلط کار ٹھہریں اور سچے پکے سنی بنیں تو یہ چند ہندی جنہیں اس ملک میں احکام اسلام جاری نہ ہونے نے ڈھیلی باگ کردی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ ہے مجمل تحقیق استحباب قیام پر صرف ایک دلیل کی۔ اس کے سوا دلائل متکاثرہ و حج باہرہ و براہین ظاہرہ قرآن وحدیث واصول وقواعد شرع سے اس پر قائم ہیں، جن کی تفصیل وتوضیح اور شبہات مانعین کی تذلیل و تفضیح برطرز بدیع ونہج نجیح حضرت حجۃ الخلف بقیۃ السلف تاج العلماء رأس العلماء سیدی ومولائے خدمت والد ماجد حضرت مولانا مولوی محمد نقی علی خان صاحب قادری برکاتی احمدی قدس اللہ تعالیٰ سرہ الزکی نے رسالہ مستطابہ ''اذاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد و القیام'' میں بما لامزید علیہ بیان فرمائی جسے تحقیق بے عدیل وتدقیق بے غدیل وتدقیق بے مثیل دیکھنے کی ہو، اسے مژدہ دیجئے کہ اس پاک مبارک رسالہ کے مائدہ فائدہ سے زلہ ربا ہور ہا یہ کہ یہ قیام ذکر ولادت شریفہ کے وقت کیوں ہے اس کی وجہ نہایت روشن اولاً صدہا سال سے علمائے کرام و بلاد دارالسلام میں یونہی معمول ثانیاً ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ ذکر پاک صاحب لولاک ﷺ کی تعظیم مثل ذات اقدس کے ہے اور صور تعظیم سے ایک صورت قیام بھی ہے

اور یہ صورت قدوم معظم بجالائی جاتی ہے اور ذکر ولادت حضور نبی کریم ﷺ کے عالم دنیا میں تشریف آوری کا ذکر ہے تو یہ تعظیم اسی ذکر کے ساتھ مناسب ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

میاں نذیر حسین دہلوی اور ملا مجتہد دہلوی کا تعاقب:

ہمارے فرقہ اہل سنت و جماعت پر رحمت الٰہیہ کی تمامی سے ہے کہ اس مسئلے میں بہت منکرین کو اپنے گھر بھی جائے دست و پا زدن باقی نہیں وہ بزور زبان قیام کو بدعت وناجائز کہتے جاتے ہیں مگر ان کے امام ومولا و مرشد و آقا مجتہد الطائفہ میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کہ آج وہابیہ ہندوستان کے سر و سردار اور ان کے یہاں لقب شیخ الکل فے الکل کے سزاوار ہیں جن کی نسبت وہابیت ہند کی ناک طائفہ بھر کے بڑے متکلم بے باک کشور تو ہب کے افسر فوجی میاں بشیر الدین صاحب قنوجی نے اپنے رسالہ ممانعت مجلس وقیام مسمے بہ غایۃ الکلام میں لکھا، "زبدۃ المحققین وعمدۃ المحدثین مولانا سید نذیر حسین شاجہان آبادی از اولیائے عصر و اکابر علمائے ایں زمان است الی آخر الہذیان" یہ حضرت من حیث لا یشعر جواز واستحباب قیام تسلیم فرما چکے، امام اجل عالم الامہ کاشف الغمہ سید تقی الملۃ والدین سبکی اور ان کے حضار مجلس کا نعت وذکر حضور اصطفا علیہ افضل التحیۃ والثناسن کر قیام فرمانا تو ہم اوپر ثابت کر آئے اور اس سے ملا مجتہد دہلوی بھی انکار نہیں کر سکتے کہ خود اسی مسئلہ میں ان کے امام مستند علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سبل الہدی والرشاد میں یہ حکایت نقل فرمائی، اب سنئے کہ مجتہد بہادر اپنے ایک دستخطی مہری مصدقہ فتوے میں کہ فقیر کے پاس اصلی موجود ہے کیا کچھ تسلیم فرماتے ہیں ان امام ہمام کی نسبت لکھا ہے تقی الدین سبکی کے اجتہاد پر علماء کا اجماع ہے امام علامہ مجتہد ابن حجر مکی ان کی تعریف میں فرماتے ہیں: "الامام الجمع علی جلالتہ واجتہادہ" یہاں سے صاف ثابت ہوا کہ امام تقی الدین کا مجتہد ہونا ان تیرہ صدی کے مجتہد کو مقبول ہے اور اسی فتوے میں ہے جب ایک امام صحیح الاجتہاد نے ایک کام کیا تو ضرور ہے کہ اس کا اجتہاد اس کی طرف مؤدی ہوا اور اجتہاد مجتہد بے شک حجت شرعیہ ہے۔

اب کیا کلام رہا کہ اس قیام کے جواز پر حجت شرعیہ قائم اور اور سنئے اسی فتوے میں ہے جیسے ائمہ اربعہ کا قول ضلالت نہیں ہوسکتا، ایسے ہی کسی مجتہد کا مذہب بدعت نہیں ٹھہر سکتا جو کہے وہ خبیث خود بدعتی احبار رہبان پرست ہے کہ مجتہد چاہے اگلا ہو یا پچھلا وہ تو مظہر حکم خدا ہے نہ مثبت، اب تو ماننا پڑے گا کہ جو شخص قیام و بدعت ضلالت کہے وہ خبیث خود بدعتی احبار و رہبان پرست ہے اور سنئے تمام طائفہ جو ایسی جگہ اس خبط پر ناز کرتا تھا کہ یہ قیام حادث ہے اور حدیث میں محدثات کی مذمت وارد مجتہد صاحب نے یہ دروازہ بھی بند کر دیا کہ اسی فتوے میں ہے خدا نے مجتہدوں کو اس لیے بنایا ہے کہ جو واقعہ تازہ پیدا ہو اس کا دن اماموں پر طعن بعینہٖ قرآن و حدیث پر طعن ہے اور ایسی جگہ حدیث من احدث الخ پڑھنا اول تو جھوٹ دوسرے کتنا بے محل الخ اس مقام کا زیادہ احقاق و اکمالا ور دلائل مانعین کا ازہاق و ابطال فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ رسالہ "الصارم الالٰهي علی عمائد المشرب الواهي" پر محول کہ رد فتوائے مولوی نذیر حسین دہلوی میں زیر قصد تالیف ہے وہاں انشاء اللہ العزیز فیض الٰہی نئے طور سے بندۂ ازل ارذل کیلئے کارفرمائے عنایت واعانت ہوگا کہ جو کچھ لکھا جائے گا محض اقرار واعتراف عمائد فرقہ سے مثبت ہوگا۔

والله الموفق و المعين ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم

مقام دوم:

اس مقام کی شرح وتفصیل مقتضی نہایت اطناب وتطویل کہ اگر اس کا ایک حصہ بیان میں آئے تو کتاب مستقل ہو جائے معہذا ہمارے علمائے عرب وعجم بحمد اللہ تعالیٰ اس سے فارغ ہو چکے کوئی دقیقہ احقاق حق وابطال باطل کا اٹھا نہ رکھا علی الخصوص حضرت حامی السنن ماحی الفتن حجۃ اللہ فی الارضین معجزۃ سید المرسلین ﷺ حضرت سیدی ومولای خدمت والدم روح اللہ روحہ ونور ضریحہ نے کتاب مستطاب "اصول الرشاد لقمع مباني الفساد" میں وہ تحقیقات بدیعہ وتدقیقات منیعہ ارشاد فرمائیں جن کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ حق کیلئے نہیں مگر غایت انجلا و بیان اور باطل کو نصیب نہیں مگر موت بے امان و

الحمد للہ رب العلمین لہٰذا فقیر یہاں چند اجمالی نکتوں پر برسبیل اشارۃ ایما اکتفا کرتا ہے اگر اسی قدر چشم انصاف میں پسند آیا فیہا ورنہ انشاء اللہ تعالیٰ فقیر تفصیل و تکمیل کیلئے حاضر "ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیم"

نہی کی دلیل شرعی نہ ہو تو وہ مباح ہے:

نکتہ ا: اصل اشیاء میں اباحت ہے یعنی جس چیز کی ممانعت شرع مطہر سے ثابت اور اس کی برائی پر دلیل شرعی ناطق وہی تو ممنوع و مذموم ہے، باقی سب چیزیں جائز و مباح رہیں گی خاص ان کا ذکر جواز قرآن وحدیث میں منصوص ہو یا ان کا کچھ ذکر نہ آیا تو جو شخص جس فعل کو ناجائز یا حرام یا مکروہ کہے اس پر واجب کہ اپنے دعویٰ پر دلیل قائم کرے اور جائز و مباح کہنے والوں کو ہرگز دلیل کی حاجت نہیں کہ ممانعت پر کوئی دلیل شرعی نہ ہونا یہی جواز کی دلیل کافی ہے جامع ترمذی وسنن ابن ماجہ ومستدرک حاکم میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

الحلال ما احل اللہ فی کتابہ و الحرام ما حرم اللہ فی کتابہ و ما سکت عنہ فھو مما عفا عنہ

ترجمہ: "حلال وہ ہے جو اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ جو اللہ نے اپنی کتاب میں حرام فرما دیا اور جس کا کچھ ذکر نہ فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے معاف ہے۔ یعنی اس کے فعل پر کچھ مواخذہ نہیں مرقاۃ میں فرماتے ہیں:

فیہ ان الاصل فی الاشیاء الاباحۃ

ترجمہ: "اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اصل سب چیزوں میں مباح ہونا ہے۔"

- شیخ محقق شرح میں فرماتے ہیں ہیں:

"وایں دلیل سب برآنکہ اصل در اشیاء اباحت ست"

- نصر کتاب الحجۃ میں فرماتے ہیں امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے راوی ہے:

قال ان اللہ عزوجل خلقکم و ھو اعلم بضعفکم فبعث الیکم

رسولا من انفسکم و انزل علیکم کتابا وحد لکم فیه حدود امرکم ان لا تعتدوها و فرض فرائض امرکم ان تتبعوها و حرم حرمات نهاکم ان تنتهکوها و ترک اشیاء لم یدعها نسیا نافلا تتکلفوها و انما ترکها رحمة لکم

ترجمہ: ''بے شک اللہ عزوجل نے تمہیں پیدا کیا اور وہ تمہاری ناتوانی جانتا ہے تو تم میں تمہیں میں سے ایک رسول بھیجا اور تم پر ایک کتاب اتاری اور اس میں تمہارے لیے کچھ حدیں باندھیں اور تمہیں حکم دیا کہ ان سے نہ بڑھو اور کچھ فرض کیے اور تمہیں حکم کیا کہ ان کی پیروی کرو اور کچھ چیزیں حرام فرمائیں اور تمہیں ان کی بے حرمتی سے منع فرمایا اور کچھ چیزیں اس نے چھوڑ دیں کہ بھول نہ کر چھوڑیں ان میں تکلف نہ کرو اور اس نے تو تم پر رحمت ہی کیلئے انہیں چھوڑ دیا۔''

ازخود کسی چیز کو حرام یا مکروہ کہنا اللہ تعالیٰ پر افترا باندھنا ہے:

✿ امام عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی فرماتے ہیں:

لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالیٰ باثبات الحرمة اذا لکرهة الذین لا بد لهما من ذلیل بل فی الابابة التی هی الاصل

ترجمہ: ''یہ کچھ احتیاط نہیں ہے کہ کسی چیز کو حرام یا مکروہ کہہ کر خدا پر افترا کر دو کہ حرمت و کراہت کیلئے تو دلیل درکار ہے بلکہ احتیاط اس میں ہے کہ اباحت مانی جائے کہ اصل وہی ہے۔''

✿ مولانا علی قاری رسالہ ''اقتدا بالمخالف'' میں فرماتے ہیں:

من معلوم ان الاصل فی کل مسئلة هو الصحة و اما القول بالفساد او الکراهة فیحتاج الی حجة من الکتاب النسة و اوجماع الامة

ترجمہ: ''یقینی بات ہے کہ اصل ہر مسئلہ میں صحت ہے اور فساد یا کراہت ماننا یہ محتاج اسے کا ہے کہ قرآن یا حدیث یا اجماع امت سے اس پر دلیل قائم کی جائے اور

اسکے سوا بہت آیات واحادیث سے یہ مطلب ثابت اور اکابر ائمہ سلف وخلف کے کلام میں اسکی تصریح موجود ہے یہاں تک کہ میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کے فتوائے مصدقہ مہری دستخطی ہے۔ اور مدہوش بے عقل خدا ورسول نے ناجائز کہاں کہا ہے الخ اھ ملخصاً

پس مجلس میلاد وقیام وغیرہا بہت امور متنازع فیہا کے جواز پر ہمیں کوئی دلیل قائم کرنے کی حاجت نہیں شرع سے ممانعت نہ ثابت ہونا ہی ہمارے لیے دلیل ہے تو ہم سے سند مانگنا سخت نادانی اور بحکم مجتہد بہادر عقل وہوش سے جدائی ہے ہاں تم جو ناجائز و ممنوع کہتے ہو تم ثبوت دو کہ خدا اور رسول نے ان چیزوں کو کہاں ناجائز فرمایا اگر ثبوت نہ دو اور انشاء اللہ تعالیٰ ہرگز نہ دے سکو گے تو اقرار کرو کہ تم نے شرع مطہر پر افترا کیا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْن

سبحٰن اللہ الٹا سند کا مطالبہ ہم سے۔

ہر خصوصیت کا ثبوت شرعی ضروری نہیں:

✪ نکتہ: عموم وطلاق سے استدلال زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے آج تک علماء میں شائع وذائع یعنی جب ایک بات کو شرع نے محمود فرمایا تو جہاں اور جس وقت اور جس طرح وہ بات واقع ہوگی ہمیشہ محمود رہے گی۔ تاوقتیکہ کسی صورت خاصہ کی ممانعت خاص شرع سے نہ آجائے۔ مثلاً مطلق ذکر الٰہی کی خوبی قرآن وحدیث سے ثابت تو جب کبھی کہیں کسی طور پر خدا کی یاد کی جائے گی بہتری ہوگی ہر ہر خصوصیت کا ثبوت شرع سے ضرور نہیں مگر پاخانہ میں بیٹھ کر زبان سے یادِ الٰہی کرنا ممنوع کہ اس خاص صورت کی برائی شرع سے ثابت غرض جس مطلق کی خوبی معلوم اس کی خاص خاص صورتوں کی جدا جدا خوبی ثابت کرنا ضرور نہیں کہ آخر وہ صورتیں اسی مطلق کی تو ہیں جس کی بھلائی ثابت ہو چکی بلکہ کسی خصوصیت کی برائی ماننا یہ محتاج دلیل ہے۔

✪ مسلم الثبوت میں ہے:

شاع و ذاع احتجاجھم سلفا خلفا بالعمومات من غیر نکیر

✿ اسی میں ہے: العمل بالمطلق یقتضی والطلاق تحریر الاصول علامہ ابن الہام اور اس کی شرح میں ہے: یعمل حبان یجری جی کل ماصدق علیہ المطلق یہاں تک کہ خود فتوائے مصدقہ نذیریہ میں ہے جب عام ومطلق چھوڑا تو یقیناً اپنے عموم واطلاق سے استدلال برابر زمانہ صحابہ کرام سے آج تک بلانکیر رائج ہے۔

ذکر رسول ﷺ عین ذکر الٰہی ہے:

✿ اب سنئے ذکر الٰہی کی خوبی شرعاً مطلقاً ثابت قال اللہ تعالیٰ

اُذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا (ترجمہ: "خدا کو یاد کرو بہت یاد کرو۔")

اور نبی کریم ﷺ بلکہ تمام انبیاء اللہ واولیاء اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی یاد عین خدا کی یاد ہے کہ ان کی یاد ہے تو اسی لیے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں یہ اللہ کے ولی ہیں معہذا نبی کریم ﷺ کی یاد مجالس ومحافل میں یونہی ہوتی ہے کہ حضرت حق تبارک وتعالیٰ نے انہیں یہ مراتب بخشے یہ کمال عطا فرمائے، اب چاہے اسے نعت سمجھو یعنی ہمارے آقا نبی کریم ﷺ ایسے ہیں جنہیں حق سبحانہ وتعالیٰ نے ایسے ایسے درجے دیئے یہ کلام کریمہ: "وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ" کی قبیل سے ہوگا چاہے حمد سمجھو یعنی ہمارا مالک ایسا ہے جس نے اپنے محبوب کو یہ رتبے بخشے اس وقت یہ کلام کریمہ "سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ وَ كَرِيْمَهٗ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى" کے طور پر ہو جائے گا حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے نبی کریم ﷺ سے فرماتا ہے: "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" اور بلند کیا ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر،"

علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا شریف میں اس آیۂ کریمہ کی تفسیر سیدی ابن عطا قدس سرہ العزیز سے یوں نقل فرماتے ہیں: "جعلتک و ذکرا من ذکری فمن ذکرک ذکرنی" یعنی اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ سے فرماتا ہے میں نے تمہیں اپنی یاد میں سے ایک یاد کیا جو تمہارا ذکر کرے اس نے میرا ذکر کیا۔

بالجملہ کوئی مسلمان اس میں شک نہیں کرسکتا کہ مصطفیٰ ﷺ کی یاد بعینہٖ خدا کی یاد ہے پس بحکم اطلاق جس جس طریقہ سے ان کی یاد کی جائے گی حسن ومحمود ہی رہے گی اور مجلس

میلادو صلاۃ بعداذان وغیرہ ہاکسی خاص طریقہ کیلئے ثبوت مطلق کے سوا کسی نئے ثبوت کی ہرگز حاجت نہ ہوگی ہاں جو کوئی ان طرق کو ممنوع کہے وہ ان کی خاص ممانعت ثابت کرے، اسی طرح نعمت الٰہیہ کے بیان واظہار کا ہمیں مطلقاً حکم دیا گیا: "قال تعالٰی وَ اَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثۡ" اپنے رب کی نعمت خوب بیان کرو۔ اور دلالت اقدس حضور نبی کریم ﷺ تمام نعمتوں کی اصل ہے تو اس کے خوب بیان واظہار کا نص قطعی قرآن سے ہمیں حکم ہوا اور بیان واظہار مجمع میں بخوبی ہوگا تو ضرور چاہیے کہ جس قدر ہو سکے لوگ جمع کیے جائیں اور انہیں ذکر ولادت باسعادت سنایا جائے، اسی کا نام مجلس میلاد ہے۔

نبی کی تعظیم بہر طریق محمود ہے:

علی ہذا القیاس نبی کریم ﷺ کی تعظیم وتوقیر مسلمان کا ایمان ہے اور اس کی خوبی قرآن عظیم مطلقاً ثابت،

- اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

"اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیۡرًا لِّتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ وَ تُعَزِّرُوۡهُ وَ تُوَقِّرُوۡهُ"

ترجمہ: "اے نبی! ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا تا کہ اے لوگو! تم اللہ اور رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔"

- و قال تعالٰی وَ مَنۡ یُّعَظِّمۡ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنۡ تَقۡوَی الۡقُلُوۡبِ

ترجمہ: "جو خدا کے شعاروں کی تعظیم کرے تو وہ بے شک دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔"

- اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

وَ مَنۡ یُّعَظِّمۡ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فذلک خیرلہ عندربہ

ترجمہ: "جو تعظیم کرے خدا کی حرمتوں کی تو یہ بہتر ہے اس کیلئے اس کے رب کے یہاں۔"

✿ بس بوجہ اطلاق آیات حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم جس طریقہ سے کی جائے گی حسن ومحمود ہی رہے گی اور خاص طریقوں کیلئے ثبوت جداگانہ درکار نہ ہوگا ہاں اگر کسی خاص طریقہ کی برائی بالتخصیص شرع سے ثابت ہو جائے گی تو وہ بے شک ممنوع ہوگا جیسے حضور نبی کریم ﷺ کو سجدہ کرنا یا جانور ذبح کرتے وقت بجائے تکبیر حضور کا نام لینا اس لیے امام علامہ ابن حجر مکی جوہر منظم میں فرماتے ہیں:

تعظیم النبی ﷺ بجمیع انواع التعظیم التی لیس فیھا مشارکۃ اللہ تعالیٰ فی الالوھیۃ امر مستحسن عند من نور اللہ ابصارھم

ترجمہ: ''نبی کریم ﷺ کی تعظیم تمام اقسام تعظیم کے ساتھ جن میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ الوہیت میں شریک کرنا نہ ہو ہر طرح امر مستحسن ہے ان کے نزدیک جن کی آنکھوں کو اللہ تعالیٰ نے نور بخشا ہے۔''

پس یہ قیام کہ وقت ذکر ولادت شریفہ اہل اسلام محض بنظر تعظیم واکرام حضور نبی کریم ﷺ بجا لاتے ہیں۔ بے شک حسن ومحمود ٹھہرے گا تاوقتیکہ مانعین خاص اس صورت کی برائی کا قرآن وحدیث سے ثبوت نہ دیں وانی لھم ذلک

تنبیہ یہاں سے ثابت ہوا کہ تابعین وتبع تابعین تو درکنار خود قرآن عظیم سے مجلس وقیام کی خوبی ثابت ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

✿ نکتہ۳: ہم پوچھتے ہیں تمہارے نزدیک کسی فعل کیلئے رخصت یا ممانعت ماننا اس پر موقوف کہ قرآن وحدیث میں خاص اس کا نام لے کر جائز کہا یا منع کیا ہو یا اس کی کچھ حاجت نہیں بلکہ کسی عام یا مطلق ماموریہ یا عام یا مطلق منہی عنہ کے تحت میں داخل ہونا کفایت کرتا ہے برتقدیر اول تم پر فرض ہوا کہ بالخصوص مجلس وقیام مجلس کے نام کے ساتھ قرآن وحدیث سے حکم ممانعت دکھاؤ۔ برتقدیر ثانی کیا وجہ کہ ہم سے خصوصیت خاصہ کا ثبوت مانگتے ہو اور باآنکہ یہ افعال اطلاقات ذکر وتحدیث وتعظیم وتوقیر کے تحت میں داخل ہیں جائز نہیں مانتے۔

کسی فعل کی اچھائی یا برائی زمانہ پر موقوف نہیں:

✿ نکتہ ۴: حضرات مانعین کا تمام طائفہ اس مرض میں گرفتار کہ قرن و زمانہ کو حکم شرعی بنایا ہے جو نئی بات کہ قرآن و حدیث میں بایں ہیئت کذائی کہیں اس کا ذکر نہیں جب فلاں زمانہ میں ہو تو ضلالت و گمراہی حالانکہ شرعاً و عقلاً کسی طرح زمانہ کو احکام شرع یا کسی فعل کی تحسین و تقبیح پر قابو نہیں نیک بات کسی وقت میں ہو نیک ہے اور برا کام کسی زمانہ میں ہو برا ہے آخر بلوائے مصر و واقعہ کربلا حادثہ حرہ و بدعات خوارش و شناعات روافض و خباثات نواصب و خرافات معتزلہ وغیرہا امور شنیعہ زمانہ صحابہ و تابعین میں حادث ہوئے مگر معاذ اللہ اس وجہ سے وہ نیک نہیں ٹھہر سکتے اور بنائے مدارس و تصنیف کتب و تدوین علوم ورد مبتدعین و تعلیم و تعلم نحو و صرف و طرق اذکار و وصور اشغال، اولیائے سلاسل قدست اسرارہم وغیرہا امور حسنہ ان کے بعد شائع ہوئے مگر عیاذاً باللہ اس وجہ سے بد نہیں قرار پا سکتے، اس کا مدار نفس فعل کے حسن و قبح پر ہے جس کام کی خوبی صراحۃً یا اشارۃً قرآن و حدیث سے ثابت وہ بے شک حسن ہوگا چاہے کہیں واقع ہو اور جس کام کی برائی تصریحاً یا تلویحاً وارد وہ بے شک قبیح ٹھہرے گا خواہ کسی وقت میں حادث ہو جمہور محققین ائمہ علماء نے اس قاعدہ کی تصریح فرمائی۔

اگرچہ منکرین براہِ سینہ زوری نہ مانیں امام ولی الدین ابوزرعہ عراقی کا قول پہلے گزرا کہ کسی چیز کا نو پیدا ہونا موجب کراہت نہیں کہ بہتری بدعتیں مستحب بلکہ واجب ہوتی ہیں، جبکہ ان کے ساتھ کوئی مفسدہ شرعیہ نہ ہو، اسی طرح امام علامہ مرشد ملت حکیم امت سیدنا مولانا حجۃ الحق والاسلام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد بھی اوپر مذکور ہے کہ صحابہ سے منقول نہ ہونا باعث ممانعت نہیں بری تو وہ بدعت ہے جو کسی سنت ماموربہا کا رد کرے اور کیمیائے سعادت میں ارشاد فرماتے ہیں:

امینہمہ اگرچہ بدعت ست واز صحابہ و تابعین نقل نہ کردہ اند لیکن نہ ہر چہ بدعت بود نہ شاید کہ لبیاری بدعت نیکو باشد پس بدعتیکہ مذموم ست آنکہ مخالف سنت باشد''

امام بیہقی وغیرہ علماء حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

المحدثات من الامور ضربان احدهما ما احدث مما يخالف كتابا او سنته اواثرا اواحيا فهذه البدعة الضلالة والثاني ما احدث من الخير ولا خلاف فيه اواحد من هذه و هي غير مذمومة

ترجمہ: "نو پیدا باتیں دو قسم ہیں ایک وہ کہ قرآن یا احادیث یا آثار یا اجماع کے خلاف نکالی جائیں یہ تو بدعت گمراہی ہے دوسرے اچھی بات کہ احداث کی جائے اور اس میں ان چیزوں کا خلاف نہ ہو تو وہ بری نہیں۔

امام علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

والبدعة ان كانت مماتندرج تحت مستحسن فهي حسنة وان كانت تندرج تحت مستقبح نهي مستقبحة والافمن قسم المباح

ترجمہ: "بدعت اگر کسی ایسی چیز کے نیچے داخل ہو جسکی خوبی شرع سے ثابت ہے تو وہ اچھی ہے اور اگر کسی ایسی چیز کے نیچے داخل ہو جسکی برائی شرع سے ثابت ہے تو وہ بری ہے اور جو دونوں میں سے کسی کے نیچے داخل نہ ہو تو وہ قسم مباح سے ہے) اسی طرح صدہا اکابر نے تصریح فرمائی اب مجلس و قیام وغیرہما امور متنازع فیہا کی نسبت تمہارا یہ کہنا کہ زمانہ صحابہ و تابعین میں نہ تھے لہٰذا ممنوع ہیں محض باطل ہو گیا۔ ہاں اس وقت ممنوع ہو سکتے ہیں جب تم کافی ثبوت دو کہ خاص ان افعال میں شرعاً کوئی برائی ہے ورنہ اگر کسی مستحسن کے نیچے ہیں تو محمود اور بالفرض کسی کے نیچے داخل نہ ہوئے تو مباح ہو کر محمود ٹھہریں گے کہ جو مباح بہ نیت نیک کیا جائے شرعاً محمود ہو جاتا ہے کمافی بحرالرائق وغیرہ کیوں کیسے کھلے طور پر ثابت ہوا کہ ان افعال کی سند زمانہ صحابہ تابعین تبع تابعین سے مانگنا کس قدر نادانی جہالت تھا۔ والحمدللہ

اکابر امت جس کو مستحسن کہیں وہ مستحسن ہے:

نکتہ۵: بڑی مستند ان حضرات کی حدیث "خیر القرون قرنی" ہے اس میں بحمداللہ ان کے مطلب کی بو بھی نہیں حدیث میں تو صرف اس قدر ارشاد ہوا کہ میرا زمانہ

سب سے بہتر ہے پھر دوسرا پھر تیسرا اس کے بعد جھوٹ اور خیانت اور تن پروری اور خواہی نخواہی گواہی دینے کا شوق لوگوں میں شائع ہو جائے، اس سے یہ کب ثابت ہوا کہ ان زمانوں کے بعد جو کچھ حادث ہوگا اگرچہ کسی اصل شرعی یا عام مطلق ماموریہ کے تحت میں داخل ہو، شنیع و مذموم ٹھہرے گا جو اس کے ثبوت کا دعوے رکھتا ہو، بیان کرے کہ حدیث کے کون سے لفظ کا یہ مطلب ہے۔

اے عزیز! یہ تو بالبداہۃ باطل کہ زمانہ صحابہ و تابعین میں شر مطلقاً نہ تھا نہ ان کے بعد خیر مطلقاً ہی ہاں اس قدر میں شک نہیں کہ سلف میں اکثر لوگ خداترس متقی پرہیزگار تھے بعد کو فتنے فساد پھیلتے گئے پھر یہ کن میں انہی لوگوں میں علم و محبت اکابر سے بہرہ نہیں رکھتے ورنہ علمائے دین ہر طبقہ اور ہر زمانہ منبع و مجمع خیر رہے ہیں۔

مگر ہوا یہ کہ ان زمانوں میں علم بکثرت تھا، کم لوگ جاہل رہتے اور جو جاہل تھے وہ علماء کے فرمانبردار، اس لیے شر و فساد کو کم دخل ملتا کہ دین متین دامن علم سے وابستہ ہے اس کے بعد علم کم ہوتا گیا جہل نے فروغ پایا جاہلوں نے سرکشی و خودسری اختیار کی، لاجرم فتنوں نے سر اٹھایا، اب یہیں نہ دیکھ لیجئے کہ صدہا سال سے علمائے دین مجلس و قیام کو مستحب و مستحسن کہتے چلے آتے ہیں، تم لوگ ان کا حکم نہیں مانتے انہیں سرتابیوں نے اس زمانہ کو زمانہ شر بنا دیا تو یہ جس قدر مذمتیں ہیں زمانہ مابعد کے جہال کی طرف راجع ہیں، ان سے کون استدلال کرتا ہے نہ ہمارا یہ عقیدہ کہ جس زمانہ کے جاہل جو بات چاہیں اپنی طرف سے نکال لیں وہ مطلقاً محمود ہو جائے گی۔

کلام علماء میں ہے کہ جس امر یہ اکابر امت مستحب و مستحسن کہیں وہ بے شک مستحب و مستحسن ہے چاہے کبھی واقع ہو کہ علمائے دین کسی وقت میں مصدور مظہر شر نہیں ہوتے۔ والحمدللہ رب العلمین۔

محدثات حسنہ ہر زمانے میں حسن ہیں:

نکتہ۶: اگر کسی زمانہ کی تعریف اور اس کے بعد کا نقصان احادیث میں مذکور

ہوتا، اسی کو مستلزم ہو کہ اس زمانہ کے محدثات خیر ٹھہریں اور مابعد کے شر تو اکثر زمانہ صحابہ وتابعین سے بھی ہاتھ اٹھا رکھے۔

الحرج الحاکم و صححه عن انس رضی اللہ عنہ قال بعثنی بنوالمصلق الی رسول الله صلی الله علیه واله وسلم فقالو اسل لنا رسول الله صلی الله علیه وسلم الی من ندفع صدقاتنا بعدک فقال الی ابی بکر قالوا فان حدث بابی بکر حدث قالی من قال الی عمر قالوانان حدث بعمر حدث فقال الی عثمان قالوا فان حدث بعثمان حدث فقال ان حدث بعثمان حدث فتبالکم الدهر فتبا املخصا

ترجمہ: ”حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے بنی مصطلق نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں بھیجا کہ حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھوں، حضور کے بعد ہم اپنے اموال زکوٰۃ کسے دیں۔ فرمایا: ابوبکر کو! کہا: اگر ابوبکر کو کوئی حادثہ پیش آئے، فرمایا: عمر کو، عرض کی: اگر عمر کو کچھ حادثہ واقعہ ہو فرمایا: عثمان کو، کہا: اگر عثمان کو کوئی بھی کوئی حادثہ منہ دکھائے فرمایا: اگر عثمان کا بھی واقعہ ہو تو خرابی ہے تمہارے لیے پھر خرابی ہے۔“

و اخرج ابونعیم فی الحلیة الطبرانی عن سهل بن ابی حثمة رضی الله عنه فی حدیث طویل قال ﷺ ذاتی براجله و عمر و عثمٰن اجله فان استطعت ان تموت فمت.

ترجمہ: ”نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: جب انتقال فرماؤں میں اور ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم تو اگر تجھ سے ہو سکے کہ مر جائے تو مر جانا۔

و اخرج ابونعیم ان رسول الله ﷺ قال اذا نامت و ابوبکر و عمر و عثمان فان استطعت ان تموت فمت

ترجمہ: ”حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: جب انتقال فرماؤں میں اور ابوبکر وعمر وعثمان (رضی اللہ عنہم) تو اگر تجھے ہو سکے کہ مر جائے تو مر جانا۔“

واخرج الطبرانی فی الکبیر عن عصمۃ بن مالک رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ ﷺ و یحک اذامات عمر فان استطعن ان تموت فمت.

ترجمہ: ''حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تجھ پر افسوس جب عمر مر جائے تو اگر مر سکے تو مر جانا۔ (حسنہ الکلام جلال الدین فی الحدیث)

قصہ اب تمہارے طور پر چاہیے کہ زمانہ پاک حضرات خلفائے ثلثہ رضی اللہ عنہ بلکہ صرف زمانہ شیخین رضی اللہ عنہم تک خیر رہے پھر جو کچھ حادث ہوا اگرچہ عین خلافت حقہ راشدہ سیدنا ومولانا امیرالمومنین حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ میں وہ معاذ اللہ سب شر وقبیح و مذموم وبدعت ضلالت قرار پائے، خدا ایسی بری سمجھ سے اپنی پناہ میں رکھے اور مزہ یہ کہ ان احادیث کے مقابل حدیث خیر القرون بھی نہیں لا سکتے کہ تمہارے امام اکبر مولوی اسماعیل دہلوی کے دادا اور دادا استاد اور پردادا پیر شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی انہیں احادیث اور ان کے امثال پر نظر کر کے حدیث خیر القرون کے معنی ہی کچھ اور بتا گئے ہیں۔

دیکھئے: ''ازالۃ الخفاء'' میں کیا کچھ فرمایا ہے، حدیث خیر القرون ذکر کر کے لکھتے ہیں:

''بنائے استدلال بر توجیہ صحیحین ست کہ اکثر احادیث شاہد آنست قرن اول از زمانہ ہجرت آن حضرت ﷺ تا زمان وفات وی صلی اللہ علیہ وسلم وقرن ثانی از ابتدائی خلافت صدیق تا وفات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ وقرن ثالث قرن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و ہر قرنے قریب بہ دوازدہ سال بودہ است قرن و رلغت قوم متقاربین فی السن بعد ازاں قومی را کہ در ریاست وخلافت مقترن باشند قرن گفتہ شد چوں خلیفہ دیگر باشد و وزارئ حضور دیگر و امرائے امصار دیگر و روسائی جیوش دیگر و حربیان دیگر و ذمیان دیگر تفاوت قرن بہم میرسد''

✿ دوسری جگہ فرماتے ہیں:

''قرن اول زمان سرکار دو عالم ﷺ بود از ہجرت تا وفات وقرن ثانی زمان شیخین وقرن ثالث زمان ذی النورین بعد ازاں اختلاف ہا پدید آمد و

فتنہا ظاہر کردیدند۔"

بالجملہ قدر میں تو شک نہیں کہ یہ معنی بھی حدیث میں صاف محتمل اور بعد احتمال کے تمہارا استدلال یقیناً ساقط۔ والحمد للہ رب العلمین۔

علماء امت کیلئے بارش کی مانند ہیں:

✿ نکتہ ۷: اگر کسی زمانہ کی تعریف حدیث میں آنا اسی کا موجب ہو کہ اس کے محدثات خیر قرار پائیں تو بسم اللہ وہ حدیث ملاحظہ ہو کہ امام ترمذی نے بسند حسن حضرت انس اور امام احمد نے حضرت عمار بن یاسر اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں عمار بن یاسر و سلمان فارسی رضی اللہ عنہم سے روایت کی اور محقق دہلوی نے اشعۃ للمعات شرح مشکوۃ میں بنظر کثرت طرق اس کی صحت پر حکم دیا کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

امتی مثل المطر لا یدری اولہ خیر ام آخرہ

ترجمہ: "میری امت کی کہاوت ایسی ہے جیسے مینہ کہ نہیں کہہ سکتے کہ اس کا اگلا بہتر ہے یا پچھلا۔"

✿ شیخ محقق شرح میں لکھتے ہیں:

کنایہ است از بودن ہمہ امت خیر چنانکہ مطر ہمہ نافعت"

✿ امام مسلم اپنی صحیح میں حضور نبی کریم ﷺ سے راوی:

"لا تزال طائفۃ من امتی قائمۃ بامر اللہ یا یضھم من خذلھم او خالفھم حتی یأتی امر اللہ و ھم ظاھرون علی الناس"

ترجمہ: "میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ خدا کے حکم پر قائم رہے گا، انہیں نقصان نہ پہنچائے جو انہیں چھوڑے گا یا ان کا خلاف کرے گا، یہاں تک کہ خدا کا وعدہ آئے گا، اس حال میں کہ وہ لوگوں پر غالب ہوں گے۔"

✿ شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں:

"گمان مبر کہ در زمان شرور ہمہ کس شریر بودہ اند و عنایت الٰہی

درتہذیب نفوس بیکار افتاد بلکہ اینجا اسرار عجیب است۔ عیب می جملہ بگفتی سبزش نیز بگو، نفی حکمت ممکن از ہبر دل عامی چند در ہر زمانہ افکہ را مہبط انور و برکات ساختہ اند"

کسی چیز کے حسن ہونے کا مدار زمانہ پر موقوف نہیں:

✿ نکتہ ۸: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے محاورات و مکالمات کو دیکھئے تو وہ خود صاف صاف ارشاد فرما رہے ہیں کہ کچھ ہمارے زمانہ میں ہونے نہ ہونے پر مدار خیریت وشریعت نہیں دیکھتے، بہت نئی باتیں کہ زمانہ پاک حضور نبی کریم ﷺ میں نہ تھیں، ان کے زمانہ میں پیدا ہوئیں اور وہ انہیں برا کہتے اور نہایت تشدد وانکار فرماتے اور بہت تازہ باتیں حادث ہوتیں کہ ان کو بدعت ومحدثات مان کر خود کرتے اور لوگوں کو اجازت دیتے اور خیر وحسن بتاتے، امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تراویح کی نسبت ارشاد فرماتے ہیں: "نعمت البدعة هذه" ترجمہ: "کیا اچھی بدعت ہے یہ"

✿ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ چاشت کی نسبت فرماتے ہیں:

انها لبدعة و نعمت البدعة و انها لمن احسن ما احدثه الناس

ترجمہ: "بے شک وہ بدعت ہے اور کیا ہی عمدہ بدعت ہے اور بے شک وہ ان بہتر چیزوں میں سے ہے۔ جو لوگوں نے نئی نکالیں۔"

✿ سیدنا ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

احدثتم قيام رمضان فدوموا على مافعلتم ولا تتركوا

ترجمہ: "تم لوگوں نے قیام رمضان نیا نکالا تو اب جو نکالا ہے تو ہمیشہ کیے جاؤ اور کبھی نہ چھوڑنا۔"

دیکھو یہاں تو صحابہ کرام نے ان افعال کو بدعت کہہ کر حسن کیا اور انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد میں ایک شخص کو تثویب کہتے سن کر اپنے غلام سے فرمایا: "اخرج بنا من عند هذا المبتدع" (نکل چل ہمارے ساتھ اس بدعتی کے پاس سے)

سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادہ کو نماز میں بسم اللہ باآواز پڑھتے سن کر فرمایا: ای فی محدث ایاک و الحدث (اے میرے بیٹے! یہ نو پیدا بات ہے بچ نئی باتوں سے) یہ فعل بھی اس زمانہ میں واقع ہوئے تھے انہیں بدعت سیئہ مذمومہ ٹھہرایا۔

تو معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی اپنے زمانہ میں ہونے نہ ہونے پر مدار نہ تھا، بلکہ نفس فعل کو دیکھتے اگر اس میں کوئی محذور شرعی نہ ہوتا اجازت دیتے ورنہ منع فرماتے اور یہی طریقہ بعینہٖ تابعین و تبع تابعین میں رائج رہا، اپنے زمانہ کی بعض نو پیدا چیزوں کو منع کرتے، بعض کو جائز رکھتے اور اس منع و اجازت کیلئے آخر کوئی میعار تھی اور وہ نہ تھی مگر نفس فعل کی بھلائی برائی تو باتفاق صحابہ و تابعین قاعدہ شرعیہ وہی قرار پایا کہ حسن حسن ہے اگرچہ نیا ہو اور قبیح قبیح گو پرانا ہو پھر ان کے بعد یہ اصل کیونکہ بدل سکتی ہے ہماری شرع بحمد اللہ ابدی ہے جو قاعدے اس کے پہلے تھے قیامت تک رہیں گے معاذ اللہ زید وعمرو کا قانون تو ہے ہی نہیں کہ تیسرے سال بدل جائے۔

ہر نیا کام فی نفسہ اچھا ہونا چاہیے:

۞ نکتہ ۹: یہ اعتراض کہ پیشوائے دین نے تو یہ فعل کیا ہی نہیں، ہم کیونکر کریں زمانہ صحابہ میں پیش ہو کر رد ہو چکا اور بفرمان جلیل حضرت سیدنا صدیق اکبر و سیدنا عمر فاروق وغیرہما صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرار پا چکا کہ بات کا فی نفسہٖ نیک ہونا چاہیے اگرچہ پیشوائے دین نے نہ کی ہو، صحیح بخاری شریف میں ہے:

عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ قال ارسل الی ابوبکر مقتل اھل الیمامۃ فاذا عمر بن الخطاب عندہ قال ابوبکر ان عمر اتانی فقال ان القتل قد استحر یوم الیمامۃ بقراء القرآن و انی اخشی ان استحر القتل بالقراء بالمواطن فیذھب کثیر من القرآن و انی اری ان تأمر یجمع القرآن قلت لعمر کیف تفعل شیئا لم یفعلہ رسول اللہ ﷺ فقال عمر ھذا واللہ خیر فلم یزل عمر

یراجعنی حی شرح اللہ صدری لذالک ورأیت فی ذلک الذی رای عمر قال زیر قال ابوبکر انک رجل شاب عاقل لانتھمک و قدکنت تکتب الوحی لرسول اللہ ﷺ فتتبع القرآن واجمعہ فواللہ لو کلفونی نقل جبلمن الجبال ماکان اثقل علی مما امرنی بہ من جمع القرآن قال تلتلا بی بکر کیف اقعدون شیئالم یفعلہ رسول اللہ ﷺ قال ھو واللہ خیر فلم یزل ابوبکر ھراجعنی حتی شرح اللہ صدری للذی شرح لہ صدرابی بکر و عمر فتبعت القرآن واجمعہ الحدیث.

ترجمہ: جب جنگ یمامہ میں بہت صحابہ حاملان قرآن شہید ہوئے امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جناب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی: یمامہ میں بہت حفاظ قرآن شہید ہوئے اور میں ڈرتا ہوں کہ اگر یونہی لڑائیوں میں حافظ شہید ہوتے گئے تو بہت قرآن جاتا رہے گا۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن مجید کے جمع کرنے اور ایک جگہ لکھ لینے کا حکم دیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے تو یہ کام کیا ہی نہیں، تم کیونکر کرو گے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اگرچہ حضور نبی کریم ﷺ نے نہ کیا مگر خدا کی قسم! کام تو خیر ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے اس معاملے میں بحث کرتے رہے یہاں کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ اس امر کیلئے کھول دیا اور میری رائے عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے موافق ہوگئی پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جناب زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلا کر جمع قرآن کا حکم دیا، انہیں بھی وہی شبہ گزرا اور عرض کی: بھلا آپ ایسی بات کیونکر کرتے ہیں جو حضور نبی کریم ﷺ نے نہ کی، صدیق اکبر نے وہی جواب دیا کہ خدا کی قسم! بات تو بھلائی کی ہے پھر دونوں صاحبوں میں بحث ہوتی رہی یہاں تک کہ ان کی رائے بھی شیخین رضی اللہ عنہم کی رائے کے ساتھ موافق ہوئی اور انہوں نے قرآن عظیم جمع کیا۔

دیکھو جب حضرت زید بن ثابت نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا تو ان حضرات نے یہ جواب نہ دیا کہ نئی بات نکالنے کی اجازت نہ ہوتا تو پچھلے زمانہ میں ہوگا، ہم صحابہ ہیں ہمارا زمانہ خیر القرون سے ہے بلکہ یہی جواب فرمایا کہ اگرچہ حضور نبی کریم علیہ السلام نے نہ کیا پر وہ کام تو اپنی ذات میں بھلائی کا ہے پس کیونکر ممنوع ہو سکتا ہے اور اسی پر صحابہ کرام کی رائے متفق ہوئی اور قرآن عظیم باتفاق حضرات صحابہ جمع ہوا، اب غضب کی بات ہے کہ ان حضرات کو سودا اچھلے اور جو بات کہ صحابہ کرام میں طے ہو چکی پھر اکھیڑیں۔

اسلاف کی محبت و تعظیم سراسر خیر ہے:

نکتہ ۱۰: جو اعتراض ہم پر کرتے ہیں کہ تم کیا صحابہ تابعین تبع تابعین سے محبت و تعظیم میں زیادہ ہو کہ کچھ انہوں نے نہ کیا تم کرتے ہو۔ لطف یہ ہے کہ بعینہٖ وہی اعتراض اگر قابل تسلیم ہو تو تبع تابعین پر باعتبار تابعین اور تابعین پر باعتبار صحابہ اور صحابہ پر باعتبار رسول اللہ علیہ السلام وارد مثلاً جس فعل کو حضور نبی کریم صحابہ و تابعین کسی نے نہ کیا اور تبع تابعین کے زمانہ میں پیدا ہو تو تم اسے بدعت نہیں کہتے، ہم کہتے ہیں اس کام میں بھلائی ہوتی تو رسول اللہ علیہ السلام و صحابہ و تابعین ہی کرتے، تبع تابعین کیا، ان سے زیادہ دین کا اہتمام رکھتے ہیں جو انہوں نے نہ کیا، یہ کریں گے اسی طرح تابعین کے زمانہ میں جو کچھ پیدا ہو، اس پر وارد ہوگا کہ بہتر ہوتا تو رسول اللہ علیہ السلام و صحابہ کیوں نہ کرتے، تابعین کچھ ان سے بڑھ کر ٹھہرے علیٰ ہذا القیاس جو نئی باتیں صحابہ نے کیں، ان میں بھی تمہارے طرح کہا جائے گا:

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا
ولیکن میفزائے بر مصطفیٰ

کیا رسول اللہ علیہ السلام کو معاذ اللہ ان کی خوبی نہ معلوم ہوئی یا صحابہ کو افعال خیر کی طرف زیادہ توجہ تھی غرض یہ بات ان مدہوشوں نے ایسی کہی جس کی بنا پر عیاذاً باللہ عیاذاً باللہ تمام صحابہ و تابعین بھی بدعتی ٹھہرائے جاتے ہیں مگر اصل وہی ہے کہ نہ کرنا

اور بات ہے اور منع کرنا اور چیز۔ رسول اللہ ﷺ نے اگر ایک کام نہ کیا اور اس کو منع بھی نہ فرمایا تو صحابہ کو کون مانع ہے کہ اسے نہ کریں اور صحابہ نہ کریں تو تابعین کو کون علائق وہ نہ کریں تو تبع تابعین پر الزام نہیں وہ نہ کریں تو ہم پر مضائقہ نہیں بس اتنا ہونا چاہیے کہ شرع کے نزدیک وہ کام برا نہ ہو۔ عجب لطف ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ و تابعین کا قطعاً نہ کرنا تو حجت نہ ہوا، اور تبع تابعین کو باوجود ان سب کے نہ کرنے کی اجازت ملی مگر تبع میں وہ خوبی ہے کہ جب وہ بھی نہ کریں تو اب پچھلوں کیلئے راستہ بند ہوگیا، اس بے عقلی کی کچھ بھی حد ہے۔

اس تو اپنے یہاں کے ایک بڑے امام نواب صدیق حسن خان شوہر ریاست بھوپال ہی کا مذہب اختیار کرلو، تو بہت اعتراضوں سے بچو کہ انہوں نے بے دھڑک فرمادیا جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے نہ کیا سب بدعت و گمراہی ہے اب چاہے صحابہ کریں خواہ تابعین کوئی ہو، بدعتی ہے یہاں تک کہ بوجہ ترویج تراویح امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ گمراہ ٹھہرادیا اور اعدائے دین کے پیر و مرشد عبداللہ ابن سبا کی روح مقبوح کو بہت خوش کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مجلس و قیام کا انکار کرتے کرتے کہاں تک نوبت نہ پہنچی اللہ تعالیٰ اپنے غضب سے محفوظ رکھے۔ آمین

- نکتہ ۱۱: امام علامہ احمد بن قسطلانی شارح صحیح بخاری مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں:

الفعل یدل علی الجواز و عدم الفعل لا یدل علی المنع

ترجمہ: ”کرنے سے تو جواز سمجھا جاتا ہے اور نہ کرنے سے ممانعت سمجھی جاتی۔“

- شاہ عبدالعزیز صاحب مغفور تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں:

نکردن چیزے دیگرست و منع فرمودن چیزے دیگرالخ

تمہاری جہالت کہ تم نے کسی فعل کے نہ کرنے کو اس فعل سے ممانعت سمجھ رکھا ہے۔

اصحاب رسول اعلاء کلمۃ اللہ کی مصروفیت کے باعث امور جزئیہ ورد شبہات پر توجہ نہ دے سکے:

نکتہ ۱۲: سخن شناس نہ دلبرا خطاب اینجاست۔ حقیقۃ الامر یہ ہے کہ صحابہ و تابعین کو اعلائے کلمۃ اللہ و حفظ بیضہ اسلام و نشر دین متین و قتل و قہر کافرین و اصلاح بلاد و عباد و اطفائے آتش فساد و اشاعت فرائض و حدود الٰہیہ و اصلاح ذات البین و محافظت اصول ایمان و حفظ و روایت حدیث وغیرہا امور کلیہ مہمہ سے فرصت نہ تھی لہٰذا یہ امور جزئیہ مستحبہ تو کیا معنے بلکہ تاسیس قواعد و اصول و تفریع جزئیات و فروع و تصنیف و تدوین علوم و نظم دلائل حق ورد شبہات اہل بدعت وغیرہا امور عظیمہ کی طرف بھی توجہ کامل نہ فرما سکے جب بفضل اللہ تعالیٰ انکے زور بازو نے دین الٰہی کی بنیاد مستحکم کردی اور مشارق و مغارب میں ملت حنفیہ کی جڑ جم گئی۔

اس وقت ائمہ و علمائے مابعد نے تخت و بخت ساز گار پا کر بیخ و بن جمانے والوں کی ہمت بلند کے قدم لیے اور باغبان حقیقی کے فضل پر تکیہ کر کے اہم فالاہم کاموں میں مشغول ہوئے اب تو بے خلش صرصر و اندیشہ سموم اور ہی آبیاریاں ہونے لگیں، فکر صائب نے زمین تدقیق میں نہریں کھودیں، ذہن رواں نے زلال تحقیق کی ندیاں بہائیں، علماء اولیاء کی آنکھیں ان پاک مبارک نونہالوں کیلئے تھالے بنیں خواہانِ دین و ملت کی نسیم انفاس متبرکہ نے عطر بازیاں فرمائیں یہاں تک کہ مصطفیٰ کریم ﷺ کا باغ ہرا بھرا پھولا پھلا لہلہایا اور اس کے بھینے پھولوں، سہانے پتوں نے چشم و کام و دماغ پر عجب تازے احسان فرمایا: والحمدللہ رب العلمین،

اگر کوئی جاہل اعتراض کرے کہ یہ کنچھیاں جواب پھوٹیں جب کہاں تھیں، یہ پتیاں جواب نکلیں پہلے کیوں نہاں تھیں، یہ تپلی تپلی ڈالیاں جواب جھومتی ہیں نو پیدا ہیں یہ ننھی ننھی کلیاں جواب مہکتی ہیں تازہ جلوہ نما ہیں اگر ان میں کوئی خوبی پاتے تو اگلے کیوں چھوڑ جاتے، تو اس کی حماقت پر اس الٰہی باغ کا ایک ایک پھول قہقہہ لگائے گا کہ او جاہل اگلوں کو جڑ جمانے کی فکر تھی وہ فرصت پاتے تو یہ سب کچھ کر دکھاتے آخر اس سفاہت کا نتیجہ یہی نکلے گا کہ وہ نادان اس باغ کے پھل پھول سے محروم رہے گا بھلا غور کرنے کی بات ہے۔

ایک حکیم فرزانہ کے گھر آگ لگی، اس کے چھوٹے چھوٹے بچے بھولے بھالے اندر مکان کے گھر گئے اور لاکھوں روپوں کا مال اسباب بھی تھا، اس دانشمند نے مال کی طرف مطلق خیال نہ کیا، اپنی جان پر کھیل نہ کیا، اپنی جان پر کھیل کر بچوں کو سلامت نکال لیا، یہ واقعہ چند بے خرد بھی دیکھ رہے تھے، اتفاقاً ان کے یہاں بھی آگ لگی یہاں نرا مال ہی مال تھا، کھڑے ہوئے دیکھتے رہے، اور سارا مال خاکستر ہو گیا۔ کسی نے اعتراض کیا تو بولے تم احمق ہو ہم اس حکیم دانشور کی آنکھیں دیکھے ہوئے ہیں اس کے گھر آگ لگی تھی تو اس نے مال کب نکالا تھا جو ہم نکالتے مگر بے وقوف اتنا نہ سمجھے کہ اس اولعزم حکیم کو بچوں کے بچانے سے فرصت کہاں تھی کہ مال نکالتا نہ یہ کہ اس نے مال نکالنا برا جان کر چھوڑا تھا، اللہ تعالیٰ کسی کو اوندھی سمجھ نہ دے۔ آمین

آج کے بیشمار امور قرون ثلاثہ میں نہ تھے:

نکتہ ۱۳: ہم نے مانا کہ جو کچھ قرون ثلثہ میں نہ تھا، سب منع ہے، اب ذرا حضرات مانعین اپنی خبر لیں یہ مدرسے جاری کرنا اور لوگوں سے ماہوار چندہ لینا اور طلبہ کیلئے مطبع نو لکشور سے فیصدی دس روپے کمیشن لے کر کتابیں منگانا اور تخصیص روز جمعہ بعد از نماز جمعہ وعظ کا التزام کرنا جہاں وعظ کہنے جائیں، نذرانہ لینا دعوتیں اڑانا مناظروں کیلئے پنچ اور جلسے مقرر کرنا، مخالفین کے رد میں کتابیں لکھوانا، چھپوانا، واعظوں کا شہر بشہر گشت لگانا، صحاح کے دو دو ورق پڑھ کر محدثی کی سند لینا اور ان کے سو ہزروں باتیں کہ سب اکابر و اصاغر طائفہ میں بلانکیر رائج ہیں، قرون ثلثہ میں کب تھیں، ان پیشوایان فرقہ جدیدہ کا تو ذکر ہی کیا جو دو دو روپے نذرانہ لے کر مسئلوں پر مہر کریں، مدعی مدعا علیہ دونوں کے ہاتھ میں حضرت کا فتویٰ جج کو جائیں تو حمایت کیلئے کمشنر دہلی و کمشنر بمبئی کی چٹھیاں ضرور ہوں، شاید یہ باتیں قرون ثلثہ میں تھیں یا تمہارے لیے پروانہ معافی آ گیا ہے کہ جو چاہو کرو تم پر کچھ مواخذہ نہیں یا یہ نکتہ چینیاں انہیں باتوں میں ہیں جنہیں تعظیم و محبت حضور نبی کریم ﷺ سے علاقہ ہو، باقی سب حلال و شیر مادر و لاحول و لا قوۃ الا باللہ العلی الاکبر

حضور نبی کریم ﷺ کا ادب بہر طریق محمود ہے:

نکتہ ۱۴: "واجب الحفظ" افسوس کیا الٹا زمانہ ہے امور تعظیم و ادب میں سلف صالح آج تک برابر ائمہ دین کا یہی ادب رہا ہے کہ ورود و عدم ورود خصوصیات پر نظر نہ کی بلکہ تصریحاً قاعدہ کلیہ بتایا:

كل ما كان ادخل في الادب و الاجلال حسناً

ترجمہ: "جس بات کو نبی کریم ﷺ کے ادب و تعظیم میں زیادہ دخل ہو وہ بہتر ہے۔"

كما صرح به الامام المهقق على الاطلاق فقيه النفس سيدي كمال و الملة و الدين محمد في فتح القدير و تلميذه الشيخ رحمة الله السندي في المنسك المتوسط واقعده الفاضل القاري في المسلك المتقسط واشره في العالمگيريه وغيرها

اور امام ابن حجر کا قول گزرا کہ نبی کریم ﷺ کی تعظیم ہر طرح بہتر ہے جب تک کہ الوہیت اللہ میں شریک نہ ہو، اسی لیے سلفاً وخلفاً یہ بلا انہیں مدعیان دین وادب میں پھیلی کہ ہر بات پر پوچھتے ہیں فلاں نے کب کیں، فلاں نے کب کیں حالانکہ خود ہزاروں باتیں کرتے ہیں جو فلاں نے کیں، نہ فلاں نے، مگر یہ بھی طرق تعظیم نبی کریم ﷺ کے گھٹانے مٹانے کیلئے ایک حلیہ نکال کر زبان سے کہتے جائیں:

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اور بلطائف حیل جہاں تک بن پڑے امور محبت و تعظیم میں کلام کرتے جائیں آخران کا امام اکبر تقویۃ الایمان میں تصریح کر چکا کہ نبی کریم ﷺ کی تعریف ایسے کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کی کرتے ہو بلکہ اس میں سے کمی کرو، یہ ایمان ہے یہ دین اور یہ دعویٰ ہے "لا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم" خیر بات بڑھتی ہے، مطلب پر آیئے ہاں تو اگر میں ان امور کا استیعاب کروں جو دربارۂ آداب و تعظیم حادث ہوتے گئے اور اس احداث کو علما نے موجد کے مدائح سے گنا تو ایک دفتر طویل

ہوتا ہے لہٰذا چند مثالوں پر اقتصار کرتا ہوں۔

✪ مثال ۱: سیدنا امام مالک صاحب المذہب عالم المدینہ باآنکہ مثل سیدنا عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہم اتباع سلف و صحابہ کرام کا احداث میں نہایت ہی اہتمام رکھتے تھے اس پر ان کے ایمان و محبت کا تقاضا ہوا کہ ادب حدیث خوانی میں وہ وہ باتیں ایجاد فرمائیں جو صحابہ و تابعین سے ہرگز منقول نہ ہوئیں اور وہ ایجاد تمام علماء کے نزدیک امام مالک کے فضائل جلیلہ سے ٹھہرا اور ان کی غایت ادب و محبت پر دلیل قرار پایا، امام علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا شریف میں لکھتے ہیں:

قال مطرفکان اذا اتی الناس مالکا خرجت الیھم جاریة فتقول لھم یقول الکمرا الشیخ تریدون الحدیث اوالمسائل فان قالوا المسائل خرج الیھم وان قالو الحدیث دخل مغسلہ و اغتسل و غتسل و تطیب و لبس ثیا باجدیدۃ و لبن ساجة و نعمم ووضع علی راسہ رداء ہ و تلقی منصة فیخرج فیجلس علیھا و علیھا الخشوع ولا یزال یتنجر بالعود حتی یفرغ من حدث رسول اللہ ﷺ قال غیرہ و لم کن یجلس علی تلک المنصفة الااذاحدث عن رسول اللہ ﷺ قال ابن ابی اویس فقیل لما لک فی ذلک فقال اجب ان اعظم حدث رسول اللہ ﷺ ولا احدث بعد الاعلی طھارۃ متمکنا

ترجمہ: ”جب لوگ امام مالک بن انس کے پاس علم حاصل کرنے آتے ایک کنیز آکر پوچھتی شیخ تم سے فرماتے ہیں تم حدیث سیکھنے آئے ہو یا فقہ و مسائل اگر انہوں نے جواب دیا فقہ و مسائل جب تو آپ تشریف لے آتے اور اگر کہا حدیث تو پہلے غسل فرماتے خوشبو لگاتے نئے کپڑے پہنتے طیلسان اوڑھتے اور عمامہ باندھتے، چادر سر مبارک پر رکھتے ان کیلئے ایک تخت مثل تخت عروس بچھایا جاتا، اس وقت باہر تشریف لاتے اور بنہایت خشوع و خضوع اس پر جلوس فرماتے اور جب تک حدیث بیان کرتے

تھے اگر سلگاتے اور اس تخت پر اسی وقت بیٹھتے تھے جب نبی کریم ﷺ کی حدیث بیان کرنا ہوتی، حضرت امام مالک سے اس کا سبب پوچھا گیا فرمایا: میں دوست رکھتا ہوں کہ حدیث رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کروں اور میں حدیث نہیں بیان کرتا، جب تک وضو کر کے خوب سکون و وقار کے ساتھ نہ بیٹھ لوں۔''

مثال ۲: اسی میں ہے:

کان مالک رضی اللہ عنہ لا یرکب دابۃ بالمدینۃ و کان یقول استحیو من اللہ تعالیٰ ان اطاتربۃ فیھا رسول اللہ ﷺ مجافر دابۃ

ترجمہ: ''امام مالک مدینہ طیبہ میں سواری پر سوار نہ ہوتے اور فرماتے مجھے شرم آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے کہ جس زمین میں حضور نبی کریم ﷺ جلوہ فرما ہوں اسے جانور کے سم سے روندوں۔''

مثال ۳: اسی میں ہے:

و قد حکما ابوعبدالرحمن السلمی عن احمد بن فضلو یہ الزاھد و کان من الغزاۃ الرماۃ انہ قال مامست القوس بیدی الاعلیٰ طھارۃ منذ بغنی ان رسول اللہ ﷺ اخذ القوس بیدہ

ترجمہ: ''امام ابوعبدالرحمٰن سلمٰی احمد بن فضلویہ زاہد غازی تیرانداز سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے کبھی کمان بے وضو ہاتھ سے نہ چھوئی جب سے سنا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے کمان دست اقدس میں لی ہے۔''

مثال ۴: امام ابن حاج مالکی کی مستندین مانعین سے ہیں اور احداث کی ممانعت میں نہایت تصلب رکھتے ہیں، مدخل میں فرماتے ہیں:

و تقدمت حکایۃ بعضھم انہ جاور بمکۃ اربعین و لم سبل فی الحرم و لم یضطجع فھشا ھذا ایستحب لہ للمجاورۃ اویومر بھا

ترجمہ: ''بعض صالحین چالیس برس مکہ معظمہ کے مجاور رہے اور کبھی حرم

محترم میں پیشاب نہ کیا نہ لیٹے۔"

ابن حاج کہتے ہیں ایسے شخص کو مجاورت مستحب ہے یا یوں کہے کہ اسے مجاورت کا حکم دیا جائے گا۔

مثال ۵: اسی میں ہے:

و قد جاء بعضهم الیزیادته ﷺ فلم یدخل المدینة بل زارمن خارجها ادیامنه رحمة الله علیه معی نبیه ﷺ فقیل له الاتدخل فقال امثلی یدخل بلد سید الکونین ﷺ لا اجل نفسی تقدر علی ذلک اوکما قال

ترجمہ: "بعض صالحین زیارت نبی کریم ﷺ کیلئے حاضر ہوئے تو شہر میں نہ گئے بلکہ باہر سے زیارت کرلی اور یہ ادب تھا، اس مرحوم کو اپنے نبی کریم ﷺ کے ساتھ۔ اس پر کسی نے کہا: اندر نہیں چلتے؟ کہا: کیا مجھ سا داخل ہو، سیدالکونین ﷺ کے شہر میں؟ میں اپنے میں اتنی قدرت نہیں پاتا ہوں۔"

مثال ۶: اسی میں ہے:

قد قال لی سیدی ابومحمد رحمة الله تعالیٰ الما ان دخل مسجد المدینة ماحیلت فی المسجد الاالجلوس فی الصلوٰة اوکلا ما هذا معناه و مازلت و اقفا هناک و حتی رحل الرکب

ترجمہ: "مجھ سے میرے سردار ابومحمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب میں مسجد مدینہ طیبہ میں داخل ہوا، جب تک رہا مسجد میں قعدۂ نماز کے سوا نہ بیٹھا اور برابر حضور میں کھڑا رہا جب تک قافلہ نے کوچ کیا۔"

مثال ۷: اس کے متصل انہیں امام سے نقل کرتے ہیں:

ولم اخرج الی بقیع ولا غیره و لم ازر غیره ﷺ و کان قد خطر لی ان اخرج الی بقیع الغر قد قتلت الی این اذهب هذا باب الله تعالی المفتوح للسائلین و الطالبین و المنکرین والمضطرین

والفقراء و المساکین، ولیس ثم من یقصد مثلہ فمن عمل علیٰ هذا ظفر ونجح یا لمامول والمطلوب او کما قال

ترجمہ: ''میں حضوری چھوڑ کر نہ بقیع کو گیا، نہ کہیں اور گیا نہ حضور نبی کریم ﷺ کے سوا کسی کی زیارت کی اور ایک دفعہ میرے دل میں آیا تھا کہ زیارت بقیع کو جاؤں، پھر میں نے کہا: کہاں جاؤں گا یہ ہے اللہ کا دروازہ کھلا ہوا سائلوں اور مانگنے والوں اور دل شکستوں اور بے چاروں اور مسکینوں کیلئے اور ہاں حضور نبی کریم ﷺ کے سوا کون ہے؟ جس کا قصد کیا جائے۔ فرماتے ہیں: پس جو کوئی اس پر عمل کرے گا، ظفر پائے اور مراد و مطلب ہاتھ اٹھائے گا۔''

اب فقیر سرکار قادریہ غفراللہ تعالیٰ بھی اس فتوے کو انہیں مبارک لفظوں پر ختم کرتا ہے کہ کوئی اس پر عمل کرے گا، ظفر پائے گا اور مراد مطلب ہاتھ آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اور اپنے رب کریم تبارک وتعالیٰ کے فضل سے امید رکھتا ہے کہ یہ فتویٰ نہ صرف مسئلہ قیام ہی میں بیان کافی و برہان شفی ہو بلکہ بحول اللہ تعالیٰ اکثر مسائل نزاعیہ میں قول فیصل قرار پائے اور جسے خدا چاہے اس کیلئے شاہراہ تحقیق پر مشعل ہدایت ہو جائے۔

ولا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه و سراج افقه سیدنا و مولانا محمد واله و صحبه اجمعین. آمین آمین آمین

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنه لمحمدن المصطفیٰ ﷺ النبی الامی محمدی سنی حنفی قادری

عبدالمصطفیٰ احمد رضا خاں

(۱۳۰۱)

☆☆☆

نطق الہلال بارخ ولاد الحبیب والوصال

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

کی

تاریخ ولادت باسعادت و وصال مبارک

مصنف:

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و تدوین:

مولانا محمد عبدالاحد قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی علی رسول الکریم

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ پھر اس نور کو فانوس بشری میں سارے عالم کو دکھایا۔ (سورۃ ۱۵ ''مائدہ'')

عادت الٰہی یہ ہے کہ وہ نور کو جب انسانی ہدایت ورہنمائی کیلئے یا بشارت وخوشخبری سنانے کیلئے بھیجتا ہے تو لباس بشری میں بھیجتا ہے۔

(سورۃ ۱۷ ''مریم''، سورۃ ۹ ''انعام'')

جس سے بصیرت سے محروم شک وشبہ میں مبتلا ہو کر اپنے جیسا انسان سمجھنے لگتے ہیں۔ (سورۃ ۱۰ ''ابراہیم''، سورۃ ۱۵ ''شعرآ'') اور ہدایت سے محروم ہو جاتے ہیں لیکن ہدایت پانے والے ہدایت پا لیتے ہیں۔

پیش نظر رسالے میں نورِ محمد ﷺ کے عالم آب وگل میں آنے اور جانے سے متعلق امام احمد رضا محدث بریلوی کے دو فتوے شامل ہیں، جن میں اہم سوالات کے فاضلانہ، محققانہ اور مدبرانہ جوابات دیئے گئے ہیں۔ دور جدید کا شاید ہی کوئی مفتی ان سوالات کا اس تفصیل وتحقیق کے ساتھ جواب دے سکے۔ اس رسالے کا تاریخی نام ''نطق الھلال بارخ ولاد الحبیب و الوصال'' (۱۸۹۹ء) ہے۔

محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے سوالات کے جوابات میں تفصیلی تحقیق فرمائی ہے اور مختلف اقوال پیش کرتے ہوئے اپنا فیصلہ صادر فرمایا ہے، یہاں ہم مختصراً سوال کے ساتھ ساتھ محدث بریلوی کے جوابات تحریر کرتے ہیں کہ قارئین کرام کسی الجھن کے بغیر اصل حقائق سے باخبر ہو جائیں۔

سوال: استقرار نطفہ زکیہ کس ماہ وتاریخ میں ہوا؟

جواب: ۱۲ ذی الحجہ

سوال: دن کیا تھا؟

جواب: شب جمعۃ المبارک

سوال: مدت حمل شریف کس قدر تھی؟

جواب: نو (۹) مہینے

سوال: ولادت شریف کا دن کیا ہے؟

جواب: دوشنبہ (پیر)

سوال: کیا مہینہ تھا؟

جواب: ماہ ربیع الاول

سوال: کونسی تاریخ تھی؟ (یہ سوال محدث بریلویؒ نے خود قائم فرمایا۔)

جواب: ۱۲ ربیع الاول

سوال: ولادت باسعادت کی شمسی تاریخ کیا تھی؟

جواب: ولادتِ اقدس ہجرت مقدسہ سے ۵۳ برس پہلے تھی۔

اس حساب تقریباً ۵٦٨ ہجری میں ولادت باسعادت ہوئی۔

سوال: وصال شریف کی تاریخ کیا تھی؟

جواب: ۱۲ ربیع الاوّل یومِ دوشنبہ (پیر) مطابق ۸ جون ٦۳۲ء (اس روز ۲۹ کا چاند نہ ہونے کی وجہ سے مدینہ منورہ میں ۱۲ ربیع الاوّل تھی اور مکہ معظمہ میں ۲۹ کا چاند ہونے کی وجہ سے ۱۳ ربیع الاوّل تھی۔

اس رسالے میں مندرجہ بالا سوالات پر فاضلانہ اور محققانہ بحث سے حدیث و سیرت پر محدث بریلوی کی گہری نظر کا اندازہ ہوتا ہے۔ سیرت کے ان گوشوں پر شاید ہی کسی سیرت نگار نے اس تفصیل سے بحث کی ہوگی۔ محدث بریلوی نے سیرت پر اتنا کچھ لکھ دیا ہے اور سیرت سے متعلق ایسے حقائق بیان کر دیے ہیں کہ اگر ان کو جمع کیا جائے تو

خود سیرت نگار حیران رہ جائیں۔ کوئی صاحب ہمت محقق اس طرف توجہ فرمائیں۔

بلاشبہ کسی بھی مسئلے میں مختلف آراء کی روشنی میں بحث کر کے نتائج اخذ کرنا علماؤ محققین کیلئے فائدے سے خالی نہیں مگر خالی الذہن اور کم علم قاری کیلئے مناسب یہ ہے کہ ایسے مباحث کا لب لباب پیش کر دیا جائے۔ اس سلسلے میں فقیر کی تجویز یہ ہے کہ محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی رسائل کی تلخیص و تسہیل کر کے سادہ اردو میں عام مسلمانوں کے سامنے پیش کیے جائیں تاکہ جو بات بیسیوں صفحات میں کہی گئی ہے وہ چند صفحوں میں بیان کر دی جائے، اس طرح عام قاری بڑی آسانی کے ساتھ محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار و تعلیمات سے مستفید ہو سکے گا، اگر یہ سلسلہ جاری کیا گیا تو انشاء اللہ برسوں چلتا رہے گا اور اس کے بہت ہی مفید اثرات مرتب ہوں گے۔

اس رسالے میں فاضل جلیل مولانا محمد جلال الدین قاری نے متن کی تسہیل کے علاوہ بہت ہی قیمتی تعلیقات و حواشی کا اضافہ فرمایا ہے۔ اس محنت کی قدر و قیمت کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جس نے یہ کام کیا ہو۔

مولائے کریم فاضل موصوف کو اجر عظیم عطا فرمائے اور ان کی محنت کو مقبول و مشکور فرمائے۔ امین

احقر محمد مسعود احمد

(کراچی)

۱۸ ربیع الاوّل ۱۴۱۷ ہجری

۳ ستمبر: ۱۹۹۶ء

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسوله الکریم

فصل اول

کیا فرماتے ہیں: علمائے دین ان مسائل میں:

مسئلہ اولیٰ:

استقرار نطفہ زکیہ سید عالم ﷺ کس ماہ و تاریخ میں ہوا:

الجواب: بعض غزہ (چاند کی پہلی رات) رجب کہتے ہیں۔

رواہ الخطیب عن سیدنا سهل التستری قدس سرہ

قال سهل بن عبداللہ التستری فیما راوہ الخطیب البغدادی الحافظ لما اراد اللہ خلق محمد صلی اللہ علیه وسلم فی بطن آمنه لیلة اول رجب

(شرح زرقانی علی المواہب اللدنیہ جلدا)

ترجمہ: ''حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جیسا کہ خطیب بغدادی نے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو رجب کی پہلی رات کو اپنی والدہ ماجدہ آمنہ کے بطن مبارک میں پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا۔''

✿ اور بعض دہم محرم:

اخرج ابونعیم و ابن عساکر عن عمر بن شعیب عن ابیه عن جدہ قال حمل برسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی عاشوراء المحرم و ولد یوم الاثنین ثنتی عشرة من رمضان

اقول: فیه مسیب بن شریک ضعیف جدا

ترجمہ: ''میں کہتا ہوں کہ اس روایت میں مسیب بن شریک راوی ہے جو بہت ہی ضعیف ہے۔''

اور صحیح یہ ہے کہ ماہ حج کی بارہوں تاریخ۔[2]

هکذا صححه فی المدارج کما سیاتی[3]

اس کی موید[4] ہے حدیث ابن سعد و ابن عساکر کہ زن خثعمیہ[5] نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اپنی طرف بلایا۔ رمی جمار کا عذر فرمایا۔ بعد رمی[6] حضرت آمنہ سے مقاربت[7] کی اور حمل اقدس مستقر[8] ہوا۔ پھر خثعمیہ نے دیکھ کر کہا:

کیا ہمستری کی

فرمایا: ہاں

کہا: وہ نور کہ میں نے آپ کی پیشانی سے آسمان تک بلند دیکھا تھا نہ رہا، آمنہ کو مژدہ[9] دیجئے کہ ان کے حمل میں افضل اہل زمین ہے۔

قال ابن سعد انا وهب بن جریر ابن حازم ثنا ابی سمعت ابا

---

[1] مفصل روایت یوں ہے:

وروی المسیب بن شریک عن عمر بن شعیب عن ابیه عن جده انه قال حمل برسول الله صلی الله علیه وسلم فی عاشوراً المحرم وولد یوم الاثنین لثنتی عشرة لیلة خلت من رمضان سنة ثلاث و عشرین من غزوة اصحاب الفیل (مختصر تاریخ دمشق، لابن عساکر)

مسیب بن شریک نے شعیب بن شعیب سے روایت کیا۔ انہوں نے کہا انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے اپنے دادا سے بیان کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کے بطن اطہر میں عاشورہ محرم میں جلوہ گر ہوئے اور آپ کی ولادت بارہ رمضان المبارک بروز پیر واقعہ فیل کے تئیس برس بعد ہوئی۔

[2] اس کی تحقیق مسئلہ پنجم میں آتی ہے۔ ۱۲ منہ (حاشیہ از مصنف)

[3] ایسا ہی مدارج نبوت میں حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے اس کی تصحیح فرمائی ہے۔ عنقریب اس کا بیان آتا ہے۔ ملاحظہ ہو (مدارج النبوۃ) [4] مؤید: تائید کرنے والی۔ [5] خثعم قبیلے کی عورت۔ [6] ایام حج میں جمرات کو کنکریاں مارنا۔ [7] نزدیکی، ہم بستری کرنا۔ [8] قرار پانا۔ [9] بشارت خوشخبری۔

یزید المدینہ قال نبئت ان عبداللہ فقالت[1] ھل لک فی قال نعم حتی ارمی الجمرۃ الحدیث

ظاہر ہے کہ رمی جمار نہیں ہوتی مگر حج میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ثانیہ:

دن کیا تھا؟

الجواب:

✿ کہا گیا ہے: روز دوشنبہ (پیر)۔

ذکرہ الزبیر بن بکار و بہ جزم فی تکملۃ مجمع البحار

ترجمہ: اس کو زبیر بن بکار نے بیان کیا تکملہ مجمع البحار میں اسی کو یقینی بتایا گیا ہے۔"

[1] مفصل روایت یوں ہے: قال اخبر نا وھب بن جریر بن حازم اخبرنا ابی قال سمعت ابا یزید المدنی قال نبئت ان عبداللہ ابا رسول اللہ ﷺ اتی علی امراۃ من خثعم فرات بین عینیہ نوراسا طعا الی السماء فقالت ھل لک فی قال نعم ارمی الجمرۃ فانطلق فری الجمرۃ ثم اتی امراتہ امنۃ بنت و ھب ثم ذکر یعنی الخثعمیۃ فاتاھا فقالت ھل اتیت امراۃ بعدی قال نعم امراتی امنۃ بنت وھب قالت فلا حاجۃ لی فیک انک مررت و بین عینیک نور ساطع الی السماء فلما و قعت علیھا ذھب فاخبرھا انھا قدحملت خیر اھل الارض (طبقات ابن سعد)

ترجمہ: ہمیں وہب بن جریر بن حازم نے خبر دی وہ کہتے ہیں مجھے میرے باپ نے خبر دی وہ فرماتے ہیں: میں نے ابویزید المدنی سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ مجھے بتایا گیا کہ حضرت عبداللہ والد ماجد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خثعم قبیلہ کی ایک عورت کے پاس سے گزرے۔ اس عورت نے حضرت عبداللہ کی دو آنکھوں کے درمیان ایک نور دیکھا جو آسمان تک بلند تھا۔ عورت نے آپ سے کہا کیا تو میری طرف رغبت کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں مگر میں جمرات کو رمی کر لوں۔ آپ چلے گئے، رمی جمار فرمایا، اپنی زوجہ مقدسہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا بنت وہب سے مباشرت فرمائی، پھر آپ کو زن خثعمیہ یاد آئی، آپ اس کے پاس آئے، اس نے کہا: کیا آپ میرے بعد کسی اور عورت کے پاس آئے ہیں، فرمایا: ہاں! اپنی بیوی آمنہ بنت وہب کے پاس، وہ کہنے لگی اب مجھے آپ کی حاجت نہیں پہلے جب تو میرے پاس سے گزرا تھا اس وقت آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور چمک رہا تھا جس کی چمک آسمان تک تھی، جب تو اپنی بیوی کے پاس آیا وہ نور وہاں منتقل ہو گیا، اپنی بیوی کو بتا دو کہ تیرے حمل میں افضل اہل زمین ہے۔

اور اصح یہ ہے کہ شب جمعہ تھی۔ اسی لیے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ شب جمعہ کو شب قدر سے افضل کہتے ہیں کہ یہ خیر و برکت وکرامت و سعادت جو اس میں اتری، اس کے ہمسر نہ کبھی اتری، نہ قیامت تک اترے۔ وہاں "تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوْحُ فِيْهَا" (ترجمہ: اس رات میں فرشتے اور روح اترتے ہیں۔) ہے۔ یہاں مولائے ملائکہ وآقائے روح کا نزول اجلال[1] عظیم الفتوح ہے صلی اللہ علیہ وسلم

مدارج النبوۃ میں ہے: "استقرار نطفہ زکیہ" درایام حج برقول اصح دراوسط ایام تشریق شب جمعہ بود وازیں جہت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ لیلۃ الجمعہ راافضل تر از لیلۃ القدر دانستہ۔ الخ[2] واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ثالثہ:

مدت حمل شریف کس قدر تھی؟

الجواب: دہ (۱۰)، ونہ (۹) وہفت (۷) وشش (۶) ماہ۔ سب کچھ کہا گیا اور صحیح نو (۹) مہینے ہیں۔

في شرح الزرقاني للمواهب اختلف في مدة الحمل به صلی اللہ علیہ وسلم فقيل تسعه اشهر كاملة و به صدر مغلطائي قال في الغرر و هوا

---

[1] اس رات میں فرشتوں کے مولیٰ اور روح الامین کے آقا کا مبارک نزول عظیم برکات کا باعث ہے۔

[2] مدارج نبوت کی مکمل عبارت یوں ہے: بدانکہ استقرار نطفہ زکیہ مصطفویہ وابداع ذرہ محمدیہ درصدف بطن آمنہ درایام حج برقول اصح دراوسط ایام تشریق شب جمعہ بود، ازیں جہت امام احمد بن حنبل لیلۃ الجمعہ راافضل تر از لیلۃ القدر داشتہ کہ خیرات و برکات وکرامات وسعادات کہ درجنس ایں شب برعامیاں ومومناں مفاض ومنزل شدہ در ہیچ شبی نشدہ تاروز قیامت بلکہ تاابد واگر ہمیں جہت شب میلاد راافضل ازشب قدر دارند نیزی سزد وقد صرح بہ العلماء رحمہم اللہ (مدارج النبوۃ جلد ۲)

ترجمہ: "جاننا چاہیے کہ استقرار نطفہ زکیہ مصطفویہ وابداع ذرہ محمدیہ درصدف رحم آمنہ رضی اللہ عنہا قول اصح کے بموجب ایام حج کے درمیانی تشریق کے دنوں میں شب جمعہ ہوا۔ اسی بنا پر امام احمد بن حنبل کے نزدیک شب جمعہ لیلۃ القدر سے افضل ہے۔ اس لیے کہ اس رات سارے جہان اور تمام مسلمانوں پر ہر قسم کی خیر و برکت اور کرامت وسعادت جس قدر نازل ہوئی اتنی قیامت تک کسی رات میں نہ ہوگی بلکہ تاابد کبھی نازل نہ ہوں گی اور اگر اس لحاظ سے میلاد شریف کی رات کو شب قدر سے افضل جانیں تو یقیناً یہ رات اس کی مستحق ہے جیسا کہ علمائے اعلام رحمہم اللہ نے اس کی تصریح کی ہے۔

الصحیح الخ. واللہ اعلم بالصواب

ترجمہ: ''حضور نبی کریم ﷺ کی مدت حمل میں مختلف قول بیان کیے ہیں بعض نے کہا: پورے نو (۹) ماہ۔''

(شرح زرقانی علی المواہب اللدنیہ جلدا)

مسئلہ رابعہ:

✿ ولادت شریف کا دن کیا ہے؟

الجواب: بالاتفاق دوشنبہ۔ صرح به العلامة ابن حجر فی افضل القوی (مزید تفصیل کیلئے شرح زرقانی دیکھیں۔)

✿ سید دو عالم ﷺ پیر کے دن کو فرماتے ہیں:

ذاک یوم ولدت فیه میں اسی دن پیدا ہوا۔

رواه مسلم عن ابی قتاده رضی الله عنه عن ابی قتاده ان رسول الله ﷺ سئل عن صوم الاثنین فقال فیه ولدت و فیه انزل علی. والله اعلم (صحیح مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے پیر کے روزے کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: اسی روز میری ولادت ہوئی اور اسی روز مجھ پر وحی کی ابتداء ہوئی۔''

عن ابی قتاده ان رسول الله ﷺ سئل عن صوم الاثنین فقال فیه ولادت و فیه انزل علی (صحیح مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے پیر کے روز کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: اسی روز میری ولادت ہوئی اور اسی روز مجھ پر وحی کی ابتدا ہوئی۔''

مسئلہ خامسہ:

✿ کیا مہینہ تھا؟

الجواب: رجب، صفر، ربیع الآخر، محرم الحرام، رمضان المبارک سب کچھ کہا گیا اور صحیح و مشہور و قول جمہور ربیع الاوّل ہے۔ مدارج میں ہے:

✿ مشہور آنست کہ در ربیع الاوّل بود[1] شرح الہمزیہ میں ہے:

الا صح فی شهر ربيع الاول علی الصحیح

ترجمہ: ''حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت کے بارے میں صحیح ترین قول ربیع الاوّل کے مہینے کا ہے۔''

✿ شرح زرقانی میں ہے:

قال ابن کثیر هو المشهور عند الجمهور (شرح زرقانی علی المواہب اللدنیہ)

ترجمہ: ''ابن کثیر نے کہا کہ جمہور علماء کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت ربیع الاوّل میں ہوئی۔''

اسی میں ہے: و علیه العمل (شرح زرقانی علی المواہب اللدنیہ)

ترجمہ: ''ربیع الاوّل میں ولادت کے قول پر علماء کا عمل ہے۔''

علماء نے باآنکہ اقوال مذکورہ سے آگاہ تھے محرم و رمضان المبارک و رجب المرجب کی نفی فرمائی۔ مواہب میں ہے:

لم یکن فی المحرم و لا فی رجب ولا رمضان (مواہب لدنیہ مع شرح زرقانی جلد۱)

ترجمہ: ''حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت نہ محرم میں ہوئی نہ رجب میں اور نہ رمضان المبارک میں۔''

✿ شرح ام القریٰ میں ہے:

لم یکن فی الاشهر الحرم اور رمضان

---

[1] مدارج النبوت، جلد دوم، ص ۱۴، مطبوعہ لکشور (۱۹۱۴ء)

ترجمہ: ''حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت حرم کے مہینوں اور رمضان المبارک میں نہ ہوئی۔

یہاں تک کہ علامہ ابن الجوزی وابن جزار نے اسی پر اجماع نقل کیا۔ نسیم الریاض میں تلقیح سے ہے۔

اتفقوا علی انه ولد یوم الاثنین فی شهر ربیع الاول

(صفۃ الصفوۃ، لابی الفرج ابن الجوزی)

ترجمہ: ''علمائے اعلام کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ ربیع الاوّل میں پیر کو پیدا ہوئے۔''

❁ اسی طرح ان کی صفوہ میں ہے:

کما للزرقانی ثم عزاه ایضا لا بن الجزار

(صفۃ الصفوۃ، لابی الفرج ابن الجوزی)

ترجمہ: ''جیسا کہ زرقانی میں ہے، انہوں نے اسے ابن جزار کی طرف منسوب کیا ہے۔''

پس اس کا انکار اگر ترجیحات علماء اختیار جمہور کی ناواقفی سے ہو تو جہل ورنہ مرکب کہ اس سے بدتر۔[1]

فقیر کہتا ہے: مگر اس تقدیر پر استقرار حمل بماہ ذی الحجہ میں[2] صریح اشکال کہ دوبارہ حمل چھ مہینے سے کمی عادۃ محال اور خود او پر گزرا کہ مدت حمل شریف نو (۹) ماہ ہونا اصح الاقوال، تو یہ تینوں تصحیحیں[3] کیونکہ مطابق ہوں۔

---

[1] ولادت باسعادت کے بارے میں مختلف اقوال میں سے جمہور علماء نے ربیع الاوّل کو اختیار کیا ہے اگر کوئی شخص ناواقفیت کی وجہ سے اس کا انکار کرتا ہے تو جاہل مطلق ہے اور اگر علماء کے اختیار کے بعد اس کا انکار کرتا ہے تو وہ جاہل مرکب ہے۔ جہل مرکب جہل مطلق سے بدتر ہے۔

[2] ماہ ذی الحجہ سے ربیع الاوّل تک صرف تین مہینے بنتے ہیں، یہ مدت حمل عادۃ ممکن نہیں۔

[3] علامہ ابن حجر عسقلانی علامہ زرقانی اور محقق دہلوی قدست اسرارہم کی تصحیحیں مراد ہیں۔

لکنی اقول و باللہ التوفیق[1]

مہینے زمانہ جاہلیت میں معین نہ تھے۔ اہل عرب ہمیشہ حرم[2] کی تقدیم تاخیر کر لیتے، جس کے سبب ذی الحجہ ہر ماہ میں دورہ کر جاتا۔

۞ قال اللہ تعالیٰ

اِنَّمَا النَّسِیُّ زِیَادَةٌ فِی الْکُفْرِ یُضَلُّ بِهِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّ یُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّیُوَاطِئُوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَیُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ

(سورۂ توبہ)

ترجمہ: ''ان کا مہینے پیچھے ہٹانا نہیں مگر اور کفر میں بڑھنا اس سے کافر بہکائے جاتے ہیں، ایک برس اسے حلال ٹھہراتے ہیں اور دوسرے برس اسے حرام مانتے ہیں کہ اس گنتی کے برابر ہو جائیں جو اللہ نے حرام فرمائیں۔''

یہاں کہ صدیق اکبر و مولیٰ علی رضی اللہ عنہم نے جو ہجرت کے نویں سال حج کیا، کہا گیا کہ وہ مہینہ واقع ذی قعدہ تھا۔ سال دہم میں ذی الحجہ اپنے ٹھکانے سے آیا۔

۞ سید عالم ﷺ نے حج کیا اور ارشاد فرمایا:

ان الزمان قد استدار کھیئته یوم خلق السموات والارض الحدیث رواہ الشیخان

(صحیح بخاری، صحیح مسلم)

یعنی زمانہ دورہ کر کے اسی حالت پر آ گیا جس پر روز تخلیق زمین و آسمان تھا۔ اسی دن سے نسیٔ نسیاً منسیا[3] ہوا اور یہی دورۂ دوازدہ ماہ قیامت تک رہا تو کچھ بعید نہیں کہ اس

---

[1] اس کے باوجود میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں اور تصحیح کا صحیح ہونا بیان کرتا ہوں۔

[2] زمانہ جاہلیت اور ابتدائے اسلام میں محرم، رجب، ذی قعدہ اور ذی الحجہ چار مہینوں میں جنگ کرنا ممنوع تھا۔ ان کو حرم کے مہینے کہتے تھے۔

[3] یاد رہے نسیٔ لغت میں وقت کے مؤخر کرنے کو کہتے ہیں اور یہاں شہر حرام کی حرمت کا دوسرے مہینے کی طرف ہٹانا مراد ہے۔ زمانہ جاہلیت میں عرب اشہر حرام کی حرمت و عظمت کے معتقد تھے، تو جب کبھی لڑائی کے زمانے میں یہ حرمت

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

ذی الحجہ سے [1] ربیع الاوّل تک نو مہینے ہوں۔ شاید شیخ محقق [2] اسی نکتہ کی طرف مشیر [3] ہیں کہ زمانہ استقرار مبارک کو ایام حج سے تعبیر کیا نہ ذی الحجہ سے۔ اگرچہ اس وقت کے عرف میں اسے ذی الحجہ بھی کہنا ممکن تھا۔ [4]

اقول: اب مسئلہ ثالثہ وخامسہ کی تصحیحوں پر مسئلہ اولیٰ کا جواب بارہ جمادی الآخرہ ہوگا، مگر جاہلیت کا دورۂ نسیٔ اگر منتظم مانا جائے یعنی علی التوالی [5] ایک ایک مہینہ ہٹاتے ہوں تو سال استقرار حمل ذی الحجہ شعبان میں پڑتا ہے نہ کہ جمادی الآخرہ میں کہ ذی الحجہ حجۃ الوداع شریف میں جب عمر اقدس حضور پُر نور ﷺ سے تریسٹھواں سال تھا ذی الحجہ میں آیا تو ۱۲، ۱۲ کے اسقاط [6] سے جب عمرِ اقدس سے تیسرا سال تھا ذی، الحجہ ذی الحجہ میں ہوا اور دوسرا سال ذی القعدہ اور پہلا سال شوال اور سال ولادت شریفہ رمضان المبارک اور سال استقرار حمل مبارک شعبان میں، لیکن ان نامنتظموں کی کوئی

بقیہ حاشیہ سابقہ صفحہ: والے مہینے آجاتے تو ان کو بہت شاق گزرتا، اس لیے انہوں نے یہ کیا کہ ایک مہینے کی حرمت دوسرے مہینے کی طرف لٹانے لگے محرم کی حرمت صفر کی طرف ہٹا کر محرم میں جنگ جاری رکھتے اور بجائے اس کے صفر کو ماہ حرام بنالیتے اور جب اس سے بھی تحریک ہٹانے کی حاجت سمجھتے تو اس میں بھی جنگ کر لیتے اور ربیع الاوّل کو ماہ حرام قرار دیتے، اس طرح تحریم سال کے تمام مہینوں میں گھومتی اور ان کے اس طرز عمل سے ماہ ہائے حرام کی تخصیص ہی باقی نہ رہی۔ اسی طرح حج کو مختلف مہینوں میں گھماتے پھرتے تھے۔ سید عالم ﷺ نے حجۃ الوداع میں اعلان فرمایا کہ نسیٔ کے مہینے گزر گئے ہیں اب مہینوں کے اوقات کی وضع الٰہی کے مطابق حفاظت کی جائے اور کوئی مہینہ اپنی جگہ سے نہ ہٹایا جائے۔ اس آیت میں نسیٔ کو ممنوع قرار دیا گیا ہے اور کفر پر کفر کی زیادتی بتایا گیا ہے کیونکہ اس میں ماہ ہائے حرام میں تحریک قتال کو حلال جاننا اور خدا کے حرام کیے ہوئے کو حلال کر لینا پایا جاتا ہے۔

[1] حضرت عبداللہ والد ماجد حضور نبی کریم ﷺ نے وصال سے پہلے جو حج کیا اور اسی سال کے ایام تشریق کے وسط میں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا والدہ ماجدہ حضور نبی کریم ﷺ سے مقاربت فرمائی، حج کا وہ مہینہ واقع میں ماہ جمادی الاخرہ تھا جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ حرمت والے مہینے پیچھے کر دیتے تھے۔ اس طرح اس ذی الحجہ سے ربیع الاوّل تک نو ماہ کی مدت بنتی ہے۔

[2] شیخ محقق علی الاطلاق شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ العزیز۔

[3] اشارہ کرتے ہیں، ملاحظہ ہو: مدارج النبوت۔ [4] یہ تبدیلی ایام بسبب نسیٔ کے واقع ہوئی۔

[5] متواتر: پے در پے، [6] گرانا، کم کرنا،

بات منتظم[1] نہ تھی، جب جیسی چاہتے کر لیتے، لٹیرے لوگ لوٹ مار چاہتے اور مہینہ ان کے حسابوں اشہر حرم[2] سے ہوتا۔ اپنے سردار کے پاس آتے اور کہتے: اس سال یہ مہینہ حلال کر دے، وہ حلال کر دیتا، اور دوسرے[3] سال گنتی پوری کرنے کو حرام ٹھہرا دیتا۔

کما رواہ ابناء جریر المنذر و مردویہ وابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ عنہما[4]

تو اس سال جمادی الآخرہ میں ذی الحجہ ہونا کچھ بعید نہیں۔ واللہ اعلم

فائدہ:

سائل نے یہاں تاریخ سے سوال نہ کیا۔ اس میں اقوال بہت مختلف ہیں۔ دو، آٹھ، دس، بارہ، سترہ، اٹھارہ، بائیس۔

سات قول ہیں: مگر اشہر و اکثر ماخوذ و معتبر[5] بارھویں ہے۔ مکہ معظمہ میں ہمیشہ اسی تاریخ مکانِ مولد اقدس کی زیارت کرتے ہیں۔

کما فی المواہب والمدارج

(مواہب لدنیہ مع شرح زرقانی)

---

[1] راست، درست

[2] حرمت والے مہینے: ذی القعدہ، ذی الحجہ، محرم، رجب۔

[3] حسنی پریس بریلی بار دوم کے مطبوعہ نسخہ میں اسی طرح موجود ہے: شاید کاتب سے ایسا ہوا، درست "دوسرے سال" معلوم ہوتا ہے۔

[4] عن ابن عباس (نما النسئی زیادۃ فی الکفر) قال فھو المحرم کان یحرم عاما و صفر عاما و زید صفر اخر فی الاشھر الحرم و کانوا یحرمون صفرا مرۃ و یحلونہ مرۃ فعاب اللہ ذلک و کان ھوازن و غطفان وبنو سلیم تفعلہ (جامع البیان عن تاویل آی القرآن، معروف بہ تفسیر طبری) (ابی جعفر محمد بن جریر الطبری)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عباس سے آیت "انما النسئی زیادۃ فی الکفر" کے بارے میں روایت ہے کہ یہ محرم کا مہینہ ہے۔ ایک سال اسے حرمت والا ٹھہرا لیتے دوسرے سال صفر کو حرمت والا بنا لیتے، انہوں نے صفر کو حرمت والے مہینوں میں شمار کر لیا تھا تو کبھی صفر کو حرام کر لیتے اور کبھی اسے حلال بنا لیتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب فرمایا ایسا کرنے والے قبائل ہوازن، غطفان اور بنو سلیم تھے۔

[5] ولادت مبارکہ کے بارے میں بارہ ربیع الاوّل کا قول اکثر علماء کے نزدیک معتبر ہے۔ اسی روایت کو سب سے زیادہ شہرت ہے۔ اسی پر علماء کا عمل ہے۔

اور خاص اس مکان جنت نشان[1] میں اسی تاریخ مجلس میلادِ مقدس ہوتی ہے۔

کما فی المدارج (مدراج النبوت)

ابن حجر قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ وفاضل زرقانی (علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانیؒ) فرماتے ہیں:

المشهورانه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولد یوم الاثنین ثانی عشر ربیع الاوّل و هو قول محمد ابن اسحٰق امام المغازی وغیره (شرح زرقانی علی المواہب اللد نیہ)

ترجمہ: ''مشہور یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے بارہ ربیع الاوّل بروز پیر ولادت فرمائی، امام مغازی محمد بن اسحٰق اور دوسرے علماء کا یہی قول ہے۔''

✿ شراح مواہب میں امام ابن کثیر سے ہے:

هوالمشهور عند الجمهور (شرح زرقانی علی المواہب اللد نیہ)

ترجمہ: ''جمہور علماء کے نزدیک یہی مشہور روایت ہے کہ (ولادت اقدس بروز پیر بارہ ربیع الاوّل کو ہوئی۔)''

✿ اسی میں ہے:

هو الذی علیه العمل (شرح زرقانی علی المواہب اللد نیہ)

ترجمہ: ''اسی قول پر علماء کرام کا عمل ہے۔''

✿ شرح الہمزیہ میں ہے: **هو المشهور و علیه العمل**

ترجمہ: ''یہی مشہور ہے اور اسی پر علماء کا عمل ہے۔''

✿ اسی طرح مدارج وغیرہ میں تصریح کی۔

وان كان اكثر المحدث و المؤرخين على ثمان خلون و عليه

---

[1] حضور نبی کریم ﷺ کی جائے ولادت کا مکان مبارک۔ اس مکان مبارک میں بارہ ربیع الاوّل کو ہر سال محفل میلاد منعقد ہوتی ہے۔ مکہ معظمہ اور اطراف واکناف سے آئے ہوئے غلامانِ حضور (ﷺ) اس محفل میں حاضر ہوتے ہیں اور خاص الطاف کریمانہ اور انوار ساطعہ سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ سعودی نجدی وہابیوں نے اس مبارک محفل کو ختم کر دیا ہے۔ قاتلهم الله انى يوفكون

اجمع اهل الزريجات و اختاره ابن حزم والحميدی و روی عن ابن عباس و جبير بن مطعم رضی الله تعالٰی عنهم و بالاول صدر مغلطائی واعتمده الذهبی فی تذهيب التذهيب تبعا للمزی فی التهذيب و حكم المشهور قيل و صحح الدمياطی عشرا خلت

ترجمہ: ''اور اگرچہ محدثین اور مؤرخین کے نزدیک تاریخ ولادت آٹھ ربیع الاوّل ہے اسی پر اہل زیج نے اجماع کیا ہے۔ ابن حزم اور حمیدی نے اسی کو مختار کہا۔ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہم نے یہی روایت کیا ہے۔ مغلطائی ذہبی نے تذہیب التذہیب میں مزی کی اتباع کی اور قول مشہور کو قیل کہہ کر ضعیف قرار دیا ہے۔ دمیاطی نے دس ربیع الاوّل کو صحیح قرار دیا۔

اقول: و حاسبنا فوجدنا غرة الحرم الوسطية عام ولادته صلی الله عليه وسلم يوم الخميس فكانت غرة شهر الولادة الكريمة الوسطية يوم الاحد والهالية يوم الاثنين فكان يوم الاثنين الثامن من الشهر و الذا اجمع عليه اصحاب الزيج و جرد ملاحظة الغرة الوسطية يظهر استحالة سائر الاقوال ماخلا الطرفين و العلم بالحق عنعد مقلب الملوين.[1]

[1] (مصنف علامہ فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں میں نے حساب کیا تو معلوم ہوا کہ سال ولادت محرم وسطیہ کی چاند رات جمعرات کا دن تھا۔ پس ماہ ولادت کریمہ کی پہلی تاریخ کو ہفتہ کا دن تھا اور درمیانی (صفر) کی پہلی تاریخ پیر کا دن تھا۔ اس ربیع الاوّل کی آٹھ تاریخ پیر کا دن تھا۔ اسی لیے اصحاب علم زیج نے اس پر اجماع کیا ہے۔

یکم محرم	جمعرات
۲۹ محرم	جمعرات
۳۰ محرم	جمعہ
یکم صفر	ہفتہ
۲۹ صفر	ہفتہ
۳۰ صفر اتوار	اتوار
یکم ربیع الاوّل	پیر
۸ ربیع الاوّل	پیر

❁ اور شک نہیں کہ تلقی[1] امت بالقبول کیلئے شانِ عظیم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں:

الفطر یوم یفطر الناس والاضحی یوم یضحی الناس

عیدالفطر اس دن ہے جس دن لوگ عید کریں اور عیدالاضحیٰ اس روز ہے جس روز لوگ عید سمجھیں۔

رواہ الترمذی عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ عنہا بسند صحیح

❁ اور فرماتے ہیں:

فطر کم یوم تفطرون و اضحاکم یوم تضحون رواہ ابوداؤد والبیھقی فی السنن عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ بسند صحیح و رواہ الترمذی و حسنہ فزاد فی اولہ الصوم یوم تصومون والفطر الحدیث وارسلہ الشافعی فی مسندہ و البیھقی فی سننہ عن عطاء فزاد فی اخرہ و عرفۃ یوم تعرفون.

(ترمذی، جامع صغیر، کنوز الحقائق، سنن کبریٰ، بیہقی)

یعنی مسلمانوں کا روزہ، عیدالفطر، عیدالاضحیٰ، روزہ عرفہ سب اس دن ہے جس دن جمہور مسلمین خیال کریں۔

ای وان لم یصادف الواقع و نظیرہ قبلۃ التحری

لاجرم عید میلاد والا بھی کہ میلادِ اکبر ہے قول و عمل جمہور مسلمین ہی کے مطابق بہتر ہے۔

فالا و فق العمل ما علیہ العمل

"جس پر مسلمان کریں اسی کے مطابق عمل کرنا زیادہ مناسب ہے۔"

یہ ہے ان مسائل میں کلام مجمل اور تفصیل کیلئے دوسرا محل۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

---

[1] امت مسلمہ کے علماء کا قبول کر لینا۔

مسئلہ سادسہ:

✿ شمسی تاریخ کیا تھی؟

الجواب: ولادت اقدس ہجرت مقدسہ سے ترپن (۵۳) برس پہلے ہے۔

مرفوع ساٹھ (۶۰) سال پانچ (۵) مذاک مرفوع ۷ سال مرکا=۵ لح ا کہ ۱۸۷۸۱ یوم ہوئے۔ یعنی اس سال کا محرم وسطی سال ہجرت کے محرم وسطی سے اتنے دن پہلے تھا۔ سات پر تقسیم کیے سے کچھ نہ بچا اور ابتدائے سال ہجری بحساب اوسط پنج شنبہ ہے تو ان ایام مذکورہ کا پچھلا دن چار شنبہ تھا اور جبکہ یہ پورے ہفتے ہیں تو ان کا پہلا دن پنج شنبہ تھا اور جب اس سال کا مدخل پنج شنبہ ہوا تو اس ربیع الاوّل کا مدخل یک شنبہ تو دو شنبہ کو نویں تھیں۔ یعنی یکم وسطے وہ ہلالی سے ایک دن پہلے ہوئی، اب مابین التاریخین ہماری تحقیق میں اح لط ہے۔ ۵ لح ا=زنہ لح+محرم وصفر نط+ط ربیع الاوّل=زنا ہو

۵۰۰سال	نہ لح مط / ز ر ز
۷۰سال	ر و ر / ا نہ
مارچ	ا ل / ک

تاریخ مطلوب بستم اپریل ۵۷۱ء معرفت یوم ہماری جداول سے ۵۷۱-۲۳۶=۳۳۵، ÷ ۲۸ باقی ۱۱ پس جدول ر میں مقابل ۱۱ دیکھا۔ مدخل ۵۷۱ء پنج شنبہ اور مدخل اپریل چار شنبہ پس بستم اپریل دو شنبہ۔

وھو المطلوب. واللہ اعلم

فصل دوم

مسئلہ: ۱۹ ربیع الاوّل شریف ۱۳۱۷ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وفات شریف حضور نبی پُر نور ﷺ کی تاریخ کیا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: قول مشہور و معتمد جمہور دوازدہم ربیع الاوّل شریف ہے۔ ابن سعد نے طبقات میں بطریق عمر بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ امیر المومنین مولی علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی:

قال مات رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الاثنين لاثنتى عشرة مضت من ربيع الاوّل (طبقات الکبریٰ)

یعنی حضور نبی کریم ﷺ کی وفات شریف روز دوشنبہ بارھویں تاریخ ربیع الاوّل مبارک کو ہوئی۔

شرح مواہب علامہ زرقانی آخر مقصد اول میں ہے:

الذى عند ابن اسحق والجمهور انه صلى الله عليه وسلم مات لاثنتى عشرة ليلة خلت من شهر ربيع الاوّل (شرح زرقانی)

ترجمہ: "ابن سعد اور جمہور علما کے نزدیک حضور نبی کریم ﷺ کی وفات شریف بارہ ربیع الاوّل مبارک کو ہوئی۔"

اسی میں آغاز مقصد دہم میں ہے:

قول الجمهور انه توفى ثانى عشر ربيع الاوّل (شرح زرقانی)

ترجمہ: "جمہور علما کا قول ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا وصال بارہ ربیع الاوّل مبارک کو ہوا۔

خمیس فی احوال انفس نفیس ﷺ میں ہے:

لیلة خلت من ربیع الاوّل سنة احدی عشرة من الهجرة ضحٰے فی مثل الوقت الذی دخل فیه الدینة (تاریخ الخمیس)

ترجمہ: ''حضور نبی کریم ﷺ نے بروز پیر نصف النہار بارہ ربیع الاوّل سن گیارہ ہجری کو اس وقت وصال فرمایا جس وقت چاشت کے وقت (ہجرت کے موقع پر) آپ ﷺ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تھے۔''

۞ اسی میں امام ابوحاتم رازی و امام رزین عبدری و کتاب الوفاء امام ابن جوزی سے ہے:

مرض فی صفر لعشربقین منه و تو فی صلی الله علیه وسلم لاثنتی عشرة لیلة خلت من ربیع الاول یوم الاثنین (الوفا)

ترجمہ: ''حضور نبی کریم ﷺ بیس صفر کو بیمار ہوئے اور بارہ ربیع الاوّل مبارک بروز پیر کو وصال فرمایا۔''

۞ کامل ابن اثیر جزری میں ہے:

کان موته صلی الله علیه وسلم یوم الاثنین لثنتی عشرة لیلة خلت من ربیع الاوّل (الکامل فی التاریخ لابن اثیر)

ترجمہ: ''حضور نبی کریم ﷺ کا وصال مبارک پیر بارہ ربیع الاوّل کو ہوا۔''

مجمع بحار الانوار میں ہے:

وصل بالحق فی نصف نهاره لاثنی عشر من ربیع الاوّل و قیل المستحلة و قیل للیلتین خلتا منه الاوّل اکثر من الاخیرین

ترجمہ: ''حضور نبی کریم ﷺ نے نصف النہار بارہ ربیع الاوّل کو وصال حق فرمایا۔ کہا گیا ہے یکم ربیع الاوّل کو، بعض نے کہا: ۲ ربیع الاوّل کو پہلا قول آخری دو قولوں سے زیادہ مشہور ہے۔''

✿ اسعاف الراغبین فاضل محمد صبان میں ہے:

تو فی صلی اللہ علیہ وسلم فی بیت عائشة یوم الاثنین قبیل الزوال لیلت مضتامن ربیع ......یلة مضت منه و قیل لاثنتی عشرة لیللة مضت منه و علیه الجمهور

ترجمہ: ''حضور نبی کریم ﷺ کا وصال مبارک ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں زوال سے تھوڑا پہلے دو ربیع الاوّل کو ہوا۔ کہا گیا ہے کہ یکم ربیع الاوّل کو ہوا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بارہ ربیع الاوّل کو وصال ہوا۔ جمہور علماء کا یہی قول ہے۔

اور تحقیق یہ ہے کہ حقیقتاً بحسب رویت مکہ معظمہ ربیع الاوّل شریف کی تیرھویں تھی، مدینہ طیبہ میں رویت نہ ہوئی لہٰذا ان کے حساب سے بارھویں ٹھہری وہی رواۃ (راوی کی جمع) نے اپنے حساب کی بنا پر روایت کی اور مشہور و مقبول جمہور ہوئی۔ یہ حاصل تحقیق امام ماورزی و امام عمادالدین ابن کثیر و امام بدرالدین بن جماعہ وغیرہم اکابر محدثین و محققین ہے۔ (السیرۃ النبویہ، لابن کثیر)

✿ اس کے سوا دو قول:

ایک یکم ربیع الاوّل شریف:

ذکرہ موسیٰ بن عقبة واللیث الخوارزمی و ابن زبیر

ترجمہ: ''حضور نبی کریم ﷺ کے وصال یکم ربیع الاوّل کا قول موسیٰ بن عقبہ، امام اللیث، امام خوارزمی اور علامہ عروہ بن زبیر کا مختار ہے۔''

دوسرا: دوم ربیع الاوّل شریف کہ دور افضیان کذاب ابو مخنف وکلبی کا قول ہے۔ (السیرۃ النبویہ، لابن کثیر)

ففی الزرقانی بعد غرو الاوّل الی من ذکرنا و عندابی مخنف و الکلبی فی ثانیه (شرح زرقانی علی المواہب اللدنیہ)

یہ دونوں اقوال محض باطل و نامعتبر بلکہ سراسر محال و نامتصور ہیں۔
(حضور نبی کریم ﷺ کے وصال مبارک کے بارے میں یکم ربیع الاوّل شریف اور دوم ربیع الاوّل شریف کے دونوں قول کسی طور پر درست نہیں ہیں۔)

وان میل الی کل نظرالی الحساب لا من حیث ان روایتهما اثبت فی الباب و انما یقضی الحساب علی القولین بالبطلان و الذهاب کما ستعرف بعون الملک الوهاب

ترجمہ: ''اگرچہ مذکورہ دونوں اقوال کا میلان حساب کی جانب ہے۔ ان اقوال کا بطلان اس حیثیت سے نہیں کہ ان کی رویت ثابت نہیں۔ حساب دونوں اقوال کا بطلان ثابت کرتا ہے۔ جیسا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ کی تائید سے تو حسابی قاعدہ سے معلوم کرے گا۔''

و وقع فی الکامل حکایة ثالث حیث قال بعد ما اعتمد قول الجمهور کما نقلنا و قیل مات نصف النهار یوم الاثنین للیلتین بقیتا من ربیع الاوّل اھ (الکامل فی التاریخ، لابن الاثیر)

ترجمہ: ''کامل فی التاریخ میں ایک تیسرا قول بھی ہے۔ جمہور کے معتمد قول نقل کرنے کے بعد کہا اور کہا گیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا ربیع الاوّل گزرنے میں دو راتیں باقی تھیں کہ وصال مبارک ہوا۔''

اقول: وهو وهم و کانه شبه علیه خلتا ببقیتا فان الحفاظ انما یذکرون ههنا سوی المشهور قولین لاغیر

ترجمہ: ''میں کہتا ہوں کہ یہ وہم اور شبہ ہے اسے شبہ یوں ہوا کہ ''خلتا'' کی بجائے ''بقیتا'' سمجھ لیا گیا۔ یعنی گزرنے کے بجائے باقی رہ گئیں، اس لیے کہ تمام حفاظ حدیث نے مشہور قول (بارہ ربیع الاوّل شریف) کے سوا صرف دو قول ذکر کیے ہیں۔ اس کے سوا کوئی قول نہیں ہے۔''

تفصیل مقام وتوضیح مرام یہ ہے کہ وفات اقدس ماہ ربیع الاوّل شریف روز دو شنبہ میں واقع ہوئی، اس قدر ثابت و مستحکم ویقینی ہے۔ جس میں اصلاً جائے نزاع نہیں۔ (اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔)

✿ فتح الباری شرح صحیح بخاری ومواہب لدنیہ وشرح زرقانی میں ہے:

(ثم ان وفاته صلى الله عليه وسلم في يوم الاثنين كما ثبت في الصحيح عن انس و رواه ابن سعد باسانيده عن عائشة و علي و سعد و عروة و ابن المسيب و ابن شهاب و غير هم (من ربيع الاوّل بلا خلاف) كما قال ابن عبدالبر (بل كا دوا يكون اجماعا) الخ

(فتح الباری شرح صحیح بخاری)

ترجمہ: ''حضور نبی کریم ﷺ کا وصال مبارک بروز پیر جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور اسی کو ابن سعد نے اپنی اسانید کے ساتھ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت عروہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن المسیب رضی اللہ عنہ، حضرت ابن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ (ربیع الاوّل کے مہینے میں بلا اختلاف اقوال)

جیسا کہ بن عبدالبر نے فرمایا ہے (بلکہ اس پر علماء کا تقریباً اجماع ہے۔)

ادھر یہ بلاشبہ ثابت کہ اس ربیع الاوّل سے پہلے جو ذی الحجہ تھا، اس کی پہلی روز پنج شنبہ تھا کہ حجۃ الوداع شریف بالاجماع روز جمعہ ہے۔

و قد ثبت ذلک في احاديث صحاح لامنازع لها فلا حا جة بنا الى اطالة الكلام بسردها

ترجمہ: ''یہ مقصد صحیح حدیثوں سے ثابت ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں، ان احادیث صحیحہ کو ذکر کر کے ہمیں کلام کو طول دینے کی ضرورت نہیں۔''

اور جب ذی الحجہ ۱۰ ہجری کی ۲۹، روز پنج شنبہ تھی تو ربیع الاوّل ۱۱ ہجری کی ۱۲ کسی طرح روز دوشنبہ نہیں آتی کہ اگر ذی الحجہ، محرم، صفر تینوں مہینے ۳۰ کیلئے جائیں تو غرہ ربیع الاوّل روز چارشنبہ ہوتا ہے اور پیر کی چھٹی اور تیرھویں اور اگر تینوں ۲۹ کے لیں تو غرہ روز یک شنبہ پڑتا ہے اور پیر کی دوسری اور نویں، اور اگر ان میں کوئی سا ایک ناقص اور باقی دو کامل لیجئے تو پہلی سہ شنبہ کی ہوتی ہے اور پیر کی ساتویں چودھویں اور اگر ایک کامل دو ناقص مانیے تو پہلی پیر کی ہوتی ہے اور پھر پیر کی آٹھویں، پندرھویں غرض بارھویں کسی حساب سے نہیں آتی اور ان چار کے سوا پانچویں کوئی صورت نہیں۔

✿ ان چار صورتوں کے جداول یوں ہیں:

[illegible]		[illegible]	
یکم ذی الحجہ	جمعرات	یکم ذی الحجہ	جمعرات
۲۹ ذی الحجہ	جمعرات	۲۹ ذی الحجہ	جمعرات
۳۰ ذی الحجہ	جمعہ	یکم محرم الحرام	جمعہ
یکم محرم الحرام	ہفتہ	۲۹ محرم الحرام	جمعہ
۲۹ محرم الحرام	ہفتہ	یکم صفر المظفر	ہفتہ
۳۰ محرم الحرام	اتوار	۲۹ صفر المظفر	ہفتہ
یکم صفر المظفر	پیر	یکم ربیع الاوّل	اتوار
۲۹ صفر المظفر	پیر	۲ ربیع الاوّل	پیر
۳۰ صفر المظفر	منگل	۹ ربیع الاوّل	پیر
یکم ربیع الاوّل	بدھ		
۲ ربیع الاوّل	پیر		

✿ اگر ایک ماہ ناقص اور دو کامل ہوں:

۷ذی الحجہ	جمعرات	یکم ذی الحجہ	جمعرات	یکم ذی الحجہ	جمعرات
۲۹ذی الحجہ	جمعرات	۲۹ذی الحجہ	جمعرات	۲۹ذی الحجہ	جمعرات
یکم محرم الحرام	جمعہ	۳۰ذی الحجہ	جمعہ	۳۰ذی الحجہ	جمعہ
۲۹محرم الحرام	جمعہ	یکم محرم الحرام	ہفتہ	یکم محرم الحرام	ہفتہ
۳۰محرم الحرام	ہفتہ	۲۹محرم الحرام	ہفتہ	۲۹محرم الحرام	ہفتہ
یکم صفر المظفر	اتوار	یکم صفر المظفر	اتوار	۳۰محرم الحرام	اتوار
۲۹صفر المظفر	اتوار	۲۹صفر المظفر	اتوار	یکم صفر المظفر	پیر
۳۰صفر المظفر	پیر	۳۰صفر المظفر	پیر	۲۹صفر المظفر	پیر
یکم ربیع الاوّل	منگل	یکم ربیع الاوّل	منگل	یکم ربیع الاوّل	منگل
۷ربیع الاوّل	پیر	۷ربیع الاوّل	پیر	۷ربیع الاوّل	پیر
۱۴ربیع الاوّل	پیر	۱۴ربیع الاوّل	پیر	۱۴ربیع الاوّل	پیر

✿ اگر ایک ماہ کامل اور دو ناقص ہوں:

۷ذی الحجہ	جمعرات	یکم ذی الحجہ	جمعرات	یکم ذی الحجہ	جمعرات
۲۹ذی الحجہ	جمعرات	۲۹ذی الحجہ	جمعرات	۲۹ذی الحجہ	جمعرات
یکم محرم الحرام	جمعہ	یکم محرم الحرام	جمعہ	۳۰ذی الحجہ	جمعہ
۲۹محرم الحرام	جمعہ	۲۹محرم الحرام	جمعہ	یکم محرم الحرام	ہفتہ
یکم صفر المظفر	ہفتہ	۳۰محرم الحرام	ہفتہ	۲۹محرم الحرام	ہفتہ
۲۹صفر المظفر	ہفتہ	یکم صفر المظفر	اتوار	یکم صفر المظفر	اتوار

۳۰صفرالمظفر	اتوار	۲۹صفرالمظفر	اتوار	۲۹صفرالمظفر	اتوار
یکم ربیع الاوّل	پیر	یکم ربیع الاوّل	پیر	یکم ربیع الاوّل	پیر
۸ربیع الاوّل	پیر	۸ربیع الاوّل	پیر	۸ربیع الاوّل	پیر
۱۵ربیع الاوّل	پیر	۱۵ربیع الاوّل	پیر	۱۵ربیع الاوّل	پیر

قول جمہور پر یہ اشکال پہلے امام سہیلی کے خیال میں آیا اور اسے لاحل سمجھ کر انہوں نے قول یکم اور امام ابن حجر عسقلانی نے دوم کی طرف عدول فرمایا۔

(شرح زرقانی علی المواہب)

فی المواهب بعد ذکر القول المشهور (استشکله السهیلی و ذلک انهم اتفقوا ان ذا الحجة کان اوله یوم الخمیس) للاجماع ان وقفة عرفة کانت الجمعة (فمهما فرضت الشهور الثلثة توام اونواقص اوبعضها لم یصح) ان الثانی عشر من ربیع الاوّل یوم الاثنین (قال الحافظ ابن حجر و هو ظاهر لمن تامله و قد جزم سلیمٰن التیمی احد الثقات بان ابتدا مرضه صلی الله علیه وسلم کان یوم السبت الثانی والعشرین من صفرو مات یوم الاثنین للیلتین خلتا من ربیع الاوّل فعلی هذا یکون الصفرنا قصا ولا یمکن ان یکون اوّل الصفر السبت الاان یکون ذوالحجه المحرم ناقصین فیلزم منه نقص ثلثة اشهر متوالیة) وهی غایة ماتتوالی قال الحافظ و امامن قال مات اول من ربیع الاول فیکون اثنان ناقصین و واحد کاملا ولهٰذا رجحه السهیلی (والمعتمد ماقاله ابومخنف) الاخباری الشیعی قال فی المیزان وغیره کذاب تالفمتروک و قد وافقه ابن الکلبی (انه تو فی

ثاني ربيع الاوّل و كان سبب غلط غيره انهم قالوا مات في ثاني شهر ربيع الاوّل فغيرت فصارت ثاني عشر و استم الوهم بذلك يتبع بعضهم بعضا من غير تامل اھ مختصرا مزيدا من الشرح

(شرح زرقانی علی المواہب اللدنیہ)

ترجمہ وتفہیم: ''مواہب لدنیہ مشہور (بارہ ربیع الاوّل) کے ذکر کے بعد فرمایا کہ امام سہیلی نے اس پر اشکال کیا ہے وہ اشکال اس طرح ہے کہ وصال مبارک سے قبل ذوالحجہ کی یکم جمعرات تھی۔ اس پر علماء کا اتفاق واجماع ہے کہ حجۃ الوداع کا یومِ عرفہ (نو ذوالحجہ) جمعہ کا دن تھا۔ تین مہینے (ذوالحجہ، محرم، صفر) کو جس لحاظ سے بھی شمار کریں تو حساب درست نہیں آیا، خواہ تینوں مہینے کامل خواہ تینوں مہینے ناقص، خواہ بعض کامل اور بعض ناقص، کسی اعتبار سے بارہ ربیع الاوّل بروز پیر نہیں آتی۔ (سابقہ صفحات کے حواشی میں جداول سے یہ امر ثابت ہے۔) حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ ادنیٰ تامل سے یہ ثابت ہے کہ سلیمان التیمی (جوائمہ ثقافت سے ہیں) نے اس پر جزم اختیار کیا ہے اور حضور نبی کریم ﷺ کے مرض وصال کی ابتداء بائیس صفر بروز ہفتہ ہے اور آپ کا وصال مبارک دو ربیع الاوّل بروز پیر ہے۔ اس بنیاد پر ماہ صفر ناقص ہوگا اور یہ اس وقت ممکن نہیں کہ یکم صفر ہفتہ ہو مگر جب کہ ذوالحجہ اور محرم ناقص نہ ہو۔ اس سے متواتر تین ماہ ناقص ہونا لازم آتا ہے۔ متواتر تین ماہ ناقص ہونے کی حد یہی ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا کہ جس نے کہا کہ حضور نبی کریم ﷺ کا وصال مبارک یکم ربیع الاوّل کو ہوا، اس حساب سے درمیانی ماہ ناقص ہوں گے اور ایک وہ کامل، اسی لیے امام سہیلی نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ اور معتمد قول (ابن حجر کے نزدیک) وہ ہے جو ابومخنف نے کہا: ابومخنف شیعہ راوی ہے۔ میزان وغیرہ میں اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ جھوٹا، روایات کو اپنی جانب سے گھڑنے والا اور متروک ہے۔ ابومخنف کے قول کی ایک اور شیعہ راوی ابن کلبی نے موافقت کی اور کہا کہ حضور نبی کریم ﷺ کو یوں غلطی لگی کہ جب

کہا گیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کا وصال ۱۲ ربیع الاوّل (ثانی شہر ربیع الاوّل) کو ہوا تو لوگوں کو وہم ہوا کہ بارہ ربیع الاوّل (ثانی عشر ربیع الاوّل) ہے۔ (ثانی شہر ربیع الاوّل کو ثانی عشر ربیع الاوّل سمجھ لیا گیا) اور اس وہم کی اتباع بغیر تامل کے بعض راویوں نے کی۔" (شرح زرقانی سے بعض مقامات پر اختصار اور بعض پر وضاحت کی گئی ہے۔)

اقول: و یظهر لمن تامل هذا الکلام منشوء اختلاف نظر الامامین فی المیلالی القولین فکان السهیلی نظر ان قول ابی مخنف لایتاتی الا ان تتوالی الا شهر الثلثة ذوالحجه و محرم و صفر نواقص و هذا فی غایة الندرة بخلاف القول الاوّل فان علیه یکون شهرا کا ملاوشهران ناقصین و هذا کثیر فترجح ذلک فی نظره مع انه اشد ثبوتا بالنسبة الی ذلک و کان الحافظ تظران علی القول الاوّل لا یبقی للجمهور عذر فی الباب فالمیل الی مایکون فیه ابداء عذرلهم کما ذکر من وقوع تصحیف شهر بعشرا حسن و امتن

ترجمہ وتفہیم: "میں کہتا ہوں، اس کلام میں جو نظر مل تامل کرتا ہے۔ علامہ سہیلی اور علامہ ابن حجر عسقلانی کے یکم ربیع الاوّل اور دوم ربیع الاوّل کے قول کی طرف عدول کا منشاء اختلاف ظاہر ہوتا ہے۔ سہیلی کا خیال ہے کہ اقوال ابو مخنف اس وقت درست ہوتا ہے جبکہ تینوں ماہ ذی الحجہ، محرم الحرام اور صفر المظفر ناقص ہوں اور یہ نہایت نادر ہے۔ بخلاف قول اول کے کہ اس صورت میں ایک ماہ کامل اور دو ماہ ناقص شمار ہوتا ہے۔ اس کا وقوع کثیر ہے۔ اس لیے سہیلی کی نظر میں یہ قول راجح ٹھہرا باوجود اس امر کے کہ اس کا ثبوت نہایت مشکل ہے۔ اور حافظ ابن حجر کا خیال ہے کہ قول اول کے اختیار کرنے میں جمہور کیلئے کوئی عذر باقی نہیں رہتا۔ اس سے جمہور کا عذر واضح ہو جاتا ہے کہ انہیں "ثانی شہر" ماہ کی دوسری تاریخ "ثانی عشر" بارہ کی غلطی لگی۔"

مگر امام بدر بن جماعہ نے قول جمہور کی یہ تاویل کی کہ "اثنی عشر خلت" سے بارہ

دن گزرنا مراد ہے۔ نہ صرف بارہ راتیں، اور پر ظاہر کہ بارہ دن گزرنا تیرھویں ہی تاریخ پر صادق آئے گا اور دوشنبہ کی تیریوں بے تکلف صحیح ہے جبکہ پہلے تینوں مہینے کامل ہوں۔ (شرح زرقانی علی المواہب اللدنیہ)

کما علمت[1] اور امام ماورزی وامام ابن کثیر نے یوں توجیہ فرمائی کہ مکہ معظمہ میں ہلال ذی الحجہ کی رویت شام چار شنبہ کو ہوئی۔ پنج شنبہ کا غرہ[2] اور جمعہ کا عرفہ[3]، مگر مدینہ طیبہ میں رویت دوسرے دن ہوئی۔ تو ذی الحجہ کی پہلی جمعہ کی ٹھہری، اور تینوں مہینے ذی الحجہ، محرم، صفر تیس تیس کے ہوئے تو غرہ ربیع الاوّل پنج شنبہ اور بارھویں دوشنبہ آئی۔[4]

ذکرھا الحافظ فی الفتح[5]

✿ اقول: مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے اگرچہ طول میں غربی اور عرض میں شمالی ہے،

اما الثانی فظاھر معروف لکل من حج و زار واما الاول فثابت مثبت کالثانی فی الزیجات والا طالیس من قدیم الاعصار.[6]

اور ان دونوں اختلافوں کو اختلاف رویت میں دخل بین ہے کہ اختلاف طول سے بعد نیرین کم بیش ہوتا ہے اور اختلاف عرض سے قمر کے ارتفاع مدار کے انتصاب اور بالائے افق اس کی بقا میں تفاوت پڑتا ہے اور کثرت بعد و زیادت انتصاب مدار و

---

[1] جیسا اس سے پہلے تو جان چکا ہے۔ [2] چاند کی پہلی تاریخ۔ [3] نو ذی الحجہ، حج کا دن۔

[4] امام ورزی اور امام ابن کثیر کے مطابق مدینہ طیبہ کے مطلع کے حساب سے جدول:

☆ جدول ☆

یکم ذی الحجہ	جمعہ
۲۹ ذی الحجہ	جمعہ
۳۰ ذی الحجہ	ہفتہ
یکم محرم الحرام	اتوار
۲۹ محرم الحرام	اتوار
۳۰ محرم الحرام	پیر
یکم صفر المظفر	منگل
۲۹ صفر المظفر	منگل
۳۰ صفر المظفر	بدھ
یکم ربیع الاوّل	جمعرات
۸ ربیع الاوّل	جمعرات
۱۲ ربیع الاوّل	پیر

[5] جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے۔
فتح الباری شرح بخاری، البدایہ والنہایہ لابن کثیر

[6] ثانی (مدینہ منورہ مکہ معظمہ سے عرض بلد شمالی میں ہے۔) ہر حج و زیارت کرنے کیلئے ظاہر ہے۔ اول (مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے طول بلد مغربی میں ہے) بھی زمانہ قدیم سے اطلسوں اور زیجات سے ثابت ہے۔

نوٹ: یاد رہے کہ مدینہ منورہ کا طول بلد ۷۵ درجہ اور ۳۲ دقیقہ اور مکہ معظمہ کا طول بلد ۷۷ درجہ اور ۱۰ دقیقہ اور عرض بلد ۲۱ درجہ ۳۰ دقیقہ

(غیاث اللغات)

ارتفاع قمر وطول مکث سب معین رویت ہیں اوران کی کمی مخل رویت، مگر بلدین کریمین[1] کے طول وعرض میں چنداں تفاوت کثیر نہیں اور جو کچھ ہے یعنی طول میں دو درجے اور عرض میں تین درجے۔ وہ "مانحن فیہ[2]" میں ہرگز یہ نہ چاہے گا کہ مکہ معظمہ میں تو رویت ہو اور مدینہ طیبہ میں نہ ہو، بلکہ اگر مقتضی ہوگا تو اس کے عکس کا کہ مقام جس قدر غربی تر ہو، امکان رویت بیشتر ہوگا کہ دورۂ معدل میں مواضع غربیہ پر نیرین[3] کا گزر مواضع شرقیہ کے بعد ہوتا ہے اور حرکت قمر توالی بروج پر غرب سے شرق کو ہے تو جب موضع شرقی میں فصل قمرین[4] حد رویت پر ہو غربی میں اور زیادہ ہوگا کہ وہاں تک پہنچنے میں قمر نے قدرے اور حرکت شرق کو کی اور شمس سے اس کا فاصلہ بڑھ گیا۔ یونہی جب عرض مرئی قمر شمالی ہو، جیسا کہ یہاں تھا تو عرض بلد کا شمالی تر ہونا موجب زیادت تعدیل الغروب زائد ہو کر باعث زیادت بعد معدل وطول مکث قمر ہوگا۔ مگر ہے یہ کہ موانع رویت حد انضباط[5] سے خارج ہیں۔ تو دفع استحالہ[6] وتوجیہ مقالہ کیلئے احتمال کافی اور قواعد پر نظر کیجئے تو واقعی وہ دن مدینہ طیبہ میں رویت عادیہ کا نہ تھا۔

✿ سلخ[7] ذی القعدۃ وسطیہ روز چارشنبہ کو غروب شرعی شمس کے وقت افق کریم مدینہ منورہ میں مؤامرہ رؤیت کے مقدمات یہ تھے:

ماع ۱۷	تقویم شمس
مالح مد	تقویم مرئی قمر
طفه	تعدیل الغروب
مالح الخ	قمر معدل
طـ سولح	بعد معدل
حـ لح	بعد سوا

---

1 مکہ معظمہ، اور مدینہ منورہ۔
2 وہ حالت جس میں ہم کلام کررہے ہیں۔
3 سورج اور چاند۔
4 سورج اور چاند کا فاصلہ۔
5 شمار کرنا۔
6 محال ہونے کو دور کرنے اور کلام کی توجیہ کیلئے۔
7 آخری تاریخ

پُر ظاہر کہ جب بعد معدل و بعد سوا دونوں دس درجے سے کم ہیں تو یہ حالت حالت رؤیت نہیں، قریب قریب اسی حالت کے مکہ معظمہ میں تھے مگر ازانجا کہ وہ نو درجے، یہ آٹھ درجے سے زائد ہے۔ رؤیت پر حکم استحالہ بھی نہ تھا۔ حضور پُر نور ﷺ کی برکات بے نہایات کے حضور یہ کیا بات تھی کہ ایسے امکان غیر متوقع کی حالت میں فصل و قفہ جمعہ ملنے کیلئے بحکم الٰہی مکہ معظمہ میں شام چار شنبہ کو رویت واقع ہوگئی افق مدینہ طیبہ میں حساب عادت معہودہ نہ ہوئی پھر روز رویت ایام حمل، ثور و جوزا خصوصاً ان بلاد گرم سیر میں گرد و غبار ہونا کوئی نامتوقع بات نہیں۔ یہ تحقیق کلام علماء ہے۔ مگر امام عسقلانی نے ان توجیہوں پر قناعت نہ کی۔ پہلی پر مخالفت محاورہ سے اعتراض فرمایا کہ اہل زبان جب یہ لفظ بولتے ہیں بارہ راتیں ہی گزرنا مراد لیتے ہیں۔ نہ بارہ دن کہ یہ تیرھویں پر صادق ہو، اور اوّل دوم دونوں میں یہ استبعاد بتایا کہ چار مہینے متواتر تیس دن کے ہو جاتے ہیں:

فی المواھب عن الفتح ھذا الجواب بعید من حیث انه یلزم منه توالی اربعة اشھر کوامل.

(شرح زرقانی علی المواہب اللدنیہ)

ترجمہ: ''مواہب لدنیہ میں فتح الباری سے منقول ہے کہ یہ جواب اس لیے بعید ہے کہ اس طرح متواتر چار ماہ تیس تیس کے آتے ہیں۔''

✿ اقول: اگر ندرت مقصود تو الزام مفقود کہ دفع استحالہ کو احتمال کافی

ترجمہ: ''اگر یہ مقصود ہو کہ چار ماہ متواتر تیس تیس کے آنا نادر ہے تو پھر اعتراض باقی نہیں رہتا۔''

خود امام عسقلانی نے جو قول اختیار فرمایا اس پر تین مہینے متوالی ناقص آتے ہیں۔ یہ کیا نادر نہیں، اگر امتناع مراد[1] تو ظاہر الفساد تین سے زیادہ متواتر ۲۹ کے مہینے نہیں ہوتے۔ ۳۰ کے چار تک آتے ہیں، ہاں پانچ نہیں ہوتے۔ تحفہ شاہیہ علامہ قطب الدین

[1] اگر یہ مراد ہو کہ چار ماہ متواتر تیس تیس کے آنا ممنوع ہے تو یہ قول خود فاسد ہے۔

شیرازی وزیج الغ بیگی میں ہے۔ واللفظ لہ

''اہل شرع ماہ ہائے ایں تاریخ از رؤیت ہلال گیرند وآں ہرگز از سی روز زیادہ نباشد واز بست ونہ روز کمتر نے وتا چہار ماہ متوالی سی سی آید وزیادہ نے وتا سہ ماہ متوالی بست ونہ بست ونہ آید وزیادہ نے۔''

ترجمہ: ''اہل شرع کے نزدیک تاریخ رویت ہلال سے شمار کرتے ہیں اور مہینہ تیس روزہ سے زیادہ کا نہیں ہوتا اور انتیس روز سے کمتر نہیں ہوتا۔ تیس تیس کے چار ماہ موتواتر آتے ہیں، زیادہ نہیں ہو سکے اور انتیس انتیس کے تین ماہ متواتر ہو سکتے ہیں، زیادہ نہیں۔''

ثم اقول و باللہ التوفیق

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میں کہتا ہوں۔''

قول جمہور سے قول مہجور[1] کی طرف عدول نامقبول ہونے کیلئے اسی قدر بس تھا کہ اس کیلئے توجیہ وجیہ موجود ہے نہ کہ جب وہ اقوال مہجورہ دلائل قاطعہ سے باطل ہوں کہ اب تو ان کی طرف کوئی راہ نہیں، اوپر واضح ہوا کہ ان دونوں حضرات کا منشائے عدول تمسک بالحساب[2] ہے کہ پیر کا دن یقینی تھا اور وہ بارھویں پر منطبق نہیں آتا۔ پہلی دوسری پر آسکتا ہے مگر حساب ہی شاہد عدل[3] ہے کہ اس سال ربیع الاوّل شریف کی پہلی یا دوسری پیر کی ہونا باطل ومحال ہے۔ فقیر اس پر دو حجت قاطعہ رکھتا ہے۔

دلیل اوّل:

غرہ وسطیہ کہ علمائے زیج بحساب اوسط لیتے ہیں۔ نیرین کے اجتماع وسطی سے اخذ کرتے ہیں اور بداہتہً واضح کہ رویت ہلال اجتماع قمرین سے ایک مدت معتد بہا[4]

---

[1] متروک قول، جس قول کو علماء نے چھوڑ دیا ہو۔

[2] حسابی قاعدہ سے دلیل پکڑنا۔

یعنی امام سہیلی اور امام حجر نے حضور نبی کریم ﷺ کے وصال مبارک کے بارے میں جمہور کے قول بارہ ربیع الاوّل شریف کو اس لیے ترک کیا کہ حسابی قاعدہ سے یہ درست نہیں آتا۔

[3] عادل گواہ۔ [4] جسے شمار کیا جائے، ایسی مدت جس کو لوگ محسوس کریں اور شمار کریں۔

کے بعد واقع ہوتی ہے تو غرہ ہلالیہ کبھی غرہ وسطیہ سے مقدم نہ آئے گا۔

انما غایته التساوی (اس کی غایت برابری ہے۔)

اور اجتماع و رویت میں کبھی اتنا فصل بھی نہیں ہوتا کہ قمر ڈیڑھ دو برج طے کر جائے، لہٰذا تقدیم وسطیہ کی نہایت ایک دو دن ہے وبس۔

کل ذلک ظاهر علی من له اشتغال بالفن

ترجمہ: ''جو اس فن (علم زیج) سے مہارت رکھتا ہے اس پر یہ امر ظاہر ہے۔''

اور آشنائے فن جانتا ہے کہ گیارہ ہجریہ میں ماہ مبارک ربیع الاوّل شریف کا غرہ وسطیہ روز سہ شنبہ تھا۔ تو غرہ ہلالیہ یک شنبہ یا دوشنبہ کیونکر متصور کہ اگر یہ سہ شنبہ متاخر ہے تو ہلالیہ کا وسطیہ پر تقدم لازم آتا ہے اور اگر متقدم ہے تو یہ اجتماع سے چار پانچ روز تک رویت نہ ہونے کا لزوم ہوتا ہے اور دونوں باطل ہیں۔

و بعین الدلیل یستحیل ماتقدم عن سلیمن التیمی من کون غرة صفر یوم السبت فان غرته الوسطیة یوم الاثنین فکیف یمکن ان تقدمها الهلالیة بیومین او تناخر عنها بخمسة ایام و به یظهر استحالة و اعتمده الحافظ بوجه اخرفان مبنا انما کان علی هذا کما علمت

ترجمہ: ''اسی دلیل سے سلیمان التیمی کا یہ قول باطل ہو جاتا ہے کہ یکم صفر (۱۱ ہجری) ہفتہ کا دن تھا کیونکہ غرہ وسطیہ پیر کا دن ہے۔ پس یہ کیسے ممکن ہے کہ غرہ وسطیہ غرہ ہلالیہ سے دو دن متقدم ہو یا پانچ روز مؤخر ہو۔ اسی کی دلیل سے حافظ ابن حجر عسقلانی کے قول کا محال ہونا بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ اس کی دلیل کا انحصار بھی اسی اصول پر تھا۔''

دلیل دوم:

فقیر نے شام دوشنبہ ۲۹ صفر وسطی ۱۱ ہجری کیلئے افق کریم مدینہ طیبہ میں نیرین کی تقویمات استخراج کیں اور حساب صحیح و معتمد نے شہادت دی کہ اس وقت تک فصل

قمرین حد رویت معتادہ[1] پر نہ تھا۔ آفتاب جوزا کے ۶ درجے سترہ دقیقے باون ثانیے پر تھا۔ اور چاند کی تقویم مرئی جوزا کے پندرہ درجے ستائیس دقیقے اکتیس ثانیے، فاصلہ صرف نو (۹) درجے (۹) دقیقے ۳۹ دقیقے تھا[2] اور حسب قول متعارف اہل عمل، رویت کیلئے کم سے کم درجے سے زیادہ فاصلہ چاہیے۔ حاشیہ شرح چغمینی للعلامۃ عبدالعلی البرجندی میں ہے:

المذکور فی الکتب المشهورة انه ینبغی ان یکون العبدبین تقویمی انیرین اکثر من عشرة اجزاء و قیل ینبغی ان یکون ما بین مغاربیهما عشرة اجزاء و اکثر حتی یکون القمر فوق الارض بعد غروب الشمس مقد اثلثے ساعة اواکثر والمشهور فی هذا الزمان بین اهل العمل انه ینبغی ان یتحقق الشرطان حتی تمکن الرویة و یسمعون البعد الاوّل بعد السواء والبعد الثانی بعد المعدل

ترجمہ و تفہیم: "مشہور کتابوں میں مذکور ہے کہ سورج اور چاند کا تقدیمی بعد دس اجزا سے زائد ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان دونوں کے غروب کے درمیان دس یا اس سے زائد اجزا ہوں۔ یہاں تک کہ چاند زمین سے غروب شمس سے تہائی ساعت بلند ہو اور اس زمانہ میں اہل عمل کے درمیان مشہور یہ ہے کہ دونوں شرطیں پائی جائیں کہ رویت ممکن ہو اہل عمل بعد اول کو بعد سوا کہتے ہیں اور بعد ثانی کو بعد معدل کہتے ہیں۔"

شرح زیج سلطانی میں ہے:

---

[1] سورج اور چاند کے درمیان فاصلہ اتنا تھا کہ اس سے عادۃً رویت ممکن نہ تھی۔

[2] اس کا حسابی جدول یہ ہے:

ثانیے	دقیقے	درجے
۳۱	۲۷	۱۵
۵۲	۱۷	۶
۳۹	۹	۹

”باید کہ بعد معدل وہ درجہ باشد یا زیادہ و بعد میان دو تقویم ایشان از وہ زیادہ باشد تا ہر دو شرط وجود نگیرو ہلال مرئی نشود و متعارف دریں زماں ایں است“ (جدول مذکورہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔)

ترجمہ و تفہیم: ”چاہیے کہ بعد معدل دس یا اس سے زیادہ درجے ہوں اور سورج اور چاند کی تقویم کے درمیان دس سے زیادہ درجے ہوں، جب تک دونوں شرطیں نہ پائی جائیں چاند کی رویت ممکن نہیں اس زمانہ میں یہی متعارف ہے۔“

جب شب سہ شنبہ تک نیرین کا یہ حال تھا کہ وقوع رویت ہلال ایک مخفی غیر متوقع احتمال تھا تو اس سے دو ایک رات پہلے کا وقوع بداہتہً محال تھا جب اس رات قمر صرف نو درجے آفتاب سے شرقی ہوا تھا تو شام یک شنبہ کو قطعاً کئی درجے اس سے غربی تھا اور غروب شمس سے کوئی پاؤ گھنٹے پہلے ڈوبا اور شام شنبہ کو تو عصر کا اعلیٰ مستحب وقت تھا جب چاند حجلہ نشین[1] مغرب ہو چکا تھا پھر رات کو رویت ہلال کیا زمین چیر کر ہوئی۔

غرض دلائل ساطعہ[2] سے ثابت ہے کہ اس ماہ مبارک کی پہلی یا دوسری دوشنبہ کی ہرگز نہ تھی اور روزِ وفات اقدس یقیناً دوشنبہ ہے تو وہ دونوں قول قطعاً باطل ہیں اور حق و صواب وہی قول جمہور بمعنی مذکور ہے۔ یعنی واقع میں تیرھویں اور بوجہ مسطور[3] تعبیر میں بارھویں کہ بحساب شمسی نہم خزیران ۹۴۳ رومی نو تتالیس رومی اسکندرانی، ہشتم[4] جون ۶۴۳ء چھ سو بتیس عیسوی تھی۔

واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم فقط

☆☆☆

[1] چاند غروب ہو چکا تھا۔ [2] چمک دار دلائل ہے۔ [3] جو وجہ ہم نے بیان کی۔
[4] یعنی اس وقت جو شمار رائج تھا اس کے حساب سے آٹھ جون اور اصلی حساب سے ۱۲ تھی۔ زیج بہادر خانی سے بستم جون آتی ہے مگر یہ اس کی غلطی ہے جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ تحقیقات سال مسیحی میں واضح کیا۔ ۱۲ منہ غفرلہ۔
(حاشیہ از مصنف علامہ قدس العزیز)

وتم	وقت غروب شرعی بعد نصف النہار وسطے زیجی
تج ورن	تقویم حقیقی شمس بوقت مذکور
تج لوے الر	تقویم حقیقی قمر بوقت مذکور
حہ سم	عرض حقیقی قمر شمالی
مقہ نا	اختلاف منظر قمر طولی جدولی
الحقہ ح	اختلاف منظر قمر عرضی جدولی
تج به الرلا	تقویم مرئی قمر ....
تج مع لب	عرض مرئی قمر شمالی ....
آحہ ر	تعدیل الغروب ....
تج سولدلا	قمر معدل
زسوحہ ھلح	مطالع نظیر جزء الشمس
زسوحہ لوو	مطالع نظیر جزء القمر المعدل
ماحہ مہ لح	بعد معدل .....
طحہ ط لط	بعد سوا ....
غیر متوقع	حکم رؤیت ہلال .....

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف:

علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و تدوین:

مولانا محمد عبدالاحد قادری

حسن ترتیب

تذکرہ مصنف

مولانا نور بخش توکلی ۱۳۰۹ ہجری ۱۸۷۷ء میں کوچک قاضیاں ضلع لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ کے نامور علماء سے حاصل کی اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ایم اے عربی کا امتحان پاس کیا۔ علوم دینیہ سے والہانہ محبت کا یہ عالم تھا کہ میونسپل بورڈ کالج کے پروفیسر ہونے کے باوجود مولانا غلام رسول قاسمی امرتسری کے پاس حاضر ہوتے اور طلباء کے ساتھ چٹائی پر بیٹھ کر تفسیر و حدیث اور فقہ کا درس لیتے جن دنوں آپ محمڈن سکول ریناله کے ہیڈ ماسٹر تھے حضرت خواجہ توکل شاہؒ متوفی ۱۳۱۵ ہجری ۱۸۹۷ء کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اور خلافت واجازت سے سرفراز ہوئے۔

مولانا مرحوم نبی کریم ﷺ کی محبت میں سرشار تھے، آپ ہی کی مساعی جمیلہ سے متحدہ ہندو پاک میں بارہ وفات کی بجائے عید میلاد النبی ﷺ کے نام سے تعطیل ہونا قرار پائی تھی۔

علامہ توکلی ایک عرصہ تک جامعہ نعمانیہ کے ناظم تعلیمات رہے اور اس کے ساتھ ساتھ گورنمنٹ کالج کے شعبہ عربی کے پروفیسر بھی رہے کچھ مدت کے بعد کالج سے مستعفی ہوگئے۔

مولانا نے مختلف عنوانات پر پندرہ (۱۵) کتابیں تصنیف فرمائیں۔ زیر نظر رسالہ عید میلاد النبی ﷺ جس میں مولانا نے سرکار دو عالم ﷺ کے خصائص وفضائل اور میلاد وقیام کے دلائل نہایت دلچسپ انداز میں بیان فرمائے۔

وصال:

مولانا توکل سیڑھی سے گرنے کی وجہ سے کچھ عرصہ بیمار رہے، اور ۱۳ جمادی الاولیٰ ۲۴ مارچ ۱۳۶۷ ہجری ۱۹۴۸ء کو وصال فرمایا۔ فیصل آباد کے جنرل بس اسٹینڈ کے قریب حضرت نور شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے پاس دفن ہوئے۔ (ماخوذ تذکرہ اکابر اہل سنت)

☆☆☆

محمد عبدالاحد قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین. والصلوۃ والسلام علی سیدنا و مولانا و سیلتنا فی الدارین محمدن الذی بعث رحمۃ للعالمین. و علی اله و اصحابه اتباعه الی یوم الدین.

اما بعد

بندہ عاصی نور بخش حنفی نقشبندی توکلی برادرانِ اسلام کی خدمت میں گزارش پرداز ہے کہ ماہِ ربیع الاوّل ہمارے لیے غایت درجے کی خوشی کا مہینہ ہے کیونکہ اس کی بارھویں تاریخ کو ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پیدا ہوئے۔

خاتمِ پیغمبراں پیدا ہوئے ۔۔۔ افتخارِ انس و جاں پیدا ہوئے
وہ ہوئے پیدا کہ جن کے واسطے ۔۔۔ سب زمین و آسماں پیدا ہوئے
جن کے آنے کی خبر موسیٰ نے دی ۔۔۔ وہ نبی با عزوشاں پیدا ہوئے
اوّلین و آخرین کے پیشوا ۔۔۔ مقتدائے مرسلاں پیدا ہوئے
تشنہ لب عیسیٰ تھے جنکی بات کے ۔۔۔ وہ لب کوثر نشاں پیدا ہوئے
کیوں نہ ہو افلاک پر نازاں زمیں ۔۔۔ مرجع قدوسیاں پیدا ہوئے
ہے محمد اور احمد جن کا نام ۔۔۔ وہ شفیع عاصیاں پیدا ہوئے
امت آخر زماں کے واسطے ۔۔۔ موجب امن و اماں پیدا ہوئے
اہل ایماں ہیں بہم گرمِ نوید ۔۔۔ قاسم خلد و جناں پیدا ہوئے

(مولود بہاریہ)

حضور نبی کریم ﷺ کے فضائل کا احاطہ طاقت بشری سے خارج ہے۔ ذیل میں ان کا صرف ایک شمہ (تھوڑی مقدار) ہدیہ ناظرین ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کا نور اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا کیا:

عبدالرزاق نے بالا سناد نقل کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ اخبر نی عن اول شی ء خلقه الله تعالیٰ قبل الاشیاء قال یا جابر ان الله تعالیٰ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نوره الحدیث (شرح ابن احجر)

ترجمہ: ''یارسول اللہ ﷺ! مجھے خبر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے کونسی شے پیدا کی؟ آپ نے فرمایا: اے جابر! تحقیق اللہ تعالیٰ نے سب اشیاء سے پہلے اپنے نور سے تیرے نبی (ﷺ) کا نور پیدا کیا۔''

کلیمے کہ چرخ فلک طور اوست
ہمہ نورہا پرتو نور اوست

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَیْنَا مَعَهُمْ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَهُ الذَّاکِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِهِ الْغَافِلُوْنَ.

بوقت ولادت کسریٰ کے چودہ کنگرے گر پڑے اور آتش فارس بجھ گئی:

دلائل حافظ ابی نعیم (متوفی ۴۳۰ ہجری) میں حدیث ہانی مخزومی میں جس کی عمر ڈیڑھ سو سال تھی، مذکورہ ہے کہ کسریٰ نے یہ واقعات دیکھ کر موبذان فارس سے ان کا سبب پوچھا۔ اس نے کہا کہ عرب کی طرف سے کوئی حادثہ وقوع میں آئے گا۔ تب کسریٰ نے نعمان بن منذر کو لکھا کہ میرے پاس عرب کے کسی عالم کو بھیج دو جو میرے سوالوں کا جواب دے۔ نعمان نے عبدالمسیح بن حیان کو بھیجا جب کسریٰ نے عبدالمسیح کو سب ماجرا کہہ سنایا تو اس نے جواب دیا کہ اس کا علم میرے ماموں سطیح کو ہے جو ملک شام کے مشرقی حصہ میں رہتا ہے۔ اس پر کسریٰ نے عبدالمسیح کو ملک شام میں سطیح کے پاس بھیجا جب عبدالمسیح وہاں پہنچا تو سطیح بستر مرگ پر پڑا ہوا تھا۔ عبدالمسیح کی طرف سر اٹھا کر اس نے الہام سے کہا:

عبدالمسیح تھوی الی سطیح و قد اونی علی الضریح، بعثک ملک بنی ساسان، لارتجاس الایون، و خمود النیران، ورؤیا الموبذان، رأی ابلا صعابا تقود خیلا غرابا قد قطعت دجلة و انشرت فی بلاد فارس یا عبدالمسیح اذا ظهرت التاوة و غارت بحیرة ساوه، و خرج صاحب الهراوة، و فاض وادی السماوہ، فلیست الشام لسطیح بشام یملک منهم ملوک و ملکات علی عند الشرافات و کلما هو آت ات

ترجمہ: ''اے عبدالمسیح! تو سطیح کے پاس آیا ہے حالانکہ وہ تو پادر گور (یعنی جس کے پاؤں اب قبر میں ہیں) ہے تجھ کو بنی ساسان کے بادشاہ نے بھیجا ہے۔ کیونکہ اس کا محل ڈگمگا گیا ہے اور آگ بجھ گئی ہے اور موبذان نے خواب میں دیکھا ہے کہ سخت اونٹ عربی گھوڑوں کے آگے آگے ہیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے دجلہ کو عبور کیا اور بلاد فارس میں پھیل گئے۔ اے عبدالمسیح جب تلاوت ظاہر ہو گی اور بحیرہ ساوہ وہ جذب ہو جائے گا۔ اور صاحب عصا (یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ) ظاہر ہو جائیں گے اور وادی ساوہ لبالب ہو جائے گی۔ تو ملک شام سطیح کے لیے شام نہ رہے گا۔ اس میں سے کنگروں کے عدد کے موافق بادشاہ اور ملکہ ہوں گی اور جو آنے والا ہے وہ آ کر رہے گا۔'' انتہیٰ

یہ کہہ کر سطیح مر گیا جیسا اس نے کہا تھا ظہور میں آیا نوشیرواں سے یزدگرد تک چودہ ملک و ملکہ تخت فارس پر بیٹھے پھر تمام فارس مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔

چو صیتش در افواہ دنیا فتاد
تزلزل در ایوان کسریٰ فتاد

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِكْ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَيْنَا مَعَهُمْ كُلَّمَا ذَكَرَكَ وَ ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِكْرِكَ وَ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ.

۳۔ حضور نبی کریم ﷺ کا نسب شریف ہر طرح کی آلودگی سے پاک ہے:

✿ صحیح بخاری میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بعث من خير قرون بني ادم قرنا فقرنا حتى كنت في القرن الذي كنت منه

ترجمہ: ''میں بنی آدم کے بہترین طبقات میں سے مبعوث ہوا ایک قرن بعد دوسرے قرن کے یہاں تک کہ میں اس قرن سے ہوا جس سے کہ ہوا۔'' انتہیٰ

حدیث مسلم میں ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو برگزیدہ کیا اور کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں مجھ کو برگزیدہ بنایا۔

میں ان سب سے اچھا ہوں:

اسی طرح ترمذی میں بسند حسن آیا کہ اللہ تعالیٰ نے خلقت کو پیدا فرمایا پس مجھ کو ان کے سب سے اچھے گروہ میں بنایا پھر قبیلوں کو چنا تو مجھے سب سے اچھے قبیلے میں بنایا پھر گھروں کو چنا تو مجھے ان کے سب سے اچھے گھر میں پیدا کیا پس میں روح وذات اور اصل کے لحاظ سے ان سے سب سے اچھا ہوں۔

✿ حافظ ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں بسند متصل نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لم يلتق ابوى في سفاح لم يزل الله عزوجل ينقلني من اصلاب طيبة الى ارحام طاهرة صافيا مهذبا لا تتشعب شعبتان الا كنت في خير هما.

ترجمہ: ''میرے ماں باپ زنا میں جمع نہیں ہوئے اللہ عزوجل مجھے پاک پشتوں سے پاک ارحام کی طرف صاف ومہذب نقل کرتا رہا کوئی دو گروہ جدا نہ ہوتے تھے مگر میں ان میں سے بہتر میں تھا۔'' انتہیٰ

✿ اسی مطلب کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتی ہے:

اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ (سورۂ نور)

ترجمہ: ''گندیاں گندوں کے لیے اور گندے گندیوں کے لیے اور ستھریاں ستھروں کے لیے اور ستھرے ستھروں کے لیے۔'' (کنزالایمان)

۞ علاوہ بریں وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ (سورۂ شعرا) کی ایک تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے۔

ما زال النبی ﷺ یتقلب فی اصلاب الانبیاء حتی ولدته امه

(درمنثور السیوطی)

ترجمہ: ''نبی ﷺ نبیوں کی پشتوں میں منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ آپ کی والدہ نے آپ کو جنا۔'' انتہی

ماحصل اس تمام کا یہی ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے تمام آباؤ وامہات بدکاری و شرک کی آلودگی سے پاک رہے ہیں ان میں سے کوئی مشرک وکافر نہ تھا کیونکہ مشرک کے حق میں الفاظ مختار وطاہر وغیرہ کبھی استعمال نہیں کیے جاتے بلکہ اس پر نجس کا اطلاق ہوتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے:

اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ (سورۂ توبہ)

ترجمہ: ''مشرک نرے ناپاک ہیں۔'' (کنزالایمان)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اشعۃ اللمعات'' میں کیا اچھا لکھا ہے۔

اما آبائے کرام آنحضرت ﷺ پس ہمہ ایشاں از آدم تا عبداللہ طاہر و مطہر انداز ونس کفرو رجس شرک چنانچہ فرمود آمدہ ام از اصلاب طاہرہ، و دلائل دیگر کہ متاخرین علمائے حدیث آنرا تحریر وتقریر نمودہ اند، ولعمری ایں علمے است کہ حق تعالیٰ سبحانہ مخصوص گردانیدہ است بایں متاخراں رایعنی علم آنہ آباواجداد شریف آنحضرت ہمہ بردین توحید واسلام بودہ اند، واز کلام متقدمین لائح میگرود وکلمات برخلاف آن (و ذلک فضل

اللہ یؤتیہ من یشاء و یختص بہ من یشاء) وخدا جزائے خیر وہد شی، جلال الدین سیوطی را کہ دریں باب رسایل تصنیف کردہ است، وحاشاللہ کہ ایں نور پاک را در جائے ظلمانی پلید نہد و در عرصات آخرت بہ تعذیب وتحقیر آباء اور امخزی ومخذول گرداند انتہی ۔

حبیب خدا غایت خلق عالم — نسب بودہ اور اطہرز آدم
نگہداشت آبائے اور اخدا — زشرک وزکفر وزعار ر زنا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَیْنَا مَعَھُمْ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ.

۴۔ حضور نبی کریم ﷺ دعوت حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں:

- دعائے خلیل اللہ علیہ السلام قرآن مجید میں یوں وارد ہے:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَۃَ وَ یُزَکِّیْھِمْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ.

(سورۂ بقرہ)

ترجمہ: ’’اے ہمارے رب! اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرمادے۔ بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔‘‘

- یہ دعا اللہ تعالیٰ نے قبول کی اور حضور نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا جیسا کہ آیت ذیل سے ظاہر ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ. (آل عمران)

ترجمہ: ’’بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں

سے ایک رسول بھیجا جوان پراس کی آیتیں پڑھتا ہے۔اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔" (کنزالایمان)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَیْنَا مَعَھُمْ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ.

۵۔ حضور ﷺ بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں:

✿ چنانچہ قرآن مجید میں وارد ہے:

و اذ قال عیسی ابن مریم یبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التورۃ و مبشرا . برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد فلما جاء ھم بالبینت قالوا ھذا سحر مبین. (سورۃ الصف)

ترجمہ: "اور یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا: اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوا اوران رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔ پھر جب احمد انکے پاس روشن نشانیاں لے کر تشریف لائے بولے یہ کھلا جادو ہے۔" (کنزالایمان)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَیْنَا مَعَھُمْ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ.

۶۔ حضور نبی کریم ﷺ خاتم الانبیاء ہیں:

✿ چنانچہ اللہ جل شانہ، ارشاد فرماتا ہے:

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَ کَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا. (سورۂ احزاب)

ترجمہ: ''محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔'' (کنزالایمان)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَیْنَا مَعَھُمْ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَهُ الذَّاکِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِهِ الْغَافِلُوْنَ.

۷۔ حضور ﷺ افضل الرسل ہیں:

✿ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ مِّنْھُمْ مَّنْ کَلَّمَ اللّٰہُ وَ رَفَعَ بَعْضَھُمْ دَرَجَاتٍ. (پ۳ شروع)

ترجمہ: ''یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔ اور کوئی وہ ہے جسے سب درجوں پر کیا۔'' (کنزالایمان)

فائدہ:

اس آیت میں رَفَعَ بَعْضَھُمْ سے مراد جناب رسول اللہ ﷺ ہیں جیسا کہ مجاہد و عامر شعبی نے اس کی تفسیر کی ہے (درمنثور للسیوطی)

اس ابہام میں حضور نبی کریم ﷺ کی بڑی فضیلت اور علو قدر ہے۔ کیونکہ اس میں اس امر کی شہادت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ ایسے معروف و متمیز (جدا ہونے والا) ہیں کہ کسی کو اشتباہ التباس نہیں ہوسکتا دوسری جگہ یوں ارشاد ہوا۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِهْ. (سورۂ انعام)

ترجمہ: ''یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی تو تم انہیں کی راہ چلو۔''

فائدہ:

اس آیت سے ظاہر ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات میں وہ تمام محاسن و فضائل جمع تھے جو ہر پیغمبر میں فرداً فرداً موجود تھے۔

آنچہ نبازندزاں دلبراں
جملہ تراہست دیادت برآں

مشکوۃ شریف (باب فضائل سید المرسلین) میں بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ مروی ہے۔

ان اللہ فضل محمد اعلی الانبیاء وعلی اھل السماء الحدیث

ترجمہ: ''تحقیق اللہ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو نبیوں پر اور آسمان والوں پر فضیلت دی ہے۔''

امام رسل پیشوائے سبیل
امین خدا مہبط جبرئیل

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَیْنَا مَعَھُمْ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ.

۸۔ حضور نبی الانبیاء ہیں ان کی شریعتیں حقیقت میں حضور کی شریعتیں ہیں عالم ارواح میں حضور دیگر انبیاء کی ارواح کی تربیت فرمایا کرتے تھے:

✿ ترمذی شریف میں حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہے:

قالوا یا رسول اللہ ﷺ متی وجبت لک النبوۃ قال و ادم بین الروح و الجسد.

(صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! آپ کے لیے نبوت کب ثابت ہوئی۔) حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس حال میں حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

یعنی میں اس وقت نبی تھا جبکہ حضرت آدم کی روح نے جسم سے تعلق نہ پکڑا تھا دوسری حدیث میں جو شرح السنہ میں مروی ہے۔

انی عند اللہ مکتوب خاتم النبیین و ان ادم لمنجدل فی طینتہ

بے شک میں اللہ کے نزدیک خاتم النبیین لکھا گیا حالانکہ آدم اپنی گل وسرشت میں زمین پر پڑے تھے۔

فائدہ:

✿ اس حدیث شرح السنہ کے تحت میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ عنہ نے اشعۃ اللمعات میں یوں لکھا ہے۔

''اینجا میگویند کہ از سبق نبوت آنحضرت چہ مراد است اگر علم وتقدیر الٰہی است نبوت ہمہ انبیاء راشامل است واگر بافعل است آں خود درد نیا خواہد بود، جوابش آنست کہ مراد اظہار نبوت اوست ﷺ پیش از وجود عنصری وے در ملائکہ وارواح چنانکہ وارد شدہ است کتابت اسم شریف او برعرش وآسمانہا وقصور بہشت وغرفہ ہائے آن وبرسینہ ہائے حور العین وبرگہائے درختان جنت ودرخت طوبے وبرابروہا وچشمہائے فرشتگان وبعضے ازعرفا گفتہ اند کہ روح شریف وے ﷺ نبی بود در عالم ارواح کہ تربیت ارواح میکرد چنانچہ درس عالم بجسد شریف مربی اجساد بودوبہ تحقیق ثابت شدہ است خلق ارواح قبل اجساد واللہ اعلم۔'' انتہی،

✿ عارف موصوف نے فی الواقع بڑے مطلب کی بات کہی ہے چنانچہ علامہ سیوطی نے اپنے ایک رسالے میں لکھا ہے:

وقال السبکی ھومرسل الی کل من تقدم من الامم وغیر. قال فجمیع الا نبیاء وامـمھم کلھمّ من امتہ. ومشمولون برسالتہ ونبوتہ. ولذلک یاتی عیسی فی آخر الزمان علی شریعتہ. فجمیع الشرائع التی جاء ت بھا الانبیاء شرائعہ ومنسوبۃ الیہ. فھو نبی الانبیاء وما جائوابہ الی اممھم احکامہ فی الازمنۃ

المتقدمة علیه. هکذا قرره ذلک الامام الحبر الذی لاتکاد تسمع الاعصار له بنظیر وافر دله تالیفا مستقلا حقه ان یرقم علی السندس بالنضیر ویو افقه من النظم النضری قول الشرف البو صیری.

وکل ای اتی الرسل اکرام بها فانما اتصلت من نوره بهم
فانه شمس فضل هم کواکبها یظهرن انوارها للناس فی الظلم
وکلهم من رسول الله ملتمس غرفا من البحر اورشفا من الدیم
وواقفون لدیه حدهم من نقطة العلم او من شکلة الحکم

ترجمہ: امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حضور نبی کریم ﷺ تمام گزشتہ امتوں کی طرف مرسل ہیں پس تمام انبیاء اوران کی امتیں سب آپ کی امت میں سے ہیں اورآپ کی رسالت ونبوت میں داخل ہیں اسی واسطے اخیر زمانے میں حضرت عیسیٰ آپ کی شریعت پر آئیں گے۔ لہٰذا تمام شریعتیں جوانبیاء لائے ہیں وہ آپ کی شریعتیں ہیں، اورآپ کی طرف منسوب ہیں، پس آپ نبیوں کے نبی ہیں اور انبیاء جو کچھ امتوں کی طرف لائے وہ آپ سے پہلے زمانوں میں آپ کے احکام ہیں اس طرح بیان کیا ہے اس امر کو اس عالم امام (سبکی رحمۃ اللہ علیہ) نے کہ جس کی نظیر زمانے نہ سنیں گے اور اس مضمون پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا حق یہ ہے کہ بیش قیمت دیبا پر سونے کے ساتھ لکھی جائے اوراسی کے موافق ہے سنہری نظم میں سے امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول

''تمام آیات ومعجزات جو بزرگ رسول لائے وہ صرف نبی کریم ﷺ کے نور سے ان کو پہنچے کیونکہ آپ فضیلت کے آفتاب ہیں اور وہ اس آفتاب کے ستارے ہیں جو انوار آفتاب کولوگوں کے لیے تاریکیوں میں ظاہر کرتے ہیں اور سب انبیاء رسول اللہ ﷺ کے سمندر سے چلو سے پانی پینے والے ہیں یا آپ کی بارشوں سے منہ سے پینے والے ہیں۔ اور سب آپ کے پاس اپنی اپنی حد پر ٹھہرنے والے ہیں۔ وہ حد آپ کے علم کا ایک نقطہ یا آپ کی حکمتوں کی ایک شکل ہے انتہی۔''

علامہ ابن حجر ہیتمی نے شرح ہمزیہ میں لکھا ہے کہ "وادم بين الروح و الجسد" سے مراد تقدیر الٰہی نہیں کیونکہ آپ کے سوا اور انبیاء بھی ایسے ہیں بلکہ اس سے مقصود اشارہ کرنا ہے اس امر کی طرف کہ آپ کی روح عالی کے لیے وصف نبوت عالم ارواح میں ثابت تھا جو دوسرے نبیوں کے لیے نہ تھا کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ روحیں دو ہزار برس اجسام سے پہلے پیدا کی گئیں اسی حقیقت کی تائید قرآن مجید کی آیت ذیل سے ہوتی ہے۔

واذ اخذ الله ميثاق النبين لما اتيتكم من كتب وحكمة ثم جاء كم رسول مصدق لما معكم لتؤمنن به ولتنصرنه قال ء اقررتم واخذتم على ذلكم اصرى قالوا اقررنا. قال فاشهدوا وانا معكم من الشهدين فمن تولى بعد ذلك فاؤلئك هم الفسقون.

(سورۂ آل عمران)

ترجمہ: "اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے۔ تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا: کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا: تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔ تو جو کوئی اس کے بعد پھرا تو وہی لوگ فاسق ہیں۔" (کنز الایمان)

فائدہ:

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے اس امر پر کہ اگر انبیاء اور ان کی امتیں سرکار دو عالم ﷺ کے زمانے کو پائیں تو آپ ان کی طرف مرسل ہیں۔ پس آپ کی نبوت و رسالت عام ہے تمام خلقت یعنی انبیاء اور ان کی امتوں کو۔ حضرت آدم کے زمانے سے لے کر قیامت تک اور اس صورت میں وہ حضور ﷺ کے قول

وارسلت للناس کافۃ میں داخل ہیں۔ اور انبیاء سے اس عہد کے لینے کی حکمت ان کو اوران کی امتوں کو جتانا ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ ان سے پہلے اوران کے نبی ورسول ہیں۔ یہ امر دنیا میں یوں ظاہر ہوا کہ شب معراج میں (بیت المقدس میں) آپ سب نبیوں کے امام بنے اور آخر زمانہ میں یوں ظاہر ہوگا کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان سے اتر کر شریعت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ حکم کریں گے اور اپنی شریعت کے ساتھ فیصل نہ فرمائیں گے انتہی۔

✿ اسی لیے حضور نبی کریم ﷺ نے خود فرمایا ہے:

ولو کان موسیٰ حیا ماوسعہ الاتباعی (مشکوٰۃ باب الاعتصام)

ترجمہ: ''اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو سوائے میری پیروی کے ان کیلئے جائز نہ ہوتا۔''

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَیْنَا مَعَھُمْ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ.

۹۔ حضور نبی کریم ﷺ تمام جن وانس کے رسول ہیں:

✿ چنانچہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ. (سورۂ سبا)

ترجمہ: ''اور اے محبوب! ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے۔ خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا، لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔'' (کنزالایمان)

✿ دوسری جگہ یوں ارشاد ہوتا ہے:

تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا. (سورۂ فرقان)

ترجمہ: ”بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہے۔“ (کنزالایمان)

حدیث مسلم میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

وَاُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً (مشکوۃ باب فضائل سید المرسلین)

ترجمہ: ”میں بھیجا گیا تمام مخلوقات کی طرف۔“

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَیْنَا مَعَھُمْ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ۔

۱۰۔ حضور نبی کریم ﷺ تمام بنی آدم کے سردار ہیں:

✿ چنانچہ حدیث مبارک میں ہے:

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ انا سید ولد آدم یوم القیامۃ و اول من ینشق عنہ القبر و اول شافع و اول مش فع رواہ مسلم (مشکوۃ، باب فضائل سید المرسلین)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں قیامت کے دن بنی آدم کا سردار ہوں اور میں پہلا شخص ہوں جس کے لیے قبر پھٹ جائے گی اور پہلا شفاعت کرنے والا اور پہلا مقبول شفاعت ہوں اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَیْنَا مَعَھُمْ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ۔

۱۱۔ حضور نبی کریم تمام مخلوقات کے لیے رحمت ہیں:

✿ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ. (سورۂ انبیاء)

ترجمہ: ''اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے''

اس آیت میں لفظ عالمین شامل ہے تمام ملائک و جن و انس اور چرند و پرند و درند وغیرہ مخلوقات کو پس حضور نبی کریم ﷺ ان سب کے لیے رحمت ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کا فرشتوں کے لیے رحمت ہونا:

(۱) فرشتے حضور نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے کے سبب مورد رحمت الٰہی بنے رہتے ہیں کیونکہ حدیث مسلم میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

من صلی علی واحدة صلی الله علیه عشرا

(مشکوۃ، باب الصلوۃ علی النبی وفضلہا)

ترجمہ: ''جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے۔''

(۲) قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفا میں ذکر کیا ہے:

حکی ان النبی ﷺ قال جبرئیل علیه السلام هل اصابک من هذه الرحمة شیء قال نعم کنت اخشی العاقبة فامنت لثناء الله تعالیٰ علی بقوله عزوجل ذی قوة عند ذی العرش مکین. مطاع ثم امین.

ترجمہ: روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آیا تجھ کو اس رحمت میں سے کچھ ملا ہے اس نے عرض کیا ہاں میں عاقبت سے ڈرتا تھا۔ مگر اب میں امن میں ہو گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول سے میری ثنا کی ہے۔

ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ. مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ. (سورۂ تکویر)

ترجمہ: ''جو قوت والا ہے مالک عرش کے حضور عزت والا وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے۔ امانت دار ہے۔'' (کنزالایمان)

فائدہ:

یہ سب حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اوصاف ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کا مومنوں کیلئے رحمت ہونا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ. (سورۂ توبہ)

ترجمہ: ''بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان۔'' (کنزالایمان)

فائدہ:

اسی واسطے حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو دنیا میں کسی مقام پر فراموش نہیں فرمایا حتیٰ کہ شب معراج میں عرش پر اور مقام قاب قوسین میں بھی اپنی امت کو یاد فرمایا چنانچہ جب وہاں ارشاد الٰہی ہوا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ.

تو اس رحمۃ للعالمین نے اس فیض میں تمام انبیاء وملائک اور جن وانس میں سے تمام عباد صالحین کو شریک کر کے یوں فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ.

اور قیامت کے دن حضور بساط شفاعت بچھا کر یوں پکاریں گے۔

رَبِّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ

حضور نبی کریم ﷺ کا کفار کیلئے رحمت ہونا:

(۱) پہلی امتوں میں نافرمانی پر عذاب الٰہی نازل ہوتا تھا مگر حضور نبی کریم ﷺ کے وجود باوجود کی برکت سے کفار عذاب دنیوی سے محفوظ ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (سورۂ انفال)

ترجمہ: ''اور اس کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم

ان میں تشریف فرما ہو۔" (کنزالایمان)

بلکہ عذاب استیصال کفار سے تا قیامت مرفوع ہے۔

(۲) عن ابی هريرة قال قيل يا رسول الله ادع على المشركين قال انی لم ابعث لعانا و انما بعثت رحمة رواه مسلم(مشكوة باب فی اخلاقة وشمائله

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ مشرکین پر بددعا کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا میں تو صرف رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ:

بعض مشرکین پر جو حضور نبی کریم ﷺ نے بددعا کی سو وہ بنا بر امتثال امرِ الٰہی تھا جیسا کہ بدر کے دن مشرکین قریش ہلاک ہوئے۔

(۳) عن ابی هريرة قال جاء الطفيل بن عمر و الدوسی الی رسول الله ﷺ فقال ان دوسا قد هلكت عصت وابت فادع الله عليهم فظن الناس انه يدعو عليهم فقال اللهم احددو ساوئت بهم متفق عليه (مشكوٰة، باب مناقب قريش و ذكر القبائل)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ طفیل بن عمرو دوسی (جنہیں جناب رسالت مآب ﷺ نے قبیلہ دوس میں دعوت اسلام کیلئے بھیجا تھا۔) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: قبیلہ دوس ہلاک ہو گیا کیونکہ اس نے نافرمانی کی اور اطاعت سے انکار کر دیا پس آپ ان پر بددعا کریں، لوگوں نے گمان کیا کہ حضور (ﷺ) ان پر بددعا کرتے ہیں، پس آپ نے فرمایا: اے اللہ! قبیلہ دوس کو ہدایت دے اوران کو لا (دارنحالیکہ مسلمان ہوں) یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

(۴) عن جابر قال قالوا يا رسول الله ﷺ احرقتنا نبال ثقيف

فادع اللہ علیہم قال اللھم اھد ثقیفا رواہ الترمذی (مشکوٰۃ)

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہم کو قبیلہ ثقیف کے تیروں نے جلا دیا۔ آپ ان پر بددعا کریں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! تو قبیلہ ثقیف کو ہدایت دے، اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے جمال باکمال کی یہ کیفیت تھی کہ جن پر اس کا پرتو پڑ گیا وہ نعمت اسلام سے مالا مال ہو کر دین کی پشت پناہ بن گئے۔

آمدہ عباس حرب از بہر کیں — بہر قمع احمد و استیز دیں
گشت دیں را تا قیامت پشت رو — در خلافت او و فرزندان او
آمدہ عمر بقصد مصطفیٰ — تیغ بربستہ میثا قہا
گشت اندر شرع امیر المومنین — پیشوا و مقتدائے اہل دیں

(مثنوی مولانا روم)

✿ بعض کفار جو حضور نبی کریم ﷺ پر ایمان نہ لائے سو یہ خود ان کا قصور تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ اِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا وَ تَرٰهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَ هُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ (سورۂ اعراف)

ترجمہ: ''اور گر تم انہیں راہ کی طرف بلاؤ تو نہ سنیں اور تو انہیں دیکھے کہ وہ تیری طرف دیکھ رہے ہیں اور انہیں کچھ بھی نہیں سوجھتا۔'' (کنزالایمان)

✿ مولانا روم اسی مطلب کو تمثیلاً یوں فرماتے ہیں:

گر درخت باشد درمکاں — عیب آں از باد جاں افزاراں
بادکار خویش کرد و برو زید — آنکہ جانے داشت برجانش گزید
وانکہ جامد بود خود واقف نشد — وائے آں جانے کہ خود عارف نشد

حضور نبی کریم ﷺ کا یتیموں ومساکین و بیوگان کیلئے رحمت ہونا:

عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ الساعی علی الارملة و المساكين كا لساعی فی سبيل الله واحسبه قال كا لقائم لا يفترو كالصائم لا يفطر متفق عليه (مشكوة باب الشفقة والرحمة على الخلق

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیوگان و مساکین پر خرچ کرنے والا راہ خدا میں خرچ کرنے والے کی مانند ہے اور میں گمان کرتا ہوں کہ آپ نے فرمایا: بیوگان ومساکین پر خرچ کرنے والا مانند اس شب خیز کے ہے جو سستی نہیں کرتا اور مانند روزہ رکھنے والے کی ہے جو افطار نہیں کرتا یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

عن سهل بن سعد قال قال رسول الله ﷺ انا و كافل اليتيم له و لغيره فی الجنة هكذا واشار بالسبابة والوسطى و فرج بينهما شيئا رواه البخاری (مشکوٰۃ، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اور یتیم کا متکفل خواہ وہ یتیم اس کے رشتہ داروں میں سے ہو یا اجنبیوں میں سے ہو بہشت میں یوں ہوں گے اور آپ نے انگشت سبابہ و وسطے کے ساتھ اشارہ فرمایا اور دونوں کے درمیان کچھ کشادگی رکھی۔ اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کا بچوں کیلئے رحمت ہونا:

✿ زمانہ جاہلیت میں اہل عرب فقر و عار کے ڈر سے لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے:

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ (سورۂ تکویر)

ترجمہ: ''اور جب زندہ دبائی ہوئی سے پوچھا جائے کس خطا پر ماری گئی۔''

(کنزالایمان)

حضور نبی کریم ﷺ کی برکت سے اس رسم بد کا ایسا قلع وقمع ہو گیا کہ کسی دینوی قانون سے ہرگز ممکن نہ تھا۔ آپ نے فرمایا:

ان اللہ حرم علیکم عقوق الامھات وو اد البنات الخدیث

(مشکوۃ باب البر و البصلہ)

ترجمہ: ''اللہ نے تم پر حرام کر دیا ماؤں کی نافرمانی اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا۔''

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْآ اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ حَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ

(پ ۸، سورۂ اخیر ربع)

ترجمہ: ''بے شک خراب ہوئے وہ لوگ جنہوں نے اپنی اولاد نادانی سے بن سمجھے مار ڈالی اور حرام ٹھہرایا جو اللہ نے ان کو رزق دیا جھوٹ باندھ کر اللہ پر بے شک وہ گمراہ ہوئے اور راہ پر نہ آئے۔'' انتہیٰ

حضور نبی کریم کا غلاموں کیلئے رحمت ہونا:

عن ابی ذر قال قال رسول اللہ من لاء مکم من مملو کیکم فاطعموہ مما تاکلون و اکسوہ مما تکسون و من لا یلائمکم منھم فبیعوہ ولا تعذبوا خلق اللہ رواۃ احمد و ابو داؤد

(مشکوۃ باب النفقات وحق المملوک)

ترجمہ: ''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے غلاموں میں سے جو تمہارے موافق ہو، اسے کھلاؤ، اس میں سے جو تم کھاتے ہو اور اسے پہناؤ، اس میں سے جو تم پہنتے ہو اور ان میں سے جو تمہارے موافق نہ ہو، اسے بیچ دو اور اللہ کی مخلوقات کو عذاب نہ دو۔ اس حدیث کو امام احمد وابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

اسی مساوات کا نتیجہ تھا کہ اسلام میں غلام بادشاہ بن گئے چنانچہ ملک ہند میں خاندان غلامان نے ۶۰۲ ہجری سے ۶۷۸ ہجری تک حکومت کی اور مصر میں خاندان

مما لیک نے ۶۴۸ ہجری سے ۹۲۳ ہجری تک حکمرانی کی۔ اسلام کے سوا کسی مذہب کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں پائی جاتی۔

حضور نبی کریم ﷺ کا بہائم کیلئے رحمت ہونا:

عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ بينما رجل يمشيطريق اشتد عليه العطش فوجد بئرا فنزل فيها فشرب ثم خرج فاذا كلب يلهث يا كل الثرے من العطش فقال الرجل لقد بلغهذا الكلب من العطش مثل الذى كان بلغ منى فنزل البئر خفه ماء ثم اسكه بفيه حتى رقى فسقى من البهائم اجرا فقال فى كلب كبدر طبة اجرا اخرجه الثلاثة و ابو داؤد (تيسر الوصول الى جامع الاصول)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبکہ ایک شخص راستے میں چل رہا تھا، اسے سخت پیاس لگی، پس اس نے ایک کنواں دیکھا اس میں اتر کر اس نے پانی پیا پھر نکل آیا ناگاہ اس نے ایک کتا دیکھا جو پیاس کے مارے زبان نکالے ہوئے تھا اور مٹی کھا رہا تھا پس اس شخص نے کہا: تحقیق اس کتے کو پیاس سے ویسی ہی تکلیف ہے جیسی مجھے تھی اس لیے وہ کنوئیں میں اترا اور اپنا موزہ پانی سے بھرا پھر اسے اپنے منہ سے پکڑا یہاں تک کہ اوپر چڑھ آیا پس کتے کو پانی پلایا، اللہ نے اس کی قدردانی کی اور اس کو بخش دیا۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا چار پایوں میں ہمارے واسطے کچھ اجر ہے؟ آپ نے فرمایا: ہر ذی روح میں اجر ہے۔''

(اس حدیث کو امام مالک و بخاری و مسلم و ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔)

عن عبدالله بن جعفر رضی اللہ عنہ قال كان احب ما استتربه رسول الله ﷺ لحاجة هدف او حائش نخل فدخل حائطا لرجل من الانصار فاذا فيه جمل فلما رأى النبى صلى الله عليه وسلم حن و ذرفت عيناه فاتا رسول الله صلى الله عليه وسلم فسح ذفراه

فسکت فقال من رب هذا لجمل فقال فتی من الانصار هولی یا رسول الله ﷺ فقال افلا تتقی الله فی هذا البهیمة التی ملکک الله ایاها فانه شکی الی انک تجیعه و تدیبه اخرجه ابو داؤد (تیسیر الوصول)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سب سے پسندیدہ شے جس کو رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کیلئے اوٹ بناتے تھے کوئی بلند چیز (دیوار یا ریگ تودہ و پشتہ وغیرہ) یا درختان خرما کا مجمع تھا، پس آپ انصار میں سے ایک شخص کے باغ میں داخل ہوئے کیا دیکھتے ہیں کہ اس باغ میں ایک اونٹ ہے اس اونٹ نے جب نبی کریم ﷺ کو دیکھا تو وہ رو پڑا اور اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ پس رسول اللہ ﷺ اس کے پاس آئے اور اس پس گوش پر ہاتھ پھیرا، پس وہ چپ ہو گیا آپ نے دریافت فرمایا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ انصار میں سے ایک نوجوان نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! یہ اونٹ میرا ہے۔ آپ نے فرمایا: تو اس چار پایہ کے بارے میں جس کا اللہ نے تجھ کو مالک بنایا ہے اللہ سے نہیں ڈرتا کیونکہ اس نے میرے پاس شکایت کی ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے اور کثرت استعمال سے اسے تکلیف دیتا ہے۔(اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔)

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ دخلت امرأة النار فی هرة ربطتها فلم تطعمها ولم تدعها تاکل من خشاش الارض اخرجه الشیخان (تیسر الوصول)

ترجمہ: ”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک عورت ایک بلی کے سبب دوزخ میں گئی جسے اس نے باندھا رکھا اور کھانا نہ کھلایا اور نہ چھوڑا، تاکہ حشرات الارض کو کھاتی۔ اس حدیث کو امام بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔(انتہی)

عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لا تتخذوا ظهور دوابکم منابه فان الله تعالیٰ انما سخرها لکم لتبلغکم الی

بلدلم تکونوا بالغیهالابشق الانفس و جعل لکم الارض فعلیها فاقضوا حاجاتکم رواه ابو داؤد (مشکوة، باب آداب السفر)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم اپنے چار پایوں کی پیٹھوں کو منبر نہ بناؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارے تابع کیا ہے تاکہ وہ تم کو ایسے شہروں میں پہنچا دیں جہاں تم بغیر مشقت جان نہ پہنچتے اور تمہارے لیے زمین بنائی، پس اسی پر اپنی حاجتیں پوری کرو۔'' (اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔)

عن ابن عمران النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعن من اتخذ شیئاً فیه الروح عرضاً متفق علیه (مشکوة، کتاب الصید و الذبائح)

ترجمہ: ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے لعنت کی ہے اس شخص کو جو کسی جاندار شے کو نشانہ بنائے۔ انتہیٰ

عن ابن عمر قال سمعت رسول اللہ ﷺ ینهی ان تصبر بهیمة او غیرها للقتل، متفق علیه (مشکوة، کتاب الصید والذبائح)

ترجمہ: ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سنا: رسول اللہ ﷺ کو منع فرماتے تھے اس بات سے کہ کوئی چار پایہ یا اور حیوان ہلاک کرنے کیلئے حبس کیا جائے۔

عن ابن عباس قال نهی رسول اللہ ﷺ عن التحریش بین البهائم رواه الترمذی و ابوداؤد (مشکوة، باب ذکر الکلب)

ترجمہ: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چار پایوں کو آپس میں لڑانے سے منع فرمایا۔ اس حدیث کو ترمذی وابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ انتہیٰ

عن جابر ان النبی ﷺ مرعلیه حمار و قدوسم فی وجهه قال لعن اللہ الذی و سمه رواه مسلم (مشکوة، کتاب الصید والذبائح)

ترجمہ: ''حضرت سہیل بن حنظلیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک اونٹ

کے پاس سے گزرے جس کی پیٹھ (بھوک اور پیاس کے سبب) اس کے پیٹ سے لگی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا: ان بے زبان چارپایوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور تم ان پر سوار درانحالیکہ وہ لائق (سواری کے) ہوں اور ان کو چھوڑ دو درانحالیکہ وہ لائق (پھر سوار ہونے کے) ہوں اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ انتہیٰ

حضور نبی کریم ﷺ کا پرندوں اور حشرات الارض کیلئے رحمت ہونا:

عن عبدالرحمن بن عبدالله عن ابيه قال كنا مع رسول الله ﷺ في سفر فانطلق لحاجته فرأينا حمرة معها فرخان فاخذنا فرخيها فجاء ت الحمرة فجعلت تفرش فجاء النبي صلى الله عليه وسلم فقال من فجع هذه بولدهار دواولدها اليها ورأى قرية نمل قد حرقنا ها قال من حرق هذا فقلنا نحن قال انه لا ينبغي ان يعذب بالنار الارب النار رواه ابوداؤد (مشكوٰة)

ترجمہ: ''حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ نے اپنے باپ سے روایت کی۔ اس نے کہا کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ قضائے حاجت کیلئے تشریف لے گئے، ہم نے ایک زورک (پرندہ) کو دیکھا جس کے ساتھ دو بچے تھے ہم نے اس کے دونوں بچوں کو پکڑ لیا، پس زورک آئی اور (اترنے کیلئے) بازو پھیلانے لگی، اتنے میں نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے۔ آپ نے فرمایا: اس کے بچوں کو پکڑ کر اسے کس نے مصیبت زدہ کیا ہے۔ اس کے بچے اسے واپس دیدو اور آپ نے چیونٹیوں کا گھر دیکھا جسے ہم نے جلا دیا تھا۔ پس آپ نے فرمایا: اسے کس نے جلایا، ہم نے عرض کیا: ہم نے (جلایا ہے) آپ نے فرمایا: جائز نہیں کہ کوئی آگ کے ساتھ عذاب دے، سوائے آگ کے مالک (خدا) کے۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ انتہیٰ

عن عامر الرام قال بينا نحن عنده يعني عند النبي صلى الله عليه وسلم اذا قبل رجل عليه كساء و في يده شيء قد التف عليه

فقال یارسول اللہ مررت بغیضه شجر فسمعت فیھا اصوات فراخ طائر فاخذتھن فوضعتھن فی کسائی فجاء ت امھن فاستدارت علی راسی فکشفت لھا عنھن فوقعت علیھن فلففتھن بکسائی فھن اولاء معی قال ضعھن فوضعتھن وابت امھن الالزو مھن فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اتعجبون لرحم ام الافراخ فراخھا فوالذی بعثنی بالحق للہ ارحم بعبادہ من ام الافراخ بفراخھا ارجع بھن حتی تضعن من حیث اخذتھن وامھن معھن فرجع بھن رواہ ابوداؤد (مشکوٰۃ)

ترجمہ: ''عامر تیرانداز سے روایت ہے کہا جبکہ ہم آپ کے یعنی نبی کریم ﷺ کے پاس تھے، ناگاہ ایک شخص آیا جس پر ایک کمبل تھا اور اس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جس پر اس نے کمبل لپٹا ہوا تھا۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں درختوں کے جنگل میں گزرا۔ میں نے اس میں ایک پرندے کے بچوں کی آوازیں سنیں، میں نے ان کو پکڑ لیا اور اپنے کمبل میں رکھ لیا، پس ان کی ماں آئی اور میرے سر پر منڈلائی میں نے اس کیلئے کمبل کو ان پر سے دور کر دیا وہ ان پر گر پڑی، میں نے ان سب کو اپنے کمبل میں لپیٹ لیا اور وہ یہ میرے پاس ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ان کو رکھ دے، میں نے ان کو رکھ دیا، ان کی ماں نے ان کے ساتھ رہنے کے سوا ایک نہ مانی، پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم ماں کے اپنے بچوں پر رحم کرنے پر تعجب کرتے ہو، اس ذات کی قسم ہے جس نے مجھے راستی دے کر بھیجا ہے تحقیق اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ان بچوں کی ماں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے تو ان کو واپس لے جا، یہاں تک کہ وہیں رکھ دے جہاں سے انہیں پکڑا ہے اور ان کی ماں ان کے ساتھ ہو، پس وہ ان کو واپس لے گیا۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ انتہیٰ

عن ابن عباس قال نھی رسول اللہ ﷺ عن قتل اربع الدواب

النملة والنحلة والهدهد والصرد رواه ابوداؤد والدارمی (مشکوٰۃ)

ترجمہ: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دواب میں سے ان چار کے مار ڈالنے سے منع فرمایا۔ چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد اور صرد (لٹورہ)۔اس حدیث کو ابوداؤد درومی نے روایت کیا ہے۔(انتہٰی)

اخرج البزاز فی مسنده عن عثمان بن حبان قال کنت عند ام لادرداء فاخذتبر غوثا فر میته فی النار فقالت سمعت ابا الدرداء یقول قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یعذب بالنار الارب النار (مرقات، جزءرابع)

ترجمہ: ''مسند بزار میں روایت ہے کہ عثمان بن حبان نے کہا کہ میں حضرت ام الدردا کے پاس تھا میں نے ایک پسو پکڑ کر آگ میں ڈال دیا، اس پر ام دردا نے کہا کہ میں نے ابوالدردا کو سنا کہتے تھے، فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے عذاب نہ دے، آگ کے ساتھ مگر مالک آگ کا (یعنی اللہ تعالیٰ)۔انتہٰی

حضور نبی کریم ﷺ کا حیوانات ونباتات وجمادات کیلئے رحمت ہونا:

جب کبھی امساک باراں ہوا کرتا تھا تو حضور نبی کریم ﷺ کا وسیلہ پکڑ کر دعا کیا کرتے، اور وہ مستجاب ہو جاتی، یا حضور نبی کریم ﷺ خود دعا فرمایا کرتے اور بارانِ رحمت نازل ہوتا جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے، یہاں بطور تبرک صرف ایک استقاء کا ذکر کیا جاتا ہے۔حضور نبی کریم ﷺ ابھی بارہ برس کے بھی نہ ہوئے تھے کہ آپ کے چچا ابوطالب نے آپ کے وسیلہ سے دعائے باراں کی۔ جسے اللہ تعالیٰ نے فوراً شرف اجابت بخشا، اس واقعہ کو ابن عساکر نے بروایت عرفطہ یوں نقل کیا ہے۔

قال قدمت مکة و هم فی سنة قحط فقالت قریش یا ابا طالب اقحط ابوادی واجدب العیال فهلم فاستسق فخرج ابوطالب و معه غلام کانه شمس دجن انجلت عنه سحابة قتماء وحوله اغیلمة

فاخذ ابوطالب الغلام و ابصق ظهره بالکعبة ولا ذالغلام باصبعه و ما فی السماء قزعة فاقبل السحاب من ھھنا و ھھنا واغدق واغلودق انفجر له الوادی فاخصب النا دی و البادی و فی ذلک یقول ابوطالب و ابیض یستسقی الغمام بوجه ثمال الیتامی عصمة للارامل.

ترجمہ: ''عرفطہ (بن الحباب صحابی) نے کہا میں مکہ میں آیا اور اہل مکہ قحط سالی میں مبتلا تھے۔ قریش نے کہا: اے ابوطالب! جنگل قحط زدہ ہو گیا ہے اور ہمارے زن و فرزند قحط میں مبتلا ہیں اور بارش کیلئے دعا کریں۔ ابوطالب نکلا اور اس کے ساتھ ایک لڑکا (حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ) تھا، گویا وہ تاریکی ابر کا آفتاب تھا کہ جس سے سیاہ بادل دور ہو گیا ہو۔ اور اس کے گرد چھوٹے چھوٹے لڑکے تھے پس ابوطالب نے اس لڑکے کو لیا اور اس کی پشت کعبہ سے لگائی اور اس لڑکے نے اس کی انگلی پکڑی اور آسمان میں کوئی بادل کا ٹکڑا نہ تھا پس بادل چاروں طرف سے آنے لگے اور بارش برسی اور بہت برسی، جنگل میں پانی ہی پانی جاری ہو گیا اور شہری و بدوی خوشحال ہو گئے۔ اس بارے میں ابوطالب کہتا ہے: وہ محمد مصطفیٰ ﷺ گورے ہیں جن کے چہرے کے وسیلے سے نزول باراں طلب کیا جاتا ہے، آپ یتیموں کے ملجا ور رانڈوں یا درویشوں کے محافظ ہیں۔ انتہیٰ (قسطلانی شرح بخاری)

حضور نبی کریم ﷺ چونکہ رحمۃ للعالمین ہیں۔ آپ کے اخلاق بھی ویسے ہی کریمانہ تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ خود فرماتے ہیں: ''بعثت لاتمم مکرم الاخلاق'' (موطا) ترجمہ: ''مجھے بھیجا گیا تا کہ میں اخلاق کی خوبیوں کو تام و کامل کروں۔''

کفار کے ہاتھ سے آپ کو اس قدر اذیتیں پہنچیں کہ کسی نبی کو اس کی امت سے نہیں پہنچیں۔ ان اذیتوں کو صبر و تحمل سے برداشت کرنا، آپ ہی کا کام تھا۔ بعثت کے دسویں سال جب ابوطالب و حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی تو قریش کو آپ کے ستانے کا موقع ہاتھ آ گیا، اس لیے اسی سال ماہ شوال میں آپ نے

اس خیال سے کہ اگر ثقیف ایمان لے آئیں تو قریش کے برخلاف میری مدد کریں گے طائف کا قصد کیا۔ مگر سردارانِ ثقیف نے آپ کی دعوت کو قبول نہ کیا بلکہ کمینے لوگوں اور غلاموں کو آپ پر برانگیختہ کیا۔ جنہوں نے آپ کو (معاذ اللہ) گالیاں دیں، وہ نابکار آپ کے راستے میں دو صفیں بنا کر بیٹھ گئے، جب آپ ان صفوں کے درمیان سے گزرے تو جونہی آپ قدم اٹھاتے یا رکھتے آپ کے پاؤں کو پتھروں سے مارتے، یہاں تک کہ آپ کی نعلین خون سے رنگین ہو گئے۔

جب آپ کو پتھروں کا صدمہ پہنچا تو زمین پر بیٹھ جاتے مگر وہ آپ کے بازو پکڑ کر کھڑا کر دیتے جب آپ چلتے تو پتھر مارتے اور ہنستے، اس حال میں آپ قران الثعالب میں پہنچے جو مکہ سے ایک دن رات کا راستہ ہے، وہاں ملک الجبال (پہاڑوں کے فرشتے) نے آپ کو آواز دی اور سلام کر کے کہا: اے محمد (ﷺ)! اللہ نے آپ کی قوم کی بات سن لی ہے۔ میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں، مجھے آپ کے رب نے آپ کی طرف بھیجا ہے اگر آپ حکم دیں تو میں اخشبین کو ان پر الٹ دوں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے یوں جواب فرمایا:

بل ارجوان یضرج اللہ من اصلابھم من یعبد اللہ وحدہ لا یشرک بہ

(مشکوٰۃ)

ترجمہ: ''بلکہ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے بندے پیدا کرے گا جو خدائے واحد کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔'' انتہیٰ

جنگ اُحد میں جب کفار نے حضور نبی کریم ﷺ کی پیشانی و رخسار مبارک زخمی کر دیئے اور دانت مبارک شہید کر دیا تو صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ان پر بددعا کیجئے، آپ نے فرمایا:

اللھم اغفر لقومی فانھم لا یعولمون (شرح الھمزیہ لا بن حجر)

ترجمہ: ''اے اللہ! میری قوم کو معاف کر دے کیونکہ وہ نہیں جانتے۔''

جب مکہ فتح ہو گیا تو اہل ایمان کو قریش سے انتقام لینے کا خوب موقع ہاتھ آیا، فتح کے دوسرے روز تمام قریش مسجد حرام میں بٹھائے گئے۔ صحابہ کرام منتظر تھے کہ دیکھئے حضور نبی کریم ﷺ کس کس کے قتل و قید کا حکم فرماتے ہیں۔ آپ نے کھڑے ہو کر پہلے خطبہ پڑھا پھر فرمایا:

معشر قریش ماترون انی فاعل فیکم

ترجمہ: ''اے گروہ قریش! بتاؤ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟''

✿ انہوں نے کہا: ''خیر اخ کریم وابن اخ کریم''

ترجمہ: ''آپ نیکی کریں آپ بزرگ بھائی اور بزرگ بھائی کے بیٹے ہیں۔''

✿ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذھبوا فانھم الطلقاء (جاؤ تم آزاد ہو)

✿ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

اقول لکم کما قال یوسف لاخوتہ لاتثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم و ھو ارحم الرحمین.

ترجمہ: ''تم سے کہتا ہوں جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا: آج تم پر کوئی الزام نہیں اللہ تم کو بخشے اور وہ سب مہربانوں سے مہربان ہے۔ (شرح الھمزیہ)

ایک دفعہ سفر میں کسی منزل پر حضور نبی کریم ﷺ سو رہے تھے کہ غورث بن الحرث جو بعد میں ایمان لے آیا تھا آپ کی تلوار اٹھا کر کھینچ لی، آپ کی جو آنکھ کھلی تو تلوار غورث کے ہاتھ میں کھینچی ہوئی پائی۔ غورث بالا:

✿ من یمنعک منی (تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا؟)

آپ نے فرمایا: اللہ عزوجل یہ سن کر غورث کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی، آپ نے تلوار اٹھا کر فرمایا:

من یمنعک منی (تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا؟)

✪ غورث نے عرض کیا:

کن خیر آخذ (تو اچھا تلوار پکڑنے والا ہو۔)

✪ پس آپ نے اسے معاف فرما دیا۔ غورث نے اپنی قوم میں جا کر کہا:

جئتکم من عند خیر الناس

ترجمہ: ''لوگوں میں سے سب سے اچھے کے پاس سے تم میں آیا ہوں۔

(شرح الھمزیہ)

اپنی ذات کیلئے حضور نبی کریم ﷺ کبھی کسی پر خفا نہیں ہوئے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے دس سال تک آپ کی خدمت کی۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس عرصے میں سرکار دو عالم ﷺ نے کبھی مجھے اُف تک نہیں کیا۔

متعدد مقامات پر جو حضور نبی کریم ﷺ سے غضب ظہور میں آیا، وہ خدا کیلئے تھا اور اس امر الٰہی کا امتثال تھا۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ اغْلُظْ عَلَیْهِمْ (سورۂ توبہ)

ترجمہ: ''اے غیب کی خبریں دینے والے (نبی) جہاد فرماؤ کافروں اور منافقین پر اور ان پر سختی کرو۔'' (کنز الایمان)

حلم بھی حضور نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات میں بدرجہ کمال تھا:

ایک دفعہ ایک اعرابی نے اپنی چادر کے ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کو اس شدت سے کھینچا کہ آپ کی گردن مبارک پر چادر کے حاشیہ کا نشان پڑ گیا اور کہا:

یا محمد مرلی من مال اللہ الذی عندک

ترجمہ: ''اے محمد! اللہ تعالیٰ کے مال سے جو تیرے پاس ہے مجھے دے۔''

اس پر حضور نبی کریم ﷺ ہنس پڑے اور اسے کچھ مال دیا۔ (صحیح بخاری)

حضور نبی کریم ﷺ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ آتا راہ خدا میں دے

دیتے۔ دو دو مہینے گزر جاتے کہ دولت خانہ میں آگ جلائی نہ جاتی، بعض دفعہ بھوک کی شدت سے اپنے پیٹ پر ایک دو پتھر باندھ لیتے۔

ایک روز حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ سے درخواست کی کہ گھر کے کاروبار کیلئے مجھے غنیمت میں سے ایک خادم عنایت فرمایا جائے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی صاحبزادی کو تسبیح و تکبیر و تحمید کی تعلیم دی اور فرمایا:

الا اعطیک وادع اهل الصفة تطوی بطونهم من الجوع

(شرح الهمزیه)

ترجمہ: "یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا کہ تجھے خادم دوں اور اہل صفہ بھوکے مریں۔

حضور نبی کریم ﷺ بڑے متواضع اور باحیا تھے:

اپنے کپڑے میں خود پیوند لگا لیتے تھے۔ فقراء و مساکین سے محبت رکھتے تھے، ان کے ساتھ بیٹھتے اور ان کے مریضوں کی بیمار پرسی کیا کرتے تھے۔

ان کے جنازوں کے پیچھے چلتے تھے۔ بزرگوں سے الفت رکھتے تھے اور اہل فضل کا اکرام کرتے تھے، جس سے ملتے آپ سلام کہتے، سوائے سچ کے نہ بولتے۔ غرض آپ کے اخلاق حمیدہ احاطہ سے خارج ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "کان خلقه القرآن" یعنی حضور نبی کریم ﷺ کی ذات ان تمام محاسن کی جامع تھی جو قرآن مجید میں مذکور ہے۔

❁ پس بشر کو کیا حالت کہ آپ کے خلق کے کمالات کو بیان کرے جبکہ خود خالق زمین وزمان یوں فرمائے:

"وانک لعلی خلق عظیم" "اے پیغمبر تو البتہ بڑے خلق پر ہے۔"

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَیْنَا مَعَهُمْ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَهُ الذَّاکِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِهِ الْغَافِلُوْنَ.

حضور نبی کریم ﷺ کی خاطر اللہ تعالیٰ نے تمام عالم کو پیدا کیا:

✿ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

اخرج الحاکم و صححه عن ابن عباس قال اوحی الی عیسے امن بمحمد و مرمن ادرکه من امتک ان یومنو ابه فلولا محمد ما خلقت ادم ولا الجنة ولا النار ولقد خلقت العرش علی الماء فاضطرب فکتبت علیه لا اله الا الله محمد رسول الله ﷺ فسکن الحدیث

(انوار العاشقین شیخنا العلامه مولانا مشتاق احمد الانبهتوی الصابری)

ترجمہ: ''حاکم نے اس کو روایت کیا اور صحیح کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو حکم بھیجا کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لا اور تیری امت میں سے جو ان کو پائیں، انہیں حکم دے کہ ان پر ایمان لائیں، پس اگر محمد مصطفیٰ ﷺ نہ ہوتے میں آدم کو پیدا نہ کرتا اور نہ بہشت و دوزخ کو پیدا کرتا، البتہ میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا پس وہ ڈگمگایا لہٰذا میں نے اس پر ''لا اله الا الله محمد رسول الله'' (ﷺ) لکھ دیا پس وہ ٹھہر گیا۔'' انتہیٰ

✿ اسی طرح شیخ ابن حجر مکی شرح الہمزیہ پر لکھتے ہیں:

صح عن ابن عباس رضی الله عنهما وله حکم المرفوع ولو لا محمد ما خلقت الجنة والنار لقد خلقت العرش علی الماء فاضطرب فکتبت علیه لا اله الا الله محمد رسول الله فسکن و فی روایات اخرلولاه ما خلقت المساء والارض ولا الطول ولا العرض ولا وضع ثواب ولاعقاب ولا خلقت جنة ولا نارا ولا شمسا ولا قمرا

ترجمہ: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے اور یہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہے کہ اگر محمد مصطفیٰ ﷺ نہ ہوتے تو میں آدم کو پیدا نہ کرتا البتہ میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا، پس وہ ڈگمگایا لہٰذا میں نے اس پر ''لا اله الا الله محمد رسول الله''

(ﷺ) لکھ دیا پس وہ ٹھہر گیا اور دیگر روایات میں ہے کہ اگر محمد مصطفیٰ ﷺ نہ ہوتے، میں آسمان وزمین کو نہ طول وعرض کو پیدا کرتا نہ عذاب وثواب مقرر کرتا اور نہ بہشت و دوزخ کو نہ سورج اور چاند کو پیدا کرتا۔'' انتہیٰ

نگر دیدے اگر آن افتخار انس وجاں پیدا — نگشتے عرش وکرسی و زمین و آسمان پیدا
خبر بایکدگر فرمود ہر مرسل کہ میگردد — محمد مصطفیٰ در دورہ آخر زماں پیدا
تصدق میکنم جان و جگر برنام آنسرور — کہ پاس خاطر او کردہ شد کون ومکان پیدا
احد برصورت احمد ز وحدت خواستہ کثرت — عیاں آمد شدش میم محبت درمیاں پیدا
جمال وشوکت واخلاق وحلم وبخشش وجرأت — ہمہ بودش کہ بود آں در ہمہ پیغمبراں پیدا
رضائے حق ہمہ جویند حق جوید رضائے او — کدامیں ز انبیائے مرسلین شد آنچناں پیدا
نیاید در بیاں نعت حبیب کبریا انور — کہ ہر موئے تنم راگر شود صد صد زباں پیدا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَیْنَا مَعَھُمْ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ۔

حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت سے قبل یہود آپ کا وسیلہ پکڑا کرتے تھے:

✿ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَمَّا جَآءَ ھُمْ کِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَھُمْ وَ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَ ھُمْ مَّا عَرَفُوْا کَفَرُوْا بِہٖ فَلَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَافِرِیْنَ (سورۃ بقرہ)

ترجمہ: ''اور جب ان کے پاس اللہ کی وہ کتاب (قرآن مجید) آئی جو ان کے ساتھ والی کتاب (توریت) کی تصدیق فرماتی ہے اور اس سے پہلے وہ اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا، اس سے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت منکروں پر۔'' (کنزالایمان)

✪ دلائل ابی نعیم میں بالا سناد یوں مذکور ہے:

حدثنا حبیب ابن الهسن قال ثنا مهمد بن یحییٰ المروزی قال ثنا احمد بن ایوب قال ثنا ابراهیم بن سعد عن محمد بن اسحاق انه قال بلغنی عن عکرمة مولی ابن عباس و عن سعید بن جبیر عن ابن عباس ان یهودا کانوا یستفحون علی الاوس والخرج برسول الله صلی الله علیه وسلم قبل مبعثه فلما بعثه الله عزوجل من العرب کفر وابه وحجدوا ما یقولون فی فقال لهم عاذ بن جبل و بشر بن البراء بن معر وراخوبنی سلمة یا معشر الیهود اتقوا الله و اسلمو و قد کنتم یستفتحون علینا بمحمد وانا اهل الشرک و تخبر ونا بانه مبعوث و تصفونه لنا بصفته فقال سلام بن مشکم ما هو بالذی کانذ کرلکم ماجاء نابشیء لغرفه فافنزل الله عزوجل فی ذلک من قولهم و لما جاء هم کتاب من عند الله مصدق لما معهم و کانوا من قبل یستفحون علی الذی کفروا فلما جاء هم ما عرفوا کفروا به فلعنة الله علی الکافرین

ترجمہ: "(بحذف اسناد) ابن عباس سے روایت ہے کہ یہود رسول اللہ علیہ ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ کے وسیلے سے اوس وخزرج پر فتح مانگا کرتے تھے، جب اللہ عز وجل نے آپ کو عرب سے مبعوث فرمایا تو آپ سے منکر ہو گئے اور انکار کر دیا، اس سے جو آپ کے حق میں کہا کرتے تھے۔ پس معاذ بن جبل اور بنی سلمہ کے بھائی بشر بن البراء بن معرور نے ان سے کہا: اے یہود کے گروہ! اللہ سے ڈرو اور مسلمان بن جاؤ، تم تو ہم پر بوسیلہ محمد ﷺ فتح مانگا کرتے تھے حالانکہ ہم مشرک تھے اور تم ہمیں خبر دیا کرتے تھے کہ وہ مبعوث ہونے والا ہے اور ہمارے پاس ان کے اوصاف بیان کیا کرتے تھے اس پر اسلام بن مشکم نے کہا کہ یہ وہ نہیں جن کا ہم تمہارے پاس ذکر کیا کرتے تھے، یہ وہ شے نہیں لائے جسے ہم پہچانتے ہیں پس اللہ عز وجل نے انکے اس قول پر یہ آیت نازل کی:

"وَلَمَّا جَآءَ هُمْ الایة"

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَیْنَا مَعَهُمْ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَهُ الذَّاکِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِهِ الْغَافِلُوْنَ.

حضور نبی کریم ﷺ شاہد اور بشیر ونذیر اور سراجِ منیر ونور ہیں؛

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یَا یُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا (سورۂ احزاب)

ترجمہ: "اے غیب کی خبریں بتانے والے! (نبی) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔" (کنزالایمان)

قَدْ جَآءَ کُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ (سورۂ مائدہ)

ترجمہ: "بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔"

محمد کہ آمد سراجاً منیرا — بمومن و کافر بشیراً نذیرا
از و مومنا نرا دہد در قیامت — خداوند جنت و ملکاً کبیرا
زانکار او کافرا نزار ساند — خداوند دوزخ و ساء ت مصیرا
محمد براحوال امت نمودہ — خدایش ہمیشہ سمیعاً بصیرا
محمد محمد بگو اے برادر — کہ ذکرش خدا کردہ ذکراً کثیراً
کرامات احمد نبی کس نداند — ولوکان بعض لبعض ظہیراً
ہر آنکس کہ بر مصطفیٰ بغض ورزد — فید عو ثبوراً ویصلی سعیرا
زفضل نبی امت او بہ بیند — پس از مرگ شمساً ولا زمہریرا
محمد زبان شفاعت کشاید — جو مرسل نماید بانگ و نفیرا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَیْنَا مَعَهُمْ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَهُ الذَّاکِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِهِ الْغَافِلُوْنَ.

نبی کریم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کنایہ سے خطاب و یاد فرمایا: (بخلاف دیگر انبیاء کے کہ انہیں ان کے نام سے خطاب و یاد کیا)

✿ دیکھو آیات ذیل

(۱) و قلنا یا دم اسکن انت و زوجک الجنة و کلا منها رغدا حیث شئتما ولا تقربا هذه الشجرة فتکونا من الظلمین

(۲) عصی آدم ربه فغوی (سورۂ طٰہٰ)

(۳) قیل ینوح اهبط بسلم منا و برکت علیک و علی امم ممن معک (سورۂ ہود)

(۴) و اذ یرفع ابراهیم القواعد من البیت و اسمٰعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم (سورۂ بقرہ)

(۵) یا ابراهیم اعرض عن هذا (سورۂ ہود)

(۶) و اذ یرفع ابراهیم القواعد من البیت واسمٰعیل ربنا تقبل منا انک انت المسیع العلیم (سورۂ بقرہ)

(۷) قال یموسی انی اصطفیتک علی الناس برسلتی وبکلامی فخذما اٰتیتک و کن من الشکرین (سورۂ اعراف)

(۸) فوکزه موسی فقضی علیه قال هذا من عمل الشیطن انه عدو مضل مبین (سورۂ قصص)

(۹) اذ قال الله یعیسی ابن مریم اذکر نعمتی علیک و علی والدتک (سورۂ مائدہ)

(۱۰) قال عیسی ابن مریم اللھم ربنا انزل علینا مائدة من السماء تکون لنا عیدا و لنا و اخرنا و اٰیة منک وارزقنا وانت خیر الرازقین
(سورۂ مائدہ)

(۱۱) یداود انا جعلنک خلیفة فی الارض فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھوی فیضلک عن سبیل اللہ (سورۂ ص)

(۱۲) ووھبنا لداود سلیمن نعم العبد انه اواب (سورۂ ص)

(۱۳) یزکریآ انا نبشرک بغلم ن اسمه یحیی لم نجعل له من قبل سیا
(سورۂ مریم)

(۱۴) کلما دخل علیھا زکریا المحراب وجد عندھا رزقا
(سورۂ آل عمران)

✿ مگر ہمارے آقائے نامدار بابی ہو وامی کو اللہ تعالیٰ یوں خطاب فرماتا ہے:

(۱) یایھا النبی حسبک اللہ و من اتبعک من المومنین (سورۂ انفال)

(۲) یایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک (سورۂ مائدہ)

(۳) یایھا المزمل (سورۂ مزمل)

(۴) یایھا المدثر (سورۂ مدثر)

✿ جہاں اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کے نام مبارک کی تصریح فرمائی ہے وہاں ساتھ ہی رسالت یا کوئی اور وصف مذکور فرمایا ہے۔ دیکھو آیات ذیل:

(۱) وما محمد الا رسول (سورۂ آل عمران)

(۲) محمد رسول اللہ (سورۂ فتح)

(۳) ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین و کان اللہ بکل شیء علیما (سورۂ احزاب)

(۴) والذین امنوا و عملوا الصلحت وامنو بما نزل علی محمد و ھو الحق

من ربهم کفر عنهم سیا تهم و اصلح بالهم (سورۂ محمد)

✿ جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل وحبیب کا یکجا ذکر کیا وہاں اپنے خلیل کا نام لیا ہے اور اپنے حبیب کونبوت کے ساتھ یاد فرمایا ہے۔ چنانچہ یوں ارشاد ہوا ہے:

ان اولی الناس بابراھیم للذین اتبعوہ و ھذا النبی والذین امنوا واللہ ولی المؤمنین (سورۂ آل عمران)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَیْنَا مَعَھُمْ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ.

نبی کریم ﷺ کا نام مبارک اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب پاک میں طاعت ومعصیت فرائض واحکام اور وعدہ وعید کا ذکر کرتے وقت اپنے پاک نام کے ساتھ یاد فرمایا ہے:

✿ دیکھو آیاعت ذیل:

(۱) یا ایھا الذین امنو اطیعو اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم (سورۂ نساء)

(۲) یایھا الذین امنوآ اطیعوا اللہ و رسولہ ولا تولوا عنہ وانتم تسمعون (سورۂ انفال)

(۳) والمؤمنون والمؤمنت بعضھم اولیاء بعض یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و یقیمون الصلوٰۃ و یؤتون الذکوۃ ویطیعون اللہ و رسولہ اولئک سیر حمھم اللہ ان اللہ عزیز حکیم (سورۂ توبہ)

(۴) انما المؤمنون الذین امنوا باللہ و رسولہ و اذا کانوا معہ علی امر جامع لم یذھبوا حتی یستاذنوہ (سورۂ توبہ)

(۵) یا ایھا الذین امنوا استجیبوا للہ و للرسول اذا دعا کم لما یحییکم (سورۂ انفال)

(٦) و من یطع اللہ و رسول یدخله جنت تجری من تحتها الانهر خالدین فیها و ذلک الفوز العظیم، و من یعص اللہ و رسوله و یتعد حدوده یدخله نارا خالدا فیها و له عذاب مهین (سورۂ نساء)

(٧) ان الذین یؤذون اللہ و رسوله لعنهم اللہ فی الدنیا و الاخرة و اعدلهم عذاب مهینا (سورۂ احزاب)

(٨) برأة من اللہ و رسوله الی الذین عاهدتم من المشرکین (سورۂ توبہ)

(٩) واذان من اللہ و رسوله الی الناس یوم الحج الاکبر ان اللہ بری من المشرکین و رسوله (سورۂ توبہ)

(١٠) امر حسبتم ان ترکوا و لما یعلم اللہ الذین جاهدوا منکم و لم یتخذوا من دون اللہ ولا رسوله ولا المؤمنین و لیجة واللہ خبیر بما تعلمون (سورۂ توبہ)

(١١) انما یعلموآ انه من یحاد اللہ و رسوله فان له نار جهنم خالدا فیها ذلک الخزی العظیم (سورۂ توبہ)

(١٢) انما جزؤ الذین یحار بون اللہ و رسوله و یسعون فی الارض فساداً ان یقتلوآ اویصلبوآ او تقطع ایدیهم و ارجلهم من خلاف او ینفوا من الارض (سورۂ مائدہ)

(١٣) قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الاخر ولا یحرمون ما حرم اللہ و رسوله ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتب حتی یعطو الجزیة عن ید وهم صاغرون (سورۂ توبہ)

(١٤) قل الانفال للہ والرسول (سورۂ انفال)

(١٥) ومن یشاقق اللہ و رسوله فان اللہ شدید العقاب (سورۂ انفال)

(۱۶) فان تنازعتم فی شیء فردوه الی الله والرسول ان کنتم بالله ولیوم الاخر
(سورۂ نساء)

(۱۷) ولو انهم رضوا مآ اتهم الله و رسوله وقالوا حسبنا الله سیوتینا الله من فضیله و رسوله انا الی الله راغبون (سورۂ توبہ)

(۱۸) واعلموآ انما غنمتم من شیء فان الله خمسه و للرسول (پ۱۰ شروع)

(۱۹) وما نقومآ الا ان اغنهم الله و رسوله من فضله (سورۂ توبہ)

(۲۰) و جاء المعذرون من الاعراب لیؤذن لهم و قعد الذین کذبوا الله و رسول سیصیب الذین کفروا منهم عذاب الیم
(سورۂ توبہ)

(۲۱) و اذ تقول للذی انعم الله علیه و انعمت علیه امسک علیک زوجک و اتق الله و تخفی فی نفسک ما الله مبدیه و تخشی الناس والله احق ان تخشه (سورۂ احزاب)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَیْنَا مَعَهُمْ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَهُ الذَّاکِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِهِ الْغَافِلُوْنَ۔

✿ حضور نبی کریم ﷺ کو نام مبارک کے ساتھ خطاب کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا حالانکہ دیگر امتیں اپنے اپنے نبیوں کو نام کے ساتھ خطاب کیا کرتی تھیں۔

✿ دیکھو آیات ذیل:

(۱) قالوا یموسی اجعل لنا الها کما لهم الهة (سورۂ اعراف)

(۲) اذ قال الحواریون یعیسی ابن مریم هل یستطیع ربک ان ینزل علینا مائدة من المساء (سورۂ مائدہ)

(۳) قالو یهود ما جئتنا ببینة و ما نحن بتارکی الهتنا عن قولک و ما نحن

لک بمؤمنین (سورۂ ہود)

(۴) قالو یصلح قد کنت فینا مرجوا قبل ھذآ اتنھنا ان نعبد ما یعبد ابائونا و انا لفی شک مما تدعون الیه مریب (سورۂ ہود)

✿ مگر ہمارے آقائے نامدار بابی ہو وامی کی نسبت یوں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

رسول اللہ ﷺ کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک، دوسرے کو پکارتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَیْنَا مَعَھُمْ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ.

حضور نبی کریم ﷺ کی برأت وتنزیہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمادی بخلاف دیگر انبیاء کے کہ اپنے مکذبین کی تردید وہ خود کیا کرتے تھے:

✿ چنانچہ قوم نوح علیہ السلام نے ان سے کہا:

انا لنرک فی ضلل مبین

ترجمہ: ”تحقیق ہم تجھے ظاہر گمراہی میں دیکھتے ہیں۔“

✿ اس کی نفی خود حضرت نوح علیہ السلام نے یوں کی:

یقوم لیس بی ضللة و لکنی رسول من رب العالمین (سورۂ اعراف)

ترجمہ: ”اے میری قوم! مجھ میں گمراہی نہیں لیکن میں رب العالمین کی طرف سے رسول ہوں۔“ انتہی

✿ قوم ہود نے ان سے کہا:

انا لنرک فی سفاھة و انا لنظنک من الکذبین

ترجمہ: ”ہم تجھ کو بیوقوفی میں دیکھتے ہیں اور تجھے جھوٹوں سے گمان کرتے ہیں۔“

✿ اس پر حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا:

یقوم لیس بی سفاھة و لکنی رسول من رب العالمین (سورۂ اعراف)

ترجمہ: ''اے میری قوم! مجھ میں بے وقوفی نہیں لیکن میں رب العالمین کی طرف سے رسول ہوں۔'' انتہی

✿ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا:

انی لاظنک یا موسیٰ مسحورا

ترجمہ: ''تحقیق میں تجھے اے موسیٰ! البتہ جادو کیا ہوا گمان کرتا ہوں۔''

✿ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

و انی لاظنک یفرعون مثبورا (سورۂ بنی اسرائیل)

ترجمہ: ''تحقیق میں تجھے اے فرعون البتہ ہلاک کیا گیا گمان کرتا ہوں۔'' انتہی

✿ کفار ہمارے آقا نامدار بابی ہو وامی پر جنون وسحر وکہانت وغیرہ کے الزامات لگایا کرتے تھے۔ ان الزامات سے حضور نبی کریم ﷺ کی برأت خود اللہ تعالیٰ نے فرمائی۔

✿ دیکھو آیات ذیل:

(۱) مآ انت بنعمة ربک بمجنون (سورۂ قلم)

ترجمہ: ''تو اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں۔''

(۲) وما علمناه الشعر و ما ینبغي له ان هو الا ذکر و قرآن مبین (سورۂ یٰسین)

ترجمہ: ''اور ہم نے اس کو شعر نہیں سکھایا اور اس کیلئے لائق نہیں، وہ نہیں مگر نصیحت اور کتاب ظاہر۔''

(۳) ما ضل صاحبکم وما غوی وما ینطق عن الهوی ان هو الا و حي یوحی (سورۂ نجم)

ترجمہ: ''تمہارے صاحب نے بھکے نہ بے راہ چلے اور کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے تو وہ نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔''

(۴) افمن کان علی بینة من ربه و یتلوه شاهد منه و من قبله کتب

موسی اماما و رحمة اولئک یومنون به و من یکفربه من الاحزاب فالنار موعده (سورۂ ہود)

ترجمہ: ''تو کیا وہ جو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہو اور اس پر اللہ کی طرف سے گواہ آئے اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب پیشوا اور رحمت وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور جو اس کا منکر ہو سارے گروہوں میں تو آگ اس کا وعدہ ہے۔ (کنزالایمان)

(۵) کفار حضور نبی کریم ﷺ سے بطور استہزا یوں کہا کرتے تھے:

هل نذلکم علی رجل ینبئکم اذا مزقتم کل ممزق انکم لفی خلق جدید

ترجمہ: ''کیا ہم لے چلیں تم کو اس شخص کی طرف کہ تم کو خبر دیتا ہے کہ جب تم ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے نہایت ریزہ ریزہ ہونا، تحقیق تم البتہ نئی پیدائش میں ہو گے۔''

☼ کفار کے اس استہزا کا دفعیہ باری تعالیٰ یوں فرماتا ہے:

افتری علی الله کذبا ام به جنة بل الذین لا یؤمنون بالاخرة فی العذاب و الضلل البعید (سورۂ سبا)

ترجمہ: ''کیا باندھ لیا ہے اس نے اللہ پر جھوٹ یا اس کو جنون ہے بلکہ وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے عذاب اور دور گمراہی میں ہیں۔'' انتہیٰ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَیْنَا مَعَهُمْ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَهُ الذَّاکِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِهِ الْغَافِلُوْنَ۔

حضور نبی کریم ﷺ کے سوا اللہ تعالیٰ نے کسی پیغمبر کی زندگی کی قسم یاد نہیں فرمائی:

☼ قرآن مجید میں ہے:

لعمرک انهم لفی سکرتهم یعمهون (سورۂ حجر)

ترجمہ: ''یعنی تیری زندگی کی قسم ہے۔ وہ (قوم لوط) البتہ اپنی مستی میں

سرگردان ہیں۔ انتہیٰ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَیْنَا مَعَھُمْ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ۔

حضور نبی کریم ﷺ کی ہدایت ورسالت پر اللہ تعالیٰ نے قسم یادفرمائی:

✿ دیکھوآیات ذیل:

(۱) یٰسٓ والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین علی صراط مستقیم (سورۂ یٰسین)

ترجمہ: ''حکمت والے قرآن کی قسم! بے شک تم سیدھی راہ پر بھیجے گئے ہو۔''

(۲) والنجم اذا ھوی ماضل صاحبکم وما غوی وما ینطق عن الھوی (سورۂ نجم)

ترجمہ: ''اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم! جب یہ معراج سے اترے، تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے۔'' (کنزالایمان)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَیْنَا مَعَھُمْ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ۔

حضور نبی کریم ﷺ کے قدموں کی برکت سے شہر کی قسم:

✿ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لا اقسم بھذا البلد وانت حل بھذا البلد (سورۂ بلد)

ترجمہ: ''مجھے اس شہر کی قسم! اے محبوب! تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔''

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَیْنَا مَعَھُمْ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ۔

حضور نبی کریم ﷺ کی قدر و منزلت کو اللہ نے بلند کیا ہے:

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ورفعنا لک ذکرک (سورۂ انشراح)

ترجمہ: ''اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔'' (کنزالایمان)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَیْنَا مَعَھُمْ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ.

حضور نبی کریم ﷺ پر اللہ تعالیٰ اور فرشتے درود بھیجتے رہتے ہیں:

چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

ان اللہ و ملٓئکۃ یصلون علی النبی یایھا الذین امنو صلوا علیہ وسلموا تسلیما (سورۂ احزاب)

ترجمہ: ''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں، اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو! ان پر درود شریف اور خوب سلام بھیجو۔''

پڑھو مومنو مصطفیٰ پر درود   محمد حبیب خدا پر درود
خدا کا یہ ہے حکم قرآن میں   پڑھو خاتم انبیاء پر درود

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَیْنَا مَعَھُمْ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ.

قرآن نبی کریم ﷺ کا عظیم معجزہ ہے:

کیونکہ قرآن مجید میں ستتر (۷۷) ہزار سے کچھ زیادہ کلمات ہیں، اگر ہم اقل مقدار جس میں اعجاز پایا جائے۔ سورۂ کوثر کو لیں جس میں دس کلمے ہیں، تو اس حساب سے سات ہزار سے زائد اجزا ہوئے جو فی نفسہ معجز ٹھہرے، پھر اگر بلاغت و طریق نظم و

اخبارغیب وغیرہ وجوہ اعجاز پرغور کیا جائے تو سات ہزار کی تضعیف ہوتی جائے گی۔ پس حساب کرلیں کہ ایک قرآن شریف کتنے ہزار معجزوں کے برابر ہوا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَیْنَا مَعَھُمْ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ۔

معراج مصطفیٰ ﷺ:

یہی مذہب ہے جمہور محققین و متکلمین و صوفیہ کرام کا اور یہی حق ہے: ”سبحان الذی اسری بعبدہ“ (الآیہ) سے اسی کی تائید ہوتی ہے کیونکہ عبد نام ہے جسم و روح کا نہ فقط روح کا۔ ”وما جعلنا الرویا التی اریناک الافتنة للناس“ (سورۂ بنی اسرائیل) اسی کا مؤید ہے کیونکہ رویا سے مراد رویا عینی ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ علاوہ بریں احادیث صحیحہ کثیرہ سے جو حد تواتر کو پہنچنے والی ہیں اسی کا حق ہونا پایا جاتا ہے۔

اگر یہ معراج خواب میں ہوتا تو کوئی انکار نہ کرتا اور لوگ مرتد نہ ہوتے اور نہ مسجد اقصے کی نشانیاں پوچھتے کیونکہ خواب میں ایسا امر محال نہیں، خواب میں تو اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ایک لحظے میں ہم مشرق میں ہیں اور دوسرے لحظے میں ہزارہا کوسوں پر مغرب میں ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَیْنَا مَعَھُمْ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ۔

حضور نبی کریم ﷺ کی انگشت مبارک کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہوگیا:

- چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

اقتربت الساعة و انشق القمر (سورۂ قمر)

ترجمہ: ”نزدیک آئی قیامت اور پھٹ گیا چاند۔“ انتہیٰ

چوں محمد یافت آں ملک و نعیم
قرص مہ را کرد اندر دو نیم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَیْنَا مَعَھُمْ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ.

حضور نبی کریم ﷺ کی مبارک انگلیوں سے چشمہ کی طرح پانی جاری ہوا:

✪ چنانچہ تیسیر الوصول جلد ثانی میں ہے:

عن جابر ص قال عطش الناس یوم الحدیبیة فاتوا رسول اللہ ﷺ و بین یدیه رکوة ز قالوا لیس عندنا مویتوضأ به ولا یشرب الامافی رکوتک فوضع صلی اللہ علیه وسلم یدہ فی الرکوة فعل الماء یفورمن بین اصابعه کا مثال العیون فتوضانا و شربنا قیل لجابر کم کنتم یومئذ قال لو کنا مائه الف لکفانا، کنا خمس عشرة مائة اخرجه الشیخان

ترجمہ: ”حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حدیبیہ کے دن لوگوں کو پیاس لگی، پس وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ کے سامنے ایک چھاگل تھی۔ اور عرض کیا: آپ کی چھاگل کے پانی کے سوا ہمارے پاس نہ وضو کرنے کو پانی ہے نہ پینے کو، حضور نبی کریم ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک اس چھاگل میں رکھا، پس آپ کی انگلیوں میں سے پانی یوں نکلنے لگا جیسے چشمے، ہم نے وضو کیا اور پیا۔“

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ تم اس دن کتنے تھے؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اگر ہم ایک لاکھ ہوتے تو ہمیں کفایت کرتا ہم ڈیڑھ ہزار تھے۔

امام بخاری و مسلم نے اسے دریافت کیا۔ انتہی

یہ معجزہ حضور نبی کریم ﷺ سے متعدد دفعہ صادر ہوا ہے۔

نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں
انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَیْنَا مَعَھُمْ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ.

حضور نبی کریم ﷺ کی رسالت پر حجر و شجر نے شہادت دی:

✿ چنانچہ ترمذی شریف (مطبوعہ احمدی، جلد ثانی صفحہ ۲۲۳) میں ہے:

عن علی ابن ابی طالب قال کنت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمکۃ فخر جنا فی بعض نواحیھا فما استقبلہ جبل ولا شجر الا وھو یقول السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ.

ترجمہ: ”حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ مکہ میں تھا۔ پس ہم اس کے بعض نواح میں نکلے، جو پہاڑ یا درخت حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے آتا تھا۔ وہ یوں کہتا تھا: آپ پر سلام ہو، اے اللہ کے رسول ﷺ“

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَیْنَا مَعَھُمْ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ.

حضور نبی کریم ﷺ کے فراق میں ستون حنانہ رویا:

مسجد نبوی میں منبر بننے سے پہلے حضور نبی کریم ﷺ مسجد کے ایک ستون کے ساتھ جو درخت خرما کا ایک خشک تنہ تھا پشت مبارک لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ جب اہل ایمان کی کثرت ہوگئی تو منبر بنایا گیا۔ جب حضور نبی کریم ﷺ اس منبر پر خطبہ پڑھنے لگے تو اس ستون سے اس طرح آواز اشتیاق نکلی جیسے اونٹنی اپنے بچے کے اشتیاق میں آواز نکالتی ہے۔ یہ معجزہ ترمذی شریف (جلد ثانی) میں یوں مروی ہے:

عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ خطب الی لزرق جذع واتخذ والہ منبرا فخطب علیہ فحن الجذع حنین الناقۃ فنزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسکت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک تنا درخت سے پشت لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے جب آپ کیلئے منبر بنایا گیا تو آپ نے اس پر خطبہ پڑھا، پس اس تنا سے اونٹنی کی مانند آوازِ اشتیاق نکلی۔ انتہیٰ

مولانا روم نے اس معجزے کو یوں رشتہ نظم میں منسلک کیا ہے:

استن حنانہ از ہجر رسول	نالہ مے زد ہمچو ارباب عقول
درمیانِ مجلس وعظ آنچناں	کز وے آگہ گشت ہم پیر و جواں
در تحیر ماندہ اصحاب رسول	کز چہ مے نالد ستوں باعرض وطول
گفت پیغمبر چہ خواہی اے ستون	گفت جانم از فراقت گشت خوں
از فراق تو مرا چوں سوخت جاں	چوں ننالم بے تو اے جانِ جہاں
مسندت من بودم از من تاختی	بر سر منبر تو مسند ساختی
پس رسولش گفت کائی نیکو درخت	اے شدہ باسر تو ہمراز بخت
گر ہمی خواہی ترا نخلے کنند	شرقی و غربی تو میوہ چنند
یا دراں عالم حقت سروے کند	تا ترو تازہ بمانی تا ابد
گفت آن خواہم کہ دایم شد بقاش	بشنو اے غافل کم از چوبے مباش
آن ستوں را دفن کرد اندر زمین	تا چو مردم حشر گردد یوم دیں
تا بدانی ہر کرا یزداں بخواند	از ہمہ کار جہاں بیکار ماند
ہر کرا باشد زیزداں کاروبار	یافت بار آنجا و بیروں شد زکار
و آنکہ اور ابنو داز اسرار داد	کے کند تصدیق او نالہ جماد
گوید آرے نے زول بہر وفاق	تانگو یندش کہ ہست اہل نفاق
گر نیندے واقفان امر کن	در جہاں رو گشتہ بودے ایں سخن

انبیائے سابقین کے تمام معجزات حضور نبی کریم ﷺ کو عطا ہوئے:

اس مقام پر یہ بھی عرض کر دینا مناسب ہے کہ جو فضائل و معجزات انبیائے سابق کو عطا ہوئے، ان میں کوئی ایسا نہیں کہ اس کی مثال یا اس سے بڑھ کر حضور نبی کریم ﷺ کو عطا نہ ہوا ہو۔ چنانچہ (۱) اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علی نبینا و علیہ الصلوٰہ والسلام کو یہ کرامت بخشی کہ فرشتوں نے ایک دفعہ آپ کو سجدہ کیا مگر حضور نبی کریم ﷺ کو اس سے بڑھ کر یہ فضیلت بخشی کہ خود باری تعالیٰ اور نیز فرشتے ہمیشہ حضور نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ (۲) حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ الصلوٰہ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے درجہ خلت عطا فرمایا مگر حضور نبی کریم ﷺ کو اس سے بڑھ کر مقام محبت عنایت فرمایا۔ اسی واسطے قیامت کے دن جب حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شفاعت کیلئے درخواست کی جائے گی تو آپ فرمائیں گے: "انما کنت خلیلا من وراء وراء." (۳) حضرت داؤد علی نبینا و علیہ الصلوٰہ والسلام کا یہ معجزہ تھا کہ آپ کے دست مبارک میں لوہا موم کی طرح نرم ہو جاتا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ام معبد کی بکری کے تھن پر جو بیائی نہ تھی اپنا دست مبارک پھیرا اور وہ دودھ دینے لگ گئی۔ اس سے بھی بڑھ کر حضور نبی کریم ﷺ نے یہ کیا کہ عرب جیسی قوم کے دلوں کو موم کی طرح نرم بنا دیا۔ (۴) اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حضرت سلیمان علی نبینا و علیہ الصلوٰہ والسلام کے تابع بنایا مگر حضور نبی کریم ﷺ کو براق عطا فرمایا جو ہوا سے بدر جہا تیز تھا۔ (۵) حضرت سلیمان علی نبینا و علیہ الصلوٰہ والسلام سے پرندے کلام کرتے مگر حضور نبی کریم ﷺ سے حجر و شجر کلام کرتے جن اگر حضرت سلیمان علی نبینا و علیہ الصلوٰہ والسلام کے تابع تھے تو صرف کام کرنے میں مگر حضور نبی کریم ﷺ کے ایسے تابع ہوئے کہ آپ پر ایمان لے آئے۔ (۶) حضرت یوسف علی نبینا و علیہ الصلوٰہ والسلام کو حسن کا ایک حصہ ملا تھا مگر حضور نبی کریم ﷺ کو کل حسن عطا ہوا۔ (۷) حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰہ

والسلام نے اپنے عصا سے بحر کو شق کر دیا۔ حضور نے اس سے بڑھ کر عالم علوی میں تصرف کیا کہ اپنی انگشت شہادت سے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔ (۸) حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پتھر سے پانی کے چشمے جاری کر دیئے حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی انگلیوں سے چشموں کی مانند پانی جاری کر دیا اور یہ اس سے بڑھ کر ہے کیونکہ پتھر جنس زمین سے ہے جس سے چشمے نکلتے ہیں۔ (۹) حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کوہ طور پر اپنے رب سے کلام کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ شب معراج میں عرش کے اوپر مقام "قاب قوسین او ادنیٰ" میں اپنے پروردگار سے ہم کلام ہوئے۔ (۱۰) حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عصا کا سانپ بنا دیا جو ادھر سے ادھر دوڑنے لگا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ایک خشک تنہ (حنانہ) کو انسان کی طرح گویا کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام مردوں کو زندہ گویا کر دیتے اور ابرص واکمہ کو اچھا کر دیتے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ سے بھی اس قسم کے معجزے صادر ہوئے، بلکہ سنگریزوں اور درختوں کا کلام کرنا مردوں کے کلام کرنے سے زیادہ عجیب ہے، کیونکہ یہ اس جنس سے ہی نہیں جو کلام کرے۔

باقی انبیاء کے معجزوں کو بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہیے۔ ایسے معجزات کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو بے شمار خصائص عطا کیے ہیں۔

"وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء"

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَیْنَا مَعَھُمْ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَہُ الذّٰاکِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ۔

حضور نبی کریم ﷺ کی جانب ہو کر فرشتوں نے کفار سے جنگ کی:

✿ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

و لقد نصر کم اللہ ببدر وانتم اذلۃ فاتقوا اللہ لعلکم تشکرون اذا

تقول للمؤمنين الن يكفيكم ان يمدكم ربكم بثلثة الف من الملئكة منزلين بلى ان تصبروا و تتقوا ياتوكم من فورهم هذا يمددكم ربكم بخمسة الف من الملئكة مسومين (سورۂ آل عمران)

ترجمہ: ''اور بے شک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی جب تم بالکل بے سروسامان تھے تو اللہ سے ڈرو، کہیں تم شکر گزار ہو، جب اے محبوب! تم مسلمانوں سے فرماتے تھے کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب مدد کرے، تین ہزار فرشتہ اتار کر ہاں کیوں نہیں اگر تم صبر وتقویٰ کرو اور کافر اسی دن تم پر آپڑیں تو تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیجے گا۔''

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَيْنَا مَعَهُمْ كُلَّمَا ذَكَرَکَ وَ ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِكْرِکَ وَ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ.

حضور نبی کریم ﷺ پر جو کتاب نازل ہوئی بہ حفظ الٰہی تحریف وتبدیل سے محفوظ ہے برعکس کتب دیگر انبیاء کے کہ ان کی حفاظت انکے متبعین کے سپرد تھی:

✿ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (سورۂ حجر)

ترجمہ: ''بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔ (کنزالایمان)

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَ اخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ

(سورۂ مائدہ)

ترجمہ: ''بے شک ہم نے توریت اتاری، اس میں ہدایت اور نور ہے اس

کے مطابق یہود کو حکم دیتے تھے، ہمارے فرمانبردار نبی اور عالم اور فقیہ کہ ان سے کتاب اللہ کی حفاظت چاہی گئی تھی اور وہ اس پر گواہ تھے تو لوگوں سے خوف نہ کرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے ذلیل قیمت نہ لو اور جو اللہ کے اتار پر حکم نہ کرے، وہی لوگ کافر ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَیْنَا مَعَهُمْ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَهُ الذَّاکِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِهِ الْغَافِلُوْنَ.

حضور نبی کریم ﷺ کا دین تمام دینوں پر غالب ہے:

✿ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَ کَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا (سورۂ فتح)

ترجمہ: ''وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی ہے گواہ۔''

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَیْنَا مَعَهُمْ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَهُ الذَّاکِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِهِ الْغَافِلُوْنَ.

حضور نبی کریم ﷺ کے دین میں تشدد و تنگی نہیں:

✿ دیکھو آیات ذیل:

هُوَ اجْتَبٰکُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ (سورۂ حج)

ترجمہ: ''اسی نے تم کو برگزیدہ کیا اور دین میں تم پر کچھ تنگی نہیں کی۔''

یُرِیْدُ اللّٰهُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ (سورۂ بقرہ)

ترجمہ: ''اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے اور تمہارے ساتھ دشواری

نہیں چاہتا۔"

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَیْنَا مَعَھُمْ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ.

حضور نبی کریم ﷺ کی امت خیر الامم ہے:

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ (سورۃ آل عمران)

ترجمہ: "تم بہتر ہو، ان سے امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں، بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔"

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَیْنَا مَعَھُمْ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ.

حضور نبی کریم ﷺ کی امت گمراہی پر جمع نہ ہو گی:

چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ خود فرماتے ہیں:

ان اللہ لا یجمع امتی او قال امۃ محمد علی ضلالۃ (الحدیث)

(مشکوٰۃ، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

ترجمہ: "تحقیق اللہ جمع نہ کرے گا میری امت کو یا فرمایا امت محمد کو گمراہی پر۔"

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَیْنَا مَعَھُمْ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ.

حضور نبی کریم ﷺ ہی کی امت میں سے اہل بہشت کی دو تہائی ہوں گے:

✿ چنانچہ ترمذی شریف (جلد ثانی) میں ہے:

عن ابن بریدة عن ابیه قال قال رسول الله ﷺ اهل الجنة عشرون و مائة صف ثمانون منها من هذه الامة واربعون من سائر الامم هذا حدیث حسن

ترجمہ: ''ابن بریدہ نے اپنے باپ بریدہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اہل بہشت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گے، جن میں سے اسی اس امت کی ہوں گی اور چالیس باقی امتوں کی۔'' یہ حدیث حسن ہے۔ انتہیٰ

✿ ابن قیم نے حاوی الارواح الی بلاوالا فراح میں اس حدیث کی نقل کر کے یوں لکھا ہے:

رواه الامام احمد و الترمذید واسناده علی شرط الصحیح

ترجمہ: ''یعنی اس حدیث کو امام احمد و ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کا اسناد صحیح کی شرط پر ہے۔ انتہیٰ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَیْنَا مَعَھُمْ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَهُ الذَّاکِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِهِ الْغَافِلُوْنَ.

حضور نبی کریم ﷺ سب سے پہلے بہشت میں داخل ہوں گے:

✿ چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

وانا اول من یحرک حلق الجنة فیفتح الله لی فید خلنیها و معی فقراء المومنین (مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین)

ترجمہ: ''میں پہلا شخص ہوں گا جو بہشت کے دروازوں کی زنجیریں کھلائے گا، پس اللہ میرے لیے دروازے کھول دے گا اور مجھے ان میں داخل کرے گا اور میرے

ساتھ فقراء مومنین ہوں گے۔ انتہی

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَیْنَا مَعَھُمْ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ.

حضور نبی کریم ﷺ کو اللہ یوم قیامت حوض کوثر عطا فرمائے گا:

- جس سے آپ اپنی امت کو سیراب فرمائیں گے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ (سورۂ کوثر)

ترجمہ: ”اے محبوب! بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔“

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَیْنَا مَعَھُمْ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ.

نبی کریم ﷺ کو یوم قیامت اللہ مقام محمود عطا فرمائے گا:

- جس میں آپ گنہگاروں کی شفاعت فرمائیں گے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (سورۂ بنی اسرائیل)

ترجمہ: ”قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔“

نماند بعصیاں کسے درگرو   کہ دارد چنیں سید پیشرو
عطائے شفاعت چنانش دہند   کہ امت تمامی ز دوزخ رہند

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَیْنَا مَعَھُمْ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ.

نبی کریم ﷺ خلیفہ مطلق و نائب کل حضرت باری تعالیٰ کے ہیں:

۞ چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ (مشکوٰۃ کتاب العلم)

ترجمہ: ''میں تو بانٹنے والا ہوں اور اللہ دیتا ہے۔'' انتہیٰ

وی صلی اللہ علیہ وسلم خلیفہ مطلق و نائب کل جناب اقدس است میکندو میدہ ہرچہ خواہد باذن وے

فان من جودک الدنیا و ضرتها
و من علومک علم اللوح و القلم

جزاء اللہ عنا خیر الجزاء (اشعۃ اللمعات جزء چہارم صفحہ ۳۳۵)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَیْنَا مَعَھُمْ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ۔

اب قارئین غور فرمائیں:

ہمارے واسطے ایسے جلیل القدر آقا بابی ہووامی کے یوم میلاد سے بڑھ کر کون سا دن مبارک ہو سکتا ہے لہٰذا ہم پر واجب ہے کہ بموجب ''وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ'' اس روز اللہ کے اس احسان عظیم کا شکریہ ادا کریں اور مجالس میلاد میں حاضر ہو کر آپ کے پیارے پیارے حالات سنیں اور اپنے بچوں کو سنائیں۔

عرب شریف میں میلاد مبارک بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ مگر ملک ہند میں اس کی طرف نہایت کم توجہ رہی ہے۔ میرے خیال میں اس عدم توجہی کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ یہی روز حضور نبی کریم ﷺ کے وصال کا دن ہے۔ اس لیے عرصہ دراز سے اس ملک میں اسے بارہ وفات کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس کا تعلق محض ماتم کے ساتھ سمجھا جاتا رہا ہے۔ مگر یہ غلطی ہے چنانچہ علامہ محمد طاہر حنفی (متوفی ۹۸۱) مجمع

البحار کی جلد ثالث کے خاتمہ پر لکھتے ہیں:

ثم بحمده و یتسیره الثلث الاخیر من مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل و لطائف الاخبار فی اللیلة الثانیة عشر من شهر السرورو البهجة مظهر منبع الانوار والرحمة شهر ربیع الاول فانه شهر امرنا باظهار الحبور فیه کل عام فلانکدره باسم الوفاة فانه یشبه تجدید الماتم و قد نصوا علی کراهیته کل عام فی سیدنا الحسین مع انه لا اصل له فی امهات البلاد الاسلامیة و قد تحاشوا عن اسمه فی اعراس الاولیاء فکیف به فی سید الاصفیاء

یعنی بحمد اللہ (مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل و لطائف الاخبار) کا ثلث اخیر ختم ہوگیا، ماہ ربیع الاول کی بارھویں رات کو جو سرور اور خوشی کا مہینہ اور منبع انوار و رحمت کا مظہر ہے۔ پس تحقیق یہ وہ مہینہ ہے جس میں ہم کو ہر سال اظہار خوشی کا حکم ہے لہٰذا ہمیں اسے وفات کے نام سے مکدر نہ کرنا چاہیے کیونکہ یہ تجدید ماتم کے مشابہ ہے اور علماء نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کیلئے ہر سال ماتم کرنے کی کراہیت پر تصریح فرما دی ہے۔ علاوہ بریں بڑے بڑے اسلامی شہروں میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ جب اولیاء کرام کے عرسوں میں اس نام سے پرہیز کیا جاتا ہے تو سید الاصفیاء کے حق میں بطریق اولیٰ اس سے پرہیز چاہیے۔ انتہیٰ

علاوہ بریں مسلمانوں کا ایک فرقہ کچھ عرصے سے مجالس میلاد کا مخالف رہا ہے مگر الحمدللہ اب چند سال سے اہل ہند کی توجہ اس طرف بڑھتی جاتی ہے اور ایسے شخصوں کی تعداد کم ہوتی جاتی ہے جو ایسی مجالس متبرکہ کو شرک و بدعت کہیں۔

علامہ سید احمد زینی المشہور بدحلان نے سیرت نبویہ میں لکھا ہے کہ لوگوں میں معمول ہے کہ جب سرکار دو عالم ﷺ کی ولادت کا ذکر سنتے ہیں تو آپ کی تعظیم کیلئے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ یہ قیام مستحسن ہے کیونکہ اس میں نبی کریم ﷺ کی تعظیم ہے اور

اس فعل کو اکثر علماء کرام نے جو مقتدائے امت ہیں کیا ہے۔

علامہ حلبی نے اپنی سیرت نبویہ میں لکھا ہے کہ بعض نے روایت کی ہے کہ امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اکثر علمائے وقت جمع تھے، کسی نے اس مجلس میں امام صرصری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نبی کریم ﷺ کی مدح پر پڑھا۔

قليل لمدح المصطفیٰ الخطبا لذهب على ورق من خطے احسن من كتب

وان تنهض الاشراف عند سماعه قياما صفوفا او جثيا على الركب

پس اس وقت تمام حاضرین مجلس کھڑے ہو گئے اور اس مجلس میں بڑا انس پیدا ہوا۔ قیام کی طرح مولود شریف کا کرنا اور لوگوں کا اس لیے جمع ہونا بھی مستحسن ہے۔

نبی کریم ﷺ کی محبت:

امام نووی کے استاد امام ابوشامہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کی ولادت کے دن جو صدقات و احسان اور زینت و خوشی کا اظہار ہوتا ہے۔ وہ ہمارے زمانے کی بدعات حسنہ سے ہے، کیونکہ فقراء کے ساتھ احسان کے علاوہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کار خیر کے کرنے والے کے دل میں نبی کریم ﷺ کی محبت ہے اور وہ اللہ کا شکر کرتا ہے کہ اس نے ہم پر احسان کیا کہ نبی کریم ﷺ کو پیدا کیا جو سارے جہان کیلئے رحمت بن کر بھیجے گئے ہیں۔

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد:

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مولود شریف کا کرنا قرون ثلاثہ (یعنی تابعین) کے بعد حادث ہوا۔ پھر اس وقت سے ہر طرف سے اور ہر شہر کے مسلمان مولود شریف کرتے ہیں اور اس کی راتوں میں طرح طرح کے صدقات دیتے ہیں اور شوق سے مولود پڑھتے ہیں جس کی برکتوں سے ان پر فضل عمیم ظاہر ہوتا ہے۔

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

ابن جوزی نے کہا کہ مولود شریف کے خواص سے یہ ہے کہ اس سال امن رہتا

ہے اور آرزو اور مقصد جلد حاصل ہوتا ہے۔

بادشاہوں میں سب سے پہلے ملک مظفر ابوسعید صاحب اربل نے مولود شریف کو جاری کیا۔

اور حافظ ابن دحیہ نے اس کیلئے ایک رسالہ مولود تالیف کیا جس کا نام التنویر فی مولد البشیر النذیر رکھا۔ ملک مظفر نے ابن دحیہ کو اس کے صلے میں ایک ہزار دینار دیئے اور مولود شریف کیا۔ ملک موصوف ربیع الاوّل میں مولود کیا کرتا تھا اور اس کے پاس بڑے بڑے علماء وصوفیہ کرام حاضر ہوا کرتے تھے۔ وہ ان کو خلعت دیا کرتا تھا اور ان کیلئے عود ولبان وغیرہ جلایا کرتا تھا اور مولود پر تین لاکھ دینار خرچ کیا کرتا تھا۔ حافظ ابن حجر نے مولود شریف کی اصل کو حدیث سے ثابت کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ صحیح بخاری و مسلم میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو دیکھا کہ یہود عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے ان سب سبب دریافت کیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی، پس ہم شکریہ میں اس دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم تمہاری نسبت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب ہیں۔

ابولہب کی انگلیوں سے پانی کا نکلنا:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ابولہب کو خواب میں دیکھا کہ دوشنبہ کے روز اسکے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے اور اسکی دو انگلیوں سے پانی نکل آتا ہے جسے وہ پی لیتا ہے۔ اس تخفیف کی وجہ یہ کہ اس نے حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت کی خوشخبری سن کر اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا۔ اللہ ملک شام کے حافظ شمس الدین محمد بن ناصر پر رحم کرے جس نے کہا ہے:

اذا کان ھذا کافر جاء ذمہ　　و تبت یداہ فی الجحیم مخلدا
الی الله فی یوم الثنین دائما　　تخفیف عنه للسرور باحمدا
فما الظن بالعبد الذی کان عمرہ　　باحمد مسرر اومات موحدا

ترجمہ: ''ابولہب جو کافر تھا جس کی مذمت میں آیا ہے کہ اس کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوں، وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا، جب ایسے کافر پر احمد مجتبیٰ ﷺ کی ولادت پر خوش ہونے کے سبب ہر دوشنبہ کو عذاب میں تخفیف کی جائے، تو اس بندے کی نسبت کیا گمان ہوگا جو عمر بھر احمد مجتبیٰ کی خوشی مناتا رہا ہو اور جس کا خاتمہ توحید پر ہوا ہو۔

فتویٰ ابن حجر:

✪ علامہ ابن حجر ہیتمی (متوفی ۹۷۳) سے مولود شریف کے بارے میں استفتا کیا گیا۔ ان کا فتویٰ بجنسہ یہاں درج کیا جاتا ہے:

سوال:

ترجمہ: فتاویٰ: یہ جو اکثر لوگ اس زمانے میں میلاد و اذکار کرتے ہیں۔ ان کا کیا حکم ہے؟ آیا یہ سنت ہیں یا فضیلت یا بدعت، اگر تم کہو کہ یہ فضیلت ہیں تو کیا ان کے فضل کے بارے میں سلف سے کوئی اثر یا کوئی حدیث وارد ہے کیا مباح بدعت کیلئے جمع ہونا جائز ہے یا نہیں۔ کیا ایسی بدعت جائز ہے جبکہ اس کے سبب سے یا نماز تراویح کے سبب سے مردوں اور عورتوں میں میل ملاپ پیدا ہو، اور علاوہ اس کے باہمی الفت و گفتگو و مناولت پیدا ہو جو از روئے شریعت ناپسندیدہ ہے اور شرع کا قاعدہ ہے کہ جب فساد نیکی سے بڑھ جائے تو وہ نیکی ممنوع ہوتی ہے نماز تراویح سنت ہے اور اسکے سبب اسباب مذکورہ پیدا ہوتے ہیں تو کیا لوگ نماز تراویح سے منع کیے جائیں یا یہ مضر نہیں؟

جواب:

میلاد و اذکار جو ہمارے ہاں کیے جاتے ہیں، ان میں سے اکثر نیکی (مثلاً صدقہ و ذکر و درود شریف و مدح سرکار دو عالم ﷺ) پر اور برائی بلکہ برائیوں پر مشتمل ہیں، اگر صرف عورتوں کا اجنبی مردوں کو دیکھنا ہو تو یہی برائی کافی ہے اور ان میں سے بعض میں کوئی برائی نہیں مگر ایسے میلاد قلیل و نادر ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ قسم اول ممنوع ہے

کیونکہ یہ قاعدہ مشہور ومقرر ہے کہ مفاسد کا دفعیہ مصالح کی تحصیل پر مقدم ہے، پس جس شخص کو ایسے میلا دواذکار میں جسے وہ کرتا ہے وقوع شر، کا علم ہو وہ عاصی اور گنہگار ہے۔ بالفرض اگر وہ ان میں نیکی کرے تو بعض دفعہ اس کی نیکی اس کی بدی کے برابر نہیں ہوتی، کیا تو نہیں دیکھتا کہ شارع صلی اللہ علیہ وسلم نے نیکی میں تو اسی قدر پر کفایت کی جو ہو سکے اور برائی کے تمام انواقع سے منع فرمایا۔ چنانچہ یوں ارشاد فرمایا:

اذا امرتکم با مر فاتوا منه استطعتم و اذا نهیتکم عن شیء فاجتنبوه

ترجمہ: ''جس وقت میں تم کو کسی امر کا حکم دوں تو اس سے کرو جو کر سکتے ہو اور جس وقت میں تم کو کسی امر سے منع کروں تو اس سے باز رہو۔''

پس تو اس پر غور کر تجھے معلوم ہو جائے گا۔ جو میں نے کہا کہ برائی خواہ کتنی ہی کم ہو، اس کی کسی قسم کی اجازت نہیں ہو سکتی اور نیکی کافی ہے جتنی ہو سکے اور قسم ثانی سنت ہے۔ اور مندرج ہے ان احادیث میں جو خاص و عام اذکار کے بارے میں آئی ہیں۔ مثلاً نبی کریم ﷺ کا قول کہ جو لوگ بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ فرشتے ان کا اکرام کرتے ہیں اور رحمت ان کو گھیر لیتی ہے اور ان پر سکون ووقار نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو اپنی بارگاہ کے فرشتوں میں یاد کرتا ہے۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ان لوگوں سے جو بیٹھے اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور اس کا شکر کرتے تھے کہ اس نے ان کو ہدایت اسلام کی، فرمایا: میرے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور مجھے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں میں تم پر فخر کرتا ہے۔

ان دونوں حدیثوں میں اس امر کی نہایت واضح دلیل ہے کہ خیر کیلئے جمع ہونا اور بیٹھنا نیک کام ہے اور اس طرح کے خیر کیلئے بیٹھنے والوں پر اللہ تعالیٰ فرشتوں میں فخر کرتا ہے اور ان پر سکون ووقار نازل ہوتا ہے اور ان کو رحمت گھیر لیتی ہے اور اللہ تعالیٰ فرشتوں میں ان کو ثنا سے یاد کرتا ہے۔ پس اس سے بڑھ کر اور کونسی فضیلت ہے۔

اور حدیث مبارک میں جو ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں

ہے، سو یہ حرام بدعت پر محمول ہے نہ کہ دیگر اقسام بدعت پر اور جب ذکر، یا نماز تراویح وغیرہ کیلئے جمع ہونے میں کوئی حرام امر پیدا ہو، تو صاحب قدرت پر واجب ہے کہ لوگوں کو اس سے منع کرے اور اگر صاحب قدرت نہ ہو تو اس پر واجب ہے کہ ایسے اجتماع میں حاضر نہ ہو، ورنہ وہ بھی گناہ میں ان کا شریک ہوگا۔ اسی وجہ سے شیخین نے تصریح فرمائی کہ فاسقوں کے ساتھ الفت سے بیٹھنا بھی گناہ ہے۔ (فتاویٰ حدیثیہ) انتہیٰ

اس مقام پر اتنا اور عرض کر دینا ضروری ہے کہ مجالس میلاد میں بے اصل قصے بیان نہ کیے جائیں بلکہ کوئی مستند مولود پڑھا جائے، جہاں تک مجھے معلوم ہے، مولود برزنجی سب سے عمدہ ہے اور عرب شریف میں یہی پڑھا جاتا ہے۔ علامہ نبہانی نے جواہر البحار میں اس کی نسبت لکھا ہے: "لیس له نظیر"

نظر بریں انجمن نعمانیہ لاہور نے یہ مولود شریف مع ترجمہ اردو و حواشی طبع کرا دیا ہے اور اسکا نام مولود بے نظیر رکھا ہے۔ میلاد کے خاتمہ پر کھڑے ہوکر سلام پڑھنا چاہیے۔

☆☆☆

ههنا تم الكتاب بعون الملك الوهاب
واخر دعونا ان الحمد لله رب العلمين و الصلوة
والسلام على سيدنا و مولانا محمد و على اله
و اصحابه وتباعه اجمعين

خیر المورد

فی ...... فی ......

فی احتفال المولد

مصنف:

علامہ ابوالحسن زید فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و تدوین:

مولانا محمد عبدالاحد قادری

حسن ترتیب

ابتدائیہ

یہ مبارک رسالہ "خیر المورد فی احتفال المولد" جدِ محترم حضرت علامہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی ازھری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیات طیبہ میں ۱۳۷۲ ہجری مطابق ۱۹۵۳ء میں کتاب سعید البیان کے ابتداء میں طبع کرایا تھا۔

اس رسالہ کی افادیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے عاجز نے ارادہ کیا کہ اس کو الگ سے طبع کرائے۔

حق تعالیٰ کا لطف وکرم ہے کہ اس نے ارادہ کی تکمیل کرائی۔ برائے سہولت اس میں فہرست وسرخیوں کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ نیز سرِ ورق پر مضمون کے مطابق اس کو "اثباتِ استحسان برائے محفل میلادِ ذیشان" سے موسوم کیا ہے۔

انس ابوالنصر فاروقی
درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ
(دہلی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و حدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ و علٰی
الہ و اصحابہ و من و الاہ و ایدہ و بعد

بندۂ عاجز زید ابوالحسن فاروقی عرض کرتا ہے جس وقت یہ ضعیف بحول اللہ و قوتہ رسالہ خیر البیان من محسنات سعید البیان کی ترتیب اور تالیف سے فارغ ہوا، دل میں خیال آیا کہ ایک مختصر رسالہ مبارک میلاد شریف کی مشروعیت اور اس کے جواز اور استحباب کے اثبات میں لکھ دیا جائے تا کہ اگر کسی وجہ سے کسی کے دل میں کوئی شک اس کار خیر میں پڑ گیا ہو تو اللہ تعالیٰ اس رسالہ کے مطالعہ سے اس کے شک کو دور کر دے اور وہ اچھی طرح سمجھ جائے کہ جناب سرورِ عالم ﷺ کی ولادت باسعادت کا دن تمام عالم کیلئے اور بالخصوص امت محمدیہ ﷺ کیلئے سب سے بڑی عید اور خوشی کا دن ہے۔ جہاں تک ہو سکے وہ اس دن اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے۔ خیرات و مبرات کرے، محفل میلاد شریف منعقد کر کے حبیب کبریا حضرت محمد احمد مجتبیٰ ﷺ کا ذکر خیر کرے۔ اس کا مطمح نظر ”ورفعنالک ذکرک“ کی تعمیل ہو اور اس کا مدعا آپ کی تعظیم اور تجلیل ہو، اس کا مقصد اظہارِ شکر رب جلیل ہو۔ اس مقصد سے یہ عجالہ لطیفہ اور رسالہ شریفہ تالیف کیا اور اس کا نام ”خیر المورد فی احتفال المولد“ رکھا۔

نفع اللہ بھا المسلمین وجعلھا و سیلۃ لنجاتی یوم لا ینفع مال و
لا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم و رحمہ اللہ عبدا قال امینا

محفل میلاد شریف کی ابتدا:

سات سو ستر سٹھ سال سے یعنی ۶۰۴ ہجری سے محفل مبارک میلاد شریف کا انعقاد بڑے پیمانہ پر اطراف واکناف عالم میں ہو رہا ہے۔ بڑے بڑے گرامی قدر ائمہ اور عالی

مرتبت حفاظ اور جلیل الشان علماء مثلاً حافظ ابن دحیہ، حافظ ابوشامہ، حافظ ابن کثیر، حافظ ابن جرزی، حافظ ابوالخیر سخاوی، حافظ شمس الدین محمد دمشقی، حافظ ابن حجر عسقلانی، حافظ جلال الدین سیوطی، علامہ ظہیرالدین بن جعفر، علامہ محمد بن یوسف شامی، علامہ یوسف بن اسماعیل وغیرہم من العلماء الاعلام تصریحات وتصنیفات وتالیفات کرتے چلے آئے ہیں اور اس کارخیر کو "افضل القربات اور احسن المثوبات" کہتے چلے آئے ہیں اور چونکہ ہندوستان میں مسلمانوں کو عام طبقہ عربی سے ناواقف ہے۔ اس لیے اساطین علماء ہند نے فارسی اور اردو میں بڑی خوبی کے ساتھ اس موضوع شریف کو بیان فرمایا ہے، چنانچہ اس فقیر کے جدکلاں حضرت شاہ احمد سعید نے رسالہ "الذکر الشریف فی دلائل المولد المنیف" فارسی میں تالیف فرمایا ہے اور جناب مولوی سلامت اللہ صاحب بدایونی کانپوری نے رسالہ "اشباع الکلام فی اثبات المولد و القیام" اور جناب مولوی عبدالحق صاحب الہ آبادی مہاجر مکی نے "الدر المنظم فی بیان حکم مولد النبی الاعظم" اور جناب مولوی عبدالسمیع صاحب رامپوری ضلع سہارنپور نے "انوارِ ساطعہ دربیان مولود و فاتحہ" اور جناب عم محترم حضرت شاہ محمد معصوم نے "احسن الکلام فی اثبات المولد والقیام" اردو میں لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ادنیٰ بصیرت عنایت کی ہے اور وہ قدرے خیال سے ان رسائل شریفہ کا مطالعہ کرے گا۔ اس کے واسطے یقیناً مسئلہ میں کوئی الجھن باقی نہیں ہے البتہ جو شخص سمجھنے کی کوشش ہی نہ کرے، یا اپنی بات کے آگے کسی کی بات کو سننا گوارا ہی نہ کرے تو اس کا علاج دنیا میں کسی کے پاس نہیں ہے۔ حضرت مصرف القلوب جل شانہ واعظم برہانہ، ہی اس کے دل کو پھیر دے تو یہ بات اور ہے میں صرف ان لوگوں کیلئے جن کو مسئلہ معلوم نہیں ہے یا معلوم تو ہے لیکن مزید تسلی اور تشفی چاہتے ہیں مختصر طور پر کچھ تحریر کرتا ہوں۔

آئمہ کے اقوال:

علامہ حافظ (حافظ سے مراد حافظ کلام اللہ شریف نہیں ہے بلکہ عالی مرتبت علماء

کے ساتھ جب یہ لفظ آتا ہے تو اس سے مراد حافظ احادیث شریفہ ہوتا ہے۔) امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر بن محمد سیوطی رحمۃ اللہ علیہ جن کا انتقال ۱۹ جمادی الاولیٰ ۹۱۱ ہجری کو ہوا ہے۔ اپنے رسالہ "حسن المقصد فی عمل المولد" میں تحریر فرماتے ہیں۔ ان کی عبادت عربی میں ہے۔ میں اس کا ترجمہ کر کے لکھ رہا ہوں۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

لکھا ہے: "شیخ الاسلام علامہ حافظ ابوالفضل احمد بن حجر عسقلانی (جن کی کتاب فتح الباری شرح صحیح امام بخاری مرجع علماء و فضلاء ہے) نے مولود شریف کے بارے میں دریافت کیا گیا، انہوں نے جواب دیا: مولود شریف کی اصل تو بدعت ہے پہلی تین صدیوں میں سلف صالح سے منقول نہیں کہ انہوں نے مولود شریف کی محفل قائم کی ہو باوجود اس بات کے یہ ضرور ہے کہ مولود شریف کی محفل منعقد کرنے میں خوبیاں بھی ہیں اور خرابیاں بھی ہیں جو شخص خوبیوں کو لیتے ہوئے اور خرابیوں سے بچتے ہوئے میلاد شریف کرے۔ یہ تو بدعت حسنہ ہے۔ (اچھی جدت ہے) ورنہ نہیں ہے اور ابن حجر نے کہا ہے مجھ کو مولود شریف کے ثابت کرنے کیلئے ایک اصل ہاتھ لگی ہے جو کہ ایک صحیح حدیث ہے جس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔ وہ حدیث یہ ہے: رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے عاشورہ کے دن یہود کو روزہ رکھتے دیکھا۔ آپ نے ان سے روزہ رکھنے کا سبب دریافت فرمایا۔ وہ بولے: یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کو ڈبویا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی، ہم اسی وجہ سے اللہ کے شکر ادا کرنے کیلئے اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ (ابن حجر نے باقی حدیث کو ذکر نہیں کیا ہے جو اس طرح پر ہے: آپ نے سن کر فرمایا: تمہاری بہ نسبت ہم موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ حقدار ہیں، چنانچہ آپ نے خود بھی اس دن کا روزہ رکھا اور دوسروں کو روزہ رکھنے کو فرمایا۔)

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کسی خاص دن اگر اللہ تعالیٰ کوئی نعمت عطا کرے یا کسی عذاب کو دور کرے تو اس کا شکر ادا کرنا چاہیے اور ہر سال اس دن کو

اللہ تعالیٰ کے شکر کا اعادہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہر قسم کی عبادت سے حاصل ہوتا ہے، مثلاً سجدہ (نماز) روزہ، صدقہ اور تلاوت۔ اس دن سے بڑھ کر کونسا دن بہتر ہے جس میں ایسے نبی کریم علیہ السلام کی ولادت ہوئی ہے جو کہ نبی رحمت ہے۔ اس لیے مناسب یہی ہے کہ اسی دن کو تلاش کیا جائے۔ (یعنی خاص یوم ولادت شریف کو) تا کہ موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے جو کہ دسویں محرم کو ہوا ہے۔ مطابقت پیدا ہو جائے اور اگر کوئی شخص اس کا لحاظ نہ کرے۔ (یعنی یومِ ولادت شریف کا جو کہ بقول مشہور بارہ ربیع الاوّل ہے) تو کوئی مضائقہ بھی نہیں ہے۔ ماہ ربیع الاول میں جس دن چاہے وہ مولود شریف کر لے۔ ایک جماعت نے تو اور بھی توسیع کر دی ہے کہ سال بھر کسی دن بھی مولود شریف کر لے لیکن اس طرح کرنے میں جو بات ہے وہ ظاہر ہے۔ (یعنی اس طرح پر کرنے سے صرف اللہ تعالیٰ کا شکر ادا ہوتا ہے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ سے مطابقت نہیں آتی ہے، وہ تو یومِ ولادت شریف ہی کے دن خوشی کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔) یہ تو مولود کی دلیل کا بیان ہوا۔

اب ان اعمال کا بیان سنو جو مولود میں کیے جاتے ہیں۔ مناسب ہے کہ مولود شریف میں صرف ان امور کو کیا جائے جن سے اللہ کا شکر کرنا ظاہر ہو۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے از قسم قرآن خوانی، کھانا کھلانا، صدقہ کرنا اور رسول اللہ علیہ السلام کی مدح میں کہے ہوئے اشعار اور زاہدانہ اشعار کا پڑھنا جن کو سن کر دلوں کو بھلائی اور آخرت کے کاموں کا شوق پیدا ہو باقی رہیں وہ باتیں جو ان امور کے اتباع میں کی جاتی ہیں۔ مثلاً سماع اور لہو (باجہ) اور ان کے سوا اور چیزیں تو ان کے بارے میں یہ کہنا مناسب ہے کہ ان میں سے جو چیزیں حرام یا مکروہ ہیں ان کو روکا جائے اور جو خلاف اولیٰ ہوں ان کو بھی روکا جائے۔'' تمام ہوئی عبارت ابن حجر کی۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

مجھ کو مولود شریف کیلئے ایک دوسری اصل بھی ہاتھ لگی ہے جس کو بیہقی نے حضرت

انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نبوت کے بعد اپنا عقیقہ کیا حالانکہ آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب آپ کا عقیقہ تولد شریف کے ساتویں دن کر چکے تھے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ عقیقہ دوسری مرتبہ نہیں کیا جاتا۔ لہٰذا آپ کا عقیقہ کرنا، اس بات پر محمول ہے کہ آپ نے اللہ کا شکریہ ادا کیا کہ اللہ نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر پیدا کیا۔ آپ کا اس طرح پر اپنی ولادت کا شکر کرنے سے آپ کی امت کے واسطے اس کی مشروعیت ثابت ہوگئی جس طرح پر آپ اپنے اوپر درود شریف پڑھتے تھے تاکہ آپ کو دیکھ کر آپ کی امت بھی آپ پر درود بھیجے۔ بنابریں ہمارے لیے بہتر ہے کہ ہم جلسے کر کے اور کھانا کھلا کے اور اسی طرح کے دوسرے اچھے کام کر کے اور خوشی کا اظہار کر کے اللہ کے شکر کا اظہار کریں۔

امام القراء حافظ ابن جزری کا قول:

امام القراء علامہ حافظ شمس الدین الجزری اپنی کتاب عرف "التعریف بالمولد الشریف" میں لکھتے ہیں ابولہب کو اس کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا گیا۔ (بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا۔) اس سے دریافت کیا گیا تیرا کیا حال ہے؟ اس نے کہا: دوزخ میں ہوں۔ مگر ہر پیر کی رات کو عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے اور میں اپنی انگلی میں سے اس مقدار میں پانی چوس لیتا ہوں اور اس نے اپنی انگلی کے پوروں کی طرف اشارہ کر کے بتایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھ کو ثوبیہ نے آپ کے تولد شریف کی خبر لا کر سنائی۔ میں نے خوش ہو کر اس کو آزاد کر دیا اور پھر اس نے آپ کو دودھ پلایا جب ابولہب جیسے کافر کو جس کی مذمت قرآن پاک میں وارد ہے۔ آپ کے تولد شریف کی رات کو خوشی کرنے کا اجر دوزخ میں ملے تو آپ کی امت میں سے ایک موحد مسلم کو کیا کیا اجر ملیں گے جو آپ کے تولد شریف سے خوش ہو اور آپ کی محبت کی وجہ سے جو بھی اس کی استطاعت ہے خرچ کرے۔ قسم ہے اس کو مولائے کریم سے یہ اجر ملے گا کہ وہ اس کو اپنے فضل عمیم

سے جناب نعیم میں داخل کر دے گا۔

حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی اپنی کتاب "مورد الصادی فی مولدالہادی" میں لکھتے ہیں: یہ بات پایہ صحت کو پہنچ گئی ہے کہ دوزخ میں ہر پیر کو ابولہب کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے کیونکہ اس نے ثویبہ کو آپ کے تولد شریف کی خوشی میں آزاد کر دیا تھا اور پھر انہوں نے یہ تین شعر کہے ہیں:

اذا کان ھذا کافرا جآء ذمہ ‏ و تبت یداہ فی الجحیم مخلدا

اتی انہ فی یوم الا ثنین دآئما ‏ فخف عنہ للسرور باحمدا

فما الظن بالعبد الذی طول عمرہ ‏ باحمد مسرورا و مات محمدا

ترجمہ: "وہ دیکھو کہ وہ بولہب سا معند ہے تبت یدا جس کے بارے میں وارد خوشی جو تولد کی اس نے منائی یقیناً وہ دوزخ میں کام اس کے آئی دو شنبہ کو ہوتی کمی ہے سزا میں، تو پھر ایسے بندے کے بارے میں سوچو نبی سے سدا جس کو الفت رہی ہو۔ گیا بھی ہو دنیا سے ایمان لے کے اسے اجر دے گا خدا کیسے کیسے۔"

اس کے بعد سیوطی نے علامہ ابوالطیب سبتی مالکی کا واقعہ تحریر کیا ہے جو کہ علامہ ابوحیان وغیرہ کے استاد تھے کہ وہ جب اس مبارک دن کو بچوں کے مکاتیب پر گزرتے تھے کہ مولانا بیٹھے بچوں کو پڑھا رہے ہیں تو ان سے کہتے تھے مولانا آج تو خوشی کا دن ہے۔ بچوں کو چھٹی دو چنانچہ وہ بچوں کو چھٹی دے دیا کرتے تھے۔ تمام ہوئی عبارت سیوطی کی۔

مولود شریف کے اثبات کیلئے ایک تیسری حدیث بھی ہے جس کو بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، احمد، حمیدی، ابن جریر، ابن منذر، ابن حباب اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ حدیث اس پر ہے: یہودی نے عمر سے کہا: تمہاری کتاب میں ایک آیت ہے جس کو تم پڑھتے ہو، اگر یہ آیت ہماری جماعت یہود پر نازل ہوتی تو ہم اس کے نازل ہونے کے دن کو اپنا عید کا دن

بناتے۔آپ نے دریافت کیاوہ کون سی آیت ہے؟انہوں نے کہاوہ آیت:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ

ترجمہ:''آج کے دن تمہارے لیے ہم نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتوں کو پورا کر دیا۔''

یہ سن کر عمر نے کہا: قسم ہے مجھ کو معلوم ہے کہ کس دن یہ آیت رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی ہے۔ یہ آیت جمعہ کے دن شام کو عرفات میں نازل ہوئی ہے۔یعنی حج کے دن نویں ذی الحجہ کو۔

ابن راہویہ، ابن حمید ابوالعالیہ روایت کرتے ہیں کہ عمر نے جواب میں کہا: اللہ کا شکر ہے کہ اس نے آیت کے یوم نزول کو اور اس کے بعد ہمارے واسطے عید کا دن کیا ہے۔ یہ آیت کریمہ یوم عرفہ کو نازل ہوئی ہے اور اس کا دوسرا دن یوم نحر ہے۔یعنی روزِ قربان ہے۔تمام ہوئی حدیث

❁ اس حدیث سے صاف طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ آیت شریفہ

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ

کے یومِ نزول کو خوشی اور عید کا دن مقرر کرنے کے بارے میں جو تجویز یہود نے پیش کی تھی، اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ناپسند نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے یہ آیت جمعۃ المبارک کے دن نازل کی جو کہ خوشی کا مبارک دن ہے اور نویں ذی الحجہ کو نازل کی جو کہ خوشی کی مبارک تاریخ ہے اور میدان عرفات میں نازل کی جو مقدس اور مبارک ہیں، اگر کسی خاص دن یا تاریخ یا مقام کو کسی خاص نعمت کی وجہ سے مبارک کہنا شرعاً ٹھیک نہ ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہود سے کہتے ہمارے مذہب میں یہ باتیں ٹھیک نہیں۔آپ نے یہود سے یہ نہیں کہا بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر کر کے اپنی رضامندی اور خوشی کا اظہار کیا اور اس طرح ثابت کر دیا کہ یہود کی تجویز فی الواقع اچھی تجویز ہے۔

اگر دیکھا جائے، یہود کی تجویز کوئی انوکھی تجویز نہ تھی جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ

ناپسند کرتے، بلکہ ان کی تجویز صوم یوم عاشورہ کے واقعہ سے پوری طرح سے مطابقت رکھتی تھی جس کو جناب رسول اللہ ﷺ نے پسند فرمایا تھا اور ان کی یہ تجویز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تجویز سے پوری طرح مشابہ ہے جس کا بیان قرآن مجید میں آیا ہے۔ دیکھو سورۂ مائدہ کی آیت ۱۱۴ کو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قَالَ عِيۡسَى ابۡنُ مَرۡيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَاۤ اَنۡزِلۡ عَلَيۡنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوۡنُ لَنَا عِيۡدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا

ترجمہ: ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرزند مریم نے کہا: اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! تو ہم پر آسمان سے ایک خوان نازل کر، اس خوان کا نازل ہونا ہمارے اگلے اور پچھلے یعنی سب کیلئے عید قرار پائے۔''

✿ امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں:

ای نتخذ الیوم الذی تنزل فیہ المآئدۃ عید انعظمہ نحن و من یا تی بعدنا و نزلت یوم الاحد فاتخذہ النصاری عیدا

ترجمہ: ''جس دن میں تو خوان نازل کرے اس دن کو ہم عید کا دن بنالیں، اس دن کی ہم بھی تعظیم کریں اور جو ہمارے بعد آئیں وہ بھی تعظیم کریں، وہ خوان یوم یکشنبہ کو نازل ہوا۔ یعنی اتوار کو، چنانچہ نصاریٰ نے اس دن کو اپنا مبارک عید کا دن قرار دے دیا۔''

ذرا خیال کرو، یہود فرعون کی غلامی اور استعباد سے نجات پانے کے دن کو اپنے لیے خوشی کا مبارک دن قرار دیں اور جناب رسول اللہ ﷺ ان کے اس فعل کو بنظرِ استحسان دیکھیں اور فرمائیں کہ ہم بہ نسبت یہود کے زیادہ حقدار ہیں کہ اس دن کو اپنے واسطے خوشی کا مبارک دن قرار دیں اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے خوان نازل ہونے کے دن کو خوشی کا مبارک دن قرار دینے کی تجویز کریں اور ان کی امت اس دن کو اپنے لیے خوشی کا مبارک دن قرار دے تو امت محمدیہ یقیناً زیادہ حقدار ہے کہ وہ

اپنے محسن اعظم رسول اللہ سرورِ عالم ﷺ پر خاص انعامات اور اکرامات ہونے کے دن کو جو کہ یوم معراج ہے اپنے لیے خوشی کا مبارک دن قرار دے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مبارک راستے کو اپنے حبیب ﷺ پر جو الطاف اور مہربانیاں کی ہیں، ان کا بیان یقیناً ہمارے بیان سے باہر ہے۔ ذرا دیکھو آپ کے طفیل سے آپ کی امت پر کیسی نوازش کی ہے کہ صرف پانچ وقت کی نماز فرض کی اور اس کا ثواب پچاس نمازوں کا قرار دیا۔

مولوی عبدالحیٔ لکھنوی کا قول:

۞ مولوی ابوالحسنات عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ "الاثار المرفوعه فی اخبار الموضوعه" میں تحریر فرماتے ہیں:

فائدۃ:

قد اشتهر بين العوام ان ليلة السابع و العشرين من رجب هی ليلة المعراج النبوی و موسم الرجبية متعارف فی الحرمين الشريفين يأتی الناس فی رجب من بلا د نآئية لزيارة القبر النبوی فی المدينه و يجتمعون فی الليلة المذكورة و هو امر مختلف فيه بين المحدثين و المورخين. فقيل كان ذلک فی ربيع الاول و قيل فی ربيع الاخر و قيل فی ذی الحجة و قيل فی شوال و قيل فی رمضان و قيل فی رجب فی ليلة السابع و العشرين و قواه بعضهم و قد بسط الكلام فيه القسلانی فی المواهب الدنية و غيره فی غيره و علی هذا فيستحب احيآء ليلة السابع و اعشرين من رجب و كذاسآئر الليالی التی قيل انها ليلة المعراج بالاكثار فی العبادة شكرالما من الله علينا فی تلک الليلة من فرضية الصلوات الخمس و جعلها فی التواب خمسين و لما افاض الله علی نبينا فيها من اصناف الفضلة و

الرحمة و شرفه بالمواجهة والمكالمة والرؤية و كذا قيل ان ليلة الاسرآء افضل من ليلة القدر في حق نبينا صلى الله عليه واله وسلم لا في حق الامة و اما كيفية الاحيآء فمفوجة الى العبد لم يرد فيها حديث معتمد وما ورد فيها فهوموضوع علىٰ مامر ذكره راى و كذ و ايستحب ان يصوم صباح تلك الليلة و قدوردت فيه احاديث لا تخلو عن طعن و سقوط كما بسطة ابن حجر في تبيين العجب مما ورد في فضل رجب (انتهىٰ)

ترجمہ: ''عوام میں شہرت پا گئی ہے کہ معراج نبوی کی شب ستائیسویں رجب کی رات ہے۔ حرمین شریفین میں رجبیہ کا موسم معروف ہے۔ دور دراز ملکوں سے قبر نبوی ﷺ کی زیارت کیلئے ماہِ رجب میں لوگ مدینہ منورہ میں آتے ہیں اور اس رات (۲۷ رجب کی شب کو) جمع ہوتے ہیں۔ معراج شریف کی شب میں محدثین اور مؤرخین کو اختلاف ہے۔ کہا گیا ہے کہ وہ ماہ ربیع الاول میں ہے اور کہا گیا ہے کہ ماہ ربیع الاخر میں ہے اور کہا گیا ہے کہ ذی الحجہ میں ہے اور کہا گیا ہے کہ شوال میں ہے اور کہا گیا ہے کہ رمضان المبارک میں ہے اور کہا گیا ہے کہ رجب کی ستائیسویں شب ہے اور بعض علماء نے اس کو تقویت دی ہے۔ قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں اس بیان کو مفصل طور پر لکھا ہے۔ دیگر علماء نے بھی دوسری کتابوں میں اس بیان کو لکھا ہے۔ بنابریں ستائیسویں رجب کی رات کا اور اسی طرح ان تمام دوسری راتوں میں جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ معراج شریف کی راتیں ہیں۔ احیاء کرنا۔ یعنی شب بیداری کرنی چاہیے اور ان راتوں میں بہ کثرت عبادت کرنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے ہم پر احسان کیا کہ اس مبارک رات میں ہم پر پانچ نمازیں فرض کیں اور ان کا ثواب پچاس نمازوں کا قرار دیا اور اس نے ہمارے نبی کریم ﷺ پر کیسی کیسی مہربانیاں فرما کر سرفراز کیا۔ آپ کو فضیلت و رحمت سے نوازا اور

آپ کو مواجہہ اور مکالمہ اور دیدار سے مشرف کیا۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ شب معراج ہمارے نبی کریم ﷺ کے حق میں شب قدر سے افضل ہے۔ اس رات کی یہ فضیلت صرف آپ کیلئے ہے۔ آپ کی امت کیلئے نہیں ہے۔ (یعنی آپ کی امت کیلئے شب قدر بہ نسبت شب معراج کے افضل ہے۔) رہا اس مبارک رات کو جاگنے کا طریقہ کہ اس کی کیفیت کیسی ہونی چاہیے تو یہ بندے کی خوشی اور رائے پر منحصر ہے جس طرح مناسب جانے اور بہتر سمجھے اس طرح شب بیداری کرے کیونکہ اس بارے میں کوئی قابل اعتماد اور بھروسے کی حدیث وارد نہیں ہے، جو حدیثیں بیان کی جاتی ہیں وہ موضوع اور جھوٹی ہیں۔ جیسا کہ پہلے ان کا بیان کیا جا چکا ہے اور اس طرح اس رات کی صبح کو روزہ رکھنا مستحب ہے۔ اس طرح روزہ رکھنے کے بارے میں بھی کچھ حدیثیں وارد ہیں لیکن وہ پایہ صحت سے گری ہوئی ہیں اور کمزوری سے خالی نہیں ہیں جس طرح پر علامہ ابن حجر نے "تبیین العجب فی فضل رجب" میں واضح طور پر بیان کر دیا ہے۔'' تمام ہوئی عبارت مولوی عبدالحی کی۔

اسی طرح امت محمدیہ یقیناً زیادہ حقدار ہے کہ وہ اپنے نبی کریم ﷺ کے یوم ولادت کو اپنے لیے خوشی کا سب سے مبارک دن قرار دے۔ ذرا دیکھو کہ اللہ تعالیٰ اپنا احسان جتاتے ہوئے فرما رہا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ الآیہ

ترجمہ: اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا جب انہی میں سے رسول ان کو بھیجا۔"

اُذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

ترجمہ: ''یاد کرو اللہ کی نعمت جو تم پر کی ہے۔'' اور فرما رہا ہے:

وَاشْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ

ترجمہ: ''اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو، اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔''

✡ اور فرما رہا ہے:

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّث

ترجمہ: ”اے اپنے پروردگار کے احسان کا تذکرہ کرتے رہو۔“

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَذَکِّرْھُمْ بِاَیَّامِ اللہِ

ترجمہ: ”اے رسول! ان کو اللہ کے ایام یاد دلاؤ۔“

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء اعلام نے تفسیر میں لکھا ہے کہ ایام اللہ سے مراد وہ ایام ہیں جن میں واقعات عظیمہ کا ظہور ہوا ہے۔

اے عزیزو! ذرا خیال کرو اور انصاف سے کام لو کہ معراج شریف کی رات اور آپ کی ولادت شریف کی رات سے بڑھ کر کونسا دن یا کونسی رات ہے جس کی یاد دلائی جائے اور اس کے شکر کا اظہار کیا جائے۔

امت محمدیہ کے واسطے یقیناً آپ کے یومِ ولادت سے بڑھ کر مبارک اور خوشی کا دن کوئی نہیں ہے۔ شب نصف ماہِ شعبان، شب قدر، عیدالفطر اور عید قرباں سبھی اس مبارک دن پر جو کہ عید میلاد النبی ﷺ کا دن ہے قربان رہیں۔ آپ ہی کے طفیل سے یہ مبارک ایام دیکھنے کو ملے۔ یہ ایام کیا ہیں؟ تمام کائنات کا ظہور صرف آپ کے وجود باوجود کے طفیل ہوا ہے۔ آپ کی محبت ہر مسلمان کیلئے ایمان کا جزو ہے۔

بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص بھی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میری محبت اس کے دل میں اپنے باپ اور بیٹے اور تمام آدمیوں سے زیادہ نہ ہو اور سورۂ توبہ کی چوبیسویں آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قل ان کان آبآئکم و ابنآؤکم و اخوانکم وازواجکم و عشیر تکم و اموال ن قتر فتموھا و تجارۃ تخشون کسادھا و مسکن ترضنھا احب الیکم من اللہ ورسولہ و جھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ، و اللہ لا یھدی القوم الفسقین

ترجمہ: اے رسول! کہہ دو اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیبیاں اور تمہارے عزیز اور وہ اموال جو تم نے جمع کیے ہیں اور وہ تجارت جس کے ماند پڑنے کا تم کو کھٹکا لگا رہتا ہے اور وہ مکانات جو تم کو پیارے ہیں، تمہارے نزدیک اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو منتظر رہو، یہاں تک کہ جو اللہ کو کرنا ہے وہ اس کو لاموجود کرے اور اللہ فاسقوں کی جماعت کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔" یعنی اللہ کے عذاب کے منتظر رہو۔

اس حدیث شریف اور آیت شریفہ کو اچھی طرح خیال سے پڑھو، دیکھ لو آپ کی محبت ہمارے لیے کتنی ضروری ہے۔ آپ کی محبت مقتضی ہے کہ آپ کی خوشی ہمارے لیے خوشی ہو۔ یقیناً واقعہ معراج آپ کیلئے بڑی خوشی کا واقعہ ہے اور آپ کی ولادت باسعادت کا واقعہ تمام عالم کے واسطے مفتاح ہر خیر و سعادت ہے۔ دنیا کی تاریخ میں ان دونوں واقعات سے بڑھ کر یقیناً کوئی واقعہ نہیں ہوا ہے۔ آپ کی ذات ستودہ صفات سراسر فضل الٰہی اور رحمت نامتناہی ہے۔

اور ارشادِ خداوندی ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا

ترجمہ: "کہہ دو کہ ان کو اللہ کے فضل اور اسکی رحمت سے خوش ہونا چاہیے۔"

✿ اور اللہ کی نعمت کا بیان کرنا اور اس کی خوشی کا اظہار کرنا شرعاً مطلوب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

ترجمہ: "اپنے پروردگار کی نعمتوں اور اس کے احسانات کا تذکرہ اور چرچا کرو۔"

اور بمصداقِ مضمون وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ

ترجمہ: "ان ایام مبارکہ کی یاد تازہ کرنی اور ان دنوں میں اللہ کے شکر کا اظہار کرنا یقیناً محمود ہے۔"

اسی لیے تقریباً پونے آٹھ سو سال سے جلیل القدر آئمہ کرام محفل میلاد شریف منعقد کرنے کے فضائل بیان کر رہے ہیں۔ کیا حنفی، کیا شافعی، کیا مالکی، کیا حنبلی، سبھی اس کارخیر کو احسن المشبوبات اور افضل المندوبات لکھتے چلے آئے ہیں کہ یہ عمل مبارک مقام سعادت دوجہاں اور مصباح ہدایت انس وجاں ہے۔

اے عزیزو! جن ائمہ کرام نے اس کارِخیر کی ابتداء کی ہے اور اس کی تشویق دلائی ہے یہ وہ بزرگ ہستیاں ہیں جن کو تمام عالم اسلام اپنا مقتدا مانتی ہے جن کی کتابیں کیا اہل سنت و جماعت اور کیا اہل حدیث سب کیلئے مشعل راہِ ہدایت بنی ہوئی ہیں اگر اس کارِخیر میں ذرہ برابر قباحت ہوتی یہ ائمہ دین اس کو افضل مندوبات کس طرح کہتے۔

بے شک علامہ ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب نجدی اور ان کے ہم خیال بعض علماء کرام نے اس کارِخیر کی مخالفت کی ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ان کی مخالفت کس بنا پر ہے۔ صرف کسی کی مخالفت کر دینے سے تو قطعاً قباحت پیدا نہیں ہوتی ہے۔ مثل مشہور ہے: ع

فکر معقول بہ فرما گل بے خار کجا است

وہ کونسا مسئلہ ہے جس میں کسی نہ کسی نے مخالفت نہ کی ہو، البتہ مخالفت کی علت کو دیکھنا چاہیے، اگر علت میں کچھ جان ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ ان کی مخالفت میں بھی کچھ جان ہے ورنہ یہ ایک لغزش ہے جو ان کو پیش آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی لغزشوں کو معاف کرے۔

جمہور علماء نے احادیث صحیحہ اور آیاتِ شریفہ سے استنباط کر کے یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ اور اس کارِخیر کو مستحب قرار دیا ہے جس کا بیان پہلے گزر چکا ہے جنہوں نے مخالفت کی ہے۔ ان کی بڑی دلیل یہ ہے کہ یہ کام بدعت ہے اور حدیث شریف میں وارد ہے "کل بدعة ضلالة" ترجمہ: "ہر بدعت ضلالت اور گمراہی ہے۔" لہٰذا یہ کام ضلالت ہے۔ "والعیاذ باللہ" اس کی اس دلیل کو دیکھ کر عربی کا مشہور مقولہ یاد آتا ہے: ع

حفظت شیئا و غابت عنک اشیآء

ترجمہ: "ایک بات تو تمہاری نظر میں ہے لیکن اور باتیں نظر سے اوجھل ہیں۔"

اب ذرا اس اجمال کی تفصیل سنو۔

صحیح حدیث ہے جس کو امام مسلم اور دیگر ائمہ حدیث نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

من سن فی الاسلام سنة حسنة فعمل بها بعده کتب له مثل اجره من عمل بها ولا تنقص من اجورهم شئ

ترجمہ: "جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کیا پھر اس کے بعد اس اچھے طریقہ پر عمل کیا گیا تو اس شخص کے واسطے اسی قدر اجر و ثواب لکھا جائے گا جس قدر کہ اس کے بعد سب عمل کرنے والوں کے واسطے اجر و ثواب ہوگا۔ ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں سے کچھ کاٹ کر اس کو ثواب نہیں دیا جائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے خزانہ غیب سے اس کو اجر دے گا۔"

عبارت اصل کتاب ص ۷۱ سطر ۱۳ تا سطر ۱۷ تک شامل کریں۔

امام ابوشامہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

امام حافظ ابو محمد عبدالرحمٰن شہاب الدین ابوشامہ بن اسماعیل مقدسی شافعیؒ جن کا انتقال چھاسی سال کی عمر میں ۶۶۵ ہجری کو ہوا ہے اور جن کے متعلق "طبقات شافعیة الکبریٰ" میں لکھا ہے کہ وہ مرتبہ اجتہاد کو پہنچ گئے تھے اپنی کتاب "الباعث علی انکار البدع الحوادث" میں تحریر کرتے ہیں ان کی اصل عبارت جو عربی میں ہے الدر المنظم، مولفہ مولوی عبدالحیؒ کے صفحہ ننانوے (۹۹) اور سو (۱۰۰) پر تحریر ہے۔ انہوں نے یہ "سیرت شامی" میں سے یہ عبارت کی نقل کی ہے، میں اس عبارت کا ترجمہ کر کے لکھ رہا ہوں:

ترجمہ: "ربیع امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے جدت یعنی نئے پیدا شدہ امور دو قسم پر ہیں: ایک وہ جدت ہے جو کتاب یعنی قرآن مجید یا سنت یا اثر یا اجماع کے خلاف واقع ہو۔ یہ جدت بدعت ہے اور یہی ضلالت ہے۔ دوسری وہ جدت ہے جو بھلائی کے کاموں میں ہو۔ اس کے اچھا ہونے میں کسی کو اختلاف نہ ہو، اگرچہ وہ محدث ہے یعنی جدید ہے لیکن اس کی برائی نہیں کی گئی ہے۔ حضرت عمر

ﷺ کے قیام یعنی تراویح کے بارے میں کہتے ہیں یہ اچھی بدعت ہے جو پہلے نہ تھی، جب کوئی جدت اس طرح کی ہو کہ اس کی وجہ سے بیان کردہ اشیاء میں سے یعنی کتاب سنت، اثر، اجماع میں سے کسی ایک کا بھی رد کرنا نہ ہوتا تو وہ بدعت حسنہ ہے، جس کو کرنا باتفاق علماء نہ صرف جائز ہے بلکہ بہتر ہے اور جو اس کو اچھی نیت سے کرے گا اس کیلئے ثواب کی امید ہے۔ ہر وہ بدعت جو شریعت کے قاعدوں کے موافق ہو اور کسی قاعدہ کی اس میں مخالفت نہ پائی جائے اور نہ اس کی وجہ سے ممنوعات شرعیہ کا مرتکب ہونا پڑے وہ بدعت حسنہ ہے۔ جیسے منبروں، (مکبروں،) رباطوں، مدارس، مسافر خانوں کا بنانا اور اسی طرح کے اور بھلائی کے کام جو کہ صدرِ اول میں نہ تھے کیونکہ اسی قسم کی بدعتیں سنت کی تعلیمات کے موافق ہیں اور یہ "وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى" کے زمرے میں داخل ہیں یعنی "پرہیزگاری اور بھلائی میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔" اسی قسم کی اچھی بدعتوں میں سے ایک بہت اچھی بدعت وہ ہے جو ہمارے زمانہ میں ایجاد ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ شہر اربل میں خاص اس دن کو جو نبی کریم ﷺ کے یومِ ولادت کے موافق آن کر واقع ہوتا ہے، ہر سال خیرات اور اچھے کام اور نیت کرتے ہیں خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ جو بھلائی اس دن فقیروں کے ساتھ کی جاتی ہے۔ (یعنی ان کو کھانا کھلایا جاتا ہے، خیرات دی جاتی ہے) اس کے علاوہ بخوبی اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ خوشی کرنے والے کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی محبت اور تعظیم اور اجلال ہے اور اس طرح پر کرنے سے اللہ کا شکر بھی ادا ہوتا ہے کہ اللہ نے ہم پر احسان کیا کہ اپنے رسول اللہ ﷺ کو جو تمام عالم کے واسطے رحمت ہے پیدا کیا۔ سب سے پہلے یہ اچھا کام شہر موصل کے ایک مشہور، نیک اور صالح شخص نے کیا جن کا نام عمر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ اس کی پیروی اور اتباع کرتے ہوئے اربل کے بادشاہ اور دوسرے لوگوں نے یہ نیک کام شروع کیا۔" تمام ہوئی عبارت ابوشامہ رحمۃ اللہ علیہ کی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

ربیع رحمۃ اللہ علیہ جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کر رہے ہیں، یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اس

قول کو علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مناقب شافعی میں سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

قال الشافعي المحد ثات من الامور ضر بان احد هما مآ احدث مما يخالف كتابا اوسنة او اثرا او اجماعا فهذه البدعية الضآلة و الثانيه مآ احدث فيه من الخير لا خلاف فيه لواحد و هذه محدثة غير مذ مومة و قد قال عمر رضى اللهعنه في قيام شهر رمضان نعمت البدعة هذا يعني انها محدثة له تكن و ان كانت فليس فيهارد لما مضى. انتهى

علامہ عزالدین عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ اعلام نے بدعت کی باقاعدہ تقسیم کی ہے اور کہا ہے کہ ''بدعت پانچ قسم پر ہے: (۱) وہ بدعت ہے جو حکم میں واجب کے ہے، اس کا کرنا ضروری ہے۔(۲) وہ بدعت ہے جو حکم میں مستحب کے ہیں، اس کا کرنا بہتر ہے۔(۳) وہ بدعت ہے جو حکم میں مباح کے سر ہے، اس کا کرنا اور نہ کرنا برابر ہے۔ (۴) وہ بدعت ہے جو حکم میں مکروہ تنزیہی کے ہے، اس کا نہ کرنا بہتر ہے۔(۵) وہ بدعت ہے جو حکم میں مکروہ تحریمی کے ہے، اس کا نہ کرنا ضروری ہے۔

ان علماء نے ہر قسم کی علیحدہ مثالیں دیں ہیں۔ مولود شریف کو ائمہ اعلام اور جلیل الشان حفاظ نے بدعت کی اس قسم میں کہا ہے جس کو مستحب کا حکم دیا گیا ہے۔ دیکھو علامہ ابوشامہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: اس قسم کی اچھی بدعتوں میں سے ایک بہت اچھی بدعت وہ ہے جو ہمارے زمانہ میں ایجاد ہوئی ہے الخ۔ یہ تو جمہور علماء کا مذہب اور ان کی اصطلاح ہے جس کا بیان ہوا ہے۔

بعض گرامی قدر علماء نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث شریف میں ''كل بدعة ضلالة'' وارد ہے۔ یعنی ''ہر بدعت گمراہی ہے۔'' اس حدیث شریف پر نظر رکھتے ہوئے ہم بدعت صرف چوتھی اور پانچویں قسم کو کہیں گے یعنی وہ بدعت جو حکم میں مکروہ کے ہے اور یہی بدعت ضلالت ہے اور جو بدعت تیسری قسم کی ہے اس کو مباح کہیں گے اور جو

بدعت "وَ تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَ التَّقْوٰی" کے زمرہ میں ہے اور جس کے کرنے سے اسلام کی عزت اور دین کی خدمت ہوتی ہے اور اس کو ہم بدعت کا نام نہیں دیں گے کیونکہ حدیث شریف میں ایسے نئے اچھے کام کیلئے سنت حسنہ کا لفظ آیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسے اچھے امور کا نام سنت حسنہ رکھا ہے اور آپ ہی کا تجویز کردہ نام بہتر و اولیٰ ہے اور وہ پہلی اور دوسری قسم کی بدعت ہے۔ علماء کی اس جماعت کا جمہور علماء سے قطعاً کوئی اختلاف نہیں ہے، صرف تسمیہ اور اصطلاح میں فرق ہے اور مقولہ مشہور ہے: "ولا مشاحۃ فی الاصطلاح" یعنی اپنی اپنی اصطلاح بنانے میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ "بدعت حسنہ کہہ دو، چاہے سنت حسنہ، مدعا اور مسمّٰی تو ایک ہی ہے۔"

یہ ہے علماء کرام کی بحث جو بدعت کے بارے میں تھی۔ تعجب ہے ان لوگوں پر جو اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں اور وہ اپنے کو ائمہ اربعہ میں سے کسی کا متبع بتاتے ہیں اور محفل مبارک میلاد شریف کے بارے میں عوام سے کہتے ہیں کہ یہ فعل بدعت ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے لہٰذا یہ فعل گمراہی و ضلالت ہے۔ "والعیاذ باللہ"

اگر یہ لوگ ہر بدعت حسنہ کے بارے میں یہی کہتے تو کہا جا سکتا تھا کہ انہوں نے ایک حدیث شریف کے ظاہر لفظ کو پکڑ لیا ہے اور یہ دوسری حدیث ہے اور ائمہ دین کے اقوال سے بے بہرہ ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت اور سمجھ دے لیکن دیکھا یہ جا رہا ہے کہ یہ لوگ باقی تمام بدعتوں کو جن کو علماء نے بہ اتفاق بدعت بتایا ہے اور کہا ہے کہ یہ اچھی بدعتیں ہیں، بہت شوق سے کر رہے ہیں، کبھی کوئی شخص اعتراض نہیں کرتا، پھر مولود شریف کے بارے میں یہ شور کیسا؟ "ان ھذا العجیب جدا"

موجودہ زمانہ کی بدعات:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وقت میں قرآن مجید کے حروف پر نقطے نہ تھے، حرکات کا وجود نہ تھا۔ علامہ قاضی خاںؒ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں

کہ آپ قرآن مجید پر نقطے اور حرکات لگانے کو مکروہ سمجھتے تھے لیکن آپ کے بعد علماء کرام نے صرف پسند ہی نہیں کیا بلکہ ضروری قرار دے دیا اور آپ کے شاگرد رشید امام ابو یوسفؒ نے فرمادیا: "و نعمت البدعة هذه" یعنی یہ تو بہت اچھی بدعت ہے۔"

بعد میں علماء کرام نے اس بدعت پر اور چار چاند لگائے۔ قرآن مجید کے تیس پارے کیے، ہر پارہ کا نصف اور ربع اور ثلث مقرر کیا۔ پھر بعض علماء کرام نے دس دس آیتوں کا حساب لگا کر عشر مقرر کیا جس کا روج عربی ممالک میں ہے اور بعض علماء نے رکوع بنائے، جس کا رواج ہندوستان وغیرہ میں ہے۔ مسجدوں میں تکبیر کہنے والوں کے واسطے مکبر بنائے۔ بعض مسجدوں میں عورتوں کے واسطے پردے کا انتظام کر کے ایک حصہ مخصوص کر دیا۔ مسجدوں میں گھنٹے لٹکائے، گھڑیوں کے حساب سے نمازوں کے اوقات مقرر کیے کہ اتنے بجے ظہر کی نماز ہوگی، اتنے بجے عصر کی، اتنے بجے عشاء کی نماز ہوگی، اتنے بجے فجر کی نماز ہوگی اور اتنے بجے جمعۃ المبارک کی۔ کیا مجال جو اس وقت سے ذرا پہلے نماز شروع کر دی جائے، حالانکہ نماز کا وقت ہو جاتا ہے۔ علوم دین پڑھنے کے واسطے مدارس تعمیر کیے۔ طالب علموں کیلئے دار الاقامت بنائے۔ یتیم خانے، محتاج خانے، مسافر خانے، شفاخانے بنائے، اذانوں کیلئے منارے بنائے، وضو کرنے کیلئے مسجدوں میں حوض بنائے، سردیوں میں گرم پانی کا انتظام کیا، مسجد کیلئے امام اور مؤذن مقرر کیے۔ یہ سب چیزیں اور اس قسم کی صدہا چیزیں یقیناً بدعت ہیں۔ یہ لوگ ان چیزوں سے کیوں نہیں روکتے اور ان کے بارے میں عوام کو کیوں نہیں کہتے کہ یہ سب بدعت ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے، لہٰذا یہ سب چیزیں گمراہی ہیں۔" والعیاذ باللہ"

یہ واعظ صاحبان کیوں نہیں عوام سے کہتے کہ امام اور مؤذن اور علماء اور قراء کیلئے تنخواہ لینی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے ٹھیک نہیں ہے اور جناب رسول اللہ ﷺ کے وقت میں ان باتوں کا وجود نہ تھا، لہٰذا یہ سب گمراہی میں سے ہیں۔

افسوس صد افسوس! یہ لوگ عوام کو کس بری طرح سے بہکاتے ہیں اور کس ڈھب سے مغالطے میں ڈالتے ہیں:

فالی اللہ المفزع والیہ المشتکی ولاحول ولا قوۃ الا باللہ

خوب کہا ہے: ع

''نہ کہ ہر سر بتراشد قلندری داند''

بعض لوگ خاص بارہ ماہ مبارک ربیع الاوّل کی شب کو محفل مبارک میلاد شریف منعقد کرنے پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ تعیین تاریخ کا ٹھیک نہیں اور اس وجہ سے کارِ خیر میں قباحت آگئی۔

یہ لوگ اگر ذرا آیت ''و ذکر ھم بایام اللہ'' پر نظر غائر ڈالیں اور حدیث یومِ عاشورہ پر دھیان لگائیں اور حدیث عقیقہ اور حدیث نزول آیت سمجھیں تو یقیناً علامہ ابن حجرؒ اور دیگر اکابر کے ہم نوا ہو کر کہہ دیں گے کہ محفل میلاد شریف خاص اس تاریخ کو اور رجبیہ کا جلسہ خاص ستائیس رجب کی رات کو نہ صرف جائز ہے بلکہ بہتر یہی ہے کہ ان ہی تاریخوں میں یہ مبارک محفلیں قائم کی جائیں تاکہ حدیث صوم، یوم عاشورہ سے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا اور بارہ نزول مائدہ سے پوری طرح مطابقت آجائے۔

بخاری اور دیگر کتب حدیث میں روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جمعرات کا دن وعظ کے واسطے مقرر کر دیا تھا۔ لوگوں نے ان سے کہا آپ اگر ہر روز وعظ کریں تو بہتر ہے۔ آپ نے کہا کہ میں ہر روز وعظ کر کے تمہاری طبیعت کو سیر کرنا نہیں چاہتا کہ پھر تم شوق سے وعظ نہ سنو گے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہماری طبیعت کو سیر ہونے کا موقع نہ دیتے تھے، اگر کسی نیک کام کے واسطے دن یا تاریخ یا وقت کا مقرر کرنا ٹھیک نہ ہوتا تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کس طرح جمعرات کا دن مقرر کرتے۔ سالہا سال سے حجاز، شام، فلسطین، مصر، جزائر، مراکش، عراق، ہندوستان وغیرہ میں گھڑیوں کے حساب سے نمازوں کے اوقات مقرر کیے جاتے ہیں۔ تمام عربی

مدارس میں پڑھائی کے گھنٹے مقرر کیے جاتے ہیں، تقسیم اسناد کی تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ آخر یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے، ان سب چیزوں میں اوران کی طرح دیگر دسیوں چیزوں میں تعین کی وجہ سے خرابی نہیں پیدا ہوتی تو پھر محفل مبارک میلاد شریف یا رجبیہ شریف میں کیوں خرابی پیدا ہوگئی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ محفل میلاد شریف بالذات ایک مستحسن فعل ہے لیکن ہندوستان میں اس مبارک محفل میں نامشروع امور سرزد ہوتے ہیں، اس لیے میلاد شریف نہ کرنا چاہیے۔

ان لوگوں کی بات نہ روایۃً ٹھیک ہے اور نہ درایۃً ٹھیک ہے۔ اس فقیر مولف رسالہ نے جب سے آنکھ کھولی ہے اور جب سے ہوش سنبھالا ہے، برابر میلاد شریف کی محفلوں کو دیکھتا چلا آرہا ہے۔ یہی دیکھا ہے کہ حسب مقدور آراستہ کیا جاتا ہے۔ ایک شخص جناب رسول اللہ ﷺ "بنفسی ھو و بابی و امی" کے احوال شریفہ پڑھتا ہے۔ لوگ شوق سے حبیب خدا ﷺ کے احوال شریفہ سنتے ہیں، بیان سے فارغ ہونے کے بعد بعض اشخاص نعتیہ قصائد پڑھتے ہیں، جس کو سن کر سب کے شوق اور محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور اخیر میں سب کو شیرینی تقسیم کی جاتی ہے اور سب آپ کی یاد لے کر مسرور القلب گھر کو لوٹتے ہیں۔ محفل میلاد شریف میں اگربتی اور عود جلاتے ہیں، پھول رکھتے ہیں، عراق گلاب چھڑکتے ہیں، عطر ملتے ہیں اور ولادت شریف کا ذکر سن کر آپ کی محبت اور تعظیم میں سب کھڑے ہو جاتے ہیں اور آپ پر سلام پڑھتے ہیں۔ یہ سب وہ باتیں ہیں جن کو علماء کرام نے کرنے کو لکھا ہے۔ فعل حرام کا قطعاً ارتکاب نہیں ہوتا ہے جو یہ واعظ اس قسم کی غلط بیانی کرتے ہیں بالفرض والتقدیر اگر مان لیا جائے کہ کسی جگہ محفل میلاد شریف میں نامشروع امور کیے جاتے ہیں تو ان علماء کو از روئے قواعد شرعیہ ان محرمات شرعیہ سے عوام کو روکنا چاہیے، ان کو مناسب ہے کہ عوام سے کہیں: اے بندگان خدا! تم کیوں یہ حرام کام کر کے اپنی نیکی کو ضائع کرتے ہو، تم کیوں ارتکاب معاصی کر کے اپنے آپ کو گنہگار بناتے ہو۔ خدا سے ڈرو،

اپنے رسول اللہ ﷺ کا کامل احترام کرو، آپ کا ذکر شریف کا پورا ادب کرو، ناجائز اور حرام امور کا ارتکاب کر کے آپ کے ذکر شریف کی محفل کی تحقیر نہ کرو۔

علماء نے لکھا ہے کہ اگر نمازِ جمعہ یا عیدین یا تراویح کے موقع پر کسی ناجائز امر کا ارتکاب کوئی کرنے لگے۔ مثلاً مرد اور عورت خلط ملط ہو کر یعنی مل جل کر نماز پڑھیں تو اس ناجائز فعل کی وجہ سے نماز پڑھنے سے نہیں روکا جائے گا بلکہ علماء کرام پر لازم ہے کہ وہ عوام کو اس ناجائز فعل سے منع کریں۔ اس طرح پر اگر نکاح یا ولیمہ یا عقیقہ یا ختنہ یا حفظ قرآن یا حاجی کے آنے کی خوشی کے موقع پر ناجائز امور کا ارتکاب ہونے لگے تو ان خوشیوں کے کرنے سے نہیں روکا جائے گا بلکہ فعل حرام سے منع کیا جائے گا۔

بنابریں اگر کسی جگہ محفل مبارک میلاد شریف میں کوئی حرام فعل ہوتا ہو تو علماء کرام کو چاہیے کہ اس حرام فعل سے منع کریں۔ محفل میلاد شریف منعقد کرنے سے روکنا سراسر غلطی اور قواعد شرعیہ کی خلاف ورزی ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ محفل میلاد سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ و ازکی التسلیمات، ہندوؤں کے مشرکانہ رسم جنم، کنہیا کی تشبیہ اور تمثیل ہے۔ "العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم" افسوس صد افسوس! یہ لوگ محفل پاک میلاد شریف کو کیسی قبیح تمثیل دیتے ہیں۔ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے: "من لم یعرف باحوال الناس فھو جاھل" جو لوگوں کی حالت اور زمانے کی کیفیت سے ناواقف ہو، وہ جاہل ہے۔'' اس کو فتویٰ نہیں دینا چاہیے۔ یہ لوگ اسلام کی تاریخ سے اور مسلمانانِ عالم کے احوال سے بے خبر ہیں، ان کو یہ بھی خبر نہیں ہے کہ محفل مبارک میلاد شریف اس مروجہ کیفیت اور معہودہ طریقہ پر کب سے منعقد ہو رہی ہے اور اس کار خیر کی ابتدا کس ملک میں ہوئی ہے اور کس نے کی ہے؟

تاریخ میلاد:

شہر موصل میں جو عراق میں واقع ہے۔ ایک مشہور نیک اور صالح شخص رہتے

تھے، ان کا نام عمر بن محمد تھا۔ انہوں نے اس کارِ خیر کی ابتدا کی ہے۔ جیسا کہ علامہ ابوشامہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے، ان کو دیکھ کر اربل کے بادشاہ سلطان ابوسعید مظفر الدین کوکری رحمۃ اللہ علیہ نے بہت بڑے پیمانے پر اس کارِ خیر کو کرنا شروع کیا۔ علامہ حافظ ابوالخطاب بن دحیہ رحمۃ اللہ علیہ نے مولود شریف کے بیان میں ایک کتاب لکھ کر بادشاہ کو پیش کی، اس کتاب کا نام ''التنویر فی مولد السراج المنیر'' ہے۔۶۰۴ ہجری کو یہ کتاب حافظ ابن دحیہؒ نے محفل میلاد شریف میں پڑھی۔ بادشاہ بہت مسرور اور محفوظ ہوا، اس نے ایک ہزار اشرفی بطور انعام کے علامہ ابن دحیہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیئے۔ یہ بادشاہ بڑا ہی متقی، دیندار، پارسا، نیک، عادل، شجاع اور مرد مجاہد تھا۔ س مبارک تقریب پر ہر سال لاکھوں روپیہ خرچ کرتا تھا۔ غریبوں کو کھانا کھلاتا تھا، روپیہ تقسیم کرتا تھا۔ بڑے بڑے آئمہ نے اس کی تعریف لکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی قبر کو نور سے معمور کرے اور اس کو آخرت میں درجات بلند عنایت فرمائے، چونکہ اس بادشاہ نے اس کارِ خیر کو بہت بڑے پیمانے کے ساتھ شروع کیا۔ اس لیے اطراف و اکناف عالم میں اس کے نام کا چرچا ہوگیا اور اکثر لوگ یہ سمجھ بیٹھے کہ اس کارِ خیر کی ابتداء اس نیک دل بادشاہ نے کی ہے حالانکہ ابتداء اس مرد صالح کی ہے البتہ اشتہار کا باعث یہ بادشاہِ صالح ہوا ہے چونکہ یہ فعل پر مبنی تھا اور اس سے اسلام کی عزت اور رسول اللہ ﷺ کی عظمت ہوتی تھی، اس لیے ائمہ اعلام نے اس فعل کو از حد پسند کیا اور تالیفات و تصنیفات کر کے لوگوں کو تشویق دلائی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تھوڑے ہی عرصے میں تمام ممالک عربیہ میں اس افضل بدعت حسنہ اور احسن سنت مستحسنہ کا رواج پورے طریقے پر ہو گیا۔

تقریباً اب سے پونے آٹھ سو سال پہلے اللہ کے خاص بندوں نے اس اعزا القربات اور اشرف المتوبات کا سنگ بنیاد آیت نزول مائدہ اور حدیث صوم یومِ عاشورہ کی روشنی میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کیلئے اور پھر جناب حبیب خدا احمد مجتبیٰ ﷺ کی محبت کی وجہ سے آیت ''وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ'' اور حدیث

عقیقہ کی ہدایت میں اس محکم بنیاد پر قصر مفتخر تعمیر کیا اور پھر اعلاءِ ذکر شریف اور اظہار دین حنیف کیلئے آیت "وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ" اور آیت حدیث نزول "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ" پر نظر رکھتے ہوئے اس قصرِ عالی کو خوب آراستہ اور پیراستہ کیا۔ کہاں ان اللہ کے بندوں کے مالک عزائم اور کہاں ہندوستان کے مشرکانہ ناپاک مراسم۔ ع

چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک

اے عزیزو! اس مبارک محفل میں شمع رسالت اور انوارِ وحدت کی ضیا پاشی ہو رہی ہے۔ اس کو کفر کی ظلمت اور شرک کی نجاست سے کیا لگاؤ، برا ہو، اس تعصب کا جس کی وجہ سے گل بہ رنگ خار اور نور عین نار نظر آ رہا ہے۔

جو دل سے پردہ غفلت ہو دور آپ سے آپ
نصیب دل ہو دوامِ حضور آپ سے آپ

کھلے رازِ محبت ضرور آپ سے آپ
اس آفتاب کا ہوگا ظہور آپ سے آپ

خدا جو چاہے تو روشن ہو گور آپ سے آپ
مری لحد پہ جلے شمع نور آپ سے آپ

ہمارا مزرع دل تو نہیں ہے لائق نذر
مگر قبول کرے برقِ طور آپ سے آپ

ترے خیال میں آنکھیں ہیں خود بخود روشن
ہے تیرے ذکر میں دل کو سرور آپ سے آپ

بہ سانِ شایہ دیوار تیرے کوچہ میں
نہ ہوں گے ہم درِ دولت سے دور آپ سے آپ

حبیب حضرت موسیٰ علیہ السلام، محبّ احمد ﷺ ہے
احد کو ڈھونڈتی ہے برقِ طور آپ سے آپ

یہ گھر چراغ فیض عمر سے روشن ہے
نہیں ہے خیر کے سینہ میں نور آپ سے آپ

ہندوستان میں ایسے لوگوں کی قوتِ اجتہادیہ کی اگر یہی رفتار رہی تو کچھ بعید نہیں کہ شعائر اللہ کے بارے میں تھوڑے دنوں بعد سننے میں آئے گا، یہ ہندوستان کے مشرکانہ رسوم کا چربہ ہیں۔ آب زمزم سے نہانا، گنگا اشنان کی تقلید ہے۔ بیت اللہ شریف کی طرف سجدہ کرنا اور اس کا طواف کرنا اور حجرِ اسود کو بوسہ دینا پوجا پاٹ کی پیروی ہے۔ میدانِ عرفات اور منیٰ کا جانا کاشی اور ہردوار جانے کی تمثیل ہے اور اسی

طرح اسلام کے دیگر فرائض اور اعمال کے بارے میں بھی سنا ہے مثل مشہور ہے "کل اناء ینضح بمافیہ" یعنی ہر برتن میں سے وہی نکلتا ہے جو اس میں ہوتا ہے۔" جو شخص اسلام کی تاریخ سے بے خبر ہو، مسلمانانِ عالم کی حالت سے ناواقف ہو، اس نے جب سے آنکھ کھولی ہے اور جب تک کہ آخرت کا سفر کیا ہے۔ ہندوستان میں رہ کر صرف ہندوانی مراسم کو دیکھا ہے تو وہ ان لغویات کے سوائے اور کیا کہے گا؟ جس شخص نے حدیث شریف "کل بدعۃ ضلالۃ" کے دقائق کو پوری طرح نہ سمجھا ہو اور جو حدیث شریف "من تشبہ بقوم فھو منھم" کے معانی سے کما حقہ واقف نہ ہو تو وہ سوائے ان باتوں کے اور کیا کہے گا۔ کسی نے خواب کہا ہے:

تو نقشِ نقشبنداں راچہ دانی ۔۔۔ تو طفلی کارِ مرداں راچہ دانی
گیاہ سبز داند قدرِ باراں ۔۔۔ تو خشکی قدرِ باراں راچہ دانی
ہنوز از کفر و ایمانت خبر نیست ۔۔۔ حقائقہائے ایماں راچہ دانی

علامہ ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے ائمہ اعلام نے لکھا ہے کہ جو شخص میلاد شریف کی خوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے تمام سال اس شخص کو امن و امان سے رکھتا ہے۔ اس کی مرادیں برلاتا ہے، اس کی مشکلیں آسان کرتا ہے۔

فقیر مولفِ رسالہ کہتا ہے کہ جو کچھ بھی ان ائمہ دین نے کہا ہے، اس سے کہیں زیادہ خیر و برکت محفل مبارک میلاد شریف منعقد کرنے میں ہے۔ یقیناً آپ کے ذکرِ خیر سے دلوں میں آپ کی محبت اور تعظیم پیدا ہوتی ہے اور آپ ہی کی محبت اصل اصولِ ایمان اور رُوح وراحتِ جسم و جاں ہے۔

خواجۂ دنیا و دیں گنجِ وفا ۔۔۔ صدر و بدرِ ہر دو عالم مصطفیٰ
آفتاب شرع و دریائے یقین ۔۔۔ نورِ عالم رحمۃ للعالمین
جان پاکاں خاکِ جان پاک او ۔۔۔ جاں رہا کن آفرینش خاک او
خواجہ کونین و سلطان ہمہ ۔۔۔ آفتابِ جان و ایمان ہمہ

صاحب معراج و صدرِ کائنات ۔۔۔ سایۂ حق خواجۂ خورشید ذات
ہر دو عالم بستہ بر فتراکِ او ۔۔۔ عرش و کرسی قبلہ کردہ خاک او
پیشوائے ایں جہاں و آں جہاں ۔۔۔ مقتدائے آشکارا و نہاں
مہترین و بہترین انبیاء ۔۔۔ رہنمائے اصفیا و اولیاء
مہدیٔ اسلام و ہادیٔ سبل ۔۔۔ مفتی غیب و امام جزء و کل
حق چو دید آں نورِ مطلق در حضور ۔۔۔ آفرید از نورِ او صد بحر نور
اصل معلومات و موجودات بود ۔۔۔ نور او مقصودِ مخلوقات بود
بہر خویش آں پاک جاں را آفرید ۔۔۔ بہر او خلق جہاں را آفرید
آفرینش را جز او مقصود نیست ۔۔۔ پاک دامن تر از و موجود نیست

اے بندگانِ خدا! ان ائمہ کرام سے بڑھ کر تم کو مسئلہ سمجھانے والا، حق بات بتانے والا اور راہِ ہدیٰ دکھانے والا اور کون ملے گا۔ یہ تو وہ مبارک ہستیاں ہیں جن کی کتابیں سینکڑوں برس سے تمام عالمِ اسلام کیلئے مشعل راہِ ہدایت بنی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ"

ترجمہ: "اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہل علم سے دریافت کرلو۔"

یہ اہل علم پورے اطمینان اور کامل وثوق کے ساتھ سینکڑوں برس سے کہتے چلے آ رہے ہیں کہ جناب حبیب خدا سردار دو عالم ﷺ کے یومِ ولادت شریف کو خوب خوشی کا اظہار کرو، خیرات و مبرات کرو، اللہ کی عبادت کرو، مولود شریف کے جلسے کرو، آپ کے احوالِ شریفہ خود سنو اور دوسروں کو سناؤ تا کہ اسلام کا نام روشن ہو اور اللہ تعالیٰ تم پر اپنا فضل فرمائے اور تم کو امن و امان و ایمان اور سلامتی در ہر دو جہاں نصیب ہو۔

انصاف سے دیکھو جب تک عام طور سے مسلمان ایسے امورِ خیر کرتے رہے، وہ اطمینان کی زندگی بسر کرتے رہے، ان کے قلوب مطمئن رہے، لیکن جب سے بدعت کی گرداں جادو بے جا دہرائی جانے لگی ہے خیر و برکت میں کمی آگئی ہے۔ اطمینان قلب مفقود ہو چلا ہے۔

"اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ"

ترجمہ: "اللہ نہیں بدلتا جو ہے کسی قوم کو، جب تک وہ نہ بدلیں جو اپنے بیچ ہے۔"

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت والد ماجدؒ کے استاد حضرت مولانا مولوی رحمت اللہ صاحب کیرانوی مہاجر مکی علیہ الرحمۃ والرضوان، جن کا مدرسہ صولتیہ مشہور و معروف ہے، کی کچھ عبارت دربارۂ محفل میلاد شریف نقل کروں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

"میرے اساتذہ کرام اور میرا عقیدہ مولود شریف کے بارے میں قدیم سے یہی تھا اور یہی ہے، بلکہ بحلف سچ سچ ظاہر کرتا ہوں کہ میرا ارادہ ع

بریں زیستم ہم بریں بگزرم

ترجمہ: "اسی پر جیا ہوں، اس پر مروں میں"

اور عقیدہ یہ ہے کہ انعقادِ مجلس میلاد بشرطیکہ کے منکرات سے خالی ہو جیسے تغنی اور باجا اور کثرت سے روشنی بے ہودہ نہ ہو، بلکہ روایات صحیحہ کے موافق ذکرِ معجزات اور ذکرِ ولادت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کیا جائے اور بعد اس کے اگر طعام پختہ یا شیرینی بھی تقسیم کی جائے، اس میں کچھ ہرج نہیں بلکہ اس زمانے میں جو ہر طرف سے پادریوں کا شور بازاروں میں حضرت محمد ﷺ اور ان کے دین کی مذمت کرتے ہیں اور دوسری طرف آریہ لوگ (خدا ان کو ہدایت کرے) پادریوں کی طرح بلکہ ان سے زیادہ شور مچا رہے ہیں، ایسی محفل کا انعقاد ان شروط کے ساتھ جو میں نے اوپر ذکر کی ہیں، اس وقت میں فرض کفایہ ہے۔ میں مسلمان بھائیوں کو بطور نصیحت کے کہتا ہوں، ایسی محفل کرنے سے نہ رکیں اور اقوال بے جا منکروں کی طرف سے جو تعصب سے کہتے ہیں ہرگز نہ التفات کریں اور تعیین یوم میں اگر یہ عقیدہ نہ ہو کہ اس کے ماسوا اور دن جائز نہیں تو کچھ بھی ہرج نہیں اور جواز اس کا بخوبی ثابت ہے اور قیام وقت ذکرِ میلاد کے چھ سو برس سے جمہور علماء صالحین نے متکلمین اور صوفیہ صافیہ اور علماء محدثین نے جائز رکھا ہے۔" الخ

مولوی صاحب نے فرمایا ہے کہ روایات صحیحہ کے موافق آپ کا ذکر شریف کیا جائے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ یہاں لفظ صحیح لغوی معنوی میں استعمال ہوا ہے جو کہ موضوعی کا مقابل ہے۔یعنی ہر وہ روایت جو جھوٹی نہ ہو، اس کا بیان ناجائز ہے، چاہے وہ محدثین کی اصطلاح میں صحیح ہو، چاہے حسن ہو، چاہے ضعیف ہو، کیونکہ علماء کرام نے فضائل کے بیان کرنے میں احادیث ضعیفہ کے بیان کرنے کو اور اس سے استدلال کرنے کو باتفاق جائز قرار دیا ہے۔

✿ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اتفق العلمآء جواز العمل بالحديث الضعيف فى فضائل الاعمال

ترجمہ: ''علماء کرام نے اعمال کے فضائل کے بارے میں ضعیف حدیث پر عمل کرنے کو باتفاق جائز قرار دیا ہے۔''

✿ اور علامہ سید شریف رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ويجوز عند العلمآء التساهل فى فضآئل الاعمال

ترجمہ: ''اعمال کے فضائل کے بارے میں جو ضعیف حدیثیں بیان کی جائیں، ان کے اسناد کے بارے میں علماء نے تساہل کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔''

یعنی ایسے مواقع پر زیادہ پرکھنے کی ضرورت نہیں۔بس اتنا ہو کہ حدیث موضوعی یعنی جھوٹی نہ ہو۔فضائل اعمال کے ہوں یا فضائل سورتوں کے ہاں یا اشخاص کے ہوں، یا امکنہ کے ہوں یا ازمنہ کے ہوں، سب کا حکم یہی ہے اور یہی علماء کا مسلک ہے۔اسی لیے سیرت نبوی میں ائمہ گرامی نے جو کتابیں تصنیف کی ہیں، ان میں روایات ضعیفہ بکثرت موجود ہیں۔

مولوی صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ اس زمانے میں محفل میلاد شریف کا منعقد کرنا فرض کفایہ ہے۔مولوی صاحب نے غدر ۱۸۵۷ء سے پہلے ہندوستان کی کیفیت دیکھی تھی اور اس پر یہ مشورہ دیا تھا، اگر وہ اب ہندوستان کی حالت دیکھتے اور بالخصوص غدر ۱۹۴۷ء کے بعد کی حالت مسلمانوں کی ملاحظہ کرتے تو واللہ اعلم کیا کچھ تحریر فرماتے۔اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے، انہوں نے زمانے پر نظر ڈالی اور لوگوں کی حالت کو دیکھا اور صحیح مفید مشورہ دیا۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ وعم احسانہ، کا بڑا ہی کرم اور احسان ہے کہ بارہ ماہِ مبارک ربیع الاوّل کو ہندوستان میں محرمات شرعیہ کا ارتکاب نہیں کیا جاتا ہے۔ یہاں تو صرف وہی باتیں کی جاتی ہیں جن کا بیان پہلے کیا جا چکا ہے اور جس کو علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء نے جائز قرار دیا ہے۔ البتہ مصر وغیرہ میں اس تاریخ کو عام طور سے خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ کیا امیر اور کیا غریب، کیا علماء اور کیا جہلا، سبھی اس دن کو سب سے بڑی عید کا دن سمجھتے ہیں۔ بعض جاہل اس خوشی کے دن ناچ اور رنگ رلیاں مناتے ہیں، فسق و فجور اور محرمات شرعیہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ وہ یہ خرافات محفل مبارک میلاد میں نہیں کرتے ہیں بلکہ عید یوم میلاد میں کرتے ہیں۔ وہاں کے علماء ان کو نصیحت کرتے رہتے ہیں اور ان کو اس مبارک دن میں ناشائستہ اعمال اور افعال کرنے سے روکتے ہیں۔ علامہ سیوطیؒ کا رسالہ ''حسن المقصد'' کے مطالعہ سے بھی اس کا پتہ چل سکتا ہے، کوئی یہ خیال نہ کرے کہ مولوی صاحب نے مصلحت کی بنا پر مشورہ دیا ہے اور مصلحت کا لحاظ کرنا کوئی شے نہیں ہے لہٰذا آپ کا مشورہ کوئی شے نہیں ہے کیونکہ یہ خیال درست نہیں ہے۔ شریعت مطہرہ نے مصلحت کو نظر انداز نہیں کیا ہے، میں دو مثالیں لکھتا ہوں: ایک ایسی جس میں مصلحت کی بنا پر کام کو نہیں کیا ہے۔ دوسری ایسی جس میں مصلحت کی بنا پر کام کو کیا ہے۔ پہلی مثال جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اگر تمہاری قوم کا نیا نیا ایمان نہ ہوتا میں بیت اللہ شریف کو توڑ کر اس کی اصلی حالت اور قدیمی بنیادوں پر ازسرِ نو اس کو بناتا، عرب نے بیت اللہ شریف کا ایک حصہ نکال دیا ہے جو کہ ''حطیم'' کہلاتا ہے۔ اور بیت اللہ شریف کی کرسی بہت بلند کر دی ہے اور اس کا ایک دروازہ مشرق کی طرف رکھا ہے، میں حطیم کو بیت اللہ شریف میں داخل کرتا اور اس کی کرسی زمین کے برابر کرتا اور دو دروازے رکھتا، ایک مشرق کی طرف اور ایک مغرب کی طرف۔

۱۳۴۱ ہجری میں نجدیوں نے حرمین شریفین کے گنبدوں اور مزارات شریفہ کو توڑا، مجھ سے جناب استاذی حضرت الشیخ الولی مولانا مولوی عبدالعلی رحمۃ اللہ علیہ نے چار سال بعد

۱۹۴۵ء کو جب آپ سے حدیث شریف پڑھتا تھا اور دورے میں شریک تھا۔ بخاری شریف کی حدیث جس کا مطلب اوپر لکھ چکا ہوں، کے بیان میں فرمایا: نجدیوں کا یہ فعل اس حدیث شریف کی رو سے اچھا نہیں ہے، انہوں نے گنبد اور مزارات شریفہ کو توڑ کر تمام دنیا کے مسلمانوں کو رنجیدہ کیا ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے صرف مسلمانوں کو رنج نہ پہنچنے کی وجہ سے بیت اللہ شریف کو اس کی اصلی حالت پر لانا پسند نہیں کیا۔

دوسری مثال: خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں بیت المقدس تشریف لے گئے، امرائے افواجِ اسلام یزید بن ابی سفیان وغیرہ آپ کی خدمت میں زرق برق مکلف لباس پہن کر بڑی شان وشوکت سے حاضر ہوئے۔ آپ کی نظر جب ان جانبازانِ اسلام پر پڑی اور ان کے مکلف لباس کو آپ نے دیکھا تو اپنی اونٹنی پر سے اتر پڑے اور کنکریاں اٹھا کر ان پر پھینک ماریں اور فرمایا: افسوس ہے تم پر کہ تم اتنے جلدی بدل گئے۔ انہوں نے عرض کیا: اے امیر المومنین! ہم اسلام کے مورچے پر ہر وقت کافروں کے سامنے رہتے ہیں، ہم نے صرف ان کی نظر اسلام کی عزت اور مسلمانوں کی شوکت ظاہر کرنے کیلئے یہ کیفیت اختیار کی ہے۔ یہ جواب سن کر آپ کا غصہ فرو ہوا اور آپ نے فرمایا: ''اگر یہ بات ہے تو تم جانو اور تمہارا کام''

مولوی صاحب نے قیام کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے، درست اور صحیح تحریر فرمایا ہے۔ یہ قیام صرف تعظیم، محبت اور خوشی کا قیام ہے۔ علماء کرام نے لکھا ہے کہ احادیث شریفہ سے ایسا قیام ثابت ہے۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ قبیلہ انصار کے سردار تھے۔ آپ ﷺ کی نظر مبارک جب ان پر پڑی، انصار نے فرمایا: ''قوموا الی سید کم'' یعنی اپنے سردار کے واسطے کھڑے ہو۔'' یہ کھڑا ہونا برائے تعظیم تھا جس کا آپ نے حکم دیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ہمارے ساتھ تشریف

فرما ہوا کرتے تھے، جب مجلس برخاست کر کے آپ تشریف لے جاتے تھے اور جب تک آپ ازواجِ مطہرات میں سے کسی کے حجرہ شریفہ میں داخل نہ ہو جاتے تھے کھڑے رہتے تھے، یہ قیام محبت اور تعظیم کا تھا۔

فتح مکہ کے بعد اُم حکیم رحمۃ اللہ علیہ زوجہ عکرمہ پسر ابوجہل نے آکر نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا: عکرمہ رضی اللہ عنہ دارِ اقدس پر حاضر ہے۔ آپ وفورِ مسرت سے کھڑے ہوگئے اور آپ نے عکرمہ کو اندر بلوا کر بہ کمال محبت فرمایا: "مرحبا بالمهاجر الركب" یعنی "اے مہاجر سوار! اچھے آئے" نبی کریم ﷺ کا یہ قیام محبت اور مسرت کا تھا۔ حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا جب آپ ﷺ کے پاس آتی تھیں تو آپ کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور جب آپ ﷺ بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ کھڑی ہو جاتی تھیں۔

زرقانی میں لکھا ہے کہ جب بی بی حلیمہ رضی اللہ عنہا جنہوں نے نبی کریم ﷺ کو دودھ پلایا تھا، آپ کے پاس آئیں آپ کھڑے ہوگئے اور سیرت حلبی میں ہے کہ آپ ﷺ رضاعی باپ کے آنے سے بھی کھڑے ہوئے۔ ان احادیث شریفہ کو دیکھتے ہوئے علماء کرام نے کہا ہے کہ محفل مبارک میلاد شریف میں جس وقت آپ ﷺ کی ولادت شریف کا ذکر کیا جائے تو آپ ﷺ کی محبت اور تعظیم میں کھڑا ہونا مستحب ہے۔

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا قیام تعظیم:

علامہ امام حافظ علی ابوالحسن تقوی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ۷۵۶ ہجری کو ہوا ہے۔ دمشق کی جامع اموی میں محراب کے پاس علماء اور فضلاء کی جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے یحییٰ صرصری کا قصیدہ بائیہ در مدح خیر البریہ پڑھا:

قليل المدح المصطفى الخط بالذهب ... على فضة من خط احسن من كتب
و ان ينهض الاشراف عند سماعه ... قياما صفوفا اوجثيا على الركب
اما الله تعظيما له كتب اسمه ... على عرشه يارتبة سمت الرتب

ترجمہ: ''حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی مدح کیلئے یہ بہت ادنیٰ سی بات ہے کہ اس کو چاندی کی تختی پر آب زر سے بہت ہی اچھے خوش نویس سے لکھوائی جائے، اور یہ بھی کوئی بات نہیں کہ اس کو سنتے وقت تمام اشراف کھڑے ہوئے یا گھٹنوں کے بل ہو جائیں، خیال کرو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعظیم کرتے ہوئے اپنے عرش پر ان کے اسم گرامی کو تحریر کیا ہے، یہ کیا ہی اعلیٰ مرتبہ ہے جو سب مرتبوں سے اعلیٰ تر ہے۔''

جس وقت پڑھنے والے نے دوسرا شعر پڑھا، علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ فوراً کھڑے ہو گئے۔ اس وقت جتنے علماء اور فضلاء تھے وہ سب بھی کھڑے ہو گئے۔ آپ پر اس وقت ایک خاص کیفیت طاری ہوئی اور کافی دیر تک وہ حالت رہی۔

اس واقعہ کو آپ کے فرزند علامہ امام تاج الدین عبدالوہاب سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات شافعیۃ الکبریٰ میں تحریر کیا ہے۔ دیکھو اس کتاب کے چھٹے جز کے صفحہ ۱۷۴ کو۔

اگر جناب رسول اللہ ﷺ کی محبت میں یا آپ کے ذکر شریف کی تعظیم کی وجہ سے کھڑے ہونے میں ذرہ برابر بھی قباحت ہوتی تو ایسے جلیل القدر عالی مرتبت علامہ وقت کب کھڑے ہوتے اور باقی تمام علماء اور فضلاء ان کے ساتھ کیوں کھڑے ہوئے، جائے خیال اور محل فکر ہے۔ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ جن کا انتقال ۵۴۴ ہجری کو ہوا ہے۔ شفا میں لکھتے ہیں۔

امام مالک رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

''امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مسجد نبوی شریف میں بیٹھے تھے، خلیفہ ابوجعفر منصور عباسی اپنے خدم وحشم کے ساتھ داخل ہوا، شور سن کر امام نے خلیفہ سے کہا: اس مسجد شریف میں اپنی آواز بلند نہ کرو، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف کی ہے جو اپنی آواز کو آپ کے سامنے پست رکھتے ہیں اور ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو حجروں کے باہر سے آپ کو پکارتے ہیں۔ اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور احترام آپ

کی وفات کے بعد بھی اسی طرح پر ہے جس طرح پر آپ کی حیات میں تھی۔ خلیفہ بہت خاموشی کے ساتھ امام کی بات سنتا رہا، پھر اس نے امام سے کہا: اے ابوعبداللہ! میں سلام پڑھنے کے بعد قبلہ رو ہو کر دعا کروں، یا آپ ﷺ ہی کی طرف اپنا منہ رکھتے ہوئے دعا کروں۔ امام نے کہا: دعا کیلئے آپ کی طرف سے اپنا منہ قبلہ کی طرف کیوں پھیرتے ہو، وہ تو قیامت کے دن تمہارا اور تمہارے باپ آدم علیہ السلام کا وسیلہ ہیں۔ تم ان ہی کی طرف اپنا منہ رکھو اور ان کو اللہ کی جناب میں شفیع بناؤ، ان کو شفیع بنانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول کرے گا۔ دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (سورۃ النساء)

ترجمہ: ''وہ لوگ جنہوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا تھا، اگر اس وقت تمہارے پاس آتے اور خدا سے معافی چاہتے اور رسول (ﷺ) ان کے واسطے بخشش طلب کرتے تو وہ دیکھ لیتے کہ اللہ تعالیٰ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔''

اس کے بعد قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: آپ ﷺ کی تعظیم، توقیر اور حرمت آپ کی وفات شریف کے بعد جس وقت آپ کا ذکر شریف کیا جائے یا آپ کی حدیث شریف بیان کی جائے یا آپ کی سنت کا بیان ہو، یا آپ کا اسم شریف سنا جائے، یا آپ کی سیرت مبارکہ سنی جائے، اسی طرح پر ہے جس طرح آپ کی حیات طیبہ میں آپ کی تھی اور اسی طرح آپ کی آل وعترت واہل بیت وصحابہ کی تعظیم کی جائے۔

ابوابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: ہر مومن پر واجب ہے کہ جب وہ آپ کا ذکر شریف کرے یا اس کے سامنے آپ کا ذکر شریف کیا جائے تو وہ باخضوع، باخشوع، باوقار اور پُرسکون رہے۔ اس پر آپ کی ہیبت اور اجلال غالب ہو، وہ اسی طرح باادب رہے جس طرح آپ کے سامنے اس کو باادب رہنا چاہیے تھا، اور جس طرح

اللہ تعالیٰ نے آپ کا ادب کرنے کو کہا ہے۔ اس کے بعد قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: ہمارے سلف صالح اور ہمارے گزرے ہوئے آئمہ کا یہی طریقہ رہا ہے۔

رحمة الله عليهم اجمعين و افاض علينا من بركاتهم و معارفهم

یہ ہے علماء دین کے اقوال اور تحریرات کا خلاصہ جس پر آٹھ سو سال سے مسلمانانِ عالم کا عمل درآمد ہوتا چلا آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو راہِ ہدیٰ پر چلنے کی توفیق عنایت کرے، کج روی، قساوتِ قلب اور تعصب بیجا سے سب کو محفوظ رکھے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ. رَبَّنَا اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ.

میں اس رسالہ شریفہ اور عجالہ لطیفہ کو مقبول بارگاہِ کبریا، حامی راہِ شریعت، واقف اسرارِ طریقت، پیر و مرشد برحق جناب سیدہ الوالد حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ محی الدین فاروقی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وافاض علینا من برکاتہ کے جنکے شایانِ شان یہ شعر پاتا ہوں:

در کفے جامِ شریعت در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسنا کے نہ داند جام و سنداں باختن

اور جن کے اسم گرامی کی مناسبت سے اس رسالے کا نام "خیر المورد فی احتفال المولد" رکھا گیا ہے۔ ایک مکتوب ہدایت اسلوب اور چند ملفوظات قدسی ساعت اور قدرے کلام گوہر نظام پر ختم کرتا ہوں۔ "لیکون ختامها مسک"

حافظ محمد وزیر خان دہلویؒ نے آپ کو ایک عریضہ کوئٹہ بلوچستان (پاکستان ارسال کیا۔ میلاد شریف کے بارے میں آپ سے کچھ دریافت کیا تھا۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

"حافظ محمد وزیر خاں کو بعد سلام علیک کے معلوم ہو تمہارا خط محررہ ۲۶ اگست پہنچا، تم نے لکھا ہے کہ دیوانِ اسعد، میں اسعد نے مولود شریف کی تردید

کی ہے، ان منکرین مولود کے جو بڑے تھے۔ مولوی رشید احمد خاص ان کے ہاتھ کی دستخطی اور مہری تحریر ہمارے پاس موجود ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ لوگ میرے اوپر محض بہتان باندھتے ہیں، مولود شریف کو مستحب سمجھتا ہوں اور یہ جھگڑے تو تمہارے شہر میں ہر گلی کوچہ میں بکثرت موجود ہیں اور ہمارا مولد شریف کا پڑھنا بھی انشاء اللہ مشہور ہے۔ ابھی سال میں ربیع الاوّل کی بارھویں شب کو ہم نے دہلی میں مولد شریف پڑھا ہے۔"

آگے چل کر آپ تحریر فرماتے ہیں:

"غیر مقلدوں کے بڑے ماہر پیر حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اور محدثوں کے بڑے دستگیر حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ مولد شریف کو اچھا اور بہتر جانتے ہیں اور مولد شریف کے منکر کو بدقسمت اور بے نصیب اور بے ادب کہتے ہیں۔ حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک رسالہ ہے، اس کا نام "حسن المقصد فی عمل المولد" ہے۔ اس میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتے یں: مولد شریف کرنا بدعت حسنہ ہے۔ جیسے مدرسہ بنانا، کتاب تصنیف کرنی، پوری عبارت عربی کی ہم نے مولوی مشتاق احمد کو لکھ کر بھیج دی ہے اور علامہ یوسف ابن اسمٰعیل نبہانی رسالہ "نظم الدیع فی مولد النبی الشفیع" میں فرماتے ہیں:

و اعلم بان من احب احمدا لا بدآ ان یھوی اسمه مرددا

لذاک اھل العلم سنوا المولدا من بعده فکان امرا رشدا

ارضی الوری الا غواۃ نجد

اس کا ترجمہ کسی عالم سے دریافت کر لینا۔ غرض ہم لوگوں کے نزدیک یہ عمل مبارک مولد شریف کا پڑھنا مفتاح سعادت دو جہاں اور مصباح ہدایت انس و جاں ہے، باقی جھگڑے کی باتیں اپنے شہر کے مولویوں سے تحقیق کرو، اس پرچہ کو احتیاط

سے رکھو، انشاء اللہ تعالیٰ گیارہ بارہ شوال تک دہلی کا ارادہ ہے۔'' والسلام

''ہشتم رمضان المبارک سہ شنبہ ۱۳۲۸ ہجری''

آپ نے مکتوب شریف میں مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی جس تحریر کا حوالہ دیا ہے، وہ ذیل میں نقل کرتا ہوں:

''ذکر میلاد فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مندوب و مستحب ہے، اگر روایات صحیحہ سے بیاں ہو اور کوئی امر مکروہ و غیر مشروع اس میں مضموم نہ ہو، چنانچہ اس امر کو بارہا بتصریح یہ عاجز لکھ چکا ہے اور براہین قاطعہ میں اس کے جواز و ندب کی تصریح کی گئی ہے، کسی کو اس پر اعتراض نہیں جو کچھ بحث و کلام ہے وہ سب قیودِ زوائد میں ہے اور بس، مگر حساد کو یا نظر نہیں یا فہم نہیں اور اسی طرح اپنے اساتذہ و مشائخ کا عملدرآمد دیکھا جو کچھ کہ اہل عناد نے انکار نفس مولد شریف کا اتہام بندہ اور احباب بندہ پر لگایا ہے وہ محض افترا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ	مہر

آپ نے علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا جو کہ انکے رسالہ حسن المقصد میں ہے، حوالہ دیا ہے، اس کا مکمل ترجمہ اس رسالہ کے شروع میں فقیر نے لکھ دیا ہے۔ چوں کہ رسالہ حسن المقصد چھپ چکا ہے اور اس عبارت کو علماء نے اپنی کتابوں میں مثلاً الدر المنظم اور احسن الکلام میں نقل کر دیا ہے، اس لیے اس کو نقل نہیں کیا ہے۔

آپ نے مولوی مشتاق احمد صاحب کا ذکر فرمایا ہے۔ مولوی صاحب انبیٹھہ کے رہنے والے تھے، طریقہ چشتیہ صابریہ میں بیعت و مجاز تھے، دہلی میں سالہا سال بہ سلسلہ ملازمت ان کا قیام رہا، حضرت والد ماجد کی خدمت بابرکت میں روز حاضر ہوتے تھے، اگرچہ آپ سے بیعت نہ تھے لیکن بہ درجہ اتم آپ کے مخلص اور مداح تھے۔ ۱۳۵۲ ہجری کو سملہ شملہ میں فقیر سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ حضرت سیدی الوالد رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر خیر کرتے

رہے اور اخیر میں کہا: حضرت شاہ صاحبؒ کو یہ سب دولت ان کے اخلاص کی بدولت ملی تھی، ان کا ہر کام اخلاص پر مبنی تھا۔ اس وقت مولوی صاحب کی عمر نوے سال کی تھی اور اپنی تالیفات کے بارے میں بتایا کہ قریب ایک سو کے ہیں۔ کنجپورہ ضلع کرنال میں جا کر مقیم ہو گئے تھے۔ ۲۷ محرم الحرام ۱۳۶۲ ہجری کو اس سرائے فانی سے رحلت فرما ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ کے خمسہ کا ایک بند تحریر فرمایا ہے اور لکھا ہے: اس کا ترجمہ کسی عالم سے دریافت کرلو، لہٰذا اس بند کا ترجمہ لکھا جاتا ہے:

> ''خوب سمجھ لو جو شخص جناب احمد مجتبیٰ ﷺ سے محبت رکھتا ہے، یقیناً وہ آپ کے اسم مبارک کو پڑھ کر خوش ہوگا، یعنی آپ کے ذکر خیر کو بار بار سننا پسند کریگا، اسی لیے اہل علم نے آپ کے بعد مولد شریف کی سنت کو رواج دیا ہے جو کہ ایک فعل رشید اور مستقیم ہے، جس نے بجز نجد کے سرکشوں کے تمام دنیا کو خوش کیا ہے۔''

علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح کہا ہے کہ بجز محمد بن عبد الوہاب نجدی اور ان کے متبعین اور ہم خیالوں کے تمام دنیا کے مسلمان اس سنت حسنہ سے از حد مسرور و شاداں ہیں۔

حضرت سیدی الوالد رحمۃ اللہ علیہ سے پہلی ربیع الآخر ۱۳۳۳ ہجری کو حلقہ شب میں میلاد شریف کے متعلق چند سوالات کیے گئے۔ آپ نے ان کے جوابات دیے۔ ان سوالات اور جوابات کو ایک مخلص صاف کیش نے قلم بند کر لیا تھا، ان کو تحریر کرتا ہوں:

سوال: پہلے تین قرون میں میلاد شریف کی خوشی اس طرح پر نہیں ہے؟

جواب: اس وقت مسلمان کو گھر میں بیٹھنے کی فرصت کہاں تھی، جہاد فی سبیل اللہ اور تبلیغ اسلام اور دیگر بڑے بڑے کام کرنے میں مصروف تھے، اب وہ کام کہاں ہیں، لوگ غفلت میں پڑ گئے ہیں، اس لیے ہمارے نزدیک اپنے نبی کریم ﷺ کے حالات معجزات اور ہر وقت کی دعاؤں کا معلوم کرنا صرف مستحب ہی نہیں بلکہ قریب قریب واجب اور فرض کے ہیں۔

سوال: آپ میلاد شریف کی محفل کو بتیوں اور پھولوں سے آراستہ کرتے ہیں؟

جواب: لوگوں کو دین کی رغبت کم ہوگئی ہے، ہم چاہتے ہیں وہ کسی طرح آ کر آپ کا ذکر پاک سن لیں تا کہ ان کو دین کا شوق پیدا ہو۔

آپ کے ارشاد مبارک کو حدیث شریف "انما الاعمال بالنیات و انما لکل امری مانوی" کی روشنی میں دیکھنا چاہیے تا کہ اچھی طرح واضح ہو:

بر طریق ادب نگہ می دار دم مزن برکلام شاں زنہار
ہر چہ فہم توزاں بود قاصر مکن آن راز الٰہی انکار

سوال: کیا محفل میلاد شریف میں حضور نبی کریم ﷺ تشریف لاتے ہیں یا آپ کی روح پرفتوح تشریف لاتی ہے؟

جواب: یہ کہنا درست نہیں، آفتاب اپنی جگہ پر رہتا ہے، اس کا نور عالم میں پھیلتا ہے۔ صوفیوں کے نزدیک جو آپ کا تشریف لانا ثابت ہے، اسکی کیفیت یہ ہے کہ ان کے دلوں میں آپ کی محبت ہوتی ہے، جب وہ اپنے محبوب کا ذکر سنتے ہیں اور ان میں ذوق وشوق کی حالت پیدا ہوتی ہے تو آپکے انوار و برکات ان کے دلوں پر مثل آفتاب کی شعاعوں کے آ کر گرتے ہیں اور انکو گھیر لیتے ہیں لیکن یہ بات ہر ایک کو کہاں حاصل ہے:

روشن از پر رویت نظرے نیست کہ نیست منت خاک درت برصرے نیست کہ نیست
ناظر روئے تو صاحب نظراں اندو لے شوق دیدار تو در ہیچ سرے نیست کہ نیست
نہ من دل شدہ از شوق تو خونیں جگرم از غم عشق تو پر خون جگرے نیست کہ نیست

✿ کسی نے خوب کہا ہے:

آنکھوں والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

سوال: بعض لوگ سال بہ سال تاریخ معین پر مولود شریف پڑھنے کو ہندوستان کے جنم کنہیا سے مشابہت دیتے ہیں اور مولود شریف کے منکر ہیں اور نماز میں حضور پُرنور ﷺ کے خیال شریف آنے سے العیاذ باللہ گدھے یا کسی اور چیز کے خیال

آنے کو بہتر بتاتے ہیں اور محمد بن عبدالوہاب نجدی کے اعتقادات کو اچھا کہتے ہیں۔

جواب: جو لوگ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں، وہ سخت گمراہ، بے ادب اور خراب ہیں۔

بایدت اول ادب اندوختن — بس دگرآن را ادب آموختن
ہرچہ بر تو آید از ظلماتِ غم — آں ز بے باکی و گستاخی است ہم
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد — بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد
از خدا خواہیم توفیق ادب — بے ادب محروم گشت از لطف رب

یہ فقیر مولف رسالہ "اصلح اللہ شانہ والھمہ الصواب" کہتا ہے: افسوس ہے ان لوگوں پر کہ یہ جناب حبیب خدا ﷺ کے خیال شریف اور ذکر شریف کے بارے میں کیسے الفاظ مستہجنہ (یعنی قبیحہ) اور عبارات سیہ (یعنی بُری) کا استعمال کرتے ہیں۔ ذرا خیال نہیں کرتے کہ اللہ آپ کے ادب کی کتنی تاکید فرماتا ہے:

یَا یُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوْا انْظُرْنَا الآیہ

ترجمہ: "اے مسلمانو! پیغمبر کو "راعنا" کا لفظ مت کہو بلکہ "انظرنا" کا لفظ کہو۔"

حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت:

✪ حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ جن کا انتقال سو سال کی عمر میں ۴۳۰ ہجری کو ہوا ہے۔ اپنی کتاب "دلائل النبوۃ" میں لکھتے ہیں۔ دیکھو صفحہ سات کو:

ان اللہ عزوجل فصل مخاطبته من مخاطبة المقد مین قبله من الانبیآء تشریفا له واجلا لا و ذلک ان غیر هذه الامة من الامم کانو یقولون لانبیآئهم و رسولهم راعنا سمعک فنهی اللہ عزوجل هذه الامة ان یخاطبوا رسولهم بهذه المخاطبة التی فهما مغمز و ضعة و ذمهم ان یسلکو انبیهم ذلک المسلک فقال یایها الذین امنوا لا تقولوا راعنا و قولوا انظرنا

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے آپ کی تشریف اور اجلال کی وجہ سے مخاطب کرنے اور متوجہ کرنے کے لفظ میں بھی انبیائے ماسبق آپ کو ممتاز فرمایا ہے کیونکہ پہلی امتیں اپنے انبیاء اور رسولوں کو مخاطب کرتے وقت "راعنا" کا لفظ کہتی تھیں، یعنی آپ ہماری طرف متوجہ ہوں کیونکہ اس لفظ میں کچھ مذمت کا پہلو بھی نکلتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کو ایسے لفظ کے استعمال کرنے سے منع فرما دیا۔ اللہ کو یہ گوارا نہیں کہ آپ ﷺ سے ایسا لفظ کہا جائے جس میں ذرا بھی مذمت کا پہلو نکلے اور حکم دیا کہ وہ بجائے "راعنا" کے "انظرنا" کہا کریں۔ یعنی آپ ہماری طرف متوجہ ہوں۔'' انتہیٰ

اس آیت شریفہ سے صاف معلوم ہو گیا کہ آپ کی بول چال میں اگرچہ کسی لفظ یا عبارت میں کوئی نقصان کا پہلو بھی نکل سکتا ہو تو جناب حبیب اللہ ﷺ کے بارے میں اس کا استعمال ناجائز ہے۔

حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت:

✿ حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ ''مسالک الحنفا'' کے خاتمہ میں لکھتے ہیں:

وسئل القاضی الو بکرابن العربی احد الائمة المالکیة عن رجل قال ان اباء النبی ﷺ فی النار فاجاب بان من قال ذلک فهو معلو لقوله تعالیٰ ان الذین یوذون الله و رسوله لعنهم الله فی الدنیا والاخرة قال ولا اذی اعظم من ان یقال عن ابیه انه فی النار

ترجمہ: ''کسی نے قاضی ابوبکر ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ سے جو آئمہ مالکیہ میں سے ایک امام ہیں، ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا جو رسول اللہ ﷺ کے آباء کے متعلق کہتا ہے کہ وہ دوزخ میں ہیں۔ قاضی صاحب نے جواب دیا: جو شخص یہ بات کہے وہ ملعون ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت کی پھٹکار ہے۔'' اس سے بڑھ کر اور کونسی ایذا رسانی ہو سکتی ہے کہ آپ کے والد کے بارے میں کہا جائے کہ وہ دوزخ میں ہیں۔'' انتہیٰ

قاضی ابوبکر بن العربیؒ قاضی عیاض مالکیؒ مصنف کتاب "الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ" کے استاد ہیں اور حجۃ الاسلام امام محمد غزالیؒ اور دیگر ائمہ اعلام کے شاگرد ہیں۔ پچھتر سال کی عمر میں ان کا انتقال ۵۴۳ ہجری کو ہوا ہے۔ رحمہ اللہ
. ذرا خیال کرو کہ جس شخص نے ایک صحیح حدیث کی بنا پر جس کو امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں دریافت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: "ان ابی و اباک فی النار" ایسی بات کہہ دی ہے۔ اس کے بارے میں آئمہ نے فرمایا ہے کہ وہ شخص ملعون ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

"لا تؤذوا الاحیاء بسب الاموات"

ترجمہ: "مردوں کو برا کہہ کر زندوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔"

اور اس سے بڑھ کر کیا ایذا رسانی ہو سکتی ہے کہ آپ ﷺ کے والد ماجد کے بارے میں کہا جائے کہ وہ دوزخ میں ہیں۔ لہٰذا ایسے مسائل میں ہم کو قطعاً زبان روکنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ جانے اور اس کا کام۔

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری عبارت:

✿ حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ "تنزیہ الانبیاء" کے اواخر میں لکھتے ہیں:

سئل شیخ الاسلام الحافظ قاضی القضاۃ شھاب الدین ابن حجربما نصه مایقول ائمة الدین فی ھذ الموالد التی یصنعھا الناس محبة فی النبی صلی اللہ علیه واله وسلم غیر ان بعض الوعاظ یکذکرون فی مجا لستھم الحلقة المشتملة علی الخآص والعام من الرجال والنسآء ماجریات ھی مخلة بکمال التعظیم حتی یظھر من السامعین لھاحزن ورقة فیبقی فی حیز من یرحم لا من یعظم من ذلک انھم یقولون المرضع حقرن و لم یا خذ نه لعدم ماله الا حلیمة رغبت فی رضاعه شفقة علیه و یقولون ان النبی صلی اللہ علیه واله وسلم کان یرعی غنما

اس کے بعد اس مضمون کا ایک شعر اور ایک مصرع لکھا ہے اور پھر لکھا ہے:

و كثير من هذا المعنى المحل با لتعظيم فما قولكم في ذالك فاجاب بمانصه ينبغي لهم كونه فطنا ان يحذف من الخبر مايوهم في المخبر عنه نقصها فلا يضره بل يجب هذاجوابه بحروفه

ترجمہ: ''کسی نے شیخ الاسلام اور قاضی القضاۃ حافظ شہاب الدین ابن حجر سے یہ ایں الفاظ دریافت کیا: کیا فرماتے ہیں ائمہ دین ان میلاد شریف کی محفلوں کے بارے میں جن کو لوگ رسول اللہ ﷺ کی محبت میں منعقد کرتے ہیں، ایسے عام جلسوں میں جہاں خاص و عام مرد وزن سبھی ہوتے ہیں۔ بعض واعظ اس طرح کے واقعات بیان کرتے ہیں جن کا بیان کرنا آپ کے کمال تعظیم میں خلل انداز ہوتا ہے اور جن کو سن کر سامعین پر حزن اور رقت کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ (یعنی ان کے دلوں میں شفقت اور رحم کی لہریں دوڑتی ہیں) ایسے واقعات کے بیان کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آپ ان لوگوں کے شمار میں آجاتے ہیں جن پر ترس اور رحم کیا جائے، نہ ان لوگوں کے شمار میں جن کی تعظیم اور اجلال کی جائے، منجملہ ان واقعات کے ایک یہ ہے کہ دودھ پلانے والیوں نے آپ کو حقیر جانا اور کسی نے بھی آپ ﷺ کو دودھ پلانے پر آمادگی ظاہر نہ کی اور آپ کو نہ لیا، کیونکہ آپ کا مال نہ تھا، دولت نہ تھی، اور حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ پر شفقت کھا کے دودھ پلانے پر رضامند ہوگئیں اور یہ واعظ بیان کرتے ہیں کہ آپ بکریاں چرایا کرتے تھے۔ اس کے بعد اس مضمون کا ایک شعر اور ایک مصرع لکھا ہے اور پھر لکھا ہے: اور اسی قسم کی بہت سی باتیں ذکر کرتے ہیں جو آپ کی تعظیم میں خلل انداز ہوتی ہیں، اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ (علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس سوال کا جواب دیا: وہ بعینہ یہ ہے) ایسے واعظوں کو اگر ان میں سمجھ ہے مناسب ہے کہ ایسے واقعات اور خبروں کو جن سے ذرا سا بھی نقصان کا شائبہ ان کے بارے میں پیدا ہوتا ہے جن کا ذکر شریف کیا جا رہا ہے، ذکر نہ کریں اور پھر جبکہ ایسے امور کے ذکر نہ کرنے سے کوئی مضرت بھی نہ

پہنچتی ہو بلکہ واجب ہے کہ ایسے امور کا ذکر نہ کریں، یہ ہے بجنسہٖ وحرفہٖ آپ کا جواب"

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی رسالہ میں یہ مضمون بھی بیان کیا ہے کہ بکریوں کا چرانا پہلے معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا لیکن اب عرف اس کے خلاف ہے، بس حرفتیں اور پیشے ایک زمانہ میں معیوب نہیں سمجھی جاتیں لیکن دوسرے زمانے میں سمجھی جاتی ہیں اور ایک شہر میں نہیں سمجھی جاتیں اور دوسرے شہر میں سمجھی جاتی ہیں، فقہاء نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ منہاج میں اس کا پورا بیان ہے۔" انتہی

ذرا خیال کرو اور غور سے دیکھو کہ آئمہ کرام نے ایسے واقعات کے بیان کرنے سے منع کیا ہے جس کے سننے سے عوام میں آپ کی عظمت اور جلیل القدر میں کچھ فرق آنے کا شائبہ پیدا ہوتا ہو، چہ جائیکہ مسائل کے بیان کرنے میں اور تشبیہات کے دینے سے ایسے الفاظ اور عبارت ذکر کیے جائیں جو ایک ادنیٰ شخص کے بارے میں نہ کہے جائیں اور جن کو سن کر ہر مسلمان کا دل رنج والم سے پارہ پارہ ہو جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک منافق کی گردن مارنا:

☆ تفسیر روح البیان میں شیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ سورۂ عبس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

روی ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بلغه ان بعض المنافقین یومقومه فلا یقرأ فیهم الا سورة عبس فارسل الیه فضرت عنقه لما استدل بذلک علی کفره ووضع مرتبته عنده و عند قومه انتهی

ترجمہ: "بیان کیا گیا ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ منافقوں میں سے کوئی منافق جو اپنی قوم کا پیش امام ہے وہ نماز میں سورۂ عبس کے سوائے کوئی دوسری سورت نہیں پڑھتا ہے۔ یہ سن کر آپ نے ایک شخص کو بھیجا جو اس کی گردن کو جا کر اڑا آیا، آپ نے اس شخص کے سورۂ عبس کو ہمیشہ پڑھنے سے استدلال کیا کہ وہ اپنی قوم کی نظر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدر اور مرتبہ کو گھٹانا چاہتا ہے اور وہ لائق گردن زدنی کے ہے۔ انتہی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم، آپ کے افعال مبارکہ کی تعظیم، آپ کے اقوال طیبہ کی تعظیم،

آپ کے اوصاف شریفہ کی تعظیم، آپ کے ذکر شریف کی تعظیم اور آپ کی ہر ہر بات کی تعظیم مسلمان کیلیے لازمی اور ایمان کا جزو ہے۔ محفل میلاد شریف کی نسبت جناب رسول اللہ ﷺ سے کی گئی ہے۔ محفل میلاد نبوی اس کا نام ہے۔ بارہ ماہ مبارک ربیع انور کی نسبت جناب رسول اللہ ﷺ سے کی گئی ہے۔ اس کا نام تمام عالم اسلام میں یومِ عید میلاد النبی ﷺ ہے۔ صرف اسی نسبت کی وجہ سے ہم پر اس محفل مبارک اور اس یومِ مبارک کی تعظیم واجب ہے۔

❁ حضرت سیدی ابوالد رحمۃ اللہ علیہ کو ایک شخص نے بہت القاب و آداب خط میں تحریر کیے ہیں، آپ نے خط کے پشت پر یہ تین شعر تحریر فرما دیئے:

نہ جنابم، نہ شہ، نہ مولانا بندۂ آستانہ عمرم
گر کنی نستم بہ آں درِ فیض ہر چہ گفتی ازاں بلند ترم
ور کنی زیں اضافہ فی الجملہ زشت کردار خیر تحقرم

عمر سے مراد آپ کے والد ماجد حضرت شاہ محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ یہ ہے بزرگانِ دین کا طریقہ جو بیان ہوا۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وافاض علینا من علومھم و برکاتھم

علماء میں اختلاف ہوا ہی کرتا ہے۔ ہر ایک اپنے مسلک کی اشاعت کرتا ہے جو لوگ کسی وجہ سے محفل مبارک میلاد شریف کو بہ ہیئت کذا منعقد کرنے کو اچھا نہیں سمجھتے وہ دلائل سے اپنے مسلک کو ثابت کریں۔ سوقیانہ الفاظ اور عامیانہ انداز سے اجتناب کریں، تعصب کی وجہ سے دولت ایمان کو برباد نہ کریں۔ "ھدانی اللہ و ایاھم لما فیہ فلاح دیننا و دنیانا"

اب میں موضوع سابق کی طرف آتا ہوں کسی نے آپ سے قیام کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا: قیام اگر اس طرح کیا جائے کہ اس میں شرک آ جائے تو وہ ناجائز ہے۔ ہر وقت، ہر لمحہ اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا صرف رب العالمین ہی کی شان ہے۔ ہاں آپ ﷺ کی محبت اور تعظیم کی وجہ سے قیام کرنا بہتر ہے۔ ہم آپ کا ذکر شریف کرتے ہیں، ہم کو ذوق اور شوق پیدا ہوتا ہے، ہم قیام کرتے ہیں، اگر کسی شخص کو ذوق اور شوق پیدا نہ ہو اور آپ ﷺ کی محبت میں قیام نہ کرے تو تمہارا کیا بگڑتا ہے۔

کلام گوہر نظام وعلیہ الختام

جس گھر میں ذکر مولدِ خیرالبشر ہوا — عالی زیادہ قصرِ فلک سے وہ گھر ہوا

کیونکر نہ ہو کہ اس شہ والا کا ذکر ہے — جس کا وزیر روح قدس چرخ پر ہوا

وہ مہرِ اوج قدس وہ شمع جمال حق — دوٹکڑے ایک اشارے سے جس کے قمر ہوا

وہ سرورِ زمین و زماں، جانِ دو جہاں — دم بھر میں عرش وفرش سے جس کا گزرا ہوا

وہ شاہ جس کے سایہ احساں کے روبرو — شرمندگی سے غرقِ عرق ابرتر ہوا

وہ جس کے آستانہ علیا کے سامنے — افسانہ بہشت بریں مختصر ہوا

ہم لوگ کیوں نہ فدا اس پہ اپنی جاں کریں — جب سجدہ گاہِ حورو ملائک و در ہوا

دیوار و در وہاں کے ہوئے خالِ روئے عرش — اور سایہ نورِ دیدۂ اہل نظر ہوا

ہے سلسبیل چشمہ زرقا سے منفعل — طوبیٰ کو غم ہے کیوں نہ وہاں کا شجر ہوا

واں کے ضعیف پر نہیں پاتے قوی فروغ — عصفور کو وہاں کے شرف باز پر ہوا

ملتی ہے صورت ان کی بہت لامکان سے — نورِ خدا ہر ایک مکاں سر بہ سر ہوا

عشق نبی ﷺ جسے ہو، اُسے حق سے ہے — احمد ﷺ میں صاف نورِ احد جلوہ گر ہوا

کچھ خوف مجھ کو تیرگیٔ گور کا نہیں — نورِ محبت نبوی ﷺ ساتھ اگر ہوا

ہاں ایک نگاہِ بندہ نوازا اِدھر بھی ہو — وہ کون ہے جو تم سے نہیں بہرہ ور ہوا

پہنچے نہ باغِ طیبہ تک افسوس خیرہم — آئی خزاں ربیع کا موسم بسر ہوا

سبحانک لا علم لنآ الا ما علمتنآ انک انت العلیم الحکیم. و

صلی اللہ و سلم علی سید نا محمد و علی الہ و اصحابہ اجمعین.

چہارشنبہ ۱۰ ذی قعدۃ الحرام ۱۳۷۲ ہجری، ۲۲ جولائی ۱۹۵۳ میلادی

خانقاہ حضرت غلام علی شاہ معروف بہ درگاہ شاہ ابوالخیر

بازار چتلی قبر۔ دہلی

☆☆☆

قرآن وحدیث اور اقوال آئمہ کی روشنی میں میلاد کا بیان

میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

تحقیق و ترتیب:

مولانا محمد عبدالاحد قادری

حسن ترتیب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء و المرسلین

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ

اما بعد!

قارئین! زمانہ قدیم سے دنیائے اسلام میں عید میلاد النبی ﷺ کی تقریب منائی جاتی ہے۔ بارھویں ربیع الاوّل کا مقدس روز اہل ایمان کیلئے مسرت وخوشی کے اعتبار سے منزلہ عید کے ہے، مگر ہر زمانہ میں کچھ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں، جن کو حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم وتکریم نہیں بھاتی۔ وہ صرف اس میلاد شریف کو بدعت ہی نہیں کہتے بلکہ میلاد شریف کے کرنے والوں کو بدعتی اور گمراہ قرار دیتے ہیں اور سادہ لوح مسلمانوں کو اس کار خیر میں حصہ لینے سے روکتے ہیں، اس لیے حق کے اظہار کیلئے میلاد مبارک پر آئمہ دین کی تحریرات پیش کر رہا ہوں۔ میلاد شریف کا ثبوت قرآن پاک، حدیث پاک اور اقوال سلف سے ہے۔ میلاد شریف میں ہزاروں اور برکتیں ہیں اس کو بدعت کہنے والے خود ہی بدعتی اور بے دین ہیں۔

محفل میلاد کی حقیقت:

سب سے پہلے آپ یہ سمجھ لیں کہ حقیقت میلاد کیا ہے؟ میلاد مولود، مولد یہ تینوں لفظ متقارب المعنی ہیں۔ حقیقت میلاد صرف یہ ہے کہ مسلمان ایک جگہ جمع ہوں اور ایک عالم دین ان کے سامنے حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت مبارک، معجزات اور آپ کے اخلاق حمیدہ وغیرہ بیان کرے۔ آخر میں بارگاہ رسالت میں درود وسلام باادب کھڑے ہو کر پیش کریں، اگر توفیق ہو تو شیرینی پر فاتحہ دے کر فقراء ومساکین کو کھلائیں۔ احباب میں تقسیم کریں، پھر دعا مانگ کر اپنے اپنے گھروں میں واپس آجائیں۔

یہ تمام چیزیں جو ذکر کی گئی ہیں حدیث وقرآن اور علماء امت کے زریں اقوال

سے ثابت کی جاتی ہیں، باقی ہدایت کی توفیق دینا قبضہ خدا میں ہے۔

میلاد سنت الٰہیہ ہے:

✿ حضور نبی کریم ﷺ کا میلاد شریف خود اللہ تعالیٰ نے بیان کیا تو میلاد شریف بیان کرنا سنت الٰہیہ ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

(۱) لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ رَّحِیْم (سورۂ توبہ)

ترجمہ: "بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے، تمہاری بھلائی کے بہت چاہنے والے ہیں اور مسلمانوں پر کرم کرنے والے مہربان ہیں۔"

✿ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ الاٰیۃ

اے مسلمانو! تمہارے پاس عظمت والے رسول تشریف لائے۔ اس آیت میں ولادت باسعادت کا ذکر ہے۔ پھر فرمایا: "من انفسکم" جو تم میں سے ہیں۔ اگر بفتح فاء پڑھا جائے تو معنی یہ ہوگا۔ تمہاری بہترین جماعت میں ہیں۔ اس میں سرکار دو عالم ﷺ کا نسب پاک بیان ہوا۔ پھر "حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ رَّحِیْم" میں آپ کی نعت شریف کا بیان فرمایا۔ میلاد مبارک مروجہ میں یہی تین امور بیان ہوتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ میلاد شریف بیان کرنا سنت الٰہیہ ہے۔

(۲) لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا (سورۂ آل عمران)

ترجمہ: "بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان فرمایا کہ ان میں اپنا رسول معظم بھیج دیا۔"

✿ دیکھو یہاں حضور اقدس ﷺ کی آمد کا ذکر ہے اور یہی میلاد مبارک ہے۔

سید عالم ﷺ نعمت ہیں:

خاتم الانبیاء نبی الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ وحدہٗ لاشریک کی ایک نعمت

عظمیٰ ہیں اور یہ ایک بدعتی امر ہے اور کسی دلیل کی طرف محتاج نہیں، مگر منکر نجدی بدیہات کے بھی منکر ہیں۔ لہٰذا ان کے رفع شکوک کیلئے حضور نبی کریم ﷺ کا نعمت الٰہی ہونا حدیث صحیح بخاری میں پیش کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ عقل وفہم سلیم عطا فرمائے۔

عن ابن عباس الذین بد لو انعمة اللہ کفرا قال ھم واللہ کفار قریش قال عمر و ھم قریش و محمد ﷺ نعمة اللہ (صحیح بخاری)

ترجمہ: ''ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے بدل دیا، اللہ کی نعمت کو کفر سے۔ فرمایا: ابن عباس رضی اللہ عنہ نے خدا کی قسم! وہ کفار قریش ہیں۔ عمرو ابن دینار نے فرمایا: وہ (بدلنے والے) قریش ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔''

قارئین! اس آیت اور اس کی تفسیر سے صراحتاً ثابت ہوا کہ آقائے دو عالم ﷺ اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہیں اور اس نعمت کی بے قدری کرنے والے کفار قریش ہیں، اب بھی جو بدقسمت اس کی ناقدری کرتا ہے وہ انہی کفار کے ساتھ ہوگا۔ العیاذ باللہ

جب سید عالم ﷺ نعمت اللہ ہیں تو نعمت اللہ کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہیے۔ یہ فیصلہ خود اللہ تعالیٰ کا کلام ہی کرے گا۔ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ

ترجمہ: ''اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔''

وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ (سورۂ آل عمران)

ترجمہ: ''اور یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہے۔''

دیکھو، اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کا ذکر کرنے اور چرچا کرنے کا حکم فرمایا ہے اور میلاد مبارک میں حضور نبی کریم ﷺ کا ذکر ہی ہوتا ہے جو مامور بہ ہے تو حضور نبی کریم ﷺ کا میلاد شریف بدعت وناجائز کیسے ہوسکتا ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ بدعت کے کرنے کا بھی حکم دیتا ہے۔ میلاد پاک کو بدعت کہنے والے قرآن عظیم کے حقائق سمجھنے سے کتنے دور ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو معارف قرآن کے سمجھنے کی توفیق ہی عطا نہیں فرمائی۔

میلاد بیان کرنا سنت مصطفیٰ ہے:

قارئین! منکر اور نجدی وہابی خواہ مخواہ میلاد مبارک کے بارے میں بضد ہیں۔ اور اپنی جہالت کا ثبوت پیش کرتے ہیں حالانکہ سرکار دو عالم ﷺ نے اپنا میلاد خود اپنی مبارک زبان سے بیان کیا۔ اس لیے سنی حضرات بھی میلاد حسن عقیدت سے کرتے ہیں مگر وہابیہ تو ہمیشہ اس نعمت سے محروم ہی رہیں گے۔

- حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شہنشاہ دو عالم ﷺ کو اطلاع ملی کہ کسی بدعقیدہ نے آپ کے نسب شریف میں طعن کیا ہے تو

فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی لمنبر فقال من آنا فقالو انت رسول اللہ قال انا محمد ن بن عبداللہ بن عبدالمطلب ان اللہ خلق الخلق فجعلنی فی خیر ھم جعلھم فر قتین فجعلنی فی خیر ھم فرقة ثم جعلھم قبائل فجعلنی فی خیر ھم فبیلة ثم جعلھم بیوتا الخ فانا خیر ھم نفسا و خیر ھم بیتا (مشکوٰۃ)

ترجمہ: ''حضور نبی کریم ﷺ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا: کہ میں کون ہوں؟ صحابہ نے عرض کی: آپ اللہ کے رسول ﷺ۔ فرمایا: میں عبدالمطلب کے بیٹے عبداللہ کا بیٹا ہوں۔ اللہ نے مخلوق پیدا کی، ان میں سب سے بہتر مجھے بنایا پھر سب مخلوق کے دو گروہ کیے ان میں مجھے بہتر بنایا، پھر ان کے گھرانے بنائے، مجھے ان میں بہتر بنایا تو میں ان سب میں اپنی ذات کے اعتبار اور گھرانے کے اعتبار سے بہتر ہوں۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے خود محفل میلاد منعقد فرمائی جس میں اپنا حسب ونسب بیان فرمایا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ محفل میلاد کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اس محفل میں ان لوگوں کا رد کیا جائے جو آپ کی بدگوئی کریں۔ فالحمد للہ رب العالمین

قارئین! اب منکرین سے پوچھو کہ اب بتاؤ میلاد بیان کرنا حرام و بدعت ہے یا سنت نبوی ﷺ ہے۔ خدا تم کو فہم و دانش ہی نہیں بلکہ ہدایت وسعادت عطا فرمائے،

ورنہ شیطان کچھ کم عالم ہے، مگر راندۂ بارگاہ الٰہی ہے۔

میلاد مبارک پر منکرین کا بڑا اعتراض:

منکرین میلاد کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ میلاد شریف میں دن مقرر کیا جاتا ہے اور دن کا تعین شریعت میں زیادتی ہے۔ لہٰذا میلاد ناجائز ہے۔ ان کا یہ سوال گیارھویں، تیجہ ساتواں، چالیسواں وغیرہ میں مشترک ہیں۔

اولاً اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے نزدیک دن کا تعین واجب وضروری نہیں، بلکہ ہم اہل سنت رات، دن ہر ہفتہ اور ہر مہینے میں میلاد کرنا باعث نجات وسعادت سمجھتے ہیں۔ ثانیاً یہ کہ اس زمانہ کے منکرین میلاد سیرت نبوی کے جلسے کرتے ہیں، جن میں دن مقرر کیا جاتا ہے اور تاریخ مقرر ہوتی ہے۔ مولوی مقرر کیے جاتے ہیں، وقت مقررہ پر لوگوں کو بڑے زور سے بلایا جاتا ہے۔ یہ چیزیں فقیر نے دیکھی اور سنی ہیں۔ پس اگر اتنے تعینات کے باوجود جلسہ سیرت نبوی تو جائز ہو جاتا ہے (کیونکہ وہ خود کرتے ہیں اور ملا کے گھر ہر شے حلال ہوتی ہے، حرام صرف دوسروں کیلئے ہوتی ہے۔) اور جلسہ میلاد نبوی حرام وبدعت ہو جاتا ہے۔

ہم تم سے پوچھتے ہیں، مابہ الامتیاز پیش کرو کہ جس سے سیرت کے جلسے جائز رہیں اور میلاد کے جلسے اور محفلیں حرام ہوں، ذرا منہ کھولو، اور جواب دو، مگر حقیقت یہ ہے کہ جو چیز ان کے عقیدے میں بھی حرام ہے، وہ ان کیلئے حلال ہے، جو چیز فی نفسہ حلال ہے، وہ ہم اہل سنت پر حرام ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ جب خدا دین لیتا ہے تو عقل بھی لے لیتا ہے۔

ثالثاً یہ کہنا کہ دن مقرر کرنا یا کسی دن کی یادگار منانا حرام وبدعت ہے، یہ منکرین کی اپنی خودساختہ شریعت ہے۔ قرآن پاک اور حدیث پاک میں اس کی تصریح موجود ہے۔ مگر اندھوں کو کچھ نظر نہیں آتا، یہ ان کی بدقسمتی ہے، اس میں ہمارا کیا قصور ہے۔ وہ اپنی بدقسمتی پر روئیں۔

(۱) قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَذَکِّرْھُمْ بِاَیّٰمِ اللہِ (سورۂ ابراہیم) ترجمہ: "اے موسیٰ علیہ السلام! انکو یاد دلایئے اللہ کے دن"

تشریح: سب عام وخاص جانتے ہیں کہ ہر دن اور ہر رات اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔

پھر ان اللہ کے ایام سے کیا مراد ہے۔ پتہ چلا کہ اللہ کے دنوں سے مراد خدا کے وہ مخصوص دن ہیں جن میں اس کی نعمتیں اس کے بندوں پر نازل ہوئیں، چنانچہ اس آیت کریمہ میں حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا ہے کہ آپ اپنی قوم کو وہ دن یاد دلائیں۔ جن دنوں میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر من وسلویٰ نازل فرمایا۔ عقلمندو اگر من وسلویٰ کے نزول کا دن بنی اسرائیل کو منانے کا حکم ہوتا ہے تو آقائے دو جہاں ﷺ کی ولادت باسعادت جو تمام نعمتوں سے افضل و اعلیٰ ہے بلکہ نظر غائر سے دیکھا جائے تو باقی نعمتیں اسی نعمت عظمیٰ کے واسطے سے نازل ہوتی ہیں تو یوم ولادت باسعادت منانا اور خوشی میں جلوس نکالنا اور جلسے منعقد کرنا، مساکین کیلئے کھانا تقسیم کرنا کیوں بدعت وحرام ہے۔

حدیث پاک سے تعین یوم پر دلیل:

عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ قدم المدینة فوجد الیھود صیاما یوم عاشورہ فقال لھم رسول اللہ ﷺ ما ھذا الیوم الذی تصومونه فقالو ھذا یوم عظیم نجی اللہ فیه موسیٰ و قومه و غرق فرعون و قومه فصامه موسی شکرا فنحن نصومه فقال رسول اللہ ﷺ فنحن احق و اولی بموسی منکم فصامه رسول اللہ ﷺ و امر بصیامه (متفق علیه) (مشکوٰۃ)

ترجمہ: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو ملاحظہ فرمایا کہ یہود یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے پوچھا اس دن روزہ کیوں رکھتے ہو، یہودیوں نے کہا: یہ ایک بڑا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے (اس) شکریے میں روزہ رکھا اور ہم بھی اس دن کو روزہ رکھتے ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ ہم موسیٰ علیہ السلام سے تمہاری نسبت زیادہ قریب ہیں تو آپ نے خود روزہ رکھا اور (دوسروں کو) روزہ رکھنے کا حکم دیا۔''

قارئین! اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ نعمت ملی کہ دشمن سے نجات ملی اور دشمن ہلاک ہوا تو بطور شکر یہ اسی دن کی یاد منانے کیلئے ہمیشہ عاشورہ کے دن روزہ رکھتے اور خود سردار دو عالم ﷺ نے روزہ رکھ کر اور حکم دے کر واضح فرمادیا اور نعمت نازل ہونے کے دن عبادت کرنا اور اس کی یاد منانا سنت انبیاء ہے۔ لہٰذا ہم اہل سنت ربیع الاوّل کی بارھویں تاریخ کو جس میں ولادت باسعادت کی نعمت نازل ہوئی جو سب نعمتوں سے عظیم ترین نعمت ہے جلسے منعقد کر کے جلوس نکال کر خوشی کا اظہار کر کے سنت انبیاء پر عمل کرتے ہیں اور منکرین اس روز شیطان کی طرح جلتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ اپنی اپنی قسمت ہے کہ کوئی سنت انبیاء پر عمل کرتا ہے اور کوئی سنت شیطان پر عمل کرتا ہے۔"

دوسری حدیث:

عن ابی قتادة قال سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم عن یوم الاثنین فقال فیه ولدت و فیه انزل علی۔ رواه (مشکوٰۃ)

ترجمہ: "حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ سے پیر کے دن کے روزہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: کہ میں اسی دن پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر قرآن اترا۔"

دیکھو سنیو! حضور نبی کریم ﷺ کو پیر کے روز دو نعمتیں ملی تھیں، تو آپ نے پیر کے دن روزہ رکھنے کیلئے معین فرمایا۔ منکرین تعیین یوم کو بدعت و حرام کہتے ہیں، اب ان سے پوچھو کہ سرور کائنات ﷺ نے پیر کے دن کو روزہ کیلئے معین اور مخصوص فرمایا ہے، اب کیا فتویٰ ہے۔ نالائقو! تمہارے فتووں سے سارا دین برباد ہو جائے گا۔ لہٰذا ایسے من گھڑت فتووں سے باز آؤ، ورنہ خدائے قہار کا عذاب شدید ہے۔

منکرین خود حرام کے مرتکب ہیں:

منکرین دن مقرر کرنے کو حرام بتاتے ہیں، یوم آزادی کے روز ہر سال جلسوں میں شریک ہو کر خود ہی حرام کا ارتکاب کرتے ہیں یہ ہے ان کی دیانت۔

جوازِ میلاد پر اولیائے کرام اور علمائے اعلام کی شہادتیں۔

قارئین! یوں تو میلاد مبارک کے استحباب و استحسان پر بہت سے علماء سلف کے اقوال موجود ہیں، مگر بخوفِ طوالت چند علماء کے اقوال درج کیے جاتے ہیں، جو شکوک کے ازالہ کیلئے کافی ہیں اور ضدی منکر کیلئے تو سارا دفتر بھی بے کار ہے۔

(۱) امام ابو شامہ امام نووی کے استاد کا قول:

ومن احسن ما ابتدع فی زماننا ما یفعل کل عام فی الیوم الموافق لیوم مولده ﷺ من الصدقات والمعروف و اظهار الزرینة فان ذلک مع ما فیه من الاحسان للفقرآء مشعر بمحبة النبی ﷺ و تعظیمه فی قلب فاعل ذلک و شکر الله علی مامن به من ایجاد رسول الله ﷺ ارسلنه رحمة للعالمین.

ترجمہ: ''ہمارے زمانے کی اچھی ایجادوں میں وہ افعال ہیں جو مولد النبی ﷺ کے دن کیے جاتے ہیں، یعنی صدقات، بھلائی کے کام، زینت و سرور کا اظہار کیونکہ...... اس میں فقراء کے ساتھ احسان کرنے کے علاوہ اس بات کا اشعار ہے کہ میلاد کرنے والے کے دل میں نبی کریم ﷺ کی محبت اور تعظیم ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرتا ہے جو اس نے رحمۃ العلمین کو پیدا فرما کر ہم پر احسان فرمایا ہے۔''

(۲) حضرت حافظ الحدیث ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

فاذاکان هذا ابو لهب الکافر الذی نزل القرآن بذمه جوزی بفرحه لیلة مولد النبی صلی الله علیه وسلم فما حال المسلم الموحد من امته صلی الله علیه وسلم یسر بمولده و یبذل ما تصل الیه قدرته فی محبته صلی الله علیه وسلم لعمری انما یکون جزآؤه من الله الکریم ان یدخله بفضله العمیم جنات النعیم

ترجمہ: ''جب ابولہب کافر جس کی مذمت میں قرآن پاک نازل ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت کی خوشی میں جزا نیک مل گئی (عذاب میں تخفیف) تو حضور نبی کریم ﷺ کی

امامت کے مسلمان، موحد کا کیا حال ہوگا، جو حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت کی خوشی مناتا ہو اور حضور نبی کریم ﷺ کی محبت میں حسب طاقت خرچ کرتا ہو، مجھے اپنی جان کی قسم! اللہ کریم ہے اس کی جزا یہ ہے کہ اس کو اپنے فضل عمیم سے جنت نعیم میں داخل فرمادے گا۔"

(۳) حضرت امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا مبارک قول:

لم یفعله احد من السف فی القرون الثلاثۃ وانما حدث بعد ثم لازوال اهل الاسلام من سائر الاقطار والمدن الکبار یعملون المولد یتصدقون فی لیالیه بانوع الصدقات و یعتنون بقراء ۃ مولده الکریم و یظهر علیهم من برکاته کل فضل عمیم

ترجمہ: "تینوں زمانوں میں سلف نے کسی نے میلاد (مروجہ) نہیں کیا، اس کے بعد شروع ہوا پھر ہمیشہ مسلمان ہر طرف اور بڑے شہروں میں میلاد کرتے ہیں اور ان راتوں میں ہر قسم کا صدقہ کرتے ہیں اور میلاد شریف بیان کرنے کا اہتمام کرتے ہیں، میلاد شریف کی برکت سے ان پر ہر قسم کا فضل و رحمت نازل ہوتی ہے۔

فائدہ: امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے ثابت ہوا کہ میلاد شریف مسلمان کرتے ہیں اور ہر ملک ہر شہر میں کرتے ہیں اور میلاد کرنے والوں پر فضل الٰہی نازل ہوتا ہے۔

(۴) حضرت علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

لازال اهل الاسلام یحتلفون بشهر مولده علیه الصلاۃ و السلام و یلعملون الولائم و یتصد قون فی لیالیه با نواع الصدقات و یظهرون السرور و یزیدون فی المبرات و یعتنون بقرآء مولده الکریم (انوار محمدیہ)

ترجمہ: "ہمیشہ مسلمان ولادت پاک کے مہینہ میں محفل میلاد منعقد کرتے آئے ہیں، اور دعوتیں کرتے ہیں اور اس ماہ کی راتوں میں ہر قسم کا صدقہ کرتے ہیں اور خوشی مناتے ہیں، نیکی زیادہ کرتے ہیں اور میلاد شریف پڑھنے کا بہت اہتمام کرتے ہیں۔"

(۵) حضرت امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

من خواصه انه امان فی ذلک العام و بشری عاجلة نیل البغیة والمرام و اوّل من احدثه من الملوک الملک الظفر ابوسعید صاحب اربل واتف له الحافظ ابن وحیة تالیفا سماه التنویر فی مولد البشیر النذیر فاجرزه الملک المظف بالف دینار وصنع الملک المظفر المولد و کان یعمله فی ربیع الاوّل و یحتفل به اختلافا ضائلا و کان شهما شجاعا بطلا عا قلا عالما عادلا و طالف مدته فی الملک اتی ان مان و هو فحاصرا لفرنج بمدینة عکاسنة ثلاثین و ستمائة محمود السیرة والسریرة (سیرت نبوی)

ترجمہ: ''میلاد شریف کی ایک تاثیر یہ ہے کہ سال بھر امن رہے گا اور مرادیں پوری ہونے کی خوشخبری ہے۔ بادشاہوں میں سے جس نے پہلے میلاد شریف کا ایجاد کیا وہ مظفر ابوسعید شاہ اربل تھا، اس کیلئے حافظ ابن دحیہ نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ''التنویر فی مولد البشیر النذیر'' رکھا۔ بادشاہ نے اس کو ہزار دینار نذر کیے، بادشاہ مظفر نے میلاد کیا اور وہ ربیع الاوّل شریف میں میلاد کیا کرتا تھا۔ اور اس میں عظیم الشان محفل منعقد کرتا تھا اور وہ ذکی، بہادر، دلیر، عقلمند، عالم اور عادل تھا۔ اس کا زمانہ حکومت طویل رہا، یہاں تک کہ انگریزوں کا محاصرہ کرتے ہوئے عکا شہر میں انتقال کر گیا۔ ۶۳۰ ہجری میں وہ سیرت اور عادت کا اچھا تھا۔''

فائدہ: اس مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ شاہ اربل ملک مظفر ابوسعید عالم عادل ہونے کے علاوہ مجاہد بھی تھا اور جہاد فی سبیل اللہ میں اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی، لہٰذا جن لوگوں نے انہیں برے کلمات سے یاد کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

(۶) حضرت ابن جوزی کے پوتے کا قول:

قال سبط ابن الجوزی فی مرآة الزمان حکی لی بعض من حقر

سماط المظفر في بعض المولد فذكرانه عد فيه خمسة الاف راس غنم و عشرة الاف رجاجة ومائدة الف زبدية و ثلاثين الف صحن حلوه و كان يحضر عنده في المولد اعيان العلماء و الصوفية فيخلع عليهم ولطلق لهم البحورو گان يصرف على المولد ثلثمائة الف دينار (سیرۃ نبوی)

ترجمہ: ''حضرت ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے فرماتے ہیں کہ مجھے لوگوں نے بتایا جو ملک مظفر کے دسترخوان پر میلاد شریف کے موقع پر حاضر ہوئے کہ اس کے دسترخوان پر پانچ ہزار بکریوں کے بھنے ہوئے سر، دس ہزار مرغ ایک لاکھ پیالی مکھن اور تیس ہزار طباق حلوے کے تھے اور میلاد میں اس کے ہاں مشاہیر علماء اور صوفی حضرات حاضر تھے، ان سب کو خلعتیں عطا کرتا تھا اور خوشبودار چیزیں سلگاتا تھا اور میلاد مبارک پر تین لاکھ دینار خرچ کرتا تھا۔

فائدہ: عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ میلاد مبارک میں فقط عوام ہی حاضر نہیں ہوتے تھے بلکہ مشاہیر، علماء اور اولیاء بھی شرکت کرتے تھے۔ فالحمد لله على ذلك

(۷) حضرت سید احمد زینی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

عمل المولد و اجتماع الناس له كذلك مستحسن (سیرۃ نبوی)

ترجمہ: ''میلاد شریف کرنا اور لوگوں کا اس میں جمع ہونا بہت اچھا ہے۔''

(۸) حضرت سید احمد زینی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

الموالد والا ذكار التي تفعل عندنا اكثرها مشتمل علے خير كصدقة و ذكر و صلاة وسلام على رسول الله ﷺ و مدحه

ترجمہ: ''محافل میلاد اور اذکار جو ہمارے ہاں کیے جاتے ہیں ان میں سے اکثر بھلائی پر مشتمل ہیں جیسے صدقہ ذکر، صلاۃ وسلام رسول اللہ ﷺ پر اور آپ کی مدح پر۔''

(۹) مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی کا فرمان مبارک:

ترجمہ: ''میلاد شریف کرنے والوں کیلئے اس میں سند ہے جو شب میلاد خوشیاں

مناتے ہیں اور مال خرچ کرتے ہیں، یعنی ابولہب کافر تھا اور قرآن پاک اس کی مذمت میں نازل ہوا۔ جب اسے میلاد کی خوشی منانے اور اپنی لونڈی کے دودھ کو سرکار دو عالم ﷺ کیلئے خرچ کرنے کی وجہ سے جزا دی گئی تو اس مسلمان کا کیا حال ہوگا جو محبت اور خوشی میں بھرپور ہے، میلاد پاک میں مال خرچ کرتا ہے۔"

(۱۰) خاتم المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فیوض الحرمین میں لکھا ہے کہ میں حاضر ہوا، اس مجلس میں جو مکہ معظمہ میں مکان مولد شریف میں تھی۔ بارہویں ربیع الاول کو اور ذکر ولادت شریف اور خوارق عادت وقت ولادت کا پڑھا جاتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ یکبارگی کچھ انوار اس مجلس سے ظاہر ہوئے، میں نے ان انوار میں تامل کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ انوار تھے، ملائکہ جو ایسی محافل متبرکہ میں حاضر ہوا کرتے ہیں اور بھی انوار تھے۔ رحمت الٰہی کے۔ (تواریخ حبیب اللہ)

فائدہ: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان میں ایک مشہور و مقبول محدث تھے۔ تمام دیوبندیوں کی سندیں آپ تک پہنچتی ہیں اب بتاؤ شاہ صاحب بدعتی ہیں (معاذ اللہ) یا تم خود بدعتی ہو، فیصلہ کرلو، اور جواب دو، نیز معلوم ہوا کہ میلاد شریف کی محفل پر انوار رحمت برستے مگر منکرین ان انوار رحمت سے محروم ہیں۔ بدعت بدعت کہہ کہہ کر عین بدعت ہوگئے ہیں۔

(۱۱) حضرت مولانا مولوی محمد عنایت احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

حرمین شریفین اور اکثر بلاد اسلام میں عادت ہے کہ ماہ ربیع الاول میں محفل میلاد شریف کرتے ہیں اور مسلمانوں کو مجتمع کرکے ذکر مولود شریف کرتے ہیں اور اکثر درود پڑھتے ہیں اور بطور دعوت کے کھانا یا شیرینی تقسیم کرتے ہیں۔ سو یہ امر موجب برکات عظیمہ ہے اور سبب ہے زیادت محبت کا ساتھ جناب رسول اللہ ﷺ کے بارہویں ربیع الاول کو مدینہ منورہ میں یہ محفل متبرک مسجد شریف میں ہوتی ہے اور مکہ المکرمہ میں مکان ولادت سرکار دو عالم ﷺ میں۔ (تواریخ حبیب اللہ)

فائدہ: اس کتاب کا حوالہ خاص کر اس لیے دیا گیا ہے کہ منکرین اس کتاب کو معتبر سمجھتے ہیں۔ چنانچہ مولوی اشرف علی نے اپنی کتاب ''نشر الطیب'' میں اس کو معتبر کتاب مانا ہے۔ اب معلوم نہیں کہ منکرین نے ضد و عناد میں آ کر غیر معتبر سمجھ لیا ہو۔

دیکھو! مصنف کیا لکھتا ہے یہ امر موجب برکات عظیمہ ہے، تم اس کو موجب ضلالت سمجھتے ہو، خدارا انصاف سے کام لو، منہ کو سنبھالو، برکت کو ضلالت کیوں کہتے ہو، مگر سچ یہ ہے کہ تمہارے گھر سچ ہی نہیں ہے۔

حافظ ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

ترجمہ: ''میلاد شریف بدعت ضلالت نہیں دو وجہ سے وجہ اول یہ ہے کہ میلاد کا مطلب یہ ہے کہ مقرر کوئی قرآن کی آیت یا حضور نبی کریم ﷺ کی حدیث پڑھے اور اس کی تشریح میں حضور نبی کریم ﷺ کے فضائل معجزات ولادت، نسب کے احوال اور ولادت خوارق عادت جو آپ سے ظاہر ہوئے بیان کرے، جیسا کہ اس کی تحقیق ابن حجر مالکی نے ''النعمة الکبریٰ علی العالم بمولد سید ولد آدم'' میں کی ہے ان کے علاوہ علمائے ماہرین نے کی ہے۔

یہ حقیقت یعنی میلاد شریف نبی کریم ﷺ اور صحابہ پاک کے زمانہ میں موجود تھی اگرچہ یہ نام نہ تھا فن حدیث کے ماہرین پر یہ پوشیدہ نہیں کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین مجالس وعظ اور تعلیم علم میں فضائل اور حالات ولادت احمدیہ کا ذکر کرتے تھے۔

صحاح میں مروی ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اپنی مسجد شریف میں منبر شریف پر بٹھاتے تھے اور وہ حضور نبی کریم ﷺ کے صفت کو نظم اور اشعار میں پڑھتے تھے۔ سرکار دو عالم ﷺ ان کے حق میں دعائے خیر کرتے اور فرماتے: اے اللہ! روح اقدس سے ان کی تائید فرما، دیوان حسان کے ناظر پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ان کے قصائد میں معجزات اور ولادت پاک کے حالات اور نسب شریف کا ذکر موجود تھا، پس اس قسم کے اشعار کا پڑھنا کسی محفل و مجلس میں عین میلاد شریف ہے۔

بعض منکرین یہ بھی کہتے ہیں کہ لوگوں کو اکٹھا کر کے میلاد شریف پڑھنا جائز نہیں۔مولانا عبدالحی صاحب ان کی تردید میں لکھتے ہیں:

ترجمہ:''اگر یہ شبہ دل میں پیدا ہو کہ اگرچہ نفس ذکر ولادت اور فضائل وغیرہ ثابت ہیں، مگر میلاد کا ذکر کرنا لوگوں کو جمع کر کے اور دوستوں کو گھروں سے بلا کر ثابت نہیں تو اس کو اس طرح رد کیا جائے گا کہ علم کے پھیلانے کیلئے لوگوں کو جمع کرنا اور بلانا حدیث پاک سے ثابت ہے۔

فائدہ: مولانا نے پھر ایک حدیث بیان کی کہ جس سے ثابت کیا کہ خود حضور نبی کریم علیہ السلام نے لوگوں کو بلا کر اپنا میلاد شریف بیان فرمایا:

ترجمہ:''دوسری وجہ جو (میلاد کیلئے) یہ ہے اگر ہم تسلیم کر لیں کہ میلاد کا ذکر زمانہ ثلاثہ میں نہ تھا تو ہم کہتے ہیں کہ شرع میں یہ قاعدہ ثابت ہے۔نشر علم کا ہر فرد مندوب ہوتا ہے اور میلاد شریف کا ذکر بھی نشر علم کا ایک فرد ہے،تو نتیجہ یہ نکلا کہ میلاد کرنا مندوب ہے۔''

میلاد شریف کرنے کے قائل کون حضرات ہیں؟ مولانا حافظ عبدالحیؒ کی تحریر سے سنیئے۔

برہمیں مسلک فقہائے متبحرین واہل افتائے مستنبطن مثل ابوشامہ وحافظ ابن حجر وشامی وامثال آنہا رفتہ اند وحکم بہ ندب ذکر مولد وادہ اند

ترجمہ:''اور اسی مسلک پر بہت بڑے فقیہ اور مفتی حضرات، مثل ابوشامہ اور حافظ ابن حجر اور شامی رحمۃ اللہ علیہم اور ان جیسے علماء گئی ہیں اور میلاد شریف کرنا مستحب بتایا ہے۔

فائدہ: اب ہم منکرین میلاد پاک سے پوچھتے ہیں تم بتاؤ کہ کیا اتنے بڑے جید اور متبحر علمائے اسلام سے بھی کوئی تمہارے ساتھ ہے۔

الحمدللہ کہ اہل سنت کا ہاتھ ایسے اہل اللہ اور متبحرین علمائے اسلام کے پاک دامنوں کے ساتھ وابستہ ہے۔اللہ تعالیٰ منکرین کو بھی ہدایت نصیب فرمائے کہ ایسی ہستیوں کے دامن کو تھام لیں۔قارئین! اب یہ بھی مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے

ہی سن لو، کہ منکرین کے ساتھ کتنے لوگ ہیں اور کیسے ہیں۔

ترجمہ: ''خلاصہ اس مقام کا یہ ہے کہ ذکر مولد فی نفسہ ایک امر مندوب و مستحب ہے، خواہ اسلیئے کہ قرون ثلاثہ میں اس کا وجود تھا یا اسلیئے یہ قاعدہ شرعی کے نیچے داخل ہے، کسی نے اس (میلاد) کے ندب کا انکار نہیں کیا مگر ایک فرقہ قلیلہ (چھوٹا) نے جن کا بڑا تاج الدین فاکہانی مالکی ہے۔ اور یہ طاقت (علمی) نہیں رکھتا ہے کہ علمائے مستنبطین کا جنہوں نے ذکر مولد کے ندب کا فتویٰ دیا ہے مقابلہ کر سکے لہٰذا اسکا قول اس بات میں غیر معتبر ہے۔

فائدہ: مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ بالا عبارت سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ منکرین میلاد کی جماعت بالکل قلیل ہے وہ بھی علم وعمل میں ایسے ہیں جو اہل حق علماء کرام کا مقابلہ ہرگز نہیں کر سکتے اور ان کا قول غیر معتبر ہے۔ فالحمد للہ علی ذلک

(۱۳) مولانا الحاج الحافظ شاہ محمد امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قول فیصل:

قارئین! اب فقیر دیوبندیوں کے پیرو مرشد جن کو صرف عالم ہی نہیں بلکہ عالم گر کہتے ہیں، اقوال زریں پیش کرتا ہے:

(۱) فرمایا: مولد شریف تمامی اہل حرمین کرتے ہیں اسی قدر ہمارے واسطے محبت کافی ہے۔

(۲) اور ہمارے علماء اس زمانے میں جو کچھ قلم میں آتا ہے بے محابا فتویٰ دے دیتے ہیں، علمائے ظاہر کیلئے علم باطن بہت ضروری ہے۔ بدوں اس کے کچھ کام درست نہیں ہوتا۔ فرمایا: ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازع کرتے ہیں، تاہم علماء جواز کی طرف بھی گئے ہیں، جب صورت جواز کی موجود ہے پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں اور ہمارے واسطے اتباع حرمین کافی ہے۔ (شمائم امدادیہ)

(۳) مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہوں، بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر منعقد کرتا ہوں۔ (فیصلہ ہفت)

منکرین کو نصیحت:

اب فقیر پر تقصیر سراپا حقیر منکرین کی خدمت میں آخری یہی نصیحت کرتا ہوں کہ

اہل حق کے ساتھ عرفاء اور علمائے تبحرین ہیں، لہٰذا میلاد شریف کرنے والوں کے ساتھ ہو جاؤ ورنہ کم از کم ان سے اس مسئلہ میں الجھو نہیں، میری بات نہ مانو اپنے بزرگوں کے پیرو مرشد کی بات ہی مان لو۔

منکرین کا لفظ عید پر غیظ و غضب:

جس وقت اہل حق میلاد شریف کے ساتھ لفظ عید بڑھاتے ہیں تو منکرین بڑے غیظ و غضب میں آجاتے ہیں، اور کہتے ہیں: دیکھو! شریعت پر کتنی زیادتی ہے کہ شریعت نے فقط دو عیدیں بتائی ہیں۔ انہوں نے تیسری عید بڑھا دی۔ منکرین ذرا اس آیت پر غور کریں تو ان کا پارہ غضب ٹھنڈا ہو سکتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اَنۡزِلۡ عَلَیۡنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوۡنُ لَنَا عِیۡدًا لِّاَوَّلِنَا وَ اٰخِرِنَا وَاٰیَۃً مِّنۡکَ وَارۡزُقۡنَا وَاَنۡتَ خَیۡرُ الرّٰزِقِیۡنَ (سورۂ مائدہ)

ترجمہ: ''اے اللہ! اے رب! ہمارے لیے ہم پر آسمان سے ایک خوان اتار کہ وہ ہمارے لیے عید ہو، ہمارے اگلوں، پچھلوں کی اور تیری طرف سے نشانی اور ہمیں رزق دے اور تو سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔''

قارئین! غور کا مقام ہے کہ بنی اسرائیل پر آسمان سے جس دن خوان اترے تو وہ دن اگلے، پچھلوں کیلئے عید بن جائے، جس میں وہ خوشی کا اظہار کریں اور جس روز سید عالم فخر رسل حضرت احمد مجتبیٰ ﷺ تشریف لائیں، ضروری ہے کہ وہ عیدوں کی جان بن جائے، جس پر سب عیدیں قربان ہوں۔

مغالطہ:

✿ منکرین کا یہ کہنا کہ روز ولادت کو عید ماننا شریعت پر زیادتی ہے کیونکہ شارع نے صرف دو عیدیں مقرر فرمائیں ہیں، ان کا یہ کہنا بھی مغالطہ ہے۔ شارع نے یوم جمعہ کو بھی عید فرمایا ہے

(۱) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جمعۃ من الجمع یا معشر المسلمین ان ھذا یوم جعلہ اللہ عیدافا غتسلوا و من کان

عنده طیب فلا یضره ان یمس منه و علیکم بالسواک رواه مالک ورداه ابن ماجه و هو عن ابن عباس متصلا

ترجمہ: ''سرکارِ کائنات ﷺ نے جمعوں میں ایک جمعہ کے موقع پر ارشاد فرمایا: مسلمانوں کے گروہ! بے شک یہ روز وہ روز ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے عید بنایا ہے۔ (سرور خوشی کا دن) پس نہاؤ اور جس شخص کے پاس خوشبو ہو، اس کو یہ بات نقصان نہیں دیتی کہ خوشبو ملے اور مسواک کو لازم پکڑو۔''

(۲) عن ابن عباس انه قرأ الویم اکملت لکم دینکم الایة و نعده یهودی فقال لو نزلت هذه الایة علینا الاتخذ نا ها عیدا فقال ابن عباس فانها نزلت فی یوم عیدین فی یوم الجمعة و یوم عرفة (مشکوۃ)

ترجمہ: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ''اکملت لکم دینکم'' الایۃ پڑھی آپ کے پاس ایک یہودی موجود تھا، اس نے کہا اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید بناتے، پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ آیت جس روز اتری اس دن دو عیدیں جمع تھیں، ایک جمعۃ المبارک کا دن اور ایک عرفہ کا دن۔''

__فائدہ:__ دیکھا قارئین! اس حدیث میں دو اور عیدیں ثابت ہوئیں۔ ایک عید جمعۃ المبارک کا دن اور ایک عید عرفہ کا دن۔ معلوم ہوا کہ منکرین کا یہ کہنا کہ دو عیدوں سے زائد کوئی عید نہیں ہے۔ یہ ان کا عوام کو مغالطہ دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ بطفیل رسول اللہ ﷺ ہمارے عوام کو ان لوگوں کے مغالطوں سے بچائے۔

__میلاد کا روز اکابر علماء کے ہاں عید ہے:__

منکرین عید میلاد کے لفظ عید پر خواہ مخواہ شور مچاتے ہیں، حالانکہ اکابر علماء نے صرف میلاد شریف کے دن کو نہیں، بلکہ سارے ربیع الاوّل کے دنوں اور راتوں کو عید سمجھتے ہیں، چنانچہ علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فرحم الله امرأ اتخذ لیالی شهر مولده المبارکة اعیادا (انوارِ محمدیہ)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اس شخص پر جس نے آپ کے میلاد مبارک کے مہینہ کی راتوں کو عید بنایا۔''

فائدہ: ثابت ہوا کہ عید میلاد النبی ﷺ کوئی نئی اصطلاح نہیں بلکہ اکابر علماء کی اس پر تصریح موجود ہے۔

یوم ولادت پاک پر خوشی منانے کی برکت:

نیک بخت ہے وہ مسلمان جو یومِ ولادت باسعادت کی خوشی منائے، اظہار سرور کرے، اس خوشی میں صدقہ و خیرات کرے، عبادت الٰہی میں مصروف رہے، جلسے منعقد کرے، حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت پاک اور معجزات و کمالات بیان کرے، تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے مسلمان کو دنیا میں امن و امان عنایت فرمائے گا اور کل قیامت کے روز نار جہنم سے آزاد فرمائے گا، کیونکہ ابولہب کافر نے حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت کی خوشی میں اپنی لونڈی آزاد کی تھی، جس کی وجہ سے اس کے عذاب میں تخفیف ہوگئی۔ بخاری شریف میں ہے:

ثوبية مولاة لابی لهب كان ابولهب اعتقها فار ضعت النبی صلی الله عليه وسلم فارضعت النبی صلی اللهعليه وسلم فلما مات ابولهب بعض اهله بشر صيبة قال له ماذالقيت قال ابولهب لم الق بعد كم خيرا انی سقيت فی هذه بعتا قتی ثوبية (بخاری)

ترجمہ: ''ثوبیہ ابولہب کی لونڈی تھی، ابولہب نے اسکو آزاد کردیا تھا، اس نے نبی کریم ﷺ کو دودھ پلایا، جبکہ ابولہب مرگیا تو اس کے گھر والوں میں سے کسی نے اس کو خواب میں بری حالت میں دیکھا، پوچھا کیا حال ہے؟ ابولہب نے کہا: تمہارے بعد مجھے کوئی بھلائی نہیں ملی، مگر ثوبیہ کے آزاد کرنے کی وجہ سے مجھے اس انگلی میں سے سیراب کیا جاتا ہے، یعنی ہر پیر کو عذاب میں تخفیف ہوتی ہے اور جس انگلی سے اشارہ کرکے ثوبیہ کو آزاد کیا تھا، اس سے تھوڑا سا پانی چوس لیتا ہوں، یہ صدقہ اس خوشی کا ہے

جو ابولہب نے حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت پر منائی تھی، جب کافر کو خوشی منانے کا صلہ مل گیا تو مسلمان کو اللہ تعالیٰ اس خوشی کے صلے میں جنت نعیم عطا فرمائے گا۔"

قیام کرنا:

عرف عام میں قیام کے معنی کھڑے ہو کر سلام بھیجنا ہے، اس سلام میں پیارے رسول اللہ ﷺ کی تعظیم ہے جو بندۂ مومن کا شعار ہے، اس کے ثبوت کیلئے چند اکابر علماء کے قول پیش کیے جاتے ہیں:

(۱) سیدی احمد زینی شافعی مفتی مکہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

جرت العادة ان الناس اذا سمعوا ذكر و ضعه صلى الله عليه وسلم يقولون تعظيما له صلى الله عليه وسلم و هذا القيام مستحسن لما فيه من تعظيم النبى صلى الله عليه وسلم و قد فعل ذلك كثير من علماء الامة الذين يقتدىٰ بهم (سیرت نبوی)

ترجمہ: "لوگوں کی عادت جاری ہے کہ جب ولادت پاک کا ذکر سنتے ہیں تو نبی کریم ﷺ کی تعظیم کیلئے قیام کرتے ہیں، یہ قیام مستحسن ہے کیونکہ اس میں نبی کریم ﷺ کی تعظیم ہے اور یہ قیامت بہ سے علمائے امت نے کیا ہے جو مقتدائے اور پیشوا مانے گئے ہیں۔"

(۲) امام عالم علامہ فہامہ علی بن برہان الدین حلبی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

قد و جد القيام عند ذكر اسمه صلى الله عليه وسلم من عالم الامة و مقتدى الائمة دينا و ورعا الامام تقى الدين السبكى و تابعه على ذلك مشائخ الاسلام فى عصره (سیرت حلبی)

ترجمہ: "بیشک نبی کریم ﷺ کے نام مبارک کے ذکر کے وقت ایسے عالم امت اور پیشوائے آئمہ سے قیام ثابت ہے۔ جو دین اور پرہیزگاری میں مشہور ہیں، جن کا نام امام تقی الدین سبکیؒ ہے۔ اس قیام میں بڑے بڑے مشائخ اسلام نے انکے زمانہ میں اتباع کی ہے۔"

فائدہ: جب بڑے بڑے علمائے دین اور مشائخ اسلام سے قیام کا ثبوت ہے تو ہم منکروں

کا قول کیوں مانتے ہیں، ہم اپنے مشائخ اسلام کے فعل پر عمل کر کے اجر عظیم کے مستحق ہونگے۔

حضرت امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا قیام:

اب ہم اپنے امام اور پیشوائے دین تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا قیام بیان کرتے ہیں کہ آپ نے کس محبت و تعظیم سے حضور نبی کریم ﷺ کا نام و مدح سن کر قیام کیا تھا: سنیئے

حکی بعضهم ان الامام السبکی اجتمع عنده جمع کثیر من علماء عصره فانشد منشدا قول الصرصری فی ماحه صلی الله علیه وسلم قلیل لمدح المصطفی الخط بالذهب علی و رق من خط احسن من کتب ان تنهض الاشراف عند سماعه قیاما صغوفا او جثیا علی الرکب فعند ذلک قام الامام السبکی رحمه الله و جمیع من فی المجلس فحصل انس کبیر بذلک المجلس و یکفی مثل ذلک فی الاقتداء (سیرت حلبی و سیرت نبوی)

ترجمہ: ''بعض حضرات نے بیان کیا کہ حضرت امام سبکیؒ کے پاس ان کے زمانہ میں ایک بڑی جماعت علماء کی حاضر تھی کہ ایک نعت خوان نے ابوذکریا یحییٰ صرصریؒ کے وہ اشعار جو سرکار دو عالم ﷺ کی مدح شریف میں تھے پڑھے کہ مصطفیٰ کریم ﷺ کی مدح کیلئے اچھے کاتب کے خط سے سنہری خط چاندی پر لکھوایا جائے تو بھی کم ہے اگر شریف انسان ان کا ذکر سنتے ہی کھڑے ہو جائیں حالت قیام میں صف بستہ یا گھٹنوں کے بل یہ سنتے ہی امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہو گئے اور سب مجلس والوں نے بھی قیام کیا اور مجلس میں ایک وجد طاری ہو گیا، ایسے امام اور علماء کا قیام کرنا ہمارے لیے کافی ہے۔''

فائدہ: معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے ذکر پاک کے وقت قیام کرنا شریفوں کا کام ہے مگر منکرین کو شرافت سے کیا تعلق۔

(۴) علامہ فہامہ حضرت شیخ عبدالرحمٰن صفوری شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

القیام عند ولدته صلی الله علیه وسلم لا انکار فیه فانه من البدع المستحسنة و

قد افتی جماعة باستحبا به عند ذکر ولادته و ذلک من الاکرام و التعظیم له صلی اللہ علیه وسلم و اکرامه و تعظیمه واجب علی کل مؤمن ولا شک ان القیام له عند الولارة من التعظیم والاکرام قال مؤلفهر حمة اللعلمین لواستطعت القیام علی راسی لفعلت ابتغی بذلک الزلفی عند اللہ عزوجل (نزہۃ المجالس)

ترجمہ: ”سرکار دو عالم ﷺ کے ذکر ولادت کے وقت قیام کرنے میں کوئی انکار نہیں کیونکہ یہ بدعت حسنہ سے ہے۔ اور بے شک ایک جماعت علماء نے آپ کی ولادت پاک کے ذکر کے وقت استحباب قیام کا فتویٰ دیا ہے۔ کیونکہ اس میں نبی کریم ﷺ کا اکرام و تعظیم ہے اور آپ کا اکرام اور تعظیم ہر مومن پر واجب ہے، اس میں کوئی شک وشبہ نہیں، کہ وقت ذکر ولادت قیام میں حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم واکرام ہے۔ خود مؤلف عبدالرحمٰن صفوریؒ کہتا ہے قسم ہے اس ذات کی! جس نے اپنے حبیب ﷺ کو دونوں جہان کی رحمت بنا کر بھیجا ہے اگر میں سر کے بل کھڑا ہوسکتا تو بھی قیام کرتا۔ محض بارگاہ الٰہی میں قرب حاصل کرنے کیلئے۔“

حرف آخر:

ہم نے بحمد اللہ چند اکابر علمائے کرام کے اقوال پیش کیے ہیں جس سے قیام کا ثبوت ہوتا ہے۔ عاقل کیلئے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔ مگر منکر معاند، ضدی کیلئے دفتر ہی بے کار ہے۔ اب آخر میں دیوبندیوں کے پیشوا حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا قول نقل کیا جاتا ہے۔ اگر قبول افتد زہے نصیب۔

مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف ولذت پاتا ہوں۔ (فیصلہ ہفت)

☆ ☆ ☆

محمد عبدالاحد قادری

گوگڑاں، تحصیل و ضلع لودھراں

M